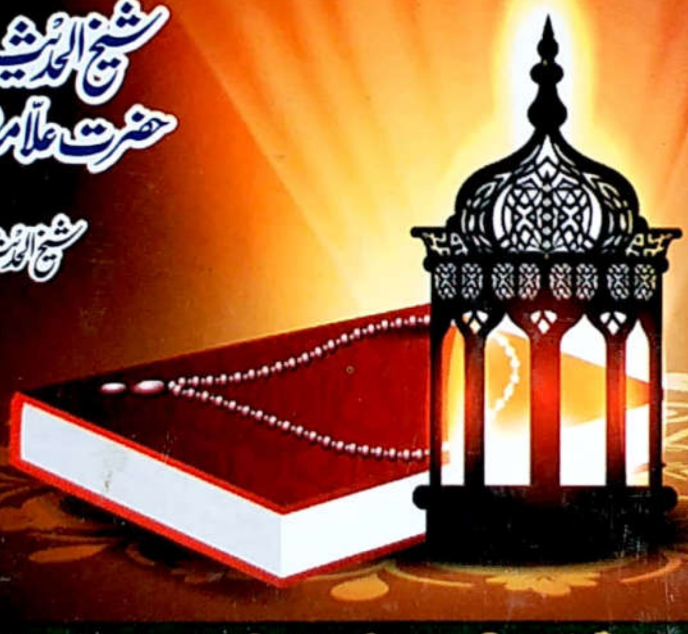
تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان درجہ خاصہ (ایف اے) سال دوم
اور درجہ عالیہ سال اول برائے طالبات کے نصاب کے عین مطابق

زینۃ القدوری

فی شرح مختصر القدوری

شارح ومترجم

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا خلیل احمد قادری
شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ لاہور



مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

۹۲/۸۶ے

نام کتاب : زینت القدوری فی شرح مختصر القدوری

موضوع : فقہ

زبان : اردو

مصنف : شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ علامہ خلیل احمد قادری مدظلہ علیہ

صفحات : 456

کمپوزنگ : ذوالفقار علی

سنِ اشاعت : ستمبر 2015ء

ہدیہ عام ایڈیشن : 400روپے

ہدیہ خاص ایڈیشن : 500روپے

ناشر : مکتبہ اعلیٰ حضرت، دربار مارکیٹ، لاہور

فون: 0300-8842540

042-37247301 0315-8842540

نوٹ: کتاب کی پروف ریڈنگ میں احتیاط سے کام لیا گیا ہے تاہم کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع کریں تاکہ تصحیح کی جاسکے۔ (ادارہ)

فہرست

ختم شد

کچھ ابو حنظلہ کے قلم سے

الحمد للہ عز و جل ادارہ طالبات وطلبائے درسِ نظامی کے لیے مختلف علوم وفنون مثلاً علم نحو، صرف، تجوید، تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت وسوانح، عربی ادب اور علمِ بلاغت وغیرہ پر مشتمل کئی کتب شائع کر چکا ہے جنہیں قارئین نے انتہائی پذیرائی بخشی، جس پر ادارہ اُن کا شکر گزار ہے۔

ہماری کوشش ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ قارئین کو عام فہم انداز میں علم وروحانیت سے بھرپور لٹریچر فراہم کیا جائے۔ اُسی کی ایک کڑی زیرِ نظر کتاب زینت القدوری فی شرح مختصر القدوری ہے۔ زیرِ نظر کتاب فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب المختصر القدوری کی اپنی نوعیت کی پہلی اردو شرح ہے جو قارئین کو دیگر اردو شروحات سے بے نیاز کرنے کی تمام خوبیاں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ یہ کتاب نہ صرف طلبہ وطالبات بلکہ اساتذہ کے لیے بھی انتہائی مفید ہے اور اس بات کا اندازہ اس کتاب کو پڑھنے والا خوب لگا لے گا۔

ادارہ علامہ خلیل احمد قادری شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ کا شکر گزار ہے کہ انھوں نے ہماری استدعاء پر انتہائی محنت اور لگن کے ساتھ اس کتاب کو ترتیب دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکات عطا فرمائے۔ آخر میں بالخصوص شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب اور شیخ الحدیث مفتی گل احمد عتیقی صاحب کا مشکور وممنون ہوں کہ انھوں نے اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت نکال کر نا صرف اس کتاب پڑھا ہی نہیں بلکہ اپنے کچھ تاثرات بھی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کا سایہ ہم سب پر تا دیر قائم و دائم فرمائے۔ (آمین)

خادم العلم والعلماء

ابو حنظلہ محمد اجمل قادری

26/ اگست 2015ء

بمطابق ۱۱ ذیقعد ۱۴۳۶ھ

تقریظ

استاذ الکل شیخ الحدیث

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد گل احمد خان عتیقی مدظلہ العالی

اسلام میں قرآن وحدیث کے بعد فقہ عظیم ترین علم ہے۔ بڑے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس علم سے مستفید ہوتے ہیں۔ ان عظیم المرتبت شخصیات کا تذکرہ باعث تخلیق کائنات فخرِ موجودات سید الاوّلین والآخرین نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ

ترجمہ: کہ اللہ تعالیٰ جس سے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی فقاہت اور سوجھ بوجھ سے نوازتے ہیں۔ فقہ ایسے علم کو کہتے ہیں جس سے شرعی عملی احکام کو تفصیلی دلائل سے مستنبط کیا جاتا ہے اور ہر زمانے میں اس علم کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے کیونکہ یہ علم عبادات، معاملات، مشاجرات اور اخلاقیات پر مشتمل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مفتی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سیدنا امام امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف، امام محمد علاوہ ازیں دیگر فقہاً عظام سے لے کر مفتی اعظم اہل اسلام فی زمانہ امام اہل سنت علامہ الشاہ احمد رضا خان حنفی سنی قادریؒ نے اس علم میں بڑی گراں قدر خدمات انجام دیں۔

انھی جلیل القدر شخصیات میں سے ایک شخصیت ''امام ابو الحسین احمد بن محمد قدوری بغدادی حنفی'' بھی ہیں جنھوں نے ''المختصر القدوری'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ اسے فنون احناف کا شاہکار سمجھا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اگر چہ صاحب قدوری کو پانچویں، چوتھے درجے کے فقہاء میں شمار کیا گیا ہے مگر ان کی تصنیف نے انھیں شہرت کے بام عروج پر پہنچا دیا ہے۔ ہر فن کا کوئی متن اور کوئی شرح مشکل ہوتی ہے اور علم فقہ حنفی کا مشکل متن قدوری اور مشکل شرح ہدایہ ہے۔ خصوصاً ان دونوں کا ''کتاب البیوع'' تو نہایت ہی مشکل ترین ہے۔ بظاہر جزئیات ملتی جلتی دکھائی دیتی ہیں لیکن ان کے احکام مختلف ہیں۔ کتاب قدوری تقریباً بارہ ہزار مسائل پر مشتمل ہے۔ اس کا

کمال یہ ہے کہ جب فقہ حنفی میں ''الکتاب'' کہا جائے تو اس کا فرد کامل ہی ''قدوری'' مراد ہوتا ہے۔ نصف صدی سے لے کر آج تک اسے دینی مدارس میں پڑھایا جا رہا ہے، حتیٰ کہ غیر مقلدین بھی اسے اپنے مدارس میں پڑھاتے ہیں۔

حاجی خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''کشف الظنون'' میں قدوری کا تعارف کچھ اس طرح کرایا کہ مختصر القدوری جسے حنفی مذہب میں ''الکتاب'' بھی کہا جاتا ہے ایسا معتبر متن ہے جیسے ائمہ کبار نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اب تو یہ اتنا مشہور ہو چکا ہے کہ مزید محتاج تعارف نہیں اور بعض نے اس کے فیوض و برکات کا تذکرہ اس طرح کیا ہے کہ احناف وباء کے زمانے میں اسے پڑھ کر برکت حاصل کرتے ہیں۔ اس مبارک کتاب کو پڑھنے والا فقر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے جو اس کتاب کو کسی نیک استاذ سے پڑھے اور اس کے ختم کے وقت برکت کی دعا کرے تو ''ان شاء اللہ'' وہ شاگرد اس کے مسائل کی تعداد کے مطابق دراہم کا مالک ہوگا۔

بہر حال اس کی اسی شہرت اور مقبولیت کی وجہ سے ہر دور میں حالات کے مطابق اس کی شروحات لکھی جاتی رہیں اور اب تک اس کی عربی شروحات کی تعداد بیس بتائی جاتی ہے۔ اسی طرح اس کی اردو اور فارسی میں بھی شروحات ہیں لیکن ''القدوری'' چونکہ متن ہے اور متن میں اختصار ہوتا ہے۔ اس لیے امام قدوری کا بعض جگہ ائمہ سے اختلاف تھا مگر انھوں نے اس اختلاف کو بیان نہیں کیا اور جہاں اختلاف بیان کیا وہاں کسی ''مفتٰی بہ'' قول کو ذکر نہیں کیا اور نہ ہی ائمہ کے دلائل کو ذکر کیا۔ اگر چہ اس وقت قدوری کی متعدد شروحات ہیں لیکن وہ درج بالا ضرورت کو پوری نہیں کر رہی تھیں، اس لیے حالات کے تناظر میں محقق اہل سنت علامہ ''مفتی خلیل احمد قادری''، سینئر مدرس جامعہ ہجویریہ نے گوناگوں مصروفیات کے باوجود ایسی آسان شرح لکھی ہے جو اساتذہ اور طلبہ کے لیے یکساں مفید ہے۔

''زینت القدوری'' کے بارے میں راقم کا یہ مشورہ ہے کہ اس کتاب کو طالبات کے نصاب میں شامل کیا جائے۔ یہ مولانا کی پہلی تصنیف نہیں ہے بلکہ اس سے قبل طالبات کے داخل نصاب کتاب فیض الادب کی شرح زینت الادب بھی لکھ چکے ہیں۔ زینت القدوری جیسی باحوالہ شرح اکابر و اصاغر میں کہیں نہیں دیکھی۔ علامہ مولانا خلیل احمد صاحب جامعہ ہجویریہ میں تدریس کے علاوہ ایم فل بھی کر رہے ہیں اور علاوہ ازیں طالبات کے مدرسہ جامعہ سردار کونین میں پڑھا بھی رہے ہیں۔ گزشتہ سال ان کے مدرسہ کی طالبات نے 4 لیپ ٹاپ حاصل کیے اور کلاس بھی چار طالبات کی تھی اور چاروں میرٹ پر آئیں۔ بہر حال مولانا صاحب نے بڑے عام فہم انداز میں مشکل ترین کتاب کی آسان ترین

شرح لکھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل برکت عطا فرمائے اور آپ کو مزید لکھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ مولانا طالب علمی کے زمانے سے ہی درس وتدریس تصنیف وتحقیق کا جذبہ اور شوق رکھتے تھے اور آپ نے بڑی محنت اور لگن سے علم حاصل کیا اور فراغت کے بعد پہلے سال ہی آپ نے نہایت احسن انداز میں تفسیر بیضاوی شریف اور مختصر المعانی جیسی کتب پڑھا کر اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا اور اساتذہ سے داد اور دعائیں حاصل کیں۔ آج بھی جس کلاس کو جو سبق بھی پڑھالیں تو طلبہ آپ سے بہت خوش ہوتے ہیں اور ہر جماعت کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہمارے اسباق علامہ خلیل صاحب کے پاس آئیں۔

اللھم زدفزد بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

حررہ محمد گل احمد خان عتیقی خادم الحدیث الشریف

جامعہ ہجویریہ داتا دربار و جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج،

لاہور

بوقت 4:15 بجے صبح بعد از نماز فجر، 7/جولائی 2015ء

بمطابق 19 ماہ رمضان المبارک 1436ھ

تقریظ

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی

دینِ اسلام ایک کامل اور ہر دور کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا جامع دین ہے جس کی بنیاد وحی الٰہی ہے اور وحی قرآن وسنت پر مشتمل ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر نبوت پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی اور آپ ﷺ کو ختم نبوت کے تاج سے سرفراز کیا گیا۔

بنابریں آپ پر وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا لیکن زمانے کے تغیر وتبدل سے مسائل واحکام شرعیہ کی جدت ایک فطری امر ہونے کی وجہ سے جاری ہے۔

اس لیے ان مسائل کو قرآن وسنت کی روشنی میں حل کرنے کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا جس کے لیے اجتہاد کا راستہ کھلا رکھا گیا اور اس امت کو اجماع کا اعزاز بھی عطا کیا گیا۔

اس اجتہاد کا سہرا ان فقہاء کے سر سجتا ہے جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے قرآن وسنت سے فقہی مسائل کا استنباط کر کے ملت اسلامیہ کے لیے دین اسلام کو جس کی اصل ہی آسانی ہے، ایک آسان دین کے طور پر پیش کیا۔

ان فقہائے اسلام میں ایک روشن نام حضرت امام **"ابو الحسین احمد بن محمد قدوری بغدادی حنفی"** کا ہے جو طبقات فقہاء میں پانچویں طبقہ یعنی اصحاب ترجیح میں شامل ہیں۔

یہ حضرات روایات میں سے بعض کو دوسری بعض روایات پر **"هذا اولیٰ"** یا **"هذا اصح"** فرما کر ترجیح دیتے ہیں اور اس اعتبار سے امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ صاحب ہدایہ کے مساوی مقام رکھتے ہیں۔

آپ کی ایک مختصر اور جامع فقہی تصنیف **"المختصر القدوری"** مدارس دینیہ کے نصاب میں شامل ہے اور عرصہ دراز سے پڑھائی جارہی ہے۔

دورِ حاضر تن آسانی اور سہل پسندی کا زمانہ ہے جس میں عربی کتب کو اردو زبان میں ڈھالا جا رہا ہے اور یہ وقت کی ضرورت ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ مترجم محض عربی سے اردو ترجمہ کا ماہر ہی نہ ہو فقہی مسائل پر عبور رکھنے والا مدرس عالم دین بھی ہوتا کہ وہ عربی سے اردو ترجمہ کی نزاکت کے

ساتھ مسائل فقہ کی صحیح ترجمانی بھی کر سکے۔

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا خلیل احمد قادری مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ دربار عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اور سابق سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور تدریسی دنیا میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں، نے مختصر القدوری کا اردو ترجمہ اور تشریح کر کے فقہ اسلامی کے طلبہ کے لیے ایک عظیم تحفہ پیش کیا ہے۔

اس ترجمہ اور تشریح کی خوبیوں میں دو باتیں بالخصوص نمایاں ہیں۔

پہلی بات یہ کہ آپ نے مسائل فقہ کی خوب تحقیق کی ہے مثلاً جب وہ حمد کا ترجمہ کرتے ہیں تو یہ بھی بتاتے ہیں کہ الحمد للہ کہاں پڑھنا واجب اور کہاں سنت اور کہاں مستحب ہے اور کس مقام پر مکروہ یا حرام ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے ''المختصر القدوری'' کے ترجمہ و تشریح کے وقت مختلف کتب فقہ سے استفادہ کیا اور ان کے حوالہ جات بھی رقم کیے۔

بہرحال یہ ایک خوبصورت تحفہ ہے جس سے ملت اسلامیہ کے ہر فرد بالخصوص علماء و طلبہ کو استفادہ کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت عامہ کے زیور سے آراستہ فرمائے اور مترجم مدظلہ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

مکتبہ اعلیٰ حضرت جو دینی کتب کی خوبصورت طباعت کے ساتھ اشاعت میں معروف ادارہ ہے اللہ تعالیٰ اس کے پروپرائٹر ''علامہ محمد اجمل قادری'' زید مجدہ کو جزائے خیر اور ''مکتبہ اعلیٰ حضرت'' کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)

استاذ الحدیث جامعہ ہجویریہ
دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
محمد صدیق ہزاروی سعیدی ازہری

انتساب

حضرت فیض عالم حضور داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام جن کے روحانی فیض سے خاک پنجاب بارونق ہے اور جن کے زیرِ سایہ جامعہ ہجویریہ قائم ودائم ہے۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہر نور خُدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

اور جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے تمام اساتذہ کے نام جن کے فیضان سے یہ شرح پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

خاکِ غبارِ راہِ طیبہ
خلیل احمد قادری

مختصر سوالات وجوابات کی روشنی میں
حضرت امام قدوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی مختصر سوانح

س1۔ درست نام ونسب؟

ج۔ ابوالحسین احمد بن ابوبکر، محمد بن احمد بن جعفر المعروف القدوری البغدادی۔

س2۔ سنہ پیدائش وانتقال؟

ج۔ 362ء ورحلت 428ء مجموعی عمر 67 برس۔ بروز اتوار 5 رجب المرجب۔

س3۔ مقام پیدائش ومدفن؟

ج اس میں دو قول ہیں۔ 1۔ شہر بغداد، 2۔ اولاً شہر بغداد کے مقام "درب ابی خلف"، ثانیاً: شارع منصور کی طرف مشہور فقیہی علامہ ابوبکر خوارزمی کے پہلو میں منتقل کیا گیا۔

س4۔ نسبت قدوری کی وجوہ؟

ج۔ قدوری قدر کی جمع ہے جو دیگ سازی کے معنی میں ہے۔

1۔ ان کے خاندان کے لوگ دیگ بناتے تھے۔

2۔ خرید وفروخت کرتے تھے۔

3۔ قدر نامی گاؤں کے باشندہ تھے۔

س5۔ مشہور اساتذہ کرام؟

ج۔ (فقہ)۔ 1۔ ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن مھدی جرجانی 398ھ۔

(حدیث)۔ 2۔ محمد بن علی بن سوید۔ 3۔ عبیداللہ بن محمد خوشنی۔

(تلامذہ)۔ 1۔ خطیب بغدادی احمد بن علی بن ثابت۔ 2۔ ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمود انغانی۔ 3۔ قاضی مفضل بن مسعود رحمۃ اللہ علیہم۔

س6۔ (تصانیف؟)

ج۔ 1۔ تجرید۔ 2۔ سائل الخلاف۔3۔ تقریب ۔4شرح مختصر الکرخی۔ 5۔ شرح ادب القاضی۔

س7۔ قدوری متن یا شرح؟

ج۔ مشہور فقہ حنفی کے متون۔ 1۔ وقایہ۔2۔ کنز الدقائق۔3۔ مجمع البحرین۔4۔ درمختار میں سے شمار قدوری کا ہوتا ہے۔

س8۔ خلاصہ قدوری کیا ہے؟

ج۔ 61 کتب، 62ابواب سے تقریبا12 ہزار مسائل کا انتخاب کیا گیا ہے۔

س9۔ مشہور حواشی وشروح؟

ج۔ استاذی المکرّم حضرت علامہ محدث فقیہ العصر قاضی عبدالرزاق بھترالوی وحطاوری چشتی، دامت برکاتہ العالی بنام المظہر النوری۔(عربی) ج1۔

2۔شیخ ابوبکر بن علی حداوی (عربی)۔

اور زبانیں اور مطبوعات؟

(1) المظہر النوری (عربی) مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی۔ (2) الجوهرة النیرہ 2جلدیں (عربی) از شیخ ابوبکر بن علی حدادی مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔ (3) اللباب فی شرح الکتاب (عربی) از جلال الدین ابوسعد مطیر قدیمی کتب خانہ کراچی۔ (4) ایضاح الشکوری فی شرح مختصر القدوری از مفتی محمد شبیر نوری، نوری پبلی کیشنز، کراچی۔

س10۔ کیا اکابر میں کوئی شخص حافظ مختصر القدوری گزرا ہے؟

ج۔ جی ہاں فقط ایک شخص صاحب الجواہر المضیہ کا بھائی محمد بن محمد بن محمد نصر اللہ المتوفی 722ھ یہ مختصر القدوری کا حافظ تھا۔

س11۔ کیا صاحب مختصر القدوری نے حج کیا ہوا تھا؟

ج۔ جی ہاں علامہ بدرالدین عینیؒ نے ''البنایہ فی شرح الھدایہ'' کی جلد اول میں لکھا ہے کہ امام قدوری اپنی مختصر کی تصنیف سے فارغ ہونے کے بعد اس کو سفر حج میں ہمراہ لے گئے اور

طواف کعبہ سے فراغت کے حصول کے بعد اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی ''اے اللہ اگر مجھ سے کہیں اس میں غلطی یا بھول چوک ہوگئی ہو تو مجھے اس پر مطلع فرما بعد ازاں آپ نے ابتدا تا انتہا کتاب کا ایک ایک ورق کھول کر دیکھا تو پانچ یا چھ جگہ سے مضمون محو تھا یعنی جو اغلاط تھیں منجانب اللہ مٹادی گئیں۔''

س12۔ اس کتاب کی مختصر فضیلت کس نے کیسے بیان کی ہے؟

ج۔ جی ہاں طاش کبریٰ زادہ نے لکھا ہے ''اِنَّ هٰذَا الْمُخْتَصَرَ تَبَرَّكَ بِهِ الْعُلَمَاء حَتّٰى جَرَّبُوا قِرَاءَتَهٗ اَوْقَاتَ الشَّدَائِدِ وَ اَيَّامَ الطَّاعُوْنِ'' ترجمہ: اس مختصر سے علماء نے برکت حاصل کی ہے یہاں تک کہ انھوں نے مختصر کی قرأۃ کو سختیوں کے اور طاعون کے دنوں میں مجرب پایا ہے۔

س13۔ یہ فضیلت آپ نے اردو کے بجائے عربی میں بیان کی اب آپ فضیلت اردو میں بیان کریں لیکن با حوالہ لکھتے ہوئے اس کتاب کا دوسرا مشہور نام بھی بتائیں؟

ج۔ جی ہاں صاحب ''کشف الظنون'' نے جامع انداز میں اس کی فضیلت اور دوسرا نام یوں بتایا مختصر القدوری کا دوسرا نام ''الکتاب'' بھی ہے یہ ایسا معتبر متن ہے جیسے بڑے بڑے علماء نے ہاتھوں ہاتھ لیا ہے اب تک تو یہ اتنا مشہور ہو چکا ہے کہ مزید محتاج بیان نہیں۔ مصباح انوار الادعیۃ کے مصنف فرماتے ہیں کہ حنفیہ وباء کے زمانے میں اسے پڑھ کر برکت حاصل کرتے ہیں یہ اتنی بابرکت کتاب ہے کہ اس کا قاری محتاجگی سے محفوظ ہو جاتا ہے یہاں تک اکابر میں مقولہ مشہور ہے جو شخص اس کو کسی نیک استاد سے پڑھ لے اور وہ استاد ختم کے وقت دعا کر دے تو انشاء اللہ وہ شاگرد اس کے مسائل کے شمار کے مطابق دراہم کا مالک ہوگا الخ۔

(حوالہ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ج2،
ص163 مختصر القدوری مکتبہ المثنیٰ، (بغداد شریف)

س14۔ کیا امام قدوری کا اپنے دور میں کسی عالم دین سے مناظرہ ہوا اور وہ کون تھے؟

ج۔ جی ہاں امام قدوری کا مناظرہ شیخ ابو حامد اسفرائنی شافعی المسلک سے ہوتا رہتا تھا لیکن امام قدوری ان کی تعظیم و ادب ضرور کرتے تھے۔

س15۔ یہ بتائیں کہ امام قدوری کی عبارت بہت فصیح اور واضح کیوں ہے؟

ج۔ علامہ امام سمعانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وَكَانَ حُسْنُ الْعِبَارَةِ فِي النَّظْرِ مُدِيْمًا التِّلَاوَةِ الْقُرْآنِ" ترجمہ: آپ کی تقریر و تحریر میں دل کشی کی وجہ یہ تھی کہ آپ ہمیشہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔

س16۔ یہ بتائیں کہ یہ کتاب فقط طالبات کے نصاب تنظیم المدارس کے ثانویہ خاصہ سال دوم اور عالیہ سال اول میں پڑھائی جاتی ہے یا طلباء کو بھی؟

ج۔ نہیں جی طالبات کے نصاب تنظیم المدارس میں تو چند سالوں سے پڑھائی جارہی ہے جب کہ تقریباً یہ ایک ہزار سال کا قدیم مستند متنِ متین ہے جس میں بیسویں کتابوں سے تقریباً بارہ ہزار ضروری مسائل کا انتخاب ہے جب سے تنظیم المدارس کا بورڈ قائم ہوا ہے طلباء اس کو مسلسل پڑھتے چلے آرہے ہیں۔

س17۔ کوئی ایسا بندہ بتائیں جو درجنوں کتابوں کا مصنف ہو اور اہل سنت و جماعت حنفی بریلوی مسلک سے تعلق رکھتا ہو اور اس نے درس نظامی کی فقہ کی سب کتب پر حاشیہ بزبانِ عربی لکھ دیا ہو اور قدوری پر بھی حاشیہ لکھ دیا ہو اور الحمد للہ ابھی وہ حیات بھی ہوں۔ طال اللہ عمرہ

ج۔ جی ہاں وہ استاذ الاساتذہ و استاذی المکرم حضرت علامہ محدث کبیر مولانا محمد عبدالرزاق بھترالوی حطاوری دامت برکاتہ العالی ہیں۔ جنھوں نے نور الایضاح، کنز الدقائق، ھدایہ اولین آخرین پر عربی میں حاشیہ لکھ دیا ہے اور قدوری پر بھی المظہر النوری کے نام سے عربی میں حاشیہ لکھ کر اپنے مکتبہ امام احمد رضا سے اس کو شائع کر دیا ہے آپ الحمد للہ صحت و تندرستی کے ساتھ اسلام آباد F.6 / 1 میں رہائش پذیر اور جامعہ جماعتیہ مہر العلوم کے پرنسپل ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے قرآن کی تفسیر نجوم القرآن بھی تصنیف فرمائی ہے۔

❀❀❀

تعارف زینت القدوری

الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔ الحمدللہ! مختصر القدوری کی شرح جو طلباء وطالبات کی آسانی کے لیے لکھی گئی تنظیم المدارس کے نصاب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے پائے تکمیل تک پہنچی سب سے پہلے تو بندہ اللہ تعالیٰ اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شکر گزار ہے کہ کوئی کام بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہربانیوں کے بغیر نہیں ہوسکتا بعد ازاں بندہ اپنے والدین کریمین کا شکر گزار ہے کہ انھوں نے ہمیشہ بندہ کے لیے محنت کر کے لقمۂ حلال کا انتظام کیا اللہ تعالیٰ والد گرامی کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور والدہ ماجدہ کو جلد صحت یابی عطا فرمائے۔ بعد ازاں برادران (بھائی اشفاق احمد اور غلام حسن) کا بندہ شکر گزار ہے کہ جنھوں نے بندہ کو فکر معاش سے آزاد کر کے حصول علم کے لیے وقف کیا اس کے علاوہ بندہ اپنے سلسلہ طالب علمی کی کتاب میزان الصرف سے آخری کتاب تک کے اپنے تمام (جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی) اور جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور کے اور ایم فل کے مبتدی ومنتہی اساتذہ کرام کا (پنجاب، اور لاہور یونیورسٹی) ایم فل کے جمیع ٹیچرز کا ممنون وشاکر ہے کیونکہ جو کچھ حرف شناسی اور قلم چلانے کی دولت حاصل ہے یہ سب انھی کی محنتوں وشفقتوں کا ثمرہ ہے بندہ نے اپنے تمام اساتذہ کرام کو بلند پایہ وگراں مایہ اور جوہر بے نظیر اور گوہر طرریر پایا۔ الحمد للہ ہمارے اساتذہ کرام میں سے ہر ایک اپنی جگہ پر علم کا بحر زخار ہے اللہ تعالیٰ جمیع معلمین کو اپنے خزائن وکنوز غیر متناہی میں سے اجر جزیل عطا فرمائے۔

1۔ وجہ تالیف اور وجوہ تاخیر

وجہ اول۔ مختصر القدوری کی یوں تو شرح، نظم، تلخیص، اختصار، حواشی اور حل المشکلات الغرض جہات عدیدہ میں سے ہر جہت سے اس کی خدمت کی گئی ہے اور ایک تحقیق کے مطابق اس کی عربی شروحات بیس (20) سے متجاوز ہیں اور یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ اگر اس کتاب کو بنیادی طور پر مکمل سمجھا کر پڑھا دیا جائے تو فقہ کی اساسی سطح کی اجمالا معتد بہ دسترس حاصل ہو جاتی ہے لیکن عصر حاضر کے طلباء وطالبات کا علم سے جنون ختم یا کم ہوتا جا رہا ہے لیکن ساتھ ساتھ کچھ شعبہ جات میں تحقیق کا رجحان بھی بڑھتا جا رہا

ہے اس لیے بندہ نے کوشش کی کہ اس کتاب کی ایسی شرح لکھی جائے کہ نہ تو اتنی طویل ہو کہ طبیعت اکتاہٹ محسوس کرے اور نہ ہی اتنی مختصر کہ نفس متن کا ہی فہم نہ ہو بلکہ خیر الکلام مَا قَلَّ وَدَلَّ کے تحت بندہ نے اکثر عربی حواشی سے استفادہ کیا خصوصاً امام المحققین والمدققین قبلہ مربی و مشفق استاذی المکرم علامہ محمد عبدالرزاق بھتر الوی حطاوری دامت برکاتہ العالی کا حاشیہ المظہر النوری اور امام ابوبکر بن علی کا "الجوھرۃ النیرہ" بہت معاون و مفید پایا اور ہر حاشیہ لکھنے کے ساتھ اصل کتاب کی جلد صفحہ اور مطبوعہ کا حوالہ دے دیا تا کہ قارئین و شائقین کے لیے پختگی اور اعتماد کا سنگ میل ثابت ہو دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضل و کرم سے اس کو مقبولیت عامہ و تامہ حاصل ہو اور عبد ضعیف کے لیے وحشتِ قبر کا انیس ہو اور اللہ رسول کی خوشنودی کا موجب ہو۔

2۔اس کتاب کو لکھنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ تنظیم المدارس بورڈ کے تحت یہ کتاب داخل نصاب ہے طلباء تو کلاس میں اصل عربی نسخہ قبلہ استاذی المکرم استاذ مولانا عبدالرزاق بھتر الوی حطاوری کا استعمال کرتے ہیں جب کہ طالبات کے لیے کبھی کوئی اردو ترجمہ جس کا عربی متن ہی متروک ہوتا ہے دیکھنے میں آیا ہے کیونکہ بندہ بھی تقریباً دس سال سے طالبات کی تدریس کا فریضہ ادا کر رہا ہے۔اس لیے بندہ نے عربی متن کی حتی الوسع تصحیح کی بعد ازاں ترجمہ اور پھر اوپر شرح لکھنے کی اور کتاب سمجھانے کی کوشش کی تا کہ طالبات کے لیے عربی سے مزید لگن پیدا ہو۔اب تو الحمدللہ تنظیم المدارس کے نصاب میں کافی عربی ادب کی عمدہ کتب داخل نصاب کی جارہی ہیں۔

3۔ہمارے اہلسنت و جماعت حنفی بریلوی مسلک پر اکثر اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ یہ دوسرے مکتب فکر کی اردو کتب چرا کر شرح یا حاشیہ بنالیتے ہیں۔الحمدللہ بندہ نے تمام شرح میں مستند کتب حنفیہ اور عربی حواشی و شروح سے استنباط مسائل کیا ہے تا کہ بدعقیدہ کی بدگمانی کا ازالہ ہو۔

2۔شرح لکھنے میں تاخیر کے اسباب

سبب اول۔بندہ چونکہ طلباء و طالبات کے لیے تدریس کرنے کو وقف ہے اور مدرس کے بنیادی فرائض میں سے امور جامعہ (کتب بنی رات گئے تک اور تدریس اور دیگر فرائض کی ترجیح ہوتی ہے اس لیے اس شرح کی ضرورت تو بندہ نے بہت عرصہ قبل محسوس کر لی تھی اس لیے یہ امر بھی تاخیر کا باعث بنا کہ مدرسہ کے کام سے بچ جانے والے وقت محدود کو محفوظ کر کے اس کی تالیف میں صرف کرتا رہتا تھا۔

سبب دوم۔بندہ نے کوشش کی ہے کہ ہر مسئلہ کو نقلی عقلی دلائل سے آراستہ کرے اس سلسلہ میں کئی دفعہ بندہ

احقر کو تالیف ہذا کے مواد کو محقق و مبرھن بنانے کے لیے اس سے متعلقہ کتابوں کو جمع کرنے کی بساط کے بقدر سعی کی تاہم اکثر کتب بندہ کی لائبریری قادریہ رومیہ میں موجود تھیں کچھ کتب کی عدم دستیابی کے سبب جامعہ ہجویریہ کی لائبریری مرکز معارف اولیاء سے محترم محمد رمضان بلوچ صاحب کا کافی تعاون شامل حال رہا اس کے ساتھ ساتھ ''مکتبہ اعلیٰ حضرت'' کے مخلص ڈائریکٹر ''مولانا محمد اجمل قادری'' صاحب نے بھی کتب کے سلسلہ میں کافی احقر کے ساتھ قدم قدم پر تعاون کیا یوں ایک مسئلہ کی دلیل تلاش کرنے کے لیے کئی کئی دن کام مؤخر ہوتا گیا۔

سبب سوم۔ بندہ نے 1 سال سے ایم فل یونیورسٹی آف دی لاہور سے شروع کر رکھا ہے یوں ایک یونیورسٹی کا نیا ماحول اور اسائنمنٹ لکھنے میں بندہ کی کئی کئی دن مصروفیات رہتی اس کے بعد ایم فل کے انتخاب موضوع کے سلسلہ میں کئی کئی دن بندہ نے اپنے کلاس فیلو مولانا ریاض احمد قادری چشتی ناظم تعلیمات جامعہ ہجویریہ داتا دربار کے ساتھ اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، جی سی یونیورسٹی، لاہور یونیورسٹی اور دیگر کئی اداروں میں جانا پڑا اور کئی یونیورسٹیز کے اساتذہ سے مشورہ لینے میں کافی وقت صرف کرنا پڑا جس سبب زینت القدوری کا کام موقوف رہا نیز اوپر سے بندہ کی بے مائیگی اور کم علمی بھی عارض آتی رہی جس کے سبب بعض مواضع کی تنقیح و تحقیق میں تو کئی روز خرچ ہوئے مزید براں یہ کہ ایک ایک مسئلہ کی دلیل کی جستجو کے لیے کثیر وقت صرف ہوا اور صرف ایک سطر کی خاطر کتب خانوں کی راہ لینی پڑی کیونکہ بندہ کی اول تا آخر یہی کوشش رہی کہ کوئی مسئلہ بغیر تحقیق اور بلا مستند حوالہ کے درج نہ ہو۔

3۔ اسلوبِ زینت القدوری

1۔ سب سے پہلے اصل متن پر اعراب اور مکمل حرکات وسکنات لگائے گئے تا کہ طلباء و طالبات درست عبارت کی ادائیگی کر سکیں۔

2۔ عبارت پر حرکات وسکنات کے بعد عام فہم لفظوں میں ترجمہ کیا گیا تا کہ اصل متن سمجھنے میں معاون ثابت ہو۔

3۔ ترجمہ کے اوپر عدد لگا کر نیچے حاشیہ لگایا گیا تا کہ متن کے سمجھنے میں معاون ثابت ہو اس کے ساتھ اکثر مقامات پر مستند کتب احناف سے عقلی نقلی دلیل ذکر کی گئی تا کہ مذہب احناف کی فوقیت عصر حاضر میں بھی مسلم ہو۔

4۔ ہر حاشیہ کا حوالہ بمع جلد صفحہ و مطبوعہ ذکر کیا گیا تا کہ اگر اصل عربی عبارت دیکھنے کی ضرورت

پڑے تو دیکھنے میں دشواری پیش نہ آئے۔

5۔ اکثر حواشی عربی کتب سے ذکر کیے گئے تاہم بعض مقامات پر فتاوی رضویہ شریف اور دیگر فتاوی جات جو عصر حاضر میں مسائل کے لیے مشہور ہیں ان کا حوالہ اردو میں ذکر کیا گیا تا کہ عوام وخواص میں استفادہ کے لیے آسانی ہو۔

6۔ بعض مقامات پر عصر حاضر کے جدید مسائل پر بھی باحوالہ روشنی ڈالی گئی تا کہ جدید مسائل کے لیے الگ غریب طلباء وطالبات کو کتب کی خریداری نہ کرنا پڑے۔

7۔ اگر ایک ہی کتاب سے بالترتیب حوالہ کی ضرورت پڑی تو ایک مرتبہ حوالہ ذکر کرنے کے بعد کتاب کا نام ذکر کر کے بحوالہ سابقہ لکھ دیا گیا مثلاً البنایہ/ الجوھرۃ النیرہ بحوالہ سابقہ نیز ایک صفحہ پر مثلاً پانچ حواشی نمبرز آگئے ہوں تو کئی مرتبہ فقط پانچویں نمبر پر صراحت حوالہ کر دی تا کہ قارئین خود بخود سمجھ لیں کہ یہ مواد ایک ہی کتاب سے لیا گیا ہے۔

حرف سپاس

آخر میں بندہ اگر اپنے خصوصی محسنین کا شکریہ ادا نہ کرے تو یہ ناانصافی ہوگی یوں تو بندہ پر سب اساتذہ کرام کا احسان و کرم لامتناہی ہے لیکن بالخصوص عینی دھر امام المحققین پیکرِ اخلاص مربی مشفق حضرت استاذی المکرّم مولانا حافظ قاضی محدث کبیر علامہ محمد عبدالرزاق بھترالوی حطاوری کا جنھوں نے جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی میں بندہ نالائق سے اپنی اولاد سے بھی زیادہ پیار کیا اور دستِ شفقت رکھا گوہر علم سے آراستہ کیا، یوں ہی استاذی المکرّم عصر حاضر میں ہر راہ کے راہی بحر بے کنار علامہ محمد اسحاق ظفر صاحب جنھوں نے ہر قسم کے طلباء و علماء کی راہنمائی کر کے درست سمت کا تعین کرایا، یوں ہی فخر السادات قبلہ استاذی المکرّم پیر طریقت محدث اکبر حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب کی بے پناہ بندہ پر اور بندہ کے خاندان کے علماء پر شفقتیں نچھاور کی اور یوں ہی جامعہ نظامیہ رضویہ کے روح رواں پیکر اخلاص و شفقت قبلہ مفتی اعظم پاکستان استاذی المکرّم محدث کبیر حضرت علامہ مولانا محمد عبدالقیوم ہزاروی رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً وَ بَرَّدَ اللّٰهُ مَضْجَعَهٗ وَ رَفَعَ دَرَجَاتِهٖ فِيْ اَعْلٰى عِلِّيِّيْنَ وَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنِّيْ وَ عَنْ جَمِيْعِ الطَّلَبَةِ الْحَنْفِيَة وَالْبَرِيْلَوِيَةِ خَاصَّةً وَ سَائِرَ الْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً خَيْرَ الْجَزَاءِ وَاَحْسَنَهٗ مِنْ خَزَائِنِهِ اللَّتِيْ لَا تَنْفَدُ'' علاوہ ازیں جامعہ نظامیہ کی زینت قبلہ شیخ الحدیث و ناظم تعلیمات استاذی المکرّم حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب جن کی ہر طالب علم اور خادم دین کے ساتھ خصوصی شفقتیں شامل رہتی ہیں بندہ کو الحمد للہ آپ کی غلامی کا شرف حاصل ہے اور استاذ الکل حضرت شرف ملت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خصوصی مہربانیوں سے بندہ کو قلم پکڑنے اور میدانِ تحقیق کا راہی بننے کی توفیق مل رہی ہے بندہ نے آپ کی مہربانیوں سے "الادب المفرد للبخاری" کی ضخیم شرح اور "صید الخاطر للجوزی" کا ترجمہ کیا اور علامہ ابن السنیؒ کی مشہور "کتاب عمل الیوم و اللیلة" کا ترجمہ بھی مکمل کیا یہ سب اس بات کا ثمرہ ہے کہ حضرت شرف ملت علیہ الرحمۃ نے بندہ کو انشراحِ صدر کی دعا جو دی تھی وہ الحمد للہ مقبول ہے اور اگر بندہ ادیب اہلسنت مشفق و مہربان مصنف کتب کثیرہ استاذی المکرّم مولانا محمد صدیق ہزاروی صاحب شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ و سابق رکن اسلامی نظریاتی کونسل کا احسان مند نہ ہو تو یہ بھی

ناانصافی ہوگی۔آپ نے میدان تصنیف وتالیف میں انقلاب برپا کیا اور اس عمر میں بھی نوجوانوں سے زیادہ یومیہ صفحات کا ترجمہ کرتے اور شروحات وحواشی لکھنے میں محو ہیں آپ کے قلم کی سرعت کا یہ عالم ہے درس نظامی کی کتب ہوں یا امام غزالی کی کتب ہوں یا کوئی حدیث کی ضخیم کتاب ہو آپ چند دنوں میں ترجمہ کرکے ادارہ کے حوالے کر دیتے ہیں اور استاذی المکرم جانشین اکابر اور علم الاکابر میری مراد حضرت شیخ الحدیث قبلہ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی گل احمد عتیقی صاحب آپ تو بندہ کے ساتھ حقیقی باپ سے بھی زیادہ مہربانیاں کرتے ہیں آپ کبھی تو بخاری پڑھاتے اور کبھی دارالافتاء میں فتوی دیتے اور کبھی تخصص فی الفقہ پڑھاتے نظر آتے ہیں اور جب بھی زیارت ہوتی ہے آپ تبسم کرتے ہوئے شرف دیدار سے مشرف کراتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان تمام اساتذہ کرام کا سایہ تادیر ہم پر قائم ودائم رکھے اور اللہ تعالیٰ استاذی المکرم مفتی رشید احمد نقشبندی نوراللہ مرقدہٗ کے درجات بلند فرمائے جو طالب علموں کی زندگی کے ہر موڑ پر راہنما تھے اور اللہ تعالیٰ رومی دھرخوشبوئے رومی حضور سیدی ومرشدی پیر سردار احمد عالم قادری آستانہ عالیہ کھر یپڑ شریف کو سلامت رکھے جن کی دعاؤں اور تمام اساتذہ کرام اور اخلاص کے ثمرہ سے بندہ کو اخلاص کی دولت مل رہی ہے۔

آخری گزارش

جامعہ سردار کونین سیدہ آمنہ للبنین والبنات کی تمام طالبات اور معلمات کا بندہ شکر گزار ہے جنھوں نے بندہ کی بہت خدمت کی یعنی بندہ کے اسباق پڑھا کر بندہ کو تحریر کا وقت دیا اللہ تعالیٰ سب کو جزا عطا فرمائے۔

صفات جمالیہ کمالیہ کے لائق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور خطا سے عصمت خاصۂ نبوت وملائکہ ہے کما قیل الکمال للہ والعصمۃ للانبیاء اور انسان خُلِقَ اللانسان ضعیفًا کے سبب مستلزم خطاء ونسیان ہے اگر کوئی طالب علم/ طالبہ استاذ یا استانی زینت القدوری میں کسی غلطی پر مطلع ہوں جس کا وقوع عین بندہ سے ممکن ہے تو وہ بذریعہ فون 0300-8806267 یا SMS کے ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ طباعت میں اسے درست کیا جا سکے کیونکہ حق بات کے عیاں ہونے کے بعد اس سے صرف نظر کرنا علامت کبر ہے۔ جو نحوست کا ذریعہ اور علمی بلندی حاصل کرنے میں رکاوٹ ہے۔

اَللّٰھُمَّ ان استفاد طالب / استفادت طالبۃ کما زعمت فھو من فضل اللہ و رسولہ و الا فارحمنی واعف عنی واعوذبك من

شرنفسی و من سیأت اعمالی فاغفرلی وانا عبدك الضعيف الظلوم الجهول وانت رب العلمين ورسولك رحمة اللعلمين۔

فان وقع فيه موقع الصواب فموهبة من الله الوهاب وان وقع في الزلة فمني و من الشيطن ذی المذلة۔

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته العبد العاصی۔

قاضی ابومحمد خلیل احمد قادری

خادم التدریس والحدیث جامعہ ہجویریہ دربارحضور سیدی حضرت فیض عالم المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ علی ہجویری نوراللہ مرقدہ۔المتوطن۔ضلع اٹک تحصیل پنڈی گھیب میانوالہ ڈھوک مونڈ۔

المؤرخہ 4فروری 2015ء

بروز بدھ،14ربیع الثانی 22ماگھ 2071ھ

حال رہائش گاہ مرکزی جامع مسجد ودارالعلوم سردار کونین سیدہ آمنہ للبنین والبنات ابوبکر بلاک،

شیر ربانی سٹریٹ نمبر 8 مین بازار یوسف پارک شاہدرہ لاہور

الرقم الھاتف/الجوالۃ

0300-8806267

آغاز کتاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ٥ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ٥

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اور پارسا لوگوں کے لیے عمدہ انجام ہے۔

① حمد مصدر ہے اور ایسی تعریف کو حمد کہا جائے گا جو زبان کے ساتھ کسی اختیاری خوبی پر کی جائے تعظیم کے طور پر عام ازیں کہ وہ نعمت کے مقابلہ میں ہو یا نہ ہو، چونکہ یہ "مختصر القدوری" فقہ کی کتاب ہے لہٰذا ذہن میں رکھیں حمد (1) کبھی واجب ہوگی جیسے نماز کے اندر سورۃ فاتحہ میں (2) کبھی سنت مؤکدہ جیسے چھینک کے وقت اور (3) کبھی مستحب ہوگی جیسے خطبۂ نکاح اور عام دعاؤں کے آغاز میں اور کھانا کھانے کے بعد اور مشروب کے بعد اور (4) کبھی مکروہ ہوگی جیسے پلیدی کے مقامات پر اور (5) کبھی الحمدللہ کہنا حرام ہوگا جیسے گناہ پر خوش ہو کر اور یوں ہی حرام مال کھانے کے بعد الحمدللہ کہنا۔ (المظہر النوری ص13، مطبوعہ مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

② اَللّٰہ: یہ اسم جلالت ہے اور یہ معبود حقیقی برحق کا نام ہے جو معبود برحق کی تمام صفات کو شامل ہوتا ہے اس لیے اس کو اکثر الحمد کے ساتھ ملا کر لکھا جاتا ہے نہ کہ باقی اسماء الٰہیہ کو۔
(رمز الحقائق للعینی ص3، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ وکٹوریہ سکھر)

③ رَبّ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو درجہ کمال تک آہستہ آہستہ پہنچانا اور اصطلاحی معنی ہے کسی چیز کو نکتہ عروج تک پہنچانے کے لیے آہستہ آہستہ پرورش کرنا یہ لفظ مجازاً اضافت کے ساتھ غیر اللہ کے لیے بھی استعمال ہوسکتا ہے۔ جس طرح قرآن مجید میں ہے۔ "اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ"، (سورۃ یوسف آیت نمبر 50) یہاں رب سے مراد عزیز مصر ہے لہٰذا مجازاً غیر اللہ کو بھی داتا، کہنے میں مضائقہ نہیں ہوگا۔ اس کو شرک سے تعبیر کرنا علم معانی سے جہالت کا ثبوت ہے،

④ العالمین یہ عَالَمْ کی جمع ہے اور عَالَمْ، خاتمْ طابعْ یہ اسم آلہ غیر مشتق کے صیغے ہیں اور یہ جمع اس لیے ہے کہ یہ مختلف اجناس عالم افلاک، عالم عناصر عالم نباتات، عالم ملائکہ سب کو شامل ہے چونکہ یہ سب اشیاء اللہ تعالیٰ کی پہچان کا ذریعہ اور بنانے والے پر علامت ثابت ہوتی ہیں اس لیے یہ جمع کا صیغہ

ہوگا اور عالمین عالم اسم آلہ غیر مشتق کی جمع ہوگا۔ (علم الصیغہ)

④ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ اس عبارت کو مصنف نے کیوں ذکر کیا اس کی وجہ راقم کے ترجمہ سے واضح ہورہی ہے۔تاہم وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ سے ایک وہم کا ازالہ کیا گیا وہ وہم یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے جب وہ مربی ہے تو مربی تو مخلوق کو تکلیف نہیں دیتا جبکہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت کافروں کو عذاب دے گا؟ تو مصنف نے اس وہم کا ازالہ کیا کہ بہتر انجام تو پرہیز گاروں کا ہوگا لیکن جو تخلیق کے بعد دشمن بن گئے ان کو عذاب ہوگا کہ وہ مقصد تخلیق سے دور ہیں اور نافرمانیوں میں زندگی بسر کرتے رہے،

المتقین، المتقی کی جمع ہے جو وقایۃ سے بنا ہے لغت میں اس کا معنی ہے اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا اور اصطلاح شرع میں متقی سے مراد ہر ایسا انسان ہے جو اپنے آپ کو ایسے کاموں سے بچا کر رکھے جو اس کے لیے دنیا یا آخرت میں مضر ثابت ہوں، چونکہ قرآن کتاب ہدایت ہے لیکن اس سے فائدہ پرہیز گاروں نے اٹھایا۔اس لیے یہ ان کے انجام کو ہی بہتر بنائے گی۔

(تفسیر بیضاوی، ص16 بتغیر یسیر مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ محلہ جنگی پشاور)

وَالصَّلٰوةُ ① وَالسَّلَامُ ② عَلٰى رَسُوْلِهٖ ③ مُحَمَّدٍ ④ وَّاٰلِهٖ ⑤ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ⑥

ترجمہ: اور رحمت کاملہ نازل ہو اور سلام ہو اس رسول عظیم پر جن کا نام نامی اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور آپکی آل پاک اور تمام صحابہ کرام پر بھی رحمت کاملہ نازل ہو۔

① حمد الٰہی کے بعد مصنفین درود وسلام کا اس لئے ذکر کرتے ہیں کہ کتاب لکھنا ایک اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے تو نعمت پر جس طرح حقیقی منعم کا بندہ الحمد للہ کہکر شکریہ ادا کرتا ہے اسی طرح آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی منعم مجازی ہیں جس طرح بخاری میں ہے اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي۔ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ نعمتیں عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ محبوب کا ذکر جمیل رکھا نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ہر بابرکت کام جس کو اللہ تعالیٰ کی حمد اور مجھ پر درود شریف بھیج کر نہ شروع کیا جائے تو اس میں ہر قسم کی برکت اٹھادی جاتی ہے لہٰذا اولیائے کرام کا ہر وظیفہ سے قبل درود شریف کا ورد طاق عدد بتانا اور قبل الاذان و بعد الاذان بھی صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ سبھی کام بابرکت ہیں اور ذھن میں رکھیں کہ قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور بندوں کے صلوٰۃ وسلام کا ذکر ہوا اس

سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے اور بندے سرکار کی تعظیم کرتے ہیں۔
حوالہ نمبر 1 (رمز الحقائق للعینی ص ۳، مکتبہ نوریہ رضویہ وکٹوریہ، سکھر، حوالہ نمبر 2 'السعایۃ فی کشف مافی
شرح الوقایہ ص 5، ج 1 سہیل اکیڈمی اردو بازار لاہور)

④ صلوٰۃ کے بعد سلام کا ذکر کرنا بھی حکم الٰہی کی تعمیل کے سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے صَلُّوْا پھر سَلِّمُوْا ذکر کیا نیز پتہ چلا کہ درود ابراہیمی نماز میں پڑھا جائے کہ وہاں پہلے سلام موجود ہے افسوس ہے ان لوگوں پر جو کہتے ہیں کہ فقط درود ابراہیمی ہی درود ہے حالانکہ وہ لوگ کتابوں کے خطبوں میں مختلف الفاظ کے ساتھ لکھتے ہیں یہ عجیب بات ہے کہ مختلف صیغوں سے صلوۃ لکھنا تو جائز ہو لیکن پڑھنا ناجائز ہو ذہن میں طالبات وطلباء رکھیں کہ لفظ سلام کلام کی طرح باب تَفعِیْل کا غیر مشہور مصدر ہے۔
(المظہر النوری ص 14 مطبوعہ مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

③ رسول سے مراد وہ نبی ہے جس کے پاس کتاب بھی موجود ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور نبی وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو بتاتا تو ہے لیکن اس کے پاس کتاب کا ہونا ضروری نہیں ہے جیسے حضرت یوشع علیہ السلام لہٰذا ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں اس جگہ چونکہ لفظ محمد رسولہ سے بدل ہے لہٰذا یہاں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہی ذات مقدس مراد ہے۔
(فتح القدیر مع الکفایۃ ص 5، ج 1 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

④ لفظ محمد حمد سے بنا ہے باب تَفْعِیْل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے آسمانی نام احمد اور زمینی نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور یہ لفظ قرآن میں فقط چار مرتبہ استعمال ہوا۔

⑤ ال کا لفظ اُول/ اھل سے بنا ہے یا تو آل سے مراد بنو ہاشم ہیں اور انہیں آل نبی کہا جاتا ہے اور یا آل سے مراد مؤمنین ہیں اور انہیں آل حسبی کہا جاتا ہے، اور اصحاب صحب / صَحِیْبٌ / صَحِبٌ /یا صَاحِبٌ کی جمع ہے اور صحابی وہ خوش نصیب مؤمن جس نے حالتِ ایمان میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت وملاقات کا ظاہری زندگی میں شرف حاصل کیا ہو اور اس پر ہی خاتمہ ایمان ہوا ہو، کچھ ہستیاں آل واصحاب دونوں کا مصداق ہیں جیسے حضرت حسنین کریمین کچھ فقط آل کا مثلاً اس زمانے کے بنو ہاشم اور کچھ فقط اصحاب کا مصداق ہیں جیسے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

⑥ اجمعین ان مخصوص الفاظ میں سے ہے جو معنی کے اندر تاکید پیدا کرتا ہے اور تاکید اہل عرب وہاں لانے کو واجب قرار دیتے ہیں جہاں منکرین موجود ہوں یہاں تاکید معنوی سے مقصودِ مصنف روافض کی تردید ہے کہ وہ بعض صحابہ پر تو صلوٰۃ پڑھتے ہیں اور بعض کے منکر ہیں اسی طرح اس لفظ سے

خارجیوں کی بھی تردید ہے کیونکہ وہ آل رسول پر صلوٰۃ نہیں پڑھتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دشمنی رکھتے ہیں مزید اگر آپ آل + اہل میں فرق دیکھنا چاہیں تو "کتاب لطائف البال فی فروق الاھل والال" میں دیکھ لیں۔

قَالَ الشَّیْخُ① الْاِمَامُ② الْاَجَلُّ③الزَّاهِدُ④ اَبُو الْحَسَنِ بْنِ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِنِ الْبَغْدَادِیُّ الْمَعْرُوْفُ بِالْقُدُوْرِیِّ⑤

ترجمہ: کہا اس شیخ نے جو قوم کا پیشوا، سب سے علم میں بڑا، دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے والا جس کا نام نامی یوں ہے ابو الحسین بن احمد بن محمد بن جعفر البغدادی المشہور بقدوری۔

① شیخ سے کبھی (1) تو 50 تا 80 سال کی عمر والا بزرگ مراد ہوتا ہے لیکن کبھی (2) کسی فن کا امام مراد ہوتا ہے صحابہ میں شیخین کا لفظ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما اور محدثین کے ہاں حضرت امام بخاری و مسلم اور فقہ میں شیخین کا لفظ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف پر بولا جاتا ہے اور متاخرین نے شیخ الاسلام سے مراد وہ شخص لیا ہے جو فتوی جاری کرے اور جو بڑے بڑے فقہاء میں اختلافات پیدا ہوں ان کو ختم کرے اور وہ چند لوگ ہیں جو اس لفظ کا مصداق ہیں۔ (1) شیخ الاسلام ابو الحسن علی السغدی۔ (2) شیخ الاسلام عطار بن حمزہ السغدی۔ (3) شیخ الاسلام علی بن محمد الاسبجانی۔ (4) شیخ الاسلام عبد الرشید البخاری۔ (5) شیخ الاسلام برھان الدین المرغینانی صاحب ہدایہ۔ (6) شیخ الاسلام نظام الدین عمر۔ (7) شیخ الاسلام محمود الاوزجندی۔

حوالہ نمبر 1 (حاشیہ الشہاب الخفاجی فی شرح تفسیر البیضاوی ج 1 ص 340۔

حوالہ نمبر 2۔ الفوائد البھیہ ص 101 مولوی عبد الحی لکھنوی)

② امام کا لفظ مذکر و مؤنث دونوں میں لفظ حمامۃ کی طرح استعمال ہوتا ہے اور قرآن میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا یَوْمَ نَدْعُو کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِم (سورۃ اسراء پارہ 15، آیت نمبر 71) موجودہ دور میں جو امام سے مقتدی پیار کرتے ہیں اس کی تفصیل امام و خطیب کی شرعی و معاشرتی حیثیت مطبوعہ سکالر اکیڈمی کراچی پروفیسر شعنا زنور کی کتاب کا "(امام و خطیب کی شرعی حیثیت)" ایک دفعہ لازمی مطالعہ کریں۔

③ الاجل اس کا معنی ہے بزرگ اور بڑی شان والا اجل کا لفظ فصیح ہے اور اجلل پڑھنے سے یہ غیر فصیح ہوگا (مطول)

④ الزَّاھِدُ زھد سے بنا ہے اس کا معنی ہے کسی کام میں دلچسپی نہ رکھنا جس طرح قرآن میں ہے
وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ وَ كَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ

ترجمہ: اور انہوں نے بیچ ڈالا حضرت یوسف علیہ السلام کو حقیری قیمت پر چند درہموں کے بدلے اور وہ پہلے ہی اس میں کوئی دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ (پارہ 12 سورۃ یوسف آیت نمبر 20) چونکہ مصنف حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دنیا سے بے رغبتی اختیار کرتے تھے اس لئے شاگرد نے یہ لفظ استعمال کئے۔

⑤ تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ درست لفظ ابوالحسن ہے۔

(المظہر النوری ص 14 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

⑥ البغدادی میں یا نسبت کی ہے اور یہ مدینۃ الفقہاء، حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے شہر کی طرف منسوب ہے یہ کلمہ بغداد عجمی ہے جو بغ اور داد سے مرکب ہے بغ بمعنی باغ اور داد ایک آدمی کا نام تھا۔ یا بغ بت کا نام تھا اور داد کا معنی عطیہ ہے اس لئے علامہ ابن المبارک اصمعی اس نام کو مکروہ سمجھتے تھے اور مدینۃ السلام کہتے تھے کیونکہ اس کے قریب دجلہ کا نام وادی السلام تھا شہر بغداد کی تعمیر خلیفہ منصور نے 144ھ میں کی تھی اور تکمیل 146ھ میں ہوئی۔

(البدایۃ والنہایۃ المعروف تاریخ ابن کثیر دمشقی مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

⑦ قدوری یہ قدورہ کی طرف (1) منسوب ہے جو کہ بغداد کے اندر ایک بستی ہے۔ (2) یا قدوری کا مطلب دیگ سازی یا ہانڈی ہے چونکہ ان کے خاندان کے لوگ دیگ بناتے یا ہانڈیاں فروخت کرتے تھے اس لئے ان کو قدر کی طرف منسوب کر کے قدوری کہا جاتا ہے یہ ذہن میں رکھیں شہروں کے نام اگر موضع کی تاویل میں ہوں تو مذکر اور اگر بلدۃ کی تاویل میں ہوں تو مؤنث کہلاتے ہیں مذکورہ دو قولوں میں سے پہلا قول صحیح ترین ہے۔

(المظہر النوری ص 14 مطبوعہ مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

كِتَابُ الطَّهَارَةِ①

(پاکیزگی/ وضوء کے مسائل)

قَالَ② اللّٰهُ تَعَالٰى: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔ (سورۃ المائدہ آیت نمبر 6)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ۔

① کتاب یہ حسابٌ ، لباسٌ کی طرح مصدر ہے لیکن اسم مفعول یعنی مکتوب کے معنی میں ہے اس کا لغت میں معنی اکٹھا کرنا ہے، اس لئے لشکر کو کتیبہ اور غلام کو مکاتب کہا جاتا ہے کیونکہ لشکر میں بہت سارے افراد جمع ہوتے ہیں اور غلام کو اسی مادہ سے مکاتب کہتے ہیں کہ اس کو آقا کہتا ہے کہ تم اتنا مال مجھے اکٹھا کر کے دو تو میں تمہیں بدل کتاب آزاد کردوں گا اور اصطلاح میں فقہی مسائل کے ایک مستقل مجموعہ کو کتاب کہا جاتا ہے خواہ وہ کسی نوع پر مشتمل ہو یا نہ ہو، طھارۃٌ کا لغت میں معنی پاکیزگی ہے اور اصطلاح میں طھارۃٌ کا معنی ہے محل یعنی کپڑا، جسم اور جگہ کو پاک رکھنا پلیدی سے خواہ وہ نجاست حقیقیہ ہو یا حکمیہ ہو اور یہ تعریف سب سے زیادہ بہتر ہے۔

(حوالہ نمبر 1 النھر الفائق للعلامۃ سراج الدین ج 1 ص 21 قدیمی کتب خانہ کراچی، حوالہ نمبر 2 فتح القدیر مع الکفایۃ ج 1 ص 9 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② اس آیت کریمہ کو مصنف نے اس لئے ذکر کیا کہ تاکہ قرآن مجید سے حصول برکت ہو اور اس کو مابعد والی عبارت فَفَرْضُ الطَّهَارَةِ کی دلیل بنایا ہے اگر چہ دعویٰ پہلے اور دلیل بعد میں ہوتی ہے محض حصول برکت ہے ورنہ دلیل کو پہلے ذکر کرنا مصنف کی عادت نہیں ہے۔ نیز مصنف علیہ الرحمۃ نے معاملات اور دیگر مسائل پر عبادات کو اس لئے مقدم کیا کیونکہ جن وانس کی تخلیق کا مقصد ہی عبادت ہے

اور نماز کو (سورۃ المائدہ پارہ 6 آیت 6 رکوع 6) حج روزہ زکوۃ سے اس لئے مقدم کیا کیونکہ نماز دین کا ستون ہے اور پھر نماز پر طہارت کو اس لئے مقدم کیا کیونکہ یہ نماز کی چابی ہے اور پھر وضوء کی طہارت کو تیمم و غسل پر اس لئے مقدم کیا کیونکہ بندہ جب بھی نماز پڑھے گا اسے لازماً وضوء کی بار بار ضرورت پڑے گی۔ (اللباب فی شرح الکتاب ص30 قدیمی کتب خانہ کراچی)

فَفَرْضُ① الطَّهَارَةِ غَسْلُ الْاَعْضَاءِ الثَّلَاثَةِ وَ مَسْحُ الرَّأْسِ

ترجمہ: پس وضوء میں جو چیزیں فرض ہیں وہ تین اعضاء (1۔چہرہ۔2۔دو ہاتھ۔3۔دو پاؤں) کا دھونا اور سر کا چوتھائی حصہ مسح کرنا۔

① مصنف علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلے وضوء کا ذکر کیا کہ اس کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے اور قرآن میں بھی پہلے وضوء کا ذکر کیا گیا فَرْضٌ کا لغوی معنی اندازہ کرنا قَدْ عَلِمْنَا مَافَرَضْنَا ترجمہ: تحقیق ہم نے جان لیا جو ہم نے مقرر کیا (سورۃ الاحزاب پارہ نمبر 22 رکوع نمبر 3 آیت نمبر ۴۹) اور اصطلاح شرع میں فرض سے مراد وہ حکم شرعی ہے جس کے لازم ہونے کا ثبوت ایسی دلیل قطعی سے ملتا ہو جس میں شک شبہ نہ ہو اس جگہ فرض سے مراد فرض عین ہے کیونکہ ہر ایک پر نماز اور وضوء لازمی ہے۔ (البحر الرائق جلد 1 ص10 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) مصنف علیہ الرحمۃ نے وضوء کا اصطلاحی معنی بیان کردیا، غسل کا لغوی معنی دھونا ہے اور اصطلاحی معنی ہے نجاست کو پانی بہا کر دور کرنا مصنف علیہ الرحمۃ نے تین اعضا کہا، حالانکہ اعضا تو پانچ بنتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے جب بہت ساری چیزیں ایک خطاب کے تحت داخل ہوں تو ان کو بمنزلہ ایک چیز کے قرار دیا جاتا ہے لہٰذا دو ہاتھوں اور دو پاؤں کو ایک ایک قرار دیا، لغت میں مسح کا معنی ہاتھ کو کسی چیز کے اوپر سے گذارنا، اور اصطلاحاً مسح سے مراد ہے تر ہاتھ کو کسی عضو پر چلانا یہاں سر کے مسح سے مراد چوتھائی حصہ ہے (البنایہ جلد 1 ص105 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَ①الْمِرْفَقَانِ وَ الْكَعْبَانِ تَدْخُلَانِ فِيْ فَرْضِ الْغَسْلِ عِنْدَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ خِلَافًا لِّزُفَرَ۔

ترجمہ: اور دونوں کہنیاں اور دونوں ٹخنے دھونے کی فرضیت میں ہمارے احناف کے تینوں ائمہ کے نزدیک داخل ہیں البتہ امام زفر نے ان تینوں کے خلاف مؤقف اختیار کیا۔

① مطلب یہ ہے کہ دونوں کہنیاں دونوں ٹخنے ہمارے تینوں ائمہ یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ

نعمان بن ثابت اور حضرت امام ابو یوسف یعقوب اور حضرت امام ابوالحسن محمد شیبانی رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک دھونا لازمی ہے جب کہ امام زفر فرماتے ہیں کہ ان تک دھونا فرض ہے اگر ٹخنے اور کہنیاں ان کو نہ دھویا تب بھی فرض ہو جائے گا ہمارے نزدیک آیت وضوء میں الی مع کا معنی دے رہا ہے جیسے وَتُدْلُوا بِهَا اِلَى الْحُكَّام۔ جس کا مطلب ہے کہنیاں اور ٹخنوں سمیت دھونا لازمی ہے خلاف کا معنی ہے ایک طرف جمہور ائمہ ہوں دوسری طرف ایک دو امام ہوں۔ فقہی اصطلاح میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کو شیخین اور امام اعظم اور امام محمد کو طرفین اور امام محمد اور امام ابو یوسف کو صاحبین کہا جاتا ہے۔

(البنایہ ج 1 ص 14 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

4۔ ①وَالْمَفْرُوْضُ فِيْ مَسْحِ الرَّأْسِ مِقْدَارُ النَّاصِيَةِ وَهُوَ رُبُعُ الرَّأْسِ لِمَارَوَى② الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ رضى الله تعالٰى عنه اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَتٰى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ وَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى نَاصِيَتِهٖ وَ خُفَّيْهِ ③

ترجمہ: اور وہ چیز جس کو سر کے مسح میں فرض قرار دیا گیا وہ پیشانی کی مقدار یعنی سر کا چوتھائی حصہ ہے کیونکہ صحابی رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام قوم کے ڈھیر پر تشریف لائے پھر آپ نے وضوء شکنی فرمائی اور وضو کیا اور اپنی پیشانی اور دونوں موزوں پر مسح کیا۔

① چونکہ وضوء والی آیت میں مطلق سر کے مسح کا حکم دیا گیا مقدار کا بیان نہیں تھا اس لئے یہاں حدیث شریف کا حوالہ دیکر گویا قرآن کی مجمل بات کی حدیث رسول سے تفسیر کر دی ہے لہٰذا حدیث پاک کے ذریعے حکم قرآنی پر اضافہ نہیں کیا گیا بلکہ اس کی تفسیر کر دی گئی بعض علماء نے فرمایا کہ مقدار الناصیہ اور ربع الرأس کا ایک ہی مطلب ہے کہ چوتھائی حصہ سر کا مسح کرنا لیکن علامہ بدر الدین اور علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ ناصیۃ کا لغت میں معنی ہے سر کا اگلی جانب والا حصہ اس کی جمع نواصی ہے جس طرح اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں فرمایا يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَام (سورۃ رحمٰن پارہ 27) ترجمہ: کہ مجرم قیامت والے دن نشانیوں سے پہچانے جائیں گے پھر ان کو پیشانیوں اور پاؤں سے پکڑا جائے گا، خواہ وہ اگلی جانب والا حصہ چوتھائی ہو یا اس مقدار سے کم ہو لیکن ربع الرأس سر کی ہر جانب کو شامل ہوگا لہٰذا ان دونوں میں فرق واضح ہو گیا۔

(البنایۃ سورۃ الرحمٰن آیت نمبر 41، ج 1 ص 112 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۲ اس حدیث شریف سے چند مسائل ثابت ہوئے۔(1) اگر کسی کی زمین ویران ہو وہاں کسی کی اجازت کے بغیر داخل ہو جانا جائز ہے۔(2) پیشاب سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے ادبا شکنی متن میں ترجمہ کیا گیا۔(3) پیشاب کے بعد وضوء کرنا مستحب ہے۔(4) موزوں پر مسح کرنا حدیث سے ثابت ہے۔

(الجوہرۃ النیرۃ ج1 ص27 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

۳ حدیث شریف فقط پیشانی کی مقدار مسح پر دلیل والی لانی چاہیے تھی دوسرا حصہ راوی کی صداقت ویقین پر دلالت کرانے کے لیے ذکر کیا گیا

(حوالہ حدیث بخاری شریف باب مسح الراس کلہ ص33 حدیث نمبر185 قدیمی کتب خانہ کراچی)

①وَ سُنَنُ الطَّهَارَةِ غَسْلُ الْيَدَيْنِ ثَلَاثًا قَبْلَ اِدْخَالِهِمَا② الْاِنَاءَ اِذَا اسْتَيْقَظَ الْمُتَوَضِّيُّ③ مِنْ نَوْمِهٖ۔

ترجمہ: وضوء کی سنتیں۔ برتن میں دونوں ہاتھوں کو ڈالنے سے پہلے (تین مرتبہ) دھونا جب کہ وضوء کا ارادہ کرنے والا نیند سے بیدار ہو۔

۱ مصنف علیہ الرحمۃ نے فرائض وضوء کے بعد سنتوں کو ذکر کر کے اشارہ کیا کہ وضوء کے اندر واجبات نہیں ہیں کیونکہ وضوء عبادت غیر مقصودہ ہے جب کہ واجبات عبادت مقصودہ کے ہوتے ہیں جیسا کہ نماز عبادت مقصودہ ہے اس کے اندر واجبات ہیں　(نور الانوار اصول فقہ لملا جیون)

سُنَنٌ سنت کی جمع ہے سنت کا لغوی معنی مطلقاً طریقہ ہے خواہ وہ اچھا ہو یا برا ہو اور شریعت کی اصطلاح میں سنت سے مراد ایسا طریقہ ہے جس پر خود آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام یا جماعت صحابہ میں سے کسی ایک نے ہمیشگی اختیار کی ہو اور اس کے ادا کرنے پر بندے کو اجر وثواب ہو اور چھوڑنے پر بندہ قابل ملامت ہو یہ تعریف سنت قولی وفعلی دونوں کو شامل ہے۔

الطھارۃ پر الف لام عہد خارجی ہے جس سے مراد طہارت مذکورہ ہے۔

(حوالہ نمبر 1 الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص27-28 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، حوالہ نمبر 2 اللباب فی شرح الکتاب ج1 ص33 قدیمی کتب خانہ کراچی)

۲ دونوں ہاتھ کلائی تک دھونا سنت ہے برتن کی قید اتفاقی ہے ورنہ برتن میں داخل کرنے کے بغیر بھی دھونا سنت ہے۔　(اللباب ص33 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

③ حتی سے مراد وضوء کا ارادہ کرنے والا کیونکہ جب کوئی چیز کسی چیز کے قریب پہنچ جائے تو بعض اوقات اس پر اسی کا حکم ہو جاتا ہے مثلاً حدیث شریف میں ہے لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ (صحیح مسلم) یہاں موتاکم سے مراد وہ شخص ہے جو قریب المرگ ہو اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنے کا حکم دیا گیا۔
(الجوهرة النيرة ص 28 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

① وَتَسْمِيَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي ابْتِدَاءِ الْوُضُوْءِ۔

ترجمہ: وضوء کے شروع میں تسمیہ پڑھنا۔

تسمیہ سے مراد بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيْنِ الْإِسْلَامِ یا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور محیط میں امام سرخسی نے فرمایا اگر لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ / اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ / اَشْهَدُ اَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہا تو بھی سنت ادا ہو جائے گی لیکن افضل یہ ہے کہ پہلے اعوذ باللہ پڑھے پھر بسم اللہ شریف پڑھے۔ (اللباب ص 34 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

② وَالسِّوَاكُ، وَالْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ③ وَمَسْحُ الْأُذُنَيْنِ④

ترجمہ: مسواک کرنا، کلی کرنا، اور ناک میں پانی چڑھانا اور دونوں کانوں کا مسح کرنا۔

① مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے ہمارے احناف کے نزدیک وضوء اور امام شافعی کے نزدیک نماز کی سنت ہے لہذا اگر کسی نے ظہر کی نماز کے وقت وضوء کیا تو عصر مغرب تک وہی پہلا مسواک سنت رہے گا۔ لیکن امام شافعی کے نزدیک عصر اور مغرب کی نماز کے لئے الگ الگ مسواک کرنا سنت ہوگا۔
(الجوهرة النيرة ص 30 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

فائدہ۔ بہترین مسواک زیتون کا ہے جو ایک بالشت ہو اور یہ وہ سنت نبوی ہے جو آخری لمحات تک ہمیشہ زندہ رہی کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام تازہ مسواک کرنے کے بعد دنیا سے رخصت ہوگئے۔

② کلی کرنا، ناک میں پانی چڑھانا ہمارے نزدیک سنت جب کہ مالکیوں کے نزدیک یہ دونوں فرض ہیں۔

③ کانوں کا مسح کرنا سنت ہے یوں ہی علامہ طحاوی کے قول کے مطابق گردن کا مسح کرنا سنت ہے اور صدر الشریعۃ کے قول کے مطابق مستحب لیکن حلقوم کا مسح کرنا سب کے نزدیک بدعت ہے۔

① وَتَخْلِيْلُ اللِّحْيَةِ وَالْأَصَابِعِ وَتَكْرَارُ الْغَسْلِ إِلَى الثَّلَاثِ۔

ترجمہ: داڑھی اور انگلیوں کا خلال کرنا اور تین مرتبہ اعضاء کے دھونے میں تکرار کرنا۔

① داڑھی اور انگلیوں کا خلال سنت اس لئے ہے کہ سنت مکمل طریقے سے فرض کو اس کے محل تک پہنچاتی ہے اگر تین مرتبہ سے زیادہ تسکین قلب کے لئے دھوتے ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، یہ ذہن میں رہے ایک ایک مرتبہ دھونا فرض دو دو دفعہ سنت مؤکدہ اگرچہ ایک ایک مرتبہ دھونے میں وہ گناہگار ہے کیونکہ مشہور حدیث کی خلاف ورزی ہے لیکن بعض نے کہا گناہگار بھی نہیں کیونکہ جس چیز کا حکم لازمی تھا وہ اس نے ادا کر دیا۔ (الجوھرۃ النیرۃ ص ۳۱ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

①وَيُسْتَحَبُّ لِلْمُتَوَضِّيءِ اَنْ يَّنْوِيَ② الطَّهَارَةَ وَيَسْتَوْعِبَ رَأْسَهُ بِالْمَسْحِ③ وَيُرَتِّبُ④ الْوُضُوءَ فَيَبْدَءُ بِمَابَدَأَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِذِكْرِهٖ وَ بِالْمَيَامِنِ⑤

ترجمہ: اور مستحب ہے وضوء کرنے والے کے لئے وضوء کی نیت کرنا اور سر کو ڈھانپ لینا مسح کرنے کے ساتھ، ترتیب سے وضوء کرنا پھر اس چیز کے ساتھ ابتدا کرے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ذکر کے ساتھ آغاز کیا اور دائیں طرف سے آغاز کرنا۔

① مستحب کا لغوی معنی ہے پسندیدہ چیز اور اصطلاحی معنی ہے ایسا حکم شرعی جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑ دیا اور اسے سلف صالحین نے پسند کیا ہو، احکام شرع فرض، واجب، سنت، مستحب، مکروہ، تحریمی، تنزیہی، مندوب کی تعریفات کیلئے مفتی محمد خان قادری صاحب کی کتاب ''معارف الاحکام'' کا مطالعہ مفید رہے گا، مستحب کے ادا کرنے میں ثواب اور اس کے چھوڑنے میں کوئی سزا نہیں۔ (حوالہ نمبر 1 الجوہرۃ ص 32 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، حوالہ نمبر 2 اللباب ص 36 قدیمی کتب خانہ کراچی)

② اصح قول کے مطابق نیت سنت مؤکدہ ہے اور چہرے کے دھونے کے وقت کریں گے اس کا اصل محل دل ہے لیکن زبان سے تلفظ کرنا مستحب ہے اور وہ یوں کہ میں نے پلیدی دور کرنے کی یا نماز کے مباح ہونے کی نیت کی یا میں نماز کے لئے وضوء کی نیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہوئے ان کلمات میں سے کسی سے نیت کر لیں یہ ذہن میں رکھیں کہ وضوء ذاتی طور پر عبادت نہیں لیکن وہ عبادت کے لئے شرط ہے لہٰذا اگر کسی نے ایک مجلس میں کئی مرتبہ وضوء کیا تو یہ مکروہ ہوگا کیونکہ پانی میں اسراف کی مذمت کی گئی ہے۔

④ پورے سر کا مسح ہمارے نزدیک سنت جب کہ مالکی حضرات کے نزدیک فرض ہے ہم احناف کہتے ہیں کہ محض حضور کا عمل فرضیت کی دلیل نہیں ہوسکتا جب کہ فرضیت کا کوئی قرینہ نہ پایا جائے، مسح کا مسنون طریقہ اس طرح ہوگا پہلے دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیاں سر کے اگلے حصے پر رکھے اور انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو الگ رکھے پھر ان دونوں کو کھینچ کر گدی تک لے جائے پھر دونوں ہاتھوں کو سر کے آخر میں رکھے اور ان دونوں کو پھر کھینچ کر سر کے اگلے حصے کی طرف لائے پھر دونوں انگوٹھوں کے ساتھ کان کے باہر والے حصے کا اور شہادت والی انگلی کے ساتھ کان کے اندرون کا مسح کرے۔
(الجوہرۃ ص33 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

④ ہمارے احناف کے نزدیک ترتیب سنت جب کہ شوافع کے نزدیک فرض ہے ہم کہتے ہیں کہ اگر فرض ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے خلاف کبھی بھی نہ کرتے حالانکہ روایت میں موجود ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے وضوء کرلیا اور سر کا مسح بھول گئے پھر یاد آنے پر آپ نے مسح فرمایا اور پاؤں کے دھونے کا اعادہ نہ کیا نیز بِمَا بَدَءَ اللّٰہُ سے مراد قرآن کی وضوء والی آیت جو شروع میں گذر چکی ہے اس سے بھی ترتیب کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ واؤ مطلق جمع کے لئے ہے ترتیب کا اس میں ملحوظ رکھنا فرض نہیں ہے۔
(البحر الرائق ج1 ص 27، ایچ۔ایم سعید کراچی)

⑤ دائیں ہاتھ کے پوروں سے آغاز کرنا مستحب ہے کیونکہ صحاح ستہ کی مشہور روایت ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر چیز میں دائیں جانب کو پسند کرتے تھے یہاں تک کہ وضوء کرنے میں نعلین پاک استعمال کرنے میں اور داڑھی مبارک میں کنگھی کرنے میں اور بقیہ تمام امور میں، اس حدیث شریف سے استدلال یوں ہوگا کہ محبوبیت ہیشگی کو لازم نہیں ہے کیونکہ تمام مستحبات محبوب ہی ہوتے ہیں نیز مواظبت ہیشگی دو طرح کی ہے۔(1) بطور عادت۔(2) بطور عبادت مواظبت اس وقت سنت کا فائدہ نہیں دے گی مگر اسی صورت میں جب وہ عبادت کے طور پر لیکن مواظبت جب عادۃ کے طور پر ہو اس صورت میں مستحب کا فائدہ دے گی نہ کہ سنت کا جیسا کہ لباس پہننا اور دائیں ہاتھ کے ساتھ کھانا تناول کرنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دائیں جانب کو پسند کرنا بطور عادۃ کے تھا لہٰذا سنت نہ ہوگا بلکہ مستحب ہوگا۔
(البحر الرائق ج1 ص28 مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

⑩ وَالتَّوَالِیْ وَمَسْحُ ⑪ الرَّقَبَةِ۔

ترجمہ: پے درپے اعضاء کو دھونا، اور گردن کا مسح کرنا۔

① اس کا مطلب ہے کہ اس طرح ہر عضو کو دھونا کہ پہلا خشک نہ ہونے پائے تو دوسرے کو دھونا شروع کرے یہ سنت ہے فرض نہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بازار میں وضوء کیا چہرہ ہاتھ دھو کر سر کا مسح کیا پھر آپ کو جنازہ کے لئے بلایا گیا پھر آپ مسجد میں داخل ہوئے پھر موزوں پر مسح کیا استدلال اس روایت سے واضح ہے کہ تمام لوگ جو جنازہ میں حاضر تھے ان کی موجودگی میں آپ نے یہ عمل کیا اور اس پر کسی صحابی نے انکار نہ فرمایا جو عدم فرضیت کی واضح دلیل ہے۔

(البحر الرائق ج 1 ص 12 ایچ۔ ایم سعید کراچی)

② گردن کا مسح اس طرح کرے کہ دونوں ہاتھوں کا بلاتری استعمال کرے فقیہ ابو جعفر کی تحقیق کے مطابق یہ سنت ہے ذہن میں رکھیں گردن کا مسح کرتے وقت انگوٹھے چومنا اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں یوں ہی اکثر دعائیں ان کا بھی ثبوت صریح مرفوع قولی حدیث سے نہیں تاہم ہر عضو کو دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ پڑھے۔ بحوالہ کنز العمال دار الحدیث ملتان

ترجمہ: اے اللہ میرے گناہ معاف فرما اور گھر کشادہ کر اے اللہ میرے رزق میں برکت پیدا فرما۔ (البحر الرائق ج 1 ص 29 ایچ۔ ایم سعید کراچی)

①وَالْمَعَانِی النَّاقِضَۃُ لِلْوُضُوْءِ کُلُّ مَاخَرَجَ مِنَ السَّبِیْلَیْنِ ②

ترجمہ: ان اسباب کا بیان جو وضوء کو توڑنے والے ہیں، وضوء کو ہر وہ چیز (نجاست) توڑ دے گی جو دونوں راستوں (قبل، دبر) سے نکلے۔

① **المعانی** سے یہاں مراد اسباب ہیں وضوء کے وہ اسباب جو وضوء کو توڑ دیتے ہیں نقض کا معنی توڑنا ہے اگر اس کو اجسام کی طرف منسوب کریں تو اس کا معنی ہوگا جوڑی ہوئی چیزوں کو باطل کرنا اور اگر یہ غیر اجسام کی طرف منسوب کریں تو اس کا معنی ہوگا مطلوب سے نکل جانا گویا وضوء برقرار رکھنے والا نماز کی ادائیگی اور قرآن کو چھونے پر قادر تھا جب وضوء توڑ دیا گیا گویا وہ مطلوب سے نکل گیا۔

(الجوہرۃ النیرہ ص 34 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

② مصنف علیہ الرحمتہ کا طریقہ ہے جن مسائل میں اتفاق ہو ان کو پہلے اور اختلافی مسائل کو بعد میں ذکر کرتے ہیں کل سے مراد عموم ہے یعنی جو بھی چیز پیشاب کے اگلے اور پچھلے راستے سے خارج

ہوگی اس سے وضوء ٹوٹ جائے گا لہٰذا جو چیزیں عادۃً خارج ہوتی ہیں جیسے پیشاب یا جن کا خروج غیر عادی طور پر ہوتا ہے مثلاً استحاضہ کا خون، مذی، ودی، کیڑا، کنکری وغیرہم ان سب سے وضوء ٹوٹ جائے گا سوائے اس ریح کے جو مرد کے ذکر سے اور عورت کی شرمگاہ سے نکلی ہو صحیح قول کے مطابق اس سے وضوء نہ ٹوٹے گا۔ (الجوھرۃ ص35 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

وَالدَّمُ وَالْقَيْحُ وَالصَّدِيْدُ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْبَدَنِ فَتَجَاوَزَ اِلٰى مَوْضِعٍ يَلْحَقُهُ حُكْمُ① التَّطْهِيْرِ

ترجمہ: اور خون، پیپ، اور زرد پانی جب بدن سے نکل کر ایسی جگہ کی طرف بہہ جائیں جس کو پاکیزگی کا حکم (وضوء/غسل) لاحق ہوتا ہے۔

① اس عبارت کا عطف كُلُّ مَاخَرَجَ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ پر ہے فقیہ اعظم علامہ بدر الدین عینی نے فرمایا کہ چند قیود اس مسئلہ میں معتبر ہیں۔ (1) خروج پایا جائے کیونکہ نفس نجاست تو وضوء کو نہیں توڑے گی جب تک خروج نہ پایا جائے۔ (2) ذوسرا زندہ انسان کے بدن سے نکلے اگر میت کے جسم سے نجاست غسل کے بعد نکلی تو اب غسل کا اعادہ نہیں ہوگا بلکہ فقط نجاست کے خروج والے محل کو دھوئیں گے۔ (3) تجاوز بھی شرط ہے لہٰذا اگر نجاست ظاہر ہوئی لیکن اگر تجاوز نہ کیا تو اس کا نام خروج نہ رکھا جائے گا لیکن اس کا نام بادی یعنی ظاہر ہونیوالی ہوگا۔ (4) ایسی جگہ کی طرف تجاوز کرے جس کو وضوء یا غسل میں دھونا ضروری ہے جیسا کہ غسل جنابت لہٰذا اگر خون سر سے بہہ نکلا ناک کے خیشوم (بانسہ) کی طراف تو وضوء ٹوٹ جائے گا کیونکہ ناک کے خیشوم کو وضوء اور غسل جنابت میں دھونے کا حکم ہے۔

(فائدہ) حکم التَّطْهِيْر مرکب اضافی ہے جس میں عام کی نسبت خاص کی طرف ہے جیسا کہ لفظ علم الطب میں عام یعنی علم کی اضافت خاص الطب کی طرف ہے۔

(البنایہ فی شرح الھدایۃ ج1 ص197 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَالْقَيْءُ① اِذَا كَانَ مِلْءَ الْفَمِ وَالنَّوْمُ مُضْطَجِعًا② اَوْمُتَّكِئًا اَوْمُسْتَنِدًا اِلٰى شَيْءٍ لَوْ اُزِيْلَ لَسَقَطَ عَنْهُ

ترجمہ: اور قے کا آنا جب کہ وہ منہ بھر کر ہو، اور سونا کروٹ کی حالت میں یا ٹیک لگا کر یا ایسی چیز کی طرف سہارا لیکر اگر اس کو اس سے دور کر دیا جائے تو گر پڑے گا۔

① منہ بھر کر قے آنے کا مطلب ہے کہ وہ اگر بات کرنا چاہے تو نہ کر سکے، یا مطلب ہے کہ اگر وہ منہ ڈھانپنا چاہے تو عاجز آ جائے لیکن صحیح ترین قول کے مطابق یہ ہے کہ کوئی حد مقرر نہیں ہے قے آنے والے کی طرف اس کو سونپا جائیگا اگر وہ سمجھتا ہے کہ منہ بھر کر آئی ہے تو وضوء ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں یہی قول امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔

(البنایہ ج1 ص209 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

فائدہ۔ قے کی پانچ اقسام ہیں۔ (1) پانی۔ (2) کھانا۔ (3) خون۔ (4) زردی۔ (5) بلغم کی قے پہلی تین سے بالاتفاق وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور آخری دو مختلف فیہ ہیں۔ (الجوہرۃ النیرہ ص37 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

② اس سے پہلے ان چیزوں کا ذکر تھا جو بدن سے حقیقۃً خارج ہوتیں تھیں جیسے پیپ وغیرہ اب ان چیزوں کا بیان شروع ہوا جو حکماً نجاست کا حکم رکھتی ہیں النوم پر الف لام عوضیہ ہے جو مضاف الیہ کا بدل ہے تقدیر عبارت تھی نوم المتوضیٔ۔ کہ وضوء کرنیوالے کا سوجانا مطلب یہ ہے کہ کروٹ کے بل سونے سے وضوء ٹوٹ جائے گا کیونکہ آپ کا فرمان ہے کہ اس شخص پر وضوء نہیں ہوگا جو قیام یا قعود یا رکوع یا سجدہ کی حالت میں سوگیا وضوء تو اس پر لازم ہوگا جو کروٹ کے بل سوگیا کیونکہ جو کروٹ کے بل سوتا ہے اس کے جوڑ ڈھیلے ہوجاتے ہیں، یہی علت تکیہ لگا کر یا سہارا لے کر سونے والے میں پائی جارہی ہے لہٰذا ان کے وضوء کا بھی یہی حکم ہوگا۔ (الھدایہ مع البنایہ ص220 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

①وَالْغَلَبَةُ عَلَى الْعَقْلِ بِالْإِغْمَاءِ، وَالْجُنُوْنُ② وَ الْقَهْقَهَةُ فِيْ كُلِّ صَلٰوَاتٍ ذَاتِ رُكُوْعٍ وَّسُجُوْدٍ۔

ترجمہ: عقل کا مغلوب ہوجانا بے ہوشی کے سبب، اور پاگل ہوجانا، اور قہقہہ لگا کر ہر ایسی نماز میں ہنسنا جو رکوع اور سجدوں والی ہو۔

① اغماء ایک بیماری کی قسم ہے جو مضبوط بندے کو تو کمزور کر دیتی ہے لیکن عقل کو کلیۃً سلب نہیں کرتی بلکہ عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے بخلاف پاگل پن کے کیونکہ پاگل پن کی حالت میں عقل بھی زائل ہوجاتی ہے اس وجہ سے آقا علیہ السلام اغماء سے محفوظ نہیں رہے لیکن جنون سے آپ محفوظ رہے اغماء جنون اور نشہ ان سب سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ نماز سے باہر ہوں۔

(حوالہ نمبر 1 البحر الرائق ج1 ص39 ایچ۔ ایم سعید کراچی،
حوالہ نمبر 2 الجوھرۃ ج1 ص37 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

② قہقہہ کا مطلب ہے کہ اتنے زور سے ہنسنا کہ خود بھی بندہ سن لے اور پڑوسی بھی سن لے اور ضحک وہ ہوتا ہے کہ بندہ خود سن لے اور پڑوسی نہ سنے اور تیسرا تبسم ہوتا ہے جس کی آواز نہ خود سنے اور نہ پڑوسی کو سنائی دے قہقہہ سے وضوء نماز دونوں باطل ضحک سے نماز باطل وضوء برقرار جب کہ تبسم سے وضوء نماز دونوں برقرار رہتے ہیں یہ ذہن میں رہے کہ بچہ کا قہقہہ وضوء کو بالا تفاق نہیں توڑے گا لیکن نماز کو فاسد کردے گا، اور اگر دوران بناء بندہ وضوء کر کے آرہا تھا راستہ میں اس نے قہقہہ لگا دیا اس صورت میں اس کی نماز فاسد ہوگی لیکن وضوء برقرار رہے گا، قہقہہ میں رکوع وسجود والی نماز کی قید اس لئے لگائی کہ نماز جنازہ اور سجدہ میں اگر کسی نے قہقہہ لگا دیا تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹے گا البتہ نماز اور سجدہ باطل ہو جائے گا کیونکہ قہقہہ خلاف قیاس ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ اس سے وضوء باطل ہو جاتا ہے اور جو چیز خلاف عقل حدیث شریف سے ثابت ہوا سے غیر کی طرف متعدی نہیں کیا جاسکتا۔

(فائدہ عظیمہ) آج کل بدعقیدہ لوگ اکثر اہلسنت وجماعت حنفی بریلوی مسلک کے مضبوط دلائل کو یہ کہکر کہ ان کے عقائد واعمال ضعیف احادیث سے ثابت ہیں جھوٹا کہہ دیتے ہیں حالانکہ اس مقام پر مسلک دیوبند کے شارح قدوری المعروف الشرح الشمیری میں مولوی قاسم شمیری قہقہہ کے متعلق لکھتا ہے کہ اکثر ائمہ کے نزدیک قہقہہ سے وضوء نہیں ٹوٹتا لیکن چونکہ ضعیف حدیث سے وضوء ٹوٹنا ثابت ہے اس لئے امام ابوحنیفہ ضعیف حدیث پر بھی عمل کر کے وضوء ٹوٹنے کے قائل ہیں۔

نوٹ قہقہہ سے نماز ٹوٹنے کے سلسلے میں امام ابوحنیفہ نے قیاس چھوڑ کر ضعیف حدیث پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو انگوٹھے چومنے والی حدیث پر عمل کی توفیق دے جس پر عامل کو علامہ شامی نے جنتی قرار دیا ہے۔ (الشرح الشمیری ج1 ص45 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

غسل کے فرائض کا بیان

①وَفَرْضُ الْغُسْلِ: اَلْمَضْمَضَةُ، وَالْاِسْتِنْشَاقُ، وَ غَسْلُ سَائِرِ الْبَدَنِ۔

ترجمہ: غسل کے فرائض تین ہیں۔(1) کلی کرنا۔(2) ناک میں پانی چڑھانا اور(3) باقی بدن کو دھونا۔

① فرض سے وہ مراد ہے جو فرض عملی کو بھی شامل ہو غسل کے لفظ میں کبھی غین کو ضمہ دیکر پڑھتے ہیں مثلاً غُسْلُ الْجُمْعَةِ، غُسْلُ الْجَنَابَةِ اور کبھی مفتوح پڑھتے ہیں مثلاً غَسْلُ الْمَيِّتِ،

غَسْلُ الثَّوبِ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر یہ مغسول (جس کو دھویا گیا) کی طرف مضاف ہوگا تو غین پر فتحہ پڑھے گا اس صورت میں معنی ہوگا کسی چیز کا دھونا اور اگر مغسول کی طرف مضاف نہ ہو بلکہ غیر کی طرف ہو تو اس صورت میں غین پر ضمہ پڑھیں گے اور نہانا مراد ہوگا۔ (اللباب ص39 ایچ۔ ایم سعید کراچی)

یہاں نہانا ہی مراد ہے لہٰذا اگر کسی شخص نے جو جنبی تھا دریا میں غوطہ لگایا یا بڑے تالاب میں یا جاری پانی میں یا اس طریقے سے بارش آگئی اور پانی اس کے تمام بدن کو پہنچ گیا ان تمام صورتوں میں اس نے کلی بھی کر لی اور ناک میں پانی بھی چڑھا دیا تو اس صورت میں اس کا غسل ادا ہو جائے گا مقصد یہ ہے کہ فرض کی ادائیگی ضروری ہے لہٰذا اگر کسی خاتون نے غسل کیا اور اس نے ناخن پالش لگائی تھی یا اس کے ناخنوں کے نیچے آٹا تھا جو کہ خشک ہو چکا تھا لیکن پانی اس کی تہہ میں نہیں پہنچا تو اس کی تہہ میں پانی پہنچانا ضروری ہوگا ہاں اگر ناخنوں کے نیچے میل کچیل تھی اب اس کو دور کیے بغیر بھی غسل جائز ہوگا جو خواتین شادی والے دن بیوٹی پارلر میں جا کر فیشن کرتی ہیں اگر نیل پالش اور اس کے علاوہ کیمیکل استعمال کیے جن میں سپرٹ ہوتا ہے تو اس سے وضوء غسل نہ ہوگا۔

(الجوہرۃ ص40 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

①وَسُنَّةُ الْغُسْلِ اَنْ يَّبْدَ أَ الْمُغْتَسِلُ② بِغَسْلِ يَدَيْهِ③ وَفَرْجِهٖ وَيُزِيْلَ النَّجَاسَةَ اِنْ كَانَتْ عَلٰى بَدَنِهٖ④ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوْءَ هٗ لِلصَّلٰوةِ⑤ اِلَّا رِجْلَيْهِ ثُمَّ يُفِيْضُ الْمَاءَ عَلٰى رَأْسِهٖ وَعَلٰى سَائِرِ⑥ جَسَدِهٖ ثَلٰثًا ثُمَّ يَتَنَحّٰى⑦ عَنْ ذَالِكَ الْمَكَانِ فَيَغْسِلُ رِجْلَيْهِ۔

غسل کی سنتوں کا بیان

غسل کا مسنون طریقہ یوں ہوگا کہ غسل کا ارادہ کرنے والا (1) ہاتھوں اور شرم گاہ کے دھونے سے آغاز کرے (2) اور نجاست اگر بدن پر ہو تو اس کو دور کرے (3) پھر یوں وضوء کرے (4) جیسے نماز کی ادائیگی کے لئے وضوء کیا جاتا ہے سوائے پاؤں کے دھونے کے (5) پھر پانی کو اپنے سر اور بقیہ (6) جسم پر تین مرتبہ بہائے پھر اس جگہ سے (7) ہٹ کر ایک کنارے ہو کر (8) دونوں پاؤں کو دھولے۔

① اس عبارت میں مصنف علیہ الرحمۃ نے غسل کی آٹھ سنتیں بیان کی ہیں ہم نے ترجمہ میں نمبر لگا کر واضح کر دیا۔

② مغستل کا معنی ہے غسل کا ارادہ کرنے والا کیونکہ جو چیز کسی کے قریب پہنچ جائے اس کو اسی چیز کا حکم دے دیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے لَقِنُوْا مَوْتَاکُمْ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، تلقین موتا کا مطلب ہے کہ جو قریب المرگ ہو اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرو، یوں ہی مَنْ وَ قَفَ بِعَرَفَةَ فَقَدْ اَتَمَّ الْحَجَّ، ترجمہ: کہ جس نے وقوف عرفہ کر لیا اس کا حج مکمل ہونے کے قریب پہنچ گیا، یہ مطلب نہیں کہ مکمل ہو گیا کیونکہ ابھی طواف زیارت باقی ہے جو کہ حج کا فرض ہے۔

③ سب سے پہلے ہاتھوں کو اس لئے دھونے کا حکم دیا گیا کہ وہ پاکیزگی کا آلہ ہیں ہاتھ پاک ہوں گے تو بقیہ جسم ان کے ساتھ مکمل ہو گا۔

④ نجاست کو دور کرنا اس لئے ضروری ہے کیونکہ اگر نجاست کو دور کئے بغیر غسل شروع کر دیا تو پانی پڑنے پر نجاست پھیلتی جائے گی، النجاسۃ الف لام کے بغیر نکرہ یہ زیادہ بہتر ہے۔

(الھدایہ مع البنایہ ج 1 ص 261 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ یعنی جیسے نماز کے لئے مکمل وضوء کیا جاتا ہے اسی طرح وہ بھی مکمل کرے یہ قید مصنف نے اس لئے لگائی ہے کیونکہ وضوء کا اطلاق کبھی محض دو ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اس پر بھی ہوتا ہے جس طرح حدیث شریف میں فرمان رسالت ہے اَلْوُضُوْءُ قَبْلَ الطَّعَامِ يَنْفِي الْفَقْرَ، کہ کھانے سے پہلے وضوء کرنا فقر کو دور کرے گا اس سے مراد بھی محض دو ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مراد ہے۔

(البنایہ ج 1 ص 258 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

⑥ سائر کا اس عبارت میں معنی ہے بقیہ جسم علامہ ابو منصور الازہری نے اپنی کتاب تہذیب اللغۃ میں سائر کا معنی باقی ہونے پر اجماع علماء ذکر کیا اس لئے علامہ ابن صلاح نے سائر کا معنی سارا بدن لینے کو عوامی غلطی میں شمار کیا ہے۔

(البنایہ ایضا)

⑦ آج کل غسل سے پہلے بھی پاؤں دھوئے جا سکتے ہیں کیونکہ زمانہ کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں چونکہ آج کل وسیع و عریض غسل خانے بھی ہیں اور پانی کے اخراج کا بھی سسٹم ہے جیسا کہ پہلے دور میں استنجا خانہ کے اندر غسل کی ممانعت کی گئی تھی کہ اس سے وسواس پیدا ہوتے ہیں لیکن علامہ ابن ماجہ نے سنن ابن ماجہ میں کہا کہ آج کل کوئی حرج نہیں کیونکہ آج کل وہ اینٹوں کے پکے بن گئے ہیں لہٰذا کوئی حرج نہیں۔

(شرح سنن ابن ماجہ علامہ ابوالحسن سندی باب کراھیۃ البول فی المغتسل ص129 مکتبہ دارالجیل بیروت)

(فائدہ جلیلہ) پانی بہانے کا طریقہ یہ ہے کہ بوقت غسل پہلے دائیں کندھے پر تین مرتبہ پھر بائیں کندھے پر تین مرتبہ پھر سر اور مکمل جسم پر تین مرتبہ۔

(البنایہ ج1 ص260 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَلَيْسَ عَلَى الْمَرْأَةِ اَنْ تَنْقُضَ ضَفَائِرَهَا فِي الْغُسْلِ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ اُصُوْلَ الشَّعْرِ ①

ترجمہ: اور عورت پر لازم نہیں ہے کہ وہ غسل میں اپنی چوٹیوں (جوڑوں) کو کھولے بشرطیکہ پانی اس کی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے۔

① حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کی آسانی کے لئے اور امت کی عورتوں کو پانی کی بچت کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے یہ حکم جاری کیا اور حضرت ام سلمہ جن کا نام ھند بنت ابوامیہ ہے کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی حکم جاری کیا تھا کیونکہ جڑوں تک پانی پہنچانا ضروری ہے عورت کی تخصیص سے پتہ چلتا ہے کہ آدمی ڈاڑھی کے خلال وغیرہ میں جڑوں تک لازمی پانی پہنچائے کیونکہ اس میں حرج نہیں ہے عورت کے لئے لازمی ہے کہ جڑوں تک پانی پہنچائے یہاں تک کہ اگر عورت کو غسل جنابت کے لئے پانی کسی سے خریدنا پڑے اگر امیر ہے تو اس پر پانی کے ثمن یعنی قیمت ادا کرنا لازمی ہوگا اور اگر غریب ہو تو اس کے شوہر پر پانی کی قیمت ادا کرنا لازم ہے لیکن وضوء کے پانی کی قیمت بالاتفاق شوہر پر لازم ہے۔ (الجوہرۃ النیرۃ ص42 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(فائدہ عظیمہ) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مُد سے وضوء اور ایک صاع سے غسل کیا کرتے تھے۔

(جامع ترمذی ج1 ص9 فاروقی کتب خانہ ملتان)

صاع ایک عرب کا پیمانہ تھا جو آٹھ رطل کا تھا اور مد صاع کا چوتھا حصہ کہلاتا تھا لہٰذا ایک مد دو رطل کا ہوگا اور ایک رطل چونتیس تولہ اور ڈیڑھ رتی کا ہوتا ہے اس سے تمام قارئین اندازہ لگالیں کہ آج ہم کتنا زیادہ پانی وضوء اور غسل میں گرم اور ٹھنڈا چیک کرتے کرتے ضائع کر دیتے ہیں حالانکہ بروز قیامت ایک ایک قطرہ کا حساب ہوگا۔

①وَالْمَعَانِي الْمُوْجِبَةُ لِلْغُسْلِ اِنْزَالُ② الْمَنِيِّ عَلٰى وَجْهِ

الدَّفْقِ وَالشَّهْوَةِ مِنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ وَالْتِقَاءُ② الْخِتَانَيْنِ مِنْ غَيْرِ اِنْزَالٍ وَالْحَيْضُ وَالنِّفَاسُ③

اسباب وجوب غسل

اور وہ اسباب جو غسل کو واجب کرنے والے ہیں وہ چند ہیں۔(1) منی کا نکلنا کود کر شہوت کے ساتھ مرد یا عورت کی طرف سے۔(2) اور دو شرم گاہوں (مرد، عورت) کا آپس میں ملنا اگرچہ منی نہ نکلے۔(3) حیض۔(4) اور نفاس سے۔

① المعانی کا معنی اسباب وعلل ہیں کچھ علماء نے کہا کہ مصنف نے علل کا لفظ نہیں استعمال کیا کہ وہ فلاسفر استعمال کرتے ہیں لیکن اصح بات یہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمتہ نے اسباب غسل کے لئے لفظ المعانی حدیث پاک کی اتباع کرتے ہوئے استعمال کیا فرمانِ رسالت ہے لَایَحِلُّ دَمُ امِرِیءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰی معانٍ ثَلَاثٍ کہ مسلمان کا خون بہانا تب حلال ہے جب تین اسباب میں سے کوئی سبب پایا جائے اصل مسئلہ یہ ہے کہ شرعی اسباب بذاتِ خود موجب نہیں ہوتے حقیقی موجب تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس نے ہمارے لئے کچھ ظاہری اسباب قائم کیے ہیں اور جنابت موجب غسل ہے لہٰذا یہ امور سبب السبب ہیں۔ (البنایہ ج/۱ ص263۔264 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② اصل مسئلہ سمجھنے سے قبل منی کی تعریف سمجھ لیں صاحب ہدایہ وغیرہ کی تعریف پر اعتراض لازم آئے گا جامع مانع وہ تعریف ہے جو علامہ بدر الدین عینی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کی ہے جو مرد اور عورت سب پر صادق آتی ہے وہ یہ ہے کہ منی اچھل کر نکلنے والا وہ پانی ہے جس سے بچہ کی تخلیق ہوتی ہے اس کی بو نکلنے کے وقت کھجور کے گابھے جیسی اور جب خشک ہو جائے تو انڈے جیسی ہوتی ہے اب مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک منی پلید ہے لہٰذا اگر وہ اچھل کود کر شہوت کے ساتھ نکلے خواہ مرد کی ہو یا عورت کی نیند کی حالت میں یا بیداری کی حالت میں اس سے غُسل واجب ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا'' (سورۃ مائدہ پارہ 6) ترجمہ: اگر تم جنبی ہو تو خوب پاکیزگی حاصل کرو اور جنابت کا لغوی معنی ہے منی کا شہوت کے ساتھ نکلنا لہٰذا جن احادیث میں منی کے نکلنے کا ذکر ہے وہاں قید شہوت ہی معتبر ہو گی۔

(حوالہ نمبر 1 البنایہ ایضاً) (حوالہ نمبر 2 الجوہرۃ النیرۃ ص43 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

③ یعنی مرد اور عورت کی شرم گاہوں کا آپس میں مل جانا شہوت سے ہو یا بلا شہوت، قوت سے ہو

یا بلاقوۃ زبردستی ہو یا برضاء ورغبت انزال منی یعنی منی کا نکلنا پایا جائے یا نہیں غسل واجب ہوتا ہے صاحب ہدایہ نے حدیث نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے جب دونوں شرم گاہیں مل جائیں اور حشفہ (یعنی عضو مخصوص کا اگلا حصہ) چھپ جائے تو غسل واجب ہو جائے گا منی نکلی ہو یا نہیں۔

(البنایہ فی شرح الھدایہ ج 1 ص 275 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

④ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ (سورۃ بقرہ پارہ نمبر 2 آیت 222)

ترجمہ: کہ شوہر اس وقت تک بیویوں کے قریب نہ جائیں جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں معلوم ہوا کہ عورت ماہواری کا خون بند ہونے کے بعد تب مکمل پاک ہوگی جب غسل کرے گی اور ظاہر ہے کہ صفائی اور پاکیزگی غسل کے بعد ہی ہو سکے گی معلوم ہوا کہ یہ غسل واجب ہے جس کے بغیر شوہر کو بھی ہم بستری سے روک دیا گیا جس کا مکمل عورت پر اتنا حق ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر عورت کو نفلی روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے اور نفاس کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ یہ حیض سے بھی قوی ہے علامہ ابن منذر اور ابن جریر نے اس پر اجماع امت نقل کیا ہے۔ (البنایہ ص 279 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَسَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ الْغُسْلَ لِلْجُمُعَةِ وَالْعِيْدَيْنِ ① وَالْاِحْرَامِ وَعَرَفَةَ۔

ترجمہ: آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ اور دونوں عیدیں (عیدالفطر/عید قربان) اور احرام کی چادریں باندھنے کے وقت غسل کو مسنون قرار دیا۔

① امام مالک کے نزدیک غسل جمعہ واجب جب کہ احناف کے نزدیک سنت یا مستحب ہے کیونکہ ابو داؤد شریف کی روایت ہے سرکار نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن وضوء کرے تو بہتر اور اچھا ہے اور جو غسل کرے تو زیادہ فضیلت ہے امام مالک کے دلائل کو نسخ پر یا مستحب ہونے پر محمول کریں گے۔

(الھدایہ مع البنایہ 281 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

البتہ بعض کے نزدیک یہ غسل نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے ہوگا اور بعض کے نزدیک یوم جمعہ کے لئے چونکہ جمعہ سارے دنوں کا سردار ہے لہٰذا اس دن کی تعظیم کے لئے غسل ہوگا پہلے کے قائل امام ابو یوسف اور دوسرے کے قائل امام حسن بن زیاد ہیں۔

(فائدہ عظیمہ) اس اختلاف مذکور کا نتیجہ اس طرح نکلے گا اگر ایک بندہ نے جمعہ کی نماز کے بعد غروب آفتاب سے پہلے غسل کیا تو امام حسن کے نزدیک تو وہ فضیلت حاصل کر لے گا لیکن امام ابو

یوسف کے نزدیک حصول فضیلت سے محروم ہوگا۔

(الجوہرۃ النیرہ، ج/۱۔ص 44 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

② عیدالفطر اور عیدالضحیٰ کا غسل بھی جمعہ کی طرح ہے کیونکہ نماز جمعہ کی طرح عیدین میں بھی لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے لہٰذا غسل کرنا مستحب ہوگا تا کہ جسم سے بدبو وغیرہ ختم ہو جائے۔

(الھدایہ مع البنایہ ص 287 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ احرام کی چادریں باندھنے سے پہلے بھی غسل کرنا سنت یا مستحب ہے احرام خواہ حج کا ہو یا عمرے کا یا وقوف عرفہ والے دن کا۔

(فائدہ عظیمہ) صاحب خلاصہ نے فرمایا غسل کی کل گیارہ اقسام ہیں۔ پانچ فرض ہیں وہ یہ ہیں۔(1) شرم گاہوں کے ملنے کے وقت خاوند بیوی یا ان کے علاوہ کے۔(2) منی کے نکلنے کے وقت۔(3) احتلام۔(4) حیض۔(5) نفاس ہے اور چار سنت ہیں۔(1) جمعہ۔(2) عیدین۔(3) یوم عرفہ (9 ذوالحجہ)۔(4) احرام کے وقت اور ایک واجب ہے زندہ کا میت کو غسل دینا، اور ایک مستحب ہے وہ یہ کہ جب کسی کافر نے اسلام قبول کیا ہو اس وقت وہ جنبی نہ ہو۔ (حوالہ نمبر 1 البنایہ ص 288 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، حوالہ نمبر 2 الجوھرۃ النیرۃ ص 40 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

⑤ وَلَيْسَ فِي الْمَذِيِّ وَالْوَدِيِّ غُسْلٌ وَ فِيهِمَا الْوُضُوْءُ

ترجمہ: مذی اور ودی میں غسل لازم نہیں ہے البتہ ان دونوں میں وضوء کرنا ہوگا۔

① حضرت محدث ملا علی قاری نے مذی کی عمدہ اور جامع تعریف کی ہے ماءٌ اَرَقُّ مِنَ الْمَنِيِّ يَخْرُجُ عِنْدَ الْمُلَاعَبَةِ اَوِ النَّظْرِ۔ ترجمہ: ایسا پانی جو منی سے زیادہ باریک ہو بیوی کے ساتھ کھیل اور پیار کے وقت یا کسی کو دیکھتے وقت یا بیوی کو دیکھتے وقت نکلے اور ودی ایک لیسدار تری ہے جو پیشاب کے بعد نکلتی ہے دونوں میں وضوء کرنا ہوگا مذی ودی کو مصنف نے پھر الگ ذکر کیا حالانکہ نواقض وضوء میں ان کو پہلے ذکر کیا جا چکا ہے؟ اس کا اکمل جواب یہ ہے کہ وہاں اس لئے ذکر کیا کہ امام احمد کے نزدیک ایک روایت کے مطابق ان پر بھی غسل واجب ہے یہاں ذکر کر کے اس کی نفی کر دی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صراحۃً فرمایا کہ ہر نر کو ودی آتی ہے اور اس میں وضوء ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ پہلے ضمناً ذکر کیا اور یہاں قصداً الگ ذکر کر دیا۔ (حوالہ نمبر 1 البنایہ ص 289 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، حوالہ نمبر 2 الجوھرۃ ص 45 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

وَالطَّهَارَةُ ① مِنَ الْأَحْدَاثِ ② جَائِزَةٌ بِمَاءِ السَّمَآءِ ③
وَالْأَوْدِيَةِ ④ وَالْعُيُوْنِ وَالْآبَارِ وَمَآءِ الْبِحَارِ ⑤

ترجمہ: اور پلیدیوں سے پاکیزگی حاصل کرنا چند پانیوں کے ساتھ جائز ہے۔
(1) آسمان۔(2) وادیوں۔(3) چشموں اور کنوؤں اور دریاؤں کے پانی سے۔

① طہارۃ سے مراد وضوء اور غسل ہے الاحداث پر الف لام عہد خارجی کا ہے جس سے مراد وہ نجاستیں ہیں جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے یعنی بول و براز، حیض ونفاس وغیرھم۔

② مشائخ کرام لفظ جائز بول کر کبھی مراد اس چیز کا حلال ہونا اور کبھی صحیح اور درست ہونا مراد لیتے ہیں افعال میں حلت اور بیع وشراء میں درست مراد لینا ہوتا ہے یہاں پہلا معنی مراد ہے۔

③ پانی کی تعریف۔ ایسا جسم جو نرم ہو اور بہنے والا ہو اور ہر بڑھنے والی چیز کی زندگی اس کے ساتھ وابستہ ہو، ماء کی جمع قلت امواہ اور جمع کثرت میاہ آتی ہے اس کے پانی سے وضوء جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا (سورۃ الفرقان پارہ 10 آیت نمبر 48)
ترجمہ: ہم نے آسمان سے پاکیزہ پانی اتارا۔ (البحر الرائق ج 1 ص 66 ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی)

④ اودیۃ یہ وادی کی جمع ہے جس طرح قرآن مجید میں فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (سورہ طٰہٰ پارہ 16 آیت نمبر 12) ترجمہ: اس سے مراد ایسی کھلی جگہ جو پہاڑوں اور ٹیلوں کے درمیان ہو جہاں بارش کا پانی بہہ کر جمع ہو جائے جس طرح ندی، نالہ، جھیل کا پانی، اور

عیون عین کی جمع ہے لفظ عین مشترک ہے سونا، چاندی، گھٹنا، ذات، سورج، چشمہ، دینار، مال، نقدی، جاسوس، بارش، وحشی گائے کا بچہ، عمدہ، چیز، تھوڑے لوگ یہاں سیاق وسباق سے چشمہ مراد ہوگا ''غیاث اللّغات'' از علامہ غیاث الدین، فارسی میں اور بھی کئی معانی لکھے گئے ہیں۔

آبار بئر کی جمع ہے جو کہ مؤنث سماعی ہے بحار بحر کی جمع ہے ان تینوں پانیوں کے متعلق دو قول ہیں۔(1) ان کی اصل بھی آسمان ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ (سورۃ الزمر آیت نمبر 21 پارہ 23) ترجمہ: تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا آسمان سے پانی پھر اس کو زمین کے اندر چشموں کی صورت میں چلایا یعنی بارش کا پانی پہاڑوں اور زمینوں کے مسام میں جذب ہو کر چشموں کی صورت میں پھوٹتا ہے۔(2) اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ پانی زمین کی جنس سے ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ

مِنْهُ الْأَنْهٰرُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ (سورۃ بقرہ پارہ 1 آیت 74) ترجمہ: کہ کچھ پتھر ایسے ہیں کہ جن سے پانی کی نہریں جاری ہوتی ہیں اور کچھ پھٹتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے۔

(تفسیر کبیر زیر آیت ج 3 ص 130) (مطبوعہ مکتبہ الاعلام الاسلامیہ بیروت)

⑤ ماء البحار اس لئے کہا کہ باقی پانیوں کے آسمان وغیرہ کے پانی ہونے میں شک نہیں لیکن بعض لوگوں نے دریا کے پانی کا انکار کر دیا یہاں تک کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ اس کے ہوتے ہوئے میں تیمم کو اس سے زیادہ پسند کرتا ہوں تو ماء کی قید لگا کر ان کی تردید کر دی۔ (الجوھرۃ النیرہ ص 45 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وَلَا تَجُوْزُ الطَّهَارَةُ① بِمَاءٍ ن اعْتُصِرَ مِنَ الشَّجَرِ وَالثَّمَرِ وَلَا بِمَاءٍ② غَلَبَ عَلَيْهِ غَيْرُهٗ فَاَخْرَجَهٗ عَنْ طَبْعِ③ الْمَاءِ كَالْاَشْرِبَةِ④ وَالْخَلِّ وَالْمَرَقِ⑤ وَمَاءِ الْبَاقِلَّاءِ وَمَاءِ الْوَرْدِ وَمَاءِ الزَّرْدَجِ⑥

ترجمہ: اور پاکیزگی حاصل کرنا جائز نہ ہوگا اس پانی کے ساتھ جس کو درخت اور پھل سے نچوڑا گیا ہو اور یوں ہی اس پانی کے ساتھ بھی طہارت حاصل کرنا جائز نہ ہوگا جس پر کوئی اور چیز اس طرح غالب آجائے کہ پانی کو اس کی طبیعت (رقت و سیلان) سے نکال دے مثلاً ہر قسم کے (1) مشروبات۔ (2) سرکہ۔ (3) شوربا۔ (4) لوبیا کا پانی۔ (5) گلاب کا پانی۔ (6) گاجر کا پانی۔

① ایسا پانی جس کو درخت سے نچوڑا گیا ہو اس سے وضوء جائز نہ ہوگا کیونکہ اب وہ مطلق پانی نہیں رہتا بلکہ مقید ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کسی کے گھر میں کنوئیں یا چشمہ اور درخت/پھل سے نکالا ہوا پانی موجود ہو اور وہ کسی سے پانی کا مطالبہ کرے تو ذہن کنوئیں یا چشمہ کے پانی کی طرف متوجہ ہوگا نہ کہ درخت یا پھل کے پانی کی طرف لہٰذا اگر مذکورہ پانی ہوں تو ان کو کالعدم سمجھ کر تیمم کر لیا جائے گا۔

(فائدہ عظیمہ) اُعْتُصِرَ ماضی مجہول کا صیغہ ہے اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ اگر پانی نچوڑا نہ جائے بلکہ خود نچڑ جائے تو اس سے وضوء جائز ہوگا جیسا کہ انگور سے خود بخود پانی ٹپک گیا ہو۔

(البنایہ شرح الھدایہ ج 1 ص 300) (مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② اس کا مطلب یہ ہے کہ پانی میں ملنے والی چیز پانی کی مقدار سے زیادہ ہو مثلاً اگر کوئی خشک

چیز ستو وغیرہ پانی میں مل جائے جس سے اس کی طبیعت یعنی نرم ہونا اور بہنا ختم ہو جائے تو وہ مطلق پانی نہیں رہے گا اور اگر کوئی سیلانی یعنی بہنے والی چیز مل گئی پھر دیکھیں گے پانی کا رنگ مزہ، بو جو کہ پانی کے اوصاف ہیں اگر باقی ہیں تو اجزاء کا اعتبار کیا جائے گا اور غالب کے مطابق فیصلہ ہوگا اور اگر پانی کی صفتیں اکثر تبدیل ہوگئیں تو وہ پانی مطلق نہیں رہے گا لہٰذا مذکورہ صورتوں میں وضوء جائز نہ ہوگا لہٰذا اگر کوئی شوربا، سرکہ وغیرہ پی جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ اس نے پانی نہیں پیا۔

③ یعنی وہ پانی گاڑھا ہو گیا تو وضوء جائز نہ ہوگا اور اگر پکانے کے بعد گاڑھا نہ ہوا بلکہ اس میں رقت باقی ہوئی تو اس سے وضوء جائز ہوگا۔ (فتاوی قاضی خان ج 1 ص 3 کتاب الطہارۃ مع الفتاوی السراجیہ مطبوعہ حافظ کتب خانہ، کوئٹہ)

④ الاشربہ سے مراد وہ مشروبات ہیں جن کو پھلوں سے بنایا گیا ہو جیسے انار کا جوس، سرکہ مثال ہے جس پر غیر چیز کا غلبہ ہو اور شوربا بھی اسی کی مثال ہے امام قدوری علیہ الرحمۃ کا اس مسئلہ میں مؤقف ہے اوصاف کا اعتبار ہے جب کہ صاحب ہدایہ نے اجزاء کے غلبہ کو اور "فتاوی ظہیریہ" نے بھی اسی کو ترجیح دی اور علامہ عبداللہ بن محمود حنفی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ (الاختیار لتعلیل المختار بتغیر یسیر ج 1 ص 22 مطبوعہ المکتبۃ الحقانیہ محلہ قصہ خوانی جنگی بازار، پشاور)

⑤ ماء باقلی سے مراد وہ لوبیا کا پانی ہے جو پکانے سے تبدیل ہو گیا ہو اگر بغیر پکانے کے متغیر ہو گیا تو اس سے وضوء جائز ہوگا۔ (الھدایہ مع البنایہ ص 304 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

⑥ علامہ برھان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام قدوری نے ماء زردج یعنی گاجر کے پانی کو شوربا کے درجہ میں رکھا کہ ان دونوں سے وضوء جائز نہیں حالانکہ امام ابو یوسف نے گاجر کے پانی کو زعفران کے درجہ میں رکھا اور یہی صحیح ہے یعنی اس پر فتوی دیا شیخ ناطفی اور علامہ شمس الائمہ سرخسی نے لہٰذا اگر زعفران کا ملا ہوا پانی اگر غالب ہو تو خود امام قدوری علیہ الرحمہ بھی اس سے وضوء کے جواز کے قائل ہیں۔ (الھدایہ مع البنایہ ج 1 ص 306 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

①وَتَجُوْزُ الطَّهَارَةُ بِمَاءٍ خَالَطَهُ شَيْءٌ طَاهِرٌ فَغَيَّرَ اَحَدَ اَوْصَافِهِ② كَمَاءِ الْمَدِّ③ وَالْمَاءِ الَّذِيْ يَخْتَلِطُ بِهِ الْاُشْنَانُ وَالصَّابُوْنُ وَالزَّعْفَرَانُ

ترجمہ: اور جائز ہے پاکیزگی (وضو) حاصل کرنا ایسے پانی کے ساتھ جس میں

کوئی پاک چیز ملی ہو پھر اس کے اوصاف (رنگ، ذائقہ، بو) میں سے کوئی ایک وصف تبدیل کر دیا ہو جیسے سیلاب کا پانی اور وہ پانی جس میں آمیزش کر دی ہو اشنان نامی گھاس اور صابون، اور زعفران بوٹی کی۔

① مطلب یہ ہے کہ پاک چیز پاک میں ملے گی تو اس کی پاکیزگی میں اضافہ ہوگا بشرطیکہ پانی کی رقت برقرار رہے جیسا کہ (1) آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی (حضرت زینب) کا انتقال ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ارشاد فرمایا کہ ان کو ایسے پانی سے غسل کرایا جائے جس میں بیری کے پتے ملے ہوئے ہوں۔ (2) نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فتح مکہ والے دن ایسے برتن میں پانی ڈال کر غسل کیا جس میں آٹے کے نشانات تھے۔ (3) اسی طرح قیس بن عاصم نے جب اسلام قبول کیا تب بھی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیری کے پتوں کے ساتھ غسل کرانے کا حکم دیا معلوم ہوا کہ پاکیزگی کا حکم تب ہی دیا جب ان کو پاک سمجھا۔ (البحر الرائق ج 1 ص 168 ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی)

② علامہ بدر الدین محمود عینی نے ارشاد فرمایا کہ صاحب قدوری کی اس عبارت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ اگر دو یا تین اوصاف تبدیل ہو گئے پھر ایسے پانی کے ساتھ وضوء کرنا جائز نہ ہوگا اگر چہ تبدیل کرنے والی چیز پاک ہے لیکن درست روایت اس کے برعکس ہے یہاں تک کہ اگر تین ہی اوصاف (اشنان، صابون، زعفران، پتوں، دودھ) وغیرہ کے پانی میں ملنے کے ساتھ بدل جائیں اور پانی کا نام سلب نہ ہو تب بھی اس کے ساتھ وضوء جائز ہے بشرطیکہ پانی کی رقت برقرار رہے اور سیلان بھی برقرار رہے۔ (البنایہ ج 1 ص 304 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

③ سیلاب کے پانی کی تخصیص اس لئے کی کہ سیلابی پانی ہی درختوں اور پتوں کو ادھر ادھر گراتا ہے اور اگر پانی ایک جگہ پر زیادہ عرصہ ٹھہرا رہا تو اس کا حکم مطلق پانی والا ہوگا۔

(الجوهرة النيرة ج 1 ص 47 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

وَكُلُّ مَاءٍ① دَائِمٍ اِذَا وَقَعَتْ فِيْهِ نِجَاسَةٌ لَمْ يَجُزِ الْوُضُوْءُ بِهٖ قَلِيْلًا كَانَ اَوْ كَثِيْرًا لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَمَرَ② بِحِفْظِ الْمَاءِ مِنَ النَّجَاسَةِ فَقَالَ لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَلَا يَغْتَسِلَنَّ فِيْهِ مِنَ الْجَنَابَةِ وَقَالَ عليه الصلوة والسلام اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِّنْ مَّنَامِهٖ فَلَا يَغْمِسَنَّ

یَدَہٗ فِی الْاِنَاءِ حَتّٰی یَغْسِلَھَا ثَلَاثًا فَاِنَّہٗ لَا یَدْرِیْ اَیْنَ بَاتَتْ یَدُہٗ

ترجمہ: ہر ٹھہرنے والے پانی میں جب نجاست گر پڑے ایسے پانی سے وضوء جائز نہ ہوگا خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ، کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانی کو نجاست سے محفوظ رکھنے کا یوں حکم فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک ہرگز ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے اور نہ ہی اس میں جنابت کا غسل کرے نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان عالیشان ہے کہ جب تم میں سے کوئی ایک نیند سے بیدار ہو تو ہرگز برتن میں اپنا ہاتھ نہ ڈالے یہاں تک کہ تین مرتبہ اس کو دھو لے کیونکہ وہ عقل وقیاس سے نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری۔

① اس پانی سے مراد وہ پانی ہے جو جاری بھی نہ ہو اور جاری کے حکم میں بھی نہ ہو مثلاً غدیر عظیم یعنی بڑا تالاب تو اس پانی کے پلید ہونے کی وجہ سے وضوء کرنا جائز نہ ہوگا خواہ وہ قلیل ہو جیسے برتنوں کا پانی یا کثیر ہو جیسے بڑے تالاب وغیرہ کا پانی جس جگہ نجاست گرے گی وہ جگہ پلید ہو جائے گی اگرچہ وہ زیادہ ہو۔

(الجوھرۃ النیرہ ص 48 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

② یہ حدیث احناف کی دلیل اس طرح بنے گی کہ غسل جنابت اور پیشاب کرنے سے بھی پانی کے اوصاف (رنگ، ذائقہ، بو) میں کوئی تبدیلی نہیں آئی پھر بھی اس میں غسل جنابت کرنے سے منع فرمایا تو جب حقیقتاً اس میں نجاست گرے گی تو بدرجہ اولیٰ وہ نجس ہوگا۔

(البنایہ فی شرح الھدایہ ج 1 ص 316 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

③ یہ حدیث دلیل یوں بنے گی کہ جب احتمال نجاست ہے کوئی پتہ نہیں نیند کی حالت میں ہاتھ پاک جگہ پر لگا یا پلید پر جب احتمال کی بناء پر کہا گیا کہ جب تک ہاتھ تین مرتبہ دھو نہ لے اس وقت تک برتن میں مت ڈالے تو جب نجاست حقیقتاً بالفعل پڑ جائے گی تو بدرجہ اولیٰ اس کا پلید ہونا یقینی ہو جائے گا، لَا یَبُوْلَنَّ، لَا یَغْتَسِلَنَّ یہ نہی کے صیغے ہیں جب تک کوئی مخالف قرینہ موجود نہ ہو تو نہی حرمت کا فائدہ دیتی ہے۔

(البنایہ فی شرح الھدایہ ج 1 ص 317 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

①وَاَمَّا الْمَاءُ الْجَارِیْ اِذَا وَقَعَتْ② فِیْہِ نِجَاسَۃٌ جَازَ الْوُضُوْءُ مِنْہُ اِذَا لَمْ یُرَلَھَا اَثَرٌ③ لِاَنَّھَا لَا تَسْتَقِرُّ مَعَ جَرَیَانِ الْمَآءِ۔

ترجمہ: اور بہرحال جاری پانی میں جب پلیدی گر پڑے تو اس سے وضوء کرنا جائز

ہے بشرطیکہ اس نجاست کا اثر (رنگ، ذائقہ، بو) دکھائی نہ دیا جائے کیونکہ وہ نجاست پانی کے جاری رہنے کے ساتھ ایک جگہ پر نہ ٹھہرے گی۔

① یہاں سے مصنف علیہ الرحمتہ جاری پانی کا فقہی حکم بیان کرنا چاہتے ہیں لہٰذا پہلے جاری پانی کی تعریف ذہن نشین کرلیں، (1) جاری پانی وہ ہے جو خشک تنے کو بہا کر لے جائے۔ (2) جاری پانی وہ ہے جسے لوگ رواں سمجھتے ہوں صاحب بحرالرائق فرماتے ہیں کہ اصح قول دوسرا ہے کیونکہ اگر پہلا قول لیا جائے تو پھر تو اونٹ اور کشتی پر یہ تعریف صادق آئے گی کیونکہ یہ دونوں بھی تو بہت سارے تنکے بہالے جاتے ہیں اس لئے قول نمبر دو پر ہی فتویٰ ہوگا۔ (البحرالرائق ج1 ص183 ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی)

② صاحب جوھرۃ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں حکم ہوگا جب کہ نجاست ٹھوس ہو لیکن اگر نجاست حصے دار ہو پھر دیکھا جائے گا اگر اس کا سب یا اکثر حصہ پانی سے ملا ہوا ہو تو وضوء جائز نہ ہوگا اور اگر اس سے کم حصہ ملا ہوا ہو تو جائز ہوگا۔ (الجوھرۃ النیرہ ص49 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

③ اس کا مطلب ہے کہ جب تک رنگ ذائقہ، بو معلوم نہ ہو تو اس پانی سے وضوء جائز ہوگا علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ اس عبادت سے اشارۃً یہ مسئلہ معلوم ہوگیا کہ اگر وہ نجاست مرئیہ (دکھائی دینے والی) ہو تو جس جگہ وہ گرے گی اس جانب سے وضوء جائز نہ ہوگا اور اگر وہ نجاست مرئیہ نہ ہو تو جس جگہ سے چاہیں وضوء کرلیں، اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر پیشاب کا اثر نہیں رہا تو وضوء جائز ہوگا ورنہ ناجائز ہوگا اس پر تفریع بٹھاتے ہوئے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے ''کتاب الاشربہ'' میں فرمایا اگر کسی نے دریا میں شراب کا مٹکا توڑ دیا تو اب اگر کوئی پانی کے بہنے والی نیچے والی جانب سے وضوء کرتا ہے تو جب تک پانی میں شراب کا اثر یعنی رنگ، ذائقہ، بو نہ آجائے وضوء جائز رہے گا۔ (حوالہ نمبر 1 البنایہ ج1 ص328 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) (حوالہ نمبر 2 فتح القدیر ج1 ص69 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

①وَالْغَدِيْرُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ لَا يَتَحَرَّكُ② اَحَدُ طَرَفَيْهِ بِتَحْرِيْكِ الطَّرَفِ الْاٰخَرِ اِذَا وَقَعَتْ فِيْ اَحَدِ جَانِبَيْهِ نِجَاسَةٌ جَازَ الْوُضُوْءُ③ مِنَ الْجَانِبِ الْاٰخَرِ لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ النَّجَاسَةَ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ

ترجمہ: بڑا تالاب وہ ہے جس کی دو جانبوں میں سے ایک جانب حرکت دینے سے دوسری جانب حرکت نہ کرے اب اس کا شرعی حکم اس صورت میں یہ ہوگا کہ

جب ایک جانب نجاست گرے گی تو دوسری طرف سے وضوء کرنا جائز ہوگا
کیونکہ بظاہر گمان یہی ہے کہ دوسری طرف پلیدی نہ پہنچی ہوگی۔

① غدیر بروزن فعیل اور فَعِیْل مفعول کے معنی میں ہے غَادَرَہٗ اہل عرب اس وقت بولتے ہیں جب کسی چیز کو چھوڑ دیا جائے بڑے تالاب کو بھی غدیر عظیم اس لئے کہتے ہیں کہ اسے سیلاب کا پانی چھوڑ دیتا ہے اور یا غدیر فَعِیْل بمعنی فاعل یعنی غادر ہے جس کا معنی ہے چھوڑنے والا چونکہ یہ بھی سخت حاجت کے وقت پانی بھرنے والوں کو چھوڑنے والا ہوتا ہے اس لئے اس کو غدیر عظیم کہتے ہیں، مصنف علیہ الرحمۃ اس عبارت میں اس طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ جس جگہ نجاست گری ہے اس کی دوسری جانب پاک ہے اور اس سے وضوء کرنا جائز ہے۔

② ہمارے ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ جب پانی اس درجہ کا ہو کہ اس کا بعض حصہ بعض کی طرف پہنچ جاتا ہو تو وہ قلیل ہے اور اگر نہ پہنچتا ہو تو وہ کثیر ہے اس کو غدیر عظیم کہا گیا ہے اسکا حکم یہ ہے کہ دوسری جانب سے وضوء کرنا جائز ہے کیونکہ بظاہر یہی ہے کہ نجاست وہاں تک نہ پہنچے گی اس واسطے کہ حرکت کا اثر سرایت کرنے میں نجاست کے اثر سے اوپر کا درجہ رکھتا ہے۔
(الھدایہ مع البنایہ ج 1 ص 330 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

③ صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ اس عبارت سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ نجاست گرنے کی جگہ ناپاک ہو جائے گی اصل مسئلہ یہ ہے کہ غدیر عظیم میں گرنے والی نجاست دو طرح کی ہے یا تو وہ نجاست مرئی (دکھائی دینے والی) ہوگی مثلاً گوبر، خون اور یا غیر مرئی ہوگی جیسے شراب اور پیشاب کا قطرہ اب حکم یہ ہوگا پہلی صورت میں نجاست گرنے کی جگہ سے وضوء جائز نہ ہوگا بلکہ دوسرے جانب سے وضوء کرلے اور بصورت ثانی نجاست گرنے کے مقام سے بھی وضوء جائز ہے کیونکہ وہ جاری پانی کے حکم میں ہے۔
(الھدایہ مع البنایہ ج 1 ص 334 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَمَوْتُ۞ مَا لَيْسَ لَهٗ نَفْسٌ۞ سَائِلَةٌ فِي الْمَاءِ لَا يُنَجِّسُهٗ
كَالْبَقِّ۞ وَالذُّبَابِ وَالزَّنَابِيْرِ وَالْعَقَارِبِ۞

ترجمہ: اور مرنا اس حیوان کا جس میں بہنے والا خون نہ ہو تھوڑے پانی میں پانی کو وہ ناپاک نہیں کرے گا مثلاً بڑا مچھر اور مکھی اور بھڑ اور بچھو۔

① صاحب بحر الرائق نے فرمایا کہ ما سے مراد حیوان ہے اور الماء سے مراد تھوڑا پانی ہے

دراصل مصنف علیہ الرحمۃ یہ مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ایسے جانور جن میں بہنے والا خون نہیں ہوتا وہ اگر پانی میں گر کر مر جائیں تو ان سے پانی پلید نہ ہوگا مثلاً مچھر، مکھی، بھڑ، بچھو، ٹڈی، شہد کی مکھی، چیونٹی، پسُو، چچڑی، گبریلا، جھینگر وغیرہم تو ان سے پانی اس لئے پلید نہ ہوگا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا سلمان کھانے پینے کی جس چیز میں ایسا جانور مر جائے جس میں خون نہیں ہوتا تو اس کا کھانا پینا اور ایسے پانی سے وضوء کرنا جائز ہے نیز عقل بھی مذہب حنفی کی مؤید ہے کہ اصل پلیدی والی چیز تو خون ہے ان جانوروں میں چونکہ خون نہیں ہے لہٰذا پانی پلید نہ ہوگا چنانچہ حنفی محقق علامہ کمال الدین ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مذبوحہ جانور کے حلال ہونے کا سبب یہ ہے کہ جانور میں اصل ناپاکی بہنے والے خون کی ہوتی ہے لہٰذا شرعی طریقہ پر جب اس کو نکال دیا جاتا ہے تو جانور کا گوشت پاک اور حلال ہو جاتا ہے پس جس شخص میں ذبح کرنے کی صلاحیت ہو شارع نے اس کے ذبح کو خون دور کرنے کے قائم مقام کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر جانور نے عناب کی پتیاں کھائی ہوں یا دوسری کوئی ایسی چیز کھائی ہو جو خون نکلنا بند کرتی ہو تو ذبح کرنے کے بعد مذبوحہ جانور حلال ہی سمجھا جائے گا اگرچہ خون نہ نکلا ہو۔ (حوالہ نمبر 1 فتح القدیر ج 1 ص 72 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، حوالہ نمبر 2 البحر الرائق ج 1 ص 88 ایچ۔ایم سعید کمپنی لاہور)

(۲)　نفس مشترک لفظ ہے اس کا معنی خون بھی اور جان بھی ہے جیسے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (سورۃ آل عمران آیت نمبر 185) بدعقیدہ لوگوں نے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر 20) کا غلط مطلب سمجھ کر لکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (فتاوی رشیدیہ) کیونکہ جھوٹ تحت القدرۃ داخل ہے ہم کہتے ہیں اگر عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ کا یہ مطلب ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (سورۃ العنکبوت آیت نمبر 57) کل نفس میں اگر کوئی استثناء نہ ہو تو پھر وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ (سورۃ آل عمران پارہ 3 آیت نمبر 30) کا کیا معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے آپ سے ڈراتا ہے پتہ چلا کہ لفظ نفس اللہ تعالیٰ پر بھی بولا گیا ان لوگوں کے عقیدہ کے مطابق تو پھر اللہ تعالیٰ پر بھی نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ موت طاری ہونی چاہیے حالانکہ اس کی ذات دائمی حی اور قیوم ہے۔

فائدہ۔ زاد المعاد میں ہے کہ سب سے پہلے یہ جملہ مَالَا نَفْسٌ سَائِلَةٌ کو حضرت ابراہیم نخعی نے بولا تھا پھر باقی فقہاء نے نقل کیا۔

(۳)　بعض علماء نے بق اور بعوضۃ دونوں کو ہم معنی قرار دیا لیکن علامہ دمیری نے ''حیوۃ الحیوان'' (مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور) کتاب میں فرمایا یہ بعض علماء کا وہم ہے درست بات یہ ہے کہ جو مچھر

ہاتھی کی شکل پر ہوتا ہے وہ بعوضہ ہے اور ایک بندر کی صورت کا بھی ہوتا ہے اس کو بق اور فسافس کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعوضہ اعام مچھر ہے اور بق اہل مصر کے نزدیک گھن کے کیڑے کو کہتے ہیں۔
(مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

④ زنابیر زنبور کی عقارب عقرب کی جمع ہے ان دو کو جمع اس لئے ذکر کیا کہ جمع مختلف انواع واقسام پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ کئی علماء نے کتاب الطھارات جمع استعمال کیا تاکہ طہارت کی اقسام، وضو، تیمم، غسل سب انواع پر دلالت ہو۔ (فتح القدیر مع الکفایہ ج1 ص72 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

فائدہ عظیمہ۔ جدید ادب عربی میں گھڑی کی سوئیوں کو عقارب سے تعبیر کرتے ہیں۔ ذباب مکھی کو کہتے ہیں جس طرح قرآن مجید میں وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ (سورۃ الحج پارہ 17 آیت نمبر 73) ذباب ذب سے بنا ہے جس کا معنی ہے کہ روند کر پھر دوبارہ لوٹنا مکھی بھی ایسا ہی کرتی ہے اس لئے اس کو ذباب کہا جاتا ہے۔ آج کل بتوں والی آیات کو لوگوں نے اولیاء کرام پر چسپاں کرنا شروع کر دیا جو کہ ظلم عظیم ہے مثلاً إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَاباً وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهٗ۔ (سورۃ الحج پارہ 12 آیت 73) حالانکہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایسے لوگ بد ترین مخلوق ہوں گے۔

وَمَوْتُ① مَا يَعِيْشُ فِي الْمَاءِ لَا يُفْسِدُهٗ كَالسَّمَكِ ② وَالضِّفْدَعِ وَالسَّرَطَانِ

ترجمہ: اور مرنا ان جانوروں کا جو پانی میں ہی زندگی گذارتے ہیں پانی کو خراب نہیں کرتا مثلاً (1) مچھلی۔ (2) مینڈک۔ (3) کیکڑا۔

① پانی پلید نہ ہونے کی یہاں بھی علت وہی ہے کہ ان میں خون نہیں ہے اور خون ہی پلید ہوتا ہے کیونکہ خون والی چیزیں پانی میں نہیں رہ سکتی لہٰذا ان کے پانی میں مرنے سے پلیدی کا حکم نہیں دیا جائے گا یہی وجہ ہے کہ صاحب فتاویٰ قاضی خان نے فرمایا کہ اگر سانپ یا بڑی مینڈک ایسی ہو کہ جس میں بہنے والا خون ہو تو پانی پلید ہو جائے گا۔ (فتاوی قاضی خان ج1 ص6 حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

② مچھلی کا ذکر سب سے پہلے اس لئے کیا کہ اس کے بارے میں کسی امام کا کوئی اختلاف نہیں ہے جب کہ باقی دو مثالوں میں امام شافعی نے اختلاف کیا ہے، چونکہ مچھلی میں خون نہیں ہوتا لہٰذا اگر مچھلی دریا میں مر گئی تو پانی پلید نہ ہوگا کیونکہ خون کی نشانی ہوتی ہے کہ اگر اس کو دھوپ میں رکھیں گے تو وہ خوب

سیاہی والا رنگ اختیار کرے گا اور اگر مذکورہ جانوروں کے خون کو دھوپ میں رکھو تو وہ سفیدی اختیار کرتا ہے جو دلیل ہے کہ ان میں مکمل خون نہیں بلکہ محض تری ہے۔ (حوالہ نمبر 1 الجوھرۃ النیرہ ج 1 ص 51 مکتبہ رحمانیہ لاہور، حوالہ نمبر 2 البحر الرائق ج 1 ص 89 ایچ۔ ایم سعید کمپنی، کراچی)

ⓞوَاَمَّا الْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ لَا يَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُهٗ فِيْ طَهَارَةِ الْاَحْدَاثِ

ترجمہ: اور بہر حال مستعمل پانی کا استعمال احداث کی پاکیزگی حاصل کرنے میں جائز ہوگا۔

① مستعمل پانی کے پاک ناپاک ہونے میں تقریباً امام اعظم کی اپنے تین شاگردوں کی روایات ہیں۔ (1) امام حسن بن زیاد۔ (2) امام ابو یوسف۔ (3) امام محمد پہلی روایت کے مطابق نجاست غلیظہ دوسری کے مطابق خفیفہ اور تیسری کے مطابق پاک ہے لیکن اس سے وضوء اور غسل نہیں کیا جا سکتا البتہ اس سے نجاست حقیقیہ دور ہو سکتی ہے اسی لئے احداث کی قید لگائی کہ ازالہ نجاست حقیقیہ اس سے ہوتا ہے اور اسی قول پر فتویٰ بھی ہے چنانچہ امام عبداللہ حنفی فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ نے اسی قول کو پسند کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام وضوء فرماتے تھے تو صحابہ کرام جلد ہتھیلیاں نیچے رکھتے اور اس پانی کو چہروں پر مل لیا کرتے اگر یہ پلید ہوتا تو آپ صحابہ کرام کو منع فرما دیتے منع نہ کرنا گویا حدیث تقریری ہے کیونکہ آپ کی خاموشی پاکیزگی کی دلیل ہے لیکن اس کو پینا مکروہ ہے البتہ وضوء کا بچا ہوا پانی پیا جا سکتا ہے۔ (حوالہ نمبر 1 الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 24 المکتبۃ الحقانیہ پشاور)
(حوالہ نمبر 2 الجوھرۃ النیرہ ص 51 ج 1 مکتبہ رحمانیہ لاہور، حوالہ نمبر 3 اللباب ج 1 ص 42 قدیمی کتب خانہ کراچی)

ⓞوَالْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ كُلُّ مَاءٍ اُزِيْلَ بِهٖ حَدَثٌ اَوِاسْتُعْمِلَ فِي الْبَدَنِⓞ عَلٰى وَجْهِ الْقُرْبَةِ

ترجمہ: ماء مستعمل ہر ایسا پانی ہے جس کے ساتھ حدث دور کیا گیا ہو یا اس کو بدن میں عبادت کے طریقہ پر استعمال کیا گیا ہو۔

① یہاں سے مصنف مستعمل پانی کی صفت اور اس کا حکم بیان کر رہے ہیں کہ مستعمل پانی وہ ہوگا جس کے ساتھ حدث دور کر دیا گیا ہو خواہ اس نے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے وضوء کیا یا میل کچیل دور

کرنے کیلئے یا مٹی سے اعضاء کو دھویا یا پہلے وضوء تھا پھر دوبارہ اس نے فضیلت پانے کے لئے وضوء کیا ان سب صورتوں میں پانی مستعمل ہوگا اور اس کا حکم وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

(الجوھرۃ النیرہ ص52 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

② بدن کی قید اس لئے لگائی کہ اگر پانی سے ہنڈیا یا پیالا یا پتھر دھویا یا کپڑا دھویا جو محض میلا تھا لیکن پلید نہیں تھا تو پھر پانی مستعمل نہیں ہوگا البتہ اگر کھانا کھانے کے لئے ہاتھ کو دھویا اب یہ پانی مستعمل ہوگا کیونکہ اب تقرب پایا گیا ہے وہ اس طرح کہ فرمانِ رسالت ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے وضوء کرنا (کلی/مکمل وضو) محتاجگی کو اور کھانا کھانے کے بعد کا وضوء جنون اور پاگل پن کو ختم کر دیتا ہے لہٰذا بطور عبادت کے پانی مستعمل ہوا۔ (الجوھرۃ النیرہ ج1 ص52۔53 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

①وَكُلُّ اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ وَ جَازَتِ الصَّلٰوةُ② فِيْهِ وَالْوُضُوْءُ مِنْهُ اِلَّا جِلْدَ الْخِنْزِيْرِ وَالْاٰدَمِيِّ③

ترجمہ: کچا چمڑا جس کو دباغت دی گئی وہ پاک ہو جائے گا اس پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کے برتن (مشکیزہ) کے پانی سے وضوء جائز ہے سوائے خنزیر کے چمڑے اور آدمی کی کھال کے۔

① پرانے دور میں چونکہ چمڑے سے مشکیزہ وغیرہ بنا کر کنوئیں میں پھینک کر وضوء وغیرہ کے لئے پانی نکالا جاتا تھا اس مناسبت سے ماء مستعمل وغیرہ کے ساتھ دباغت کے مسائل کو مصنف بیان کر رہے ہیں ذہن میں رکھیں کہ اھاب اسکی جمع اُھُبٌ ہے جیسے کِتَابٌ کی جمع کُتُبٌ ہے اھاب کچے چمڑے کو کہا جاتا ہے جس کو دباغت نہ دی گئی ہو اس کی ضد الادیم ہے اور الادیم کی جمع اَدَمٌ ہے اس سے مراد دباغت شدہ چمڑا ہے اسی کو صرم اور جراب بھی کہا جاتا ہے کل اھاب میں اھاب نکرہ ہے جو دباغت حقیقیہ حکمیہ سب کو شامل ہے کیونکہ نکرہ عموم کا فائدہ دیتا ہے لیکن اس سے وہی چمڑا مراد ہے جو دباغت کا احتمال رکھتا ہو لہٰذا سانپ کی جلد دباغت دینے سے پاک نہ ہوگی کیونکہ وہ دباغت کا احتمال نہیں رکھتا، اب دباغت کی تعریف اور مطلب یہ ہوگا کہ ہر ایسا عمل جو چمڑے کو پانی کے کھال میں داخل ہونے کے وقت خراب ہونے سے بچائے یا جو چیز چمڑے کو سڑنے اور بگڑنے سے روک دے دباغت کی دو قسمیں ہیں۔ (1) حقیقی۔(2) حکمی۔(1) حقیقی سے مراد ہے جو رطوبات کو دور کرنے کے لئے مستعمل مصالحوں کے ذریعے ہوتی ہے جیسے درختِ سلم کے پتے جن کو قرظ کہا جاتا ہے۔(2) دباغت حکمی سے مراد ہے جو ان مصالحوں کے علاوہ فقط دھوپ، ہوا، مٹی کے ذریعے سے ہوتی ہے دونوں قسمیں تمام احکام میں

برابر ہیں فقط ایک مسئلہ میں فرق ہے وہ یہ کہ دباغتِ حقیقی کے بعد اگر پانی کھال کو لگا بالاتفاق وہ پلید نہ ہوگی البتہ دباغتِ حکمی میں دو روائتیں ہیں۔

(البحر الرائق شرح کنز الافائق ج1 ص99۔100 ایچ۔ایم سعید کمپنی کراچی)

② یعنی چمڑے کا مصلی بنا کر اس کے اوپر نماز پڑھی جا سکتی ہے اس طرح اس کا مشکیزہ بنا کر اس کے ذریعے پانی نکال کر وضوء کرنا جائز ہے اسی طرح اس میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے کہ اس کو لباس بنایا جائے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص54 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

③ یہاں استثناء میں خنزیر کے چمڑے کا پہلے ذکر کیا حالانکہ آدمی اشرف المخلوقات میں سے ہے اس کی تقدیم کیوں نہیں کی گئی؟ اس کا مکمل جواب یوں ہے کہ تقدیم دو طرح کی ہے۔(1) اگر مقام تعظیم ہو تو پھر مقدم ذکر کرنا عظمت کی دلیل ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُوْلٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۔ترجمہ: اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے وہی مقرب بارگاہ ہیں (پارہ 27 الواقعہ 9۔10۔11) اور مقام توہین ہونے کی صورت میں تقدیم ذلت واھانۃ کی دلیل ہوتی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ (سورۃ الحج پارہ 17 آیت نمبر 40) ترجمہ: تو ضرور ڈھادی جائیں خانقاہیں، اور گرجا، کلیسے اور مسجدیں، اس آیت میں صوامع اور بیع کی مساجد پر تقدیم بطور اھانۃ ہے۔

(فتح القدیر ج1 ص81 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

خنزیر کی جلد کو اس لئے دباغت نہیں دی جائے گی کیونکہ وہ نجس العین ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ (سورۃ الانعام پارہ 8 آیت نمبر 145) کہ خنزیر کا گوشت اس لئے حرام ہے کہ وہ نجس ہے اور آدمی چونکہ مکمل اجزا کے ساتھ قابل تعظیم ہے لہٰذا اس کی کھال کو دباغت نہیں دی جائے گی اس لئے فقہاء نے اس کے گردے وغیرہ سے نفع اٹھانے سے اور پوسٹ مارٹم کرنے سے بھی علماء نے منع فرمایا جس طرح حکیم الامۃ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ کی شرح مراۃ المناجیح میں اس کو ذکر فرمایا۔

وَشَعْرُ الْمَيْتَةِ وَعَظْمُهَا طَاهِرٌ①

ترجمہ: اور مردار کے بال اور ہڈی پاک ہیں۔

① احناف کے نزدیک بال اور ہڈیوں کی پاکیزگی کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ۔ترجمہ: اور ان کی اون اور ببری

(اونٹ کے بال) اور بکریوں کے بالوں سے خانگی ضروریات کا سامان اور برتنے کی چیزیں ہیں ایک مقررہ وقت تک۔ (پارہ 14 النحل آیت 80) اس آیت سے احناف کی دلیل اس طرح بنے گی کہ اللہ تعالیٰ نے اون اور بال وغیرہ کو انعامات کی فہرست میں شمار کیا ہے جو ان کے پاک ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ناپاک چیز کے ذریعے احسان نہیں جتلایا جاتا دوسری دلیل دارالقطنی اور بیہقی کی روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا مردار کا صرف گوشت حرام ہے رہے بال، کھال اور اون ان کا کوئی مضائقہ نہیں۔

(البنایہ ج 1 ص 378 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَاِذَا وَقَعَتْ فِي① الْبِئْرِ نَجَاسَةٌ② نُزِحَتْ③ وَكَانَ نَزْحُ مَا فِيْهَا مِنَ الْمَاءِ طَهَارَةً لَّهَا④ فَاِنْ مَاتَتْ فِيْهَا فَارَةٌ اَوْعُصْفُوْرَةٌ اَوْصَعْوَةٌ اَوْسُوْدَانِيَّةٌ اَوْسَامٌّ اَبْرَصُ⑤ نُزِحَ مِنْهَا مَا بَيْنَ عِشْرِيْنَ دَلْواً اِلٰى⑥ ثَلٰثِيْنَ بَحَسَبِ كِبْرِ الدَّلْوِ وَصِغْرِهَا⑦

ترجمہ: اور اگر کنوئیں میں (پیشاب، خون، شراب) پلیدی گر جائے تو اس کا پانی نکالا جائے گا اور جو پانی اس میں ہے اس کا نکالنا ہی اس کی پاکیزگی شمار ہوگی، اگر کنوئیں میں، چوہا یا چڑیا یا مولا یا بھجنگا یا چھپکلی (گرگٹ) گر کر مر گئے تو اس صورت میں کنوئیں کی پاکیزگی کے لئے بیس (بطور وجوب) سے لے کر تیس (بطور استحباب) تک ڈول نکالے جائیں گے بڑے اور چھوٹے حیوان کے حساب سے۔

① کنوئیں سے یہاں مراد وہ ہے جو دہ در دہ نہ ہو لیکن اگر دہ در دہ ہو تو پھر وہ اسی صورت میں ناپاک ہوگا جب اوصاف ثلثہ میں تبدیلی ہوگی پلید سے مراد وہ ہے جو غیر حیوان کی ہو مثلاً خون پیشاب شراب حیوان کے احکام عنقریب آئیں گے قلیل نجاست کے گرنے سے ہمارے نزدیک اس لئے کنواں پلید ہوگا کہ وہ ہمارے نزدیک چھوٹے حوض کا حکم رکھتا ہے۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج 1 ص 110 ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی)

② نجاست مراد ہو تب تو واضح ہے لیکن البئر بھی مؤنث سماعی ہے اگر وہ مراد ہو تو پھر مجاز عقلی کے قبیلے سے اسناد ہوگی جیسے اہل عرب کہتے ہیں اَكَلَ الْقِدرَ فُلَانٌ فلاں آدمی نے ہنڈیا کھائی مراد اس سے جو ہنڈیا کے اندر سالن ہے یوں ہی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَناً (سورۃ الانعام

آیت 96) اس سے مراد رات کو سکون والا نہیں بنایا بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رات میں سکون بنایا کہ انسان نیند کرتا ہے اسی طرح یہاں مطلب ہوگا کہ کنوئیں کے اندر جو نجاست ہے اس کو باہر نکالا جائے گا تا کہ کنواں پاک ہو اور مجاز عقلی کا استعمال قرآن میں بہت زیادہ ہے۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج 1 ص 110 ایچ۔ایم سعید کمپنی کراچی)

③ اس عبارت سے اشارہ ملتا ہے کہ جب نجاست نکال لی جائے گی تو کنوئیں کے پتھر، ڈول، رسی سب پاک ہو جائیں گے کیونکہ یہ چیزیں پانی کی پلیدی کے سبب ناپاک تھیں جب پانی پاک ہو گیا تو یہ بھی پاک ہو جائیں گی کیونکہ اگر پاکی کا حکم نہ لگائیں تو حرج لازم آتا ہے اور حرج شریعت میں نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے فرمایا کہ اگر کنوئیں میں پلید لکڑی یا پلید کپڑے کا ٹکڑا گر گیا اب اس کا نکالنا ناممکن ہو گیا تو وہ بھی کنوئیں کے تابع ہو کر پاک شمار ہو گی۔ (حوالہ نمبر 1 البحر الرائق ج 1 ص 111 ایچ۔ایم سعید کمپنی کراچی، حوالہ نمبر 2 المظہر النوری ص 25 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

④ امام جوھری نے فرمایا عُصْفُوْرٌ عین کے ضمہ سے ہے اس کا معنی پرندہ اس کی مؤنث عصفورہ آتی ہے اور صعوہ یہ چھوٹی چڑیا کو کہتے ہیں جس کا سر سرخ رنگ کا ہوتا ہے، سودانیہ سے مراد لمبی دم والی چڑیا جس کی دم ایک مٹھی کی مقدار ہوتی ہے اس کا نام عصفور الاسود (سیاہ چڑیا ہے) یہ عام انگور اور ٹڈی کو کھاتی ہے اور سام ابرص سے مراد بڑا گرگٹ ہے اس کی جمع سوام ابرص آتی ہے فارسی میں اس کو سوسمار کہا جاتا ہے۔ (البنایہ ج 1 ص 403 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

⑤ یعنی بیس ڈول وجوبی طور پر اور تیس نکالنا مستحب ہے لیکن یہ اس صورت میں جب کہ وہ چوہا بلی سے بھاگ کر نہ دوڑا اور نہ ہی زخمی ہوا لیکن اگر وہ بلی سے خوفزدہ ہوا یا زخمی تھا کنوئیں میں گر کر مر گیا اب سارا پانی نکالا جائے گا کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے چوہے کے مرنے کی صورت میں حکم دیا تھا کہ اسی لمحہ میں بیس یا تیس ڈول نکالے جائیں صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ چونکہ چڑیا وغیرہ مذکورہ جانور بھی جسامت میں برابر ہیں لہٰذا ان کا بھی وہی حکم ہوگا۔ (البنایہ فی شرح الھدایہ ج 1 ص 5-454 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

⑥ بعض علماء نے فرمایا کہ ایک صاع (چار کلو وزن والا پیمانہ) کی مقدار بڑا ڈول اور اس مقدار سے کم چھوٹا ڈول شمار ہوگا لہٰذا بڑے کم اور چھوٹے ڈول زیادہ نکالیں گے۔

تنبیہ: یہ حکم اسی صورت میں ہوگا جب چوہے چڑیا وغیرہ کو باہر نکالا جائے گا کیونکہ کنوئیں کی پلیدی کا سبب تو یہی ہے کہ اس میں مردار چوہا وغیرہ پایا گیا ہے لہٰذا جب تک وہ پلید چیز اندر رہے گی

پاکیزگی کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ (البنایہ ج1 ص404 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَاِنْ مَاتَتْ فِيْهَا حَمَامَةٌ اَوْدَجَاجَةٌ اَوْسِنَّوْرٌ نُزِحَ مِنْهَا مَا بَيْنَ اَرْبَعِيْنَ دَلْوًا اِلٰى خَمْسِيْنَ① وَاِنْ مَاتَ فِيْهَا كَلْبٌ اَوْشَاةٌ اَوْ آدَمِيٌّ نُزِحَ جَمِيْعُ مَا فِيْهَا مِنَ الْمَاءِ②

اور اگر اس کنوئیں میں مر جائیں، کبوتر، یا مرغی، یا بلی تو اس کنوئیں سے چالیس (بطور وجوب) سے لیکر پچاس (بطور استحباب) تک پانی نکالا جائے گا اگر اس کنوئیں میں کتا، یا بکری، یا آدمی مر جائے تو جو پانی کنوئیں میں ہوگا سب نکالا جائے گا۔

① حمامة، کبوتر کبوتری دونوں کے لئے لفظ بولا جاتا ہے جیسے امام کا لفظ مشترک ہے، دجاجة کا معنی مرغی اور دیک مرغ کو کہتے ہیں دونوں کا حکم ایک ہے، سنور، هرة، قطِ تینوں کا اطلاق بلی پر ہوتا ہے مطلب ہے کہ اس جسامت کے جانور اگر کنوئیں میں گر کر مر گئے تو اس صورت میں چالیس ڈول ان کو یعنی جانوروں کو نکالنے کے بعد نکالنا واجب اور پچاس مستحب ہیں مصنف ابن شیبہ میں ہے کہ جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس میں مرغی گر کر کنوئیں میں مر گئی تھی تو آپ نے چالیس یا پچاس ڈول نکالنے کا فتوی دیا تھا۔ (البنایہ ج1 ص408 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

تنبیہ: صاحب بحر الرائق نے فرمایا کہ چالیس یا پچاس کا حکم بطور اختیار نہیں ہے بلکہ اس سے واجب اور مستحب حکم کو بیان کرنا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے یہ اختلاف حیوان کے چھوٹے بڑے ہونے کی بناء پر ہو چھوٹے کے گرنے کی صورت میں کم یعنی (40) اور بڑے کی صورت میں اکثر (50) کو نکالا جائے گا۔ (البحر الرائق ج1 ص118)

② یہ حکم ان کے کنوئیں میں مرنے کی صورت میں ہے اور اگر آدمی زندہ نکل آیا تو اس کے جسم پر نہ نجاستہ حقیقیہ تھی نہ حکمیہ اب ظاہر الروایۃ کے مطابق پانی نہیں نکالا جائے گا لیکن اگر کافر زندہ بھی نکل آیا تب بھی پانی نکالنا پڑے گا کیونکہ امام اعظم کے نزدیک اس کا جسم نجاستہ حقیقیہ یا حکمیہ سے خالی نہیں یہی وجہ ہے کہ اگر اس نے غسل کیا پھر پانی میں گرا اور اسی وقت نکل آیا اب پانی نہیں نکالا جائے گا۔ کتے کے نجس العین ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے لیکن فتوی اسی پر ہے کہ اگر پانی تک وہ نہ پہنچا تو اب پانی پلید نہ ہوگا اور ''ذخیرہ'' میں ہے کہ اگر وہ کنوئیں سے زندہ نکل آیا صاحبین کے نزدیک کنوئیں کا پانی پلید

ہے اور امام صاحب سے ایک روایت کے مطابق کوئی حرج نہیں۔ وجہ وہی ہے کہ حضرت ابن عباس، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنھم نے اس وقت جب حبشی کنوئیں میں گر کر مر گیا تھا اس وقت سارا پانی نکالنے کا حکم دیا تھا باقی کا حکم بھی اس پر قیاس کیا جائے گا۔

(البنایہ فی شرح الھدایہ ج1 ص10-409 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

① وَاِنِ انْتَفَخَ الْحَيْوَانُ فِيْهَا اَوْتَفَسَّخَ نُزِحَ جَمِيْعُ مَا فِيْهَا صَغُرَ الْحَيْوَانُ اَوْ كَبُرَ وَعَدَدُ الدِّلَاءِ② يُعْتَبَرُ بِالدَّلْوِ الْوَسَطِ الْمُسْتَعْمَلِ لِلاٰبَارِ فِيْ الْبُلْدَانِ③ فَاِنْ نُزِحَ مِنْهَا بِدَلْوٍ عَظِيْمٍ قَدْرُ مَا يَسَعُ مِنَ الدِّلَاءِ الْوَسْطِ اُحْتُسِبَ بِهٖ

ترجمہ: اور اگر جانور کنوئیں میں گر کر پھول یا پھٹ گیا اب سارا پانی نکالا جائے گا حیوان چھوٹا ہو یا بڑا ہو، اور ڈول کی گنتی اس کا اندازہ اس ڈول کے ساتھ لگایا جائے گا جو درمیانہ درجہ کا شہروں میں استعمال کیا جاتا ہو، لہٰذا اگر ایک بڑے ڈول کے ساتھ اس قدر پانی نکالا گیا جس میں درمیانہ درجہ کے بہت سارے ڈول سما جاتے ہوں تو اس درمیانہ درجہ کے ڈول سے اس کا حساب کیا جائے گا۔

① کیونکہ حیوان کے پھولنے اور پھٹنے تک پلیدی پورے کنوئیں میں پھیل جائے گی اس لئے سارا پانی نکالا جائے گا حیوان کا اعتبار نہیں ہوگا کہ چھوٹا گرا یا بڑا اب یہ شراب کے قطرے یا پیشاب کی مانند ہوگا۔ (البحر الرائق ج1 ص192 ایچ۔ایم سعید کمپنی کراچی)

② حدیث کے مطابق خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا، کہ تمام کاموں میں سے درمیانہ کام بہتر ہے نیز شریعت نے بھی اکثر مقامات پر درمیان کو زیادہ ترجیح دی ہے مثلاً قسم کے توڑنے کہ کفارے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ (کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے جو درمیانہ ہو) (آیت 89 سورۃ المائدہ 5)

③ مثال کے طور پر ڈول لیا جس میں اوسط بیس ڈول پانی آتا ہے اب اگر بیس نکالنے تھے جیسے بلی میں ہے تو ایک ہی کافی اگر چالیس نکالنے تھے جیسے مرغی وغیرہ میں تو اب دو ڈول نکالنا کافی ہوگا۔

① وَاِنْ كَانَتِ الْبِئْرُ مَعِيْنًا لَايُنْزَحُ وَوَجَبَ نَزْحُ مَا فِيْهَا اَخْرَجُوْا مِقْدَارَ مَا كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمَاءِ

اور اگر کنواں چشمہ نما ہو کہ جس سے سارا پانی نہ نکالا جا سکتا ہو تو جتنی مقدار اس میں پانی ہوگا اتنا نکالنا واجب ہے۔

① قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ لفظ معنیۃ ہوتا کیونکہ بئر مؤنث سماعی ہے لیکن لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے فقہاء نے معین ذکر کیا جس طرح قرآن مجید میں ہے فَمَن يَّاتِيكُمْ بِمَاءٍ مَّعِينٍ (سورۃ ملک پارہ 29) اور یا اس لئے بھی کہ فعیل کا وزن مذکر و مؤنث میں برابر استعمال ہوتا ہے اور یا لفظ ذات یہاں مقدر ہوگا تقدیر عبارت ذات معین ہے اور ذات معین سے مراد پانی ہے جو روئے زمین پر چلتا ہے۔
(المظہر النوری ص 26 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایسا کنواں ہے جس کے اندر سے چشمہ بہہ رہا ہے اور ہر وقت پانی جاری رہتا ہے سب پانی نکالنا ناممکن ہے اب دو عادل تجربہ کار جو پانی کا تجربہ رکھتے ہیں ان کا اندازہ کروایا جائے کہ کنوئیں میں اس وقت کتنے ڈول پانی باقی ہے جتنے ڈول پانی ہو ان کی تحقیق کے مطابق اتنے ڈول پانی نکالا جائے گا کیونکہ قرآن کا حکم ہے فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ نحل آیت 43) ترجمہ: کہ اگر تمہیں علم نہیں تو بصیرت والوں سے پوچھو علامہ شامی نے اسی قول پر فتوی دیا ہے۔ (المظہر النوری ص 26 مکتبہ امام رضا راولپنڈی)

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّهٗ قَالَ يُنْزَحُ مِنْهَا مِائَتَا دَلْوٍ اِلٰى ثَلٰثِ مِائَةِ دَلْوٍ

ترجمہ: اور امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت کے مطابق دو سو (200) ڈول سے لیکر تین سو (300) ڈول تک پانی نکالا جائے گا۔

① امام محمد کے نزدیک دو سو (200) بطور وجوب اور تین سو (300) بطور استحباب کے نکالے جائیں گے اس قول کی وجہ یہ ہے کہ امام محمد علیہ الرحمۃ نے بغداد شریف کے کنوئیں دیکھ کر فتویٰ دیا کیونکہ بغداد کے کنوئیں تین سو ڈول سے زیادہ گہرے نہیں ہوتے فتویٰ اس کے ماقبل والے قول پر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ (المائدۃ پارہ نمبر 7 آیت نمبر 95) لہٰذا جب دو عادل بندوں نے اپنی بصیرت کے مطابق بتایا تو اس پر ہی عمل ہوگا۔
(المظہر النوری ص 26 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

فائدہ۔ جامع الصغیر کی شرح میں امام حسام الدین نے ذکر کیا کہ غلبہ کا اعتبار ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ مزید پانی نکالنے سے عاجز آجائے اور ذکر کیا کہ فتویٰ اس پر ہوگا جو اس میں مبتلا ہے اس کی

رائے کو ترجیح ہوگی اور خلاصہ میں ہے کہ فتویٰ تین سو ڈول نکالنے والے حکم پر ہے۔(واللہ ورسولہ اعلم بالصواب) (البحرالرائق ج1 ص123 ایچ۔ایم سعید کمپنی کراچی)

وَاِذَا وُجِدَ فِی الْبِئْرِ فَارَةٌ مَیِّتَةٌ① اَوْ غَیْرُهَا وَلَا یَدْرُوْنَ مَتٰی وَقَعَتْ وَلَمْ تَنْتَفِخْ وَلَمْ تَنَفَسِخْ اَعَادُوْا صَلٰوةَ یَوْمٍ وَّلَیْلَةٍ اِذَا کَانُوْا تَوَضَّأُوْا مِنْهَا وَغَسَلُوْا کُلَّ شَیْءٍ اَصَابَهٗ مَاءُهَا② وَاِنِ انْتَفَخَتْ اَوْتَفَسَّخَتْ اَعَادُوْا صَلٰوةَ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ وَّلَیَالِیْهَا فِیْ قَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ③ وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی لَیْسَ عَلَیْهِمْ اِعَادَةُ شَیْءٍ حَتّٰی یَتَحَقَّقُوْا مَتٰی وَقَعَتْ④

ترجمہ: اور جب مرا ہوا چوہا وغیرہ کنوئیں میں پایا گیا اور اس کے گرنے کا وقت معلوم نہیں کہ وہ کب گرا اور نہ ہی پھولا اور نہ ہی پھٹا اگر لوگوں نے اس سے وضوء کیا تھا تو ایک دن اور ایک رات کی نمازوں کا اعادہ کریں گے اور جس جس چیز کو اس کا پانی پہنچا اس کو دھویا جائے گا اور بصورت دیگر اگر وہ پھولا یا پھٹا تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے قول کے مطابق لوگ تین دن اور تین راتوں کا اعادہ کریں گے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہما نے فرمایا کہ لوگوں پر اس وقت تک کسی چیز کا اعادہ نہیں جب تک اس کے گرنے کا وقت ثابت (معلوم) نہ ہو جائے۔

① یعنی اگر کنوئیں والوں نے یا نمازیوں نے کنوئیں میں مردار چوہے کو پایا یا کوئی اور حیوان پایا۔ علامہ عینی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ تیز آندھی کی وجہ سے یا بعض بیوقوفوں نے یا بچوں نے یا دین کے بعض دشمنوں نے بیچ میں ڈال دیا اور اس کے گرنے کا پتہ نہیں کیونکہ اگر معلوم ہوگا اب تو اسی وقت سے نجاست کا حکم لگائیں گے اگر گرنے کا وقت معلوم نہ ہو تو نمازی ایک دن اور ایک رات کی نمازوں کا اعادہ کریں گے جب کہ اس پانی سے انہوں نے وضوء کیا تھا کیونکہ نہ پھٹنا اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی قریب کے زمانے میں گرا ہے۔ (البنایہ مع الھدایہ ج1 ص421 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② یعنی جن جن چیزوں کو پانی پہنچا دھوئیں گے مثلاً کپڑے دھوئے تھے تو اس کی پلیدی کی وجہ

سے ان کو دھوئیں گے لیکن اگر باوضوء لوگوں نے وضوء کیا تھا یا کپڑے پاک تھے ان کو دھویا اب ان کو بالاتفاق اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ص59 ج1 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

③ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موت کے ظاہری سبب کو دیکھا جائے گا اور وہ تو پانی میں گرنا ہے لہٰذا اس کے مرنے کے سبب پانی پر بھی پلیدی کا حکم لگایا جائے گا باقی اس کا پھولنا اور پھٹنا تو یہ دلیل ہے کہ اس کو گرے بہت وقت گذر چکا اور یہ پرانا ہو گیا ہے کیونکہ جانور کنوئیں میں محض گرنے سے مر نہیں جاتا بلکہ کچھ وقت لگتا ہے اور تین دن اور تین راتوں کا اندازہ ہم نے میت سے لگایا ہے کہ اگر بغیر جنازہ کے دفنا دیا گیا تو چونکہ تین دن راتوں سے قبل وہ پھولتا پھٹتا نہیں ہے لہٰذا تین دنوں کے اندر اندر اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھا جاسکتا ہے۔ (البنایہ فی شرح الھدایہ ج1 ص422 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

④ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا یعنی پانی کے پاک ہونے میں یقین اور پلید ہونے میں شک ہے لہٰذا یقین کو ترجیح ہوگی۔

(الھدایہ مع البنایہ ص 4 2 1 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

①وَسُؤْرُ الْاٰدَمِیِّ وَمَا یُؤْکَلُ لَحْمُہٗ طَاھِرٌ

ترجمہ: آدمی کا جوٹھا اور ان جانوروں کا جوٹھا جن کا گوشت کھایا جاتا ہے (بکری وغیرہ) پاک ہے۔

① آدمی کا جوٹھا اس لئے پاک ہے کیونکہ آدمی کا لعاب پاک ہے کیونکہ وہ پاک گوشت سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا وہ پاک ہے اگر چہ وہ آدمی جنبی کیوں نہ ہو کیونکہ روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے پھر دست مبارک کو بڑھایا تا کہ حضرت حذیفہ سے مصافحہ کریں انہوں نے ہاتھ کو سمیٹ کر کہا کہ میں جنبی ہوں آپ نے فرمایا کہ مؤمن پلید نہیں ہوتا نیز ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حالتِ حیض میں مشروب پیتی پھر پیالہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیتی آپ میری پینے والی جگہ پر منہ رکھ کر پیتے۔

(البنایہ ج1 ص30-429 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

تنبیہ: مؤمن کا جوٹھا تو پاک ہے لیکن کچھ لوگوں نے کہا کہ اس کے جوٹھے میں شفاء ہے دلیل یہ پیش کی ہے کہ فرمانِ رسالت ہے سُؤْرُ الْمُؤْمِنِ شِفَاءٌ حالانکہ محدث الشیخ اسماعیل بن محمد العجلونی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ نجم نے کہا یہ حدیث نہیں البتہ اس کو دارقطنی نے

افراد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ یہ بات تواضع میں سے ہے کہ آدمی اپنے بھائی کا جوٹھا پی لے، اس کو حدیث کہنا رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ ہے اسی طرح مؤمن آدمی کا تھوک شفاء ہے یہ بھی حدیث نہیں۔

(کشف الخفاء و مزیل الالباس للجوزی ج 1 ص 524 مطبوعہ المکتبہ العصریہ سیدا بیروت)

فائدہ: ماکول اللحم جانوروں سے بکری بھیڑ مراد ہیں، جن جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

وَسُؤْرُ الْكَلْبِ وَالْخِنْزِيْرِ ① وَسِبَاعِ الْبَهَائِمِ نَجَسٌ ②

ترجمہ: کتے اور خنزیر اور پھاڑنے والے چوپاؤں کا جوٹھا ناپاک ہے۔

① ان کا جوٹھا اس لئے ناپاک ہے کیونکہ ان کا لعاب ہی پلید ہے اس لئے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کتا جس برتن میں منہ مار جائے اس کو تین مرتبہ دھویا جائے البتہ سات مرتبہ کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا۔ بعد میں منسوخ کر دیا گیا ہے۔

② سباع البھائم سے مراد، شیر، بھیڑیا، چیتا، لومڑی، ہاتھی، بچھو وغیرھم ہیں۔

(المظہر النوری ص 27 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

وَسُؤْرُ الْهِرَّةِ ① وَالدَّجَاجَةِ ② الْمُخَلَّاةِ وَسِبَاعِ الطُّيُوْرِ ③ وَمَا يَسْكُنُ فِي الْبُيُوْتِ مِثْلُ الْحَيَّةِ وَالْفَارَةِ مَكْرُوْهٌ ④

ترجمہ: اور بلی کا جوٹھا اور اس مرغی کا جوٹھا جو آزاد ڈھیروں پر پھرنے والی ہو اور پھاڑنے والے پرندے اور ان جانوروں کا جوٹھا جو گھروں میں ہی رہتے ہیں مثلاً سانپ اور چوہا، ان سب کا جوٹھا مکروہ ہے۔

① حضرات ائمہ کرام کا بھی بلی کے جوٹھے کے بارے میں اختلاف ہے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جوٹھا پلید نہیں ہے دلیل یہ ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام پانی کا برتن بلی کو دیکھ کر اس کے سامنے جھکا لیتے تا کہ وہ آسانی سے پانی پی لے پھر بقیہ پانی سے وضوء کر لیتے اور باقی ائمہ کہتے ہیں کہ اس کا جوٹھا مکروہ ہے بعض نے دیکھا کہ اس کا گوشت حرام ہے انہوں نے مکروہ تحریمی کا حکم لگایا اور بعض نے دیکھا کہ یہ اپنے آپ کو نجاست سے نہیں بچاتی انہوں نے اس کو مکروہ تنزیہی کہہ دیا اور دلیل یہ دی کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلی کو درندہ قرار دیا اب درندگی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہیے مگر بار بار گھروں میں اس کے چکر لگانے کی وجہ سے نجاست کا حکم تو ختم ہو گیا تاہم کراہت باقی

رہے گی۔ (البحر الرائق ج 1 ص 131 ایچ۔ایم سعید کمپنی کراچی)

② ڈھیروں میں آزاد گھومنے والی مرغی کا جوٹھا اس لئے مکروہ ہے کیونکہ وہ گندگی سے آلودہ رہتی ہے اور اگر اس طریقے سے باندھا جائے کہ اس کی چونچ اس کے پنجوں تک نہ پہنچتی ہو تو اب مکروہ نہیں ہے کیونکہ اب آلودگی کا ڈر نہیں ہے۔ (الھدایۃ مع البنایہ ج 1 ص 252 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

③ سباع الطیور سے مراد ہے باز شاہین، عقاب کیونکہ یہ مردار کھاتے ہیں لہٰذا یہ بھی ڈھیروں میں آزاد گھومنے والی مرغی کے مشابہہ ہو گئے۔

④ کیونکہ گوشت کا حرام ہونا جھوٹے کے ناپاک ہونے کا تقاضا کرتا ہے لیکن چونکہ گھروں میں ان کا ہر وقت آنا جانا لگا رہتا ہے اس لئے نجاست کا حکم تو ختم کر دیا لیکن کراہت اب بھی باقی ہے۔

وَسُؤْرُ الْحِمَارِ وَالْبَغْلِ مَشْكُوْكٌ① فَإِنْ لَّمْ يَجِدِ الْإِنْسَانُ غَيْرَهٗ تَوَضَّأَ بِهٖ وَ تَيَمَّمَ وَبِأَيِّهِمَا بَدَأَ جَازَ②

ترجمہ: اور گدھے اور خچر کا جوٹھا جنگی پاکیزگی میں شک کیا گیا ہے پس اگر کوئی انسان ان کے جوٹھے کے علاوہ کوئی پانی نہیں پاتا تو اس کے ساتھ (مشکوک) وضوء بھی کرے اور تیمم بھی کرے اور دونوں میں سے جس سے آغاز کرے جائز ہوگا۔

① مشکوک اس لئے ہے کہ دلیلیں آپس میں متعارض ہیں کیونکہ ان کا گوشت اور دودھ کا حرام ہونا پلیدی کی دلیل ہے، اور پسینے کا پاک ہونا پاکی کی دلیل ہے کیونکہ آپ گدھے پر سواری کرتے اور کپڑوں کو پسینہ بھی لگتا لیکن آپ انہی کپڑوں میں نماز پڑھتے تھے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 29 مکتبہ حقانیہ پشاور)

تنبیہ: خچر سے مراد وہ ہے جو گدھی کے پیٹ سے پیدا ہوا اگر گھوڑی، گائے کے پیٹ سے پیدا ہوا تو اس کا جوٹھا پاک ہے۔ (فتاویٰ قاضیخان ص 10 حافظ کتب خانہ بلوچستان)

② یعنی چاہے تو پہلے وضوء کرے پھر تیمم یا اس کا عکس کرے دونوں صورتیں جائز ہیں کیونکہ یقینی طور پر تو ان میں کوئی ایک بھی پاک کرنے والا نہیں ہے لہٰذا ترتیب ملحوظ رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 29 مکتبہ حقانیہ پشاور)

تنبیہ: خچر اور گدھے کا پسینہ اور لعاب اگر پانی میں گر پڑے تو اس پانی کا پینا جائز ہے لیکن اگر اس پانی سے وضوء کا ارادہ کیا اور دوسرا مطلق پانی بھی نہیں ہے تو اس صورت میں اس سے وضوء کرے گا

اور اس کے بعد تیمم کرے گا، ہاتھی اور بندر کا جوٹھا بھی پلید ہے کیونکہ یہ درندے ہیں اور کسی جانور کے پسینے کا حکم جوٹھے کی مانند ہوتا ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص64 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

©بَابُ التَّيَمُّمِ (تیمم کے مسائل کا بیان)

وَمَنْ لَّمْ يَجِدِ الْمَاءَ© وَهُوَ مُسَافِرٌ اَوْخَارِجٌ© الْمِصْرِ وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمِصْرِ نَحْوُ الْمِيْلِ اَوْ اَكْثَرَ© وَكَانَ يَجِدُ الْمَاءَ اِلَّا اَنَّهُ مَرِيْضٌ© فَخَافَ اِنِ اسْتَعْمَلَ الْمَاءَ اِشْتَدَّ مَرَضُهُ اَوْخَافَ الْجُنُبُ© اِنِ اغْتَسَلَ بِالْمَاءِ اَنْ يَقْتُلَهُ الْبَرْدُ اَوْ يُمْرِضَهُ فَاِنَّهُ يَتَيَمَّمُ بِالصَّعِيْدِ

ترجمہ: اور جس شخص نے پانی کو نہ پایا اس حال میں کہ وہ مسافر تھا یا شہر سے بیرون تھا اور اس کے اور شہر کے درمیان میل جتنی یا اس سے زیادہ مسافت تھی یا کسی نے پانی کو تو پالیا مگر وہ شخص بیمار ہے پھر اسے ڈر محسوس ہوا کہ اگر پانی کو استعمال کرے گا تو بیماری شدت اختیار کرے گی یا جنبی آدمی کو ڈر ہوا کہ اگر پانی کے ساتھ غسل کرے گا تو اسے سردی مار ڈالے گی یا بیمار کر دے گی تو ان سب صورتوں میں پاکیزہ مٹی سے تیمم کرے گا۔

① تیمم کا لغوی معنی ارادہ کرنا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا **لَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ**، کہ خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو اور شریعت میں تیمم سے مراد ہے پاکیزہ مٹی کو مخصوص اعضاء میں استعمال کرنا پاکیزگی حاصل کرنے کے ارادے سے مخصوص شرائط کے ساتھ یہ تعریف زیادہ موزوں اس لئے ہے کہ اس میں لغوی معنی والی مناسبت بھی پائی جاتی ہے تیمم کا جواز امتِ محمدیہ کے خواص میں سے ہے کیونکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ روئے زمین کو خصوصی طور پر ہمارے لئے مسجد اور ذریعہ طہارت بنایا گیا ہے تیمم کی مشروعیت غزوہ مریسیع جسے غزوہ بنی مصطلق بھی کہا جاتا ہے میں ہوئی ہے۔۴، ۵، ۶ھ کے تینوں قول ملتے ہیں اور امتِ محمدیہ پر یہ بھی خاندانِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا احسان ہے۔ (البنایہ مع الاضافۃ ج1 ص80-749 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② پانی پانے کا مطلب ہے اس کے استعمال پر قدرت رکھنا ہے یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے فرمایا کہ اگر کوئی بیمار ہو یا کنوئیں کے منڈیر پر ہے لیکن ڈول میسر نہیں یا چشمے کے بالکل قریب ہے لیکن

دشمن، درندے یا سانپ کا ڈر ہے کہ وہاں تک پہنچ نہیں ہوسکتی تو وہ بھی پانی نہ پانے والوں میں شمار ہوگا یا پانی موجود ہو لیکن اتنا تھوڑا ہو کہ اس سے ازالہ نجاستہ نہ ہوسکتا ہو تب بھی مذکورہ حکم ہوگا۔

(الجوھرۃ ج1 ص66 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

③ اس عبارت سے اشارۃً معلوم ہورہا ہے کہ شہری شہر میں رہتے ہوئے تیمم مت کرے سوائے چند صورتوں کے جن کو "شرح الطحاوی" میں ذکر کیا گیا ہے اور وہ تین صورتیں ہیں۔(1) نمازِ جنازہ تیار ہو اگر بندہ وضوء میں مشغول ہوا تو اس کے فوت ہونے کا خدشہ ہو۔(2) نمازِ عید کے فوت ہونے کا ڈر ہو لہٰذا تیمم کرے وضوء نہ کرے لیکن آج کل تو ہزار ہا مساجد ہیں۔(3) جنبی اگر غسل کرتا ہے تو سردی اتنی شدید ہے کہ جان کے جانے کا ڈر پڑ جائے۔ (البنایہ ج1 ص481 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

④ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا (سورۃ مائدہ پارہ نمبر6 آیت نمبر6) یہاں سے اس دوری کا اندازہ بیان کیا جارہا ہے صاحب ذخیرہ نے فرمایا کہ میل اونٹ کے ایک ہزار قدم کی مقدار ہے اور وہ چار سو گز بنتے ہیں گویا کہ ایک میل دور ہونے کی صورت میں اگرچہ پانی موجود ہے لیکن تنگی اور حرج نہ ہونے کے سبب اس کو نہ ہونے کے برابر مان لیا البتہ ایک میل سے کم میں حرج نہ ہونے کے سبب حکماً موجود ہی قرار دیا گیا۔ (الھدایہ/الجوھرۃ ص67 ج1 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

فائدہ: اکثر اسم تفضیل ہے اور اسم تفضیل مشہور تین طریقوں سے استعمال ہوتا ہے۔(1) اضافت۔(2) معرف باللام۔(3) اور کلمہ من سے جب کہ اکثر میں کوئی طریقہ بھی نہیں پایا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی ان طریقوں کے علاوہ بھی استعمال ہوجاتا ہے جیسے اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ۔ نیز ذھن میں رہے کہ اکثر کی قید محض نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ کی طرح بطور تاکید کے ذکر کی ہے ورنہ اس کی ضرورت نہ تھی۔ (البنایہ ج1 ص482 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

⑤ اللہ تعالیٰ نے سورۃ مائدہ میں فرمایا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ (سورۃ مائدہ پارہ 6 آیت نمبر6) کہ اگر مریض ہو تو وہ بھی تیمم کرسکتا ہے یا جسم میں کوئی زخم ہو پانی کے استعمال سے تکلیف بڑھ جائے تو بھی تیمم کرسکتا ہے نیز عقل کا تقاضا بھی جواز کا ہے کیونکہ فقہاء نے فرمایا کہ پانی اتنی قیمت کا بک رہا ہو کہ اس کے پاس اتنے پیسے نہ ہوں تو مالی نقصان سے بچنے کے لئے بالاتفاق تیمم جائز ہے تو جسمانی نقصان یعنی بیماری سے بچنے کے لئے تیمم بطریق اولیٰ مباح ہوگا۔

(البنایہ مع الھدایہ ج1 ص488 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

⑥ صاحب فتاوی قاضیخان نے ذکر فرمایا کہ اگر جنبی شہر کے اندر رہتا ہو اور تندرست ہو جب

سردی کے سبب ہلاکت کا ڈر ہو تو اس کے لئے تیمم جائز ہے ایک قول کے مطابق لیکن مسافر کے لئے تیمم کا جواز بالاتفاق ہے۔ (فتاویٰ قاضیخان ص 29 حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

وَالتَّیَمُّمُ ضَرْبَتَانِ یَمْسَحُ بِاِحْدَاهُمَا وَجْهَهٗ وَبِالْاُخْرٰی یَدَیْهِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ وَالتَّیَمُّمُ فِی الْجَنَابَةِ وَالْحَدَثِ سَوَاءٌ

ترجمہ: اور تیمم میں دو ضربیں ① ہیں ان دو میں سے ایک سے اپنے چہرے کو ملے اور دوسرے کے ساتھ ہاتھوں کو کہنیوں سمیت ملے اور تیمم میں جنبی اور بے وضوء دونوں برابر ہیں ②

① یہاں پر مصنف علیہ الرحمتہ تیمم کی بنیادی چیزوں کو بیان کر رہے ہیں اس لئے تیمم کا مکمل طریقہ ذھن میں رکھیں "شرح الوقایہ" میں تیمم کا احسن طریقہ یوں بیان کیا گیا ایک دفعہ دونوں ہاتھ زمین پر مار کر جھاڑ دے اور ان سے چہرے کا مسح کرے اس کے بعد دوبارہ ہاتھ مار کر بائیں ہاتھ کی درمیانی اور بنصر خنصر سے بائیں ہتھیلی کے کچھ حصہ کے ساتھ دائیں ہاتھ کے ظاہر پر انگلیوں کے سرے سے لیکر کہنیوں تک اور بائیں ہتھیلی سے انگوٹھے سمیت دائیں ہاتھ کے باطنی حصہ کا پنجوں تک مسح کرے اسی طرح دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کا مسح کرے۔

فائدہ عظیمہ: چونکہ یہ وضوء کا قائم مقام ہے اس لئے بوقت تیمم انگوٹھی اتار لے تا کہ مسح مکمل ہو اسی طرح عورت اپنے زیورات بھی بوقت تیمم اتار لے۔

(الھدایہ مع البنایہ سابقہ ج 1 ص 502 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② جنبی اور بے وضوء اور حیض ونفاس والی عورت تیمم میں بحیثیت تیمم کے جواز اور کیفیت اور آلہ کے برابر ہیں جواز وکیفیت کا مطلب ہے کہ جیسے وضوء آدمی کے لئے تیمم جائز ہے اسی طرح جنبی کے لئے حیض ونفاس والی عورت کے لئے جائز ہے اور آلہ کا مطلب ہے کہ جیسے بے وضوء کے لئے جائز ہے کہ وہ ہر ایسی چیز سے تیمم کر سکتا ہے جو زمین کی جنس سے ہو اس طریقے سے جنبی حیض ونفاس والی عورت کے لئے حکم ہے۔ (البنایہ سابقہ ج 1 ص 502 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَیَجُوْزُ التَّیَمُّمُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِکُلِّ مَا کَانَ مِنْ جِنْسِ الْاَرْضِ کَالتُّرَابِ وَالرَّمْلِ وَالْحَجَرِ وَالْجَصِّ وَالنُّوْرَةِ وَالْکُحْلِ وَالزَّرْنِیْخِ وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ

رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ لَا يَجُوْزُ اِلَّا بِالتُّرَابِ وَالرَّمْلِ خَاصَّةً

ترجمہ: اور طرفین کے نزدیک تیمم ہر اس چیز سے جائز ہوگا جس کا تعلق زمین کی جنس سے ہو ① مثلاً مٹی اور ریت اور پتھر، گچ اور چونا اور سرمہ اور ہڑتال ② اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مٹی اور ریت کے علاوہ کسی چیز سے تیمم جائز نہ ہوگا۔

① یہاں سے ایک قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ زمین کی جنس سے جو بھی چیز ہوگی اس سے تیمم جائز ہوگا ورنہ نہیں اور جو چیزیں آگ میں جل کر راکھ ہو جائیں مثلاً درخت، پھل، پھول، گھاس، غلہ وغیرہ یا پگھل کر نرم ہو جائیں جیسے لوہا، تانبا، پیتل، سونا چاندی وغیرہ تو یہ زمین کی جنس سے نہیں ہیں۔ (المظہر النوری ص 29 مطبوعہ مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

② یعنی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فقط ایسی مٹی جس میں اُگنے کی صلاحیت ہو اور ریت سے تیمم جائز ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا سب سے پاکیزہ مٹی کھیتی ہے اور ایسی زمین جس پر کھیتی ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص 148 حدیث نمبر 1702)

وَالنِّيَّةُ فَرْضٌ فِي التَّيَمُّمِ وَمُسْتَحَبَّةٌ فِي الْوُضُوْءِ وَيَنْقُضُ التَّيَمُّمَ كُلُّ شَيْءٍ يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ وَيَنْقُضُهُ اَيْضاً رُؤْيَةُ الْمَاءِ اِذَا قَدَرَ عَلٰى اِسْتِعْمَالِهٖ

ترجمہ: اور نیت کرنا تیمم میں فرض جب کہ وضوء میں مستحب ہے ① اور تیمم کو ہر وہ چیز توڑ دے گی جو وضوء کو توڑ دیتی ہے ② نیز پانی کا دیکھنا بھی تیمم باطل ③ کر دیتا ہے جب کہ اس کے استعمال پر قدرت ہو۔

① امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ائمہ احناف کے نزدیک تیمم میں نیت فرض ہے لہٰذا بلا نیت تیمم درست نہ ہوگا کیونکہ تیمم کا لغوی معنی ہی ارادہ کرنا ہے بخلاف وضوء کے کہ اس میں حکم دھونے اور مسح کرنے کا دیا گیا ہے جب کہ ان دونوں کی نیت پر کوئی دلالت نہیں ہے۔

(البنایہ فی شرح الھدایہ ج 1 ص 514 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② کیونکہ تیمم وضوء کا خلیفہ ہے لہٰذا دونوں اصل اور خلیفہ کے درمیان اتحاد ہوگا۔

③ اس سے مراد وہ پانی ہے جو وضوء کے لئے کافی ہو یہاں تک کہ اگر اس سے مکمل وضوء نہ ہو

سکے تو ہمارے نزدیک اس کا استعمال جائز نہ ہوگا وضوء کے ٹوٹنے کی نسبت پانی کی طرف اسناد مجازی ہوگی لیکن وضوء کو توڑنے والا درحقیقت تو حدث سابق ہے لیکن اس کا عمل پانی کے دیکھنے کے وقت ظاہر ہوا تو اس کی طرف مجازاً نسبت کردی ہے۔ (البنایہ ج1 ص523 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَلَا يَجُوْزُ التَّيَمُّمُ اِلَّا بِصَعِيْدٍ طَاهِرٍ

ترجمہ: اور تیمم تب جائز ہوگا جب پاکیزہ مٹی ہو①

① کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (سورۃ مائدہ پارہ 6 آیت نمبر 6) سے مراد پاک کرنے والی مٹی مراد ہے بالاتفاق کیونکہ چاروں ائمہ کے نزدیک پاکیزہ مٹی شرط ہے اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کیوں کہ یہ پاکیزگی کا آلہ ہے لہٰذا اس کا پانی کی طرح پاک ہونا ضروری ہے۔ (البنایہ ج1 ص529 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَيُسْتَحَبُّ لِمَنْ لَّا يَجِدُ الْمَاءَ وَهُوَ يَرْجُوْ اَنْ يَّجِدَهٗ فِيْ اٰخِرِ الْوَقْتِ اَنْ يُّؤَخِّرَ الصَّلٰوةَ اِلٰى اٰخِرِ الْوَقْتِ فَاِنْ وَجَدَ الْمَاءَ تَوَضَّاَ وَصَلّٰى وَاِلَّا تَيَمَّمَ

ترجمہ: اور اس شخص کے لئے تیمم مستحب ہے جو پانی کو نہ پائے اس حال میں اس کو امید① ہو کہ وہ آخری وقت میں پالے گا اور اسے چاہیے نماز کو آخری وقت تک مؤخر کرے② پھر اگر پانی کو پالے تو وضوء کرکے نماز پڑھ لے ورنہ تیمم کرے③

① یہ حکم اس صورت میں ہوگا جب اس کے اور امید والی جگہ کے درمیان ایک میل یا اس سے زائد مسافت ہو اگر ایک میل سے کم ہو تو تیمم کرنے کی اجازت نہیں خواہ وقت کے نکل جانے کا اندیشہ ہی کیوں نہ ہو۔

② یعنی اگر آخری وقت میں ملنے کی امید ہو تو افضل تاخیر ہے کیونکہ اس صورت میں دو طہارتوں (وضوء+تیمم) میں سے اکمل (وضوء) کے ساتھ نماز پڑھے گا یہ ایسے ہی ہے جیسے جماعت کا متمنی جماعت کے لئے آخری وقت تک انتظار کرے تو مستحب ہے بصورت دیگر افضل یہی ہے کہ اول وقت میں نماز پڑھے، آخر وقت سے مراد یا تو وقت جواز یا استحباب ہے۔

(فتح القدیر مع الکفایہ ج1 ص12 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

③ یعنی پانی لانے والا لے آیا تو اب وضوء کرکے نماز پڑھ لے ورنہ تیمم کرکے نماز پڑھے۔

فائدہ: علامہ عینی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ امید یا عام امید مسافت کی دوری نزدیکی میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے دیگر اسباب بھی ممکن ہیں مثلاً آسمان میں پانی برسانے والا بادل تھا جس کو دیکھ کر ظن غالب ہو گیا کہ بارش ہوگی اور آخری وقت میں پانی پر قادر ہو جائے گا۔

(البنایہ فی شرح الھدایہ ج 1 ص 527 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَيُصَلِّيْ بِتَيَمُّمِهٖ مَاشَاءَ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ

ترجمہ: اپنے ایک تیمم سے جو فرائض و نوافل نماز چاہے پڑھ سکتا ہے[1]

(1) یعنی جب تک پانی نہیں ملتا تیمم کے ساتھ فرائض و نوافل جتنا چاہیں پڑھ لیں کیونکہ تیمم وضوء کا خلیفہ ہے نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ پاکیزہ مٹی مسلمان کا وضوء ہے اگرچہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے۔ (البنایہ ج 1 ص 536 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَيَجُوْزُ التَّيَمُّمُ لِلصَّحِيْحِ الْمُقِيْمِ اِذَا حَضَرَتْ جَنَازَةٌ وَالْوَلِيُّ غَيْرُهٗ فَخَافَ اِنِ اشْتَغَلَ بِالطَّهَارَةِ اَنْ تَفُوْتَهٗ صَلٰوةُ الْجَنَازَةِ فَلَهٗ اَنْ يَّتَيَمَّمَ وَيُصَلِّيَ وَكَذٰلِكَ مَنْ حَضَرَ الْعِيْدَ فَخَافَ اِنِ اشْتَغَلَ بِالطَّهَارَةِ اَنْ يَّفُوْتَهُ الْعِيْدُ فَاِنَّهٗ يَتَيَمَّمُ وَيُصَلِّيْ

ترجمہ: اور تیمم جائز ہوگا اس تندرست کے لئے جو مقیم ہو جب نمازِ جنازہ حاضر ہو اور ولی بھی اس کا[1] غیر ہو پھر اس کو ڈر ہو کہ اگر وضوء کرنے میں مصروف ہوگا تو نماز جنازہ فوت ہو جائے گی تو اس کے لئے جائز ہے کہ تیمم کر کے نماز جنازہ پڑھے اور اس طرح کا حکم ہر اس شخص کے لئے بھی ہے جو نماز عید کی ادائیگی کے لئے آیا پھر اس کو اندیشہ محسوس ہوا کہ اگر وضوء میں مشغول ہوگا تو عید کی نماز فوت ہو جائے گی۔ (تو تیمم کرے) اور نماز پڑھے۔[2]

(1) یہ قید اس لئے لگائی کیونکہ اگر ولی ہوگا تو اس کے لئے شریعت نے اتنا اختیار دیا ہے کہ اگر وہ نمازِ جنازہ دوبارہ پڑھوانا چاہے تو پڑھوا سکتا ہے لہٰذا وہ انتظار بھی کروا سکتا ہے اور ''محیط'' میں ہے کہ بادشاہ کے لئے بھی تیمم جائز نہیں کیونکہ وہ بھی انتظار کروا سکتا ہے۔

(البنایہ ج 1 ص 538 مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(2) کیونکہ نماز جنازہ اور عید کا خلیفہ نہیں ہے لہٰذا اس کا عجز ثابت ہو گیا نیز حضرت ابن عباس رضی

اللہ عنھما سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب اچانک تمہارے پاس نماز جنازہ آ جائے تو تمہارا وضوء نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو اور یہی فرمان حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما کا بھی نماز عید کے متعلق ہے اور اس میں ولی اور غیر ولی کی بھی کوئی قید نہیں۔ (فتح القدیر مع الکفایہ ج 1 ص 122 مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَاِنْ خَافَ مَنْ شَهِدَ الْجُمُعَةَ اِنِ اشْتَغَلَ بِالطَّهَارَةِ اَنْ تَفُوْتَهُ الْجُمُعَةُ تَوَضَّأَ فَاِنْ اَدْرَكَ الْجُمُعَةَ صَلَّاهَا وَاِلَّا صَلَّى الظُّهْرَ اَرْبَعاً وَكَذٰلِكَ اِنْ ضَاقَ الْوَقْتُ فَخَشِيَ اِنْ تَوَضَّأَ فَاتَهُ الْوَقْتُ لَمْ يَتَيَمَّمْ وَلٰكِنَّهُ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي فَائِتَةً

ترجمہ: اور اگر اس شخص کو ڈر ہو جو جمعہ کے لئے حاضر ہوا کہ اگر وضوء میں مشغول ہوگا تو نماز جمعہ فوت ہوگی پھر بھی وضوء کرے پھر اگر اس نے نماز جمعہ کو پالیا تو نماز جمعہ پڑھ لے① ورنہ نماز ظہر کی چار رکعت پڑھے، اسی طرح اگر وقت میں تنگی ہو کہ اگر وضوء کرے گا تو وقت فوت ہو جائے گا تو تیمم نہ کرے بلکہ وضوء کرے اور فوت شدہ نماز کو پڑھ لے②

① فَاِنْ اَدْرَكَ الْجُمُعَةَ میں فا تفصیل بیان کرنے کے لئے ہے یعنی جب پہلے حدث کے لاحق ہونے کے بعد وضوء کیا اس حال میں کہ وہ نماز جمعہ میں تھا پھر اگر نماز جمعہ کو پالیا تو ٹھیک ورنہ نماز جمعہ کا خلیفہ ظہر چار رکعت پڑھ لے گا۔ (البنایہ فی شرح الھدایہ ج 1 ص 541 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② کیونکہ تیمم کی اجازت تو اس لئے ہوئی ہے تاکہ بہت ساری فوت شدہ نمازوں کا حرج ختم ہو نہ اس لئے کہ وقت کے فوت ہونے کے ڈر سے اور قضاء ادا کا خلیفہ ہے اور جو چیز خلیفہ کی طرف لوٹے وہ نہ فوت ہونے کی مانند ہے۔ (البنایہ ایضاً)

وَالْمُسَافِرُ اِذَا نَسِيَ الْمَاءَ فِيْ رَحْلِهٖ فَتَيَمَّمَ وَصَلّٰى ثُمَّ ذَكَرَ الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ لَمْ يُعِدِ الصَّلٰوةَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَ قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُعِيْدُ، وَلَيْسَ عَلَى الْمُتَيَمِّمِ اِذَا لَمْ يَغْلِبْ عَلٰى ظَنِّهٖ اَنَّ بِقُرْبِهٖ مَاءً اَنْ يَطْلُبَ الْمَاءَ وَاِنْ غَلَبَ عَلٰى ظَنِّهٖ اَنَّ هُنَاكَ مَاءً لَمْ يَجُزْ لَهٗ اَنْ

يَتَيَمَّمَ حَتَّى يَطْلُبَهُ وَإِنْ كَانَ مَعَ رَفِيقِهِ مَاءٌ طَلَبَهُ مِنْهُ قَبْلَ أَنْ يَتَيَمَّمَ فَإِنْ مَنَعَهُ مِنْهُ تَيَمَّمَ وَ صَلَّى

ترجمہ: اور مسافر جب مطلق پانی کو کجاوے میں رکھ کر بھول گیا پھر اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر وقت کے اندر پانی یاد آ گیا اب طرفین کے نزدیک نماز کا اعادہ نہ ہوگا① اور امام ابو یوسف کے فرمان کے مطابق نماز کو دوبارہ لوٹایا جائے گا ② اور تیمم کرنے والے پر پانی کی تلاش لازم نہ ہوگی جب پانی کے قریب ہونے کا غالب گمان نہ ہو اور اگر غالب گمان ہو کہ وہاں پانی ہوگا تو اب جب تک پانی کی تلاش نہ ہوگی اس وقت تک تیمم جائز نہ ہوگا، اور اگر اس کے ہمراہ ایسا دوست ہو جس کے پاس پانی موجود ہو تو تیمم کرنے سے پہلے اس سے مطالبہ کر لے ③ اگر وہ پانی مانگنے پر پانی کو اپنے پاس روک لے تو اب تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔

① طرفین فرماتے ہیں کہ وہ نماز کا اعادہ اس لئے نہیں کرے گا کیونکہ وہ پانی کے استعمال سے عاجز آ گیا کیونکہ بھول کے ہوتے وہ اس کے استعمال پر قادر ہی نہیں ہے اور نسیان یعنی بھول ایک سماوی معاملہ ہے جس طرح بھول کر روزے دار کھا پی لے تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اللہ کھلاتا پلاتا ہے۔

② امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس کو پہلے پانی مانگنا چاہیے تھا کیونکہ عام طور پر کجاوے میں پانی ہوتا ہے اور یہ ایسے ہی ہو گیا جیسا کہ ایک بندہ نے ننگے بدن نماز پڑھ لی اور کپڑوں کو بھول گیا تھا یا ایک بندے نے روزے رکھ کر قسم کا کفارہ ادا کر دیا جب کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانے پر وہ قدرت رکھتا تھا اس کے باوجود بھول گیا۔

③ کیونکہ احتمال ہے کہ دوست اس کو دے دے تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ (سورۃ مائدہ پارہ 6) پر عمل کرتے ہوئے اور اگر اس دوست نے انکار کر دیا کیونکہ اب پانی حکماً معدوم ہو گیا ہے اور اللہ کا فرمان ہے اگر تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کر لو تو اب تیمم کرے گا۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 33-32 مطبوعہ المکتبۃ الحقانیہ محلہ جنگی پشاور)

① بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ (موزوں پر مسح کرنے کے احکام)

اَلْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ جَائِزٌ بِالسُّنَّةِ مِنْ كُلِّ حَدَثٍ مُّوْجِبٍ

لِّلْوُضُوْءِ اِذَا لَبِسَ الْخُفَّیْنِ عَلٰی طَهَارَةٍ کَامِلَةٍ ثُمَّ اَحْدَثَ

ترجمہ: موزوں پر مسح کرنے کا جواز سنت سے ثابت ہے ۞ ہر ایسے حدث کے لاحق ہوتے وقت جو وضوء کو واجب کرنے ۞ والا ہے بشرطیکہ موزوں کو مکمل وضوء کے بعد پہنا پھر حدث لاحق ہوا ۞

① مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تیمم کے مسائل کے بعد موزوں پر مسح کرنے کے مسائل بیان کیے ہیں کیونکہ تیمم کا ثبوت قرآن مجید سے ملتا ہے جب کہ موزوں پر مسح جمہور کی تحقیق کے مطابق قرآن سے ثابت نہیں کیونکہ جن لوگوں نے اَرْجُلِکُم لام کے کسرہ کی قرأت سے ثبوت قرآن سے پیش کیا وہ جمہور کے نزدیک اس لئے درست نہیں کیونکہ آگے اِلَی الْکَعْبَیْنِ آرہا ہے جب کہ بالاتفاق کعبین کا مسح نہیں ہے بلکہ قدم کی پشت تک ہے لہٰذا درست بات یہی ہے کہ اس کا ثبوت حدیث شریف سے ثابت ہے، مسح کا لغت میں معنی ہے ہاتھ کو کسی چیز کے اوپر سے پھیرنا گھمانا اور اصطلاح میں اس سے ایسی رخصت مراد ہے جس کا اندازہ مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات جب کہ مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں لگایا گیا ہے۔ (البحر الرائق ج 1 ص 65-164 مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

② یعنی اس کے جواز میں قولی اور فعلی دونوں طرح کی حدیث وارد ہوئی ہیں اس لئے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک دن کے روشن ہونے کی طرح مجھے موزوں پر مسح کا یقین نہیں ہوا اس وقت تک میں اس کے جواز کا قائل نہ ہوا اس لئے فقہاء نے مسح کے منکر کو گمراہ اور بدعتی قرار دیا اور مذہب اہل سنت و جماعت کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا سنی کی پہچان تین چیزیں ہیں۔ (1) شیخین (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کی سب صحابہ پر فضیلت کا قائل ہونا۔ (2) آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں داماد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا۔ (3) اور موزوں پر مسح کے جواز کا قائل ہونا۔ (ایضاً ص 165)

③ وضوء کی قید احترازی ہے اس سے حدث کو نکال دیا جو غسل کو واجب کرتا ہے۔
(الجوھرۃ النیرہ ج 1 ص 71 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

④ یعنی شرط ہے کہ بندہ مکمل طہارت کے بعد پہنے یہی وجہ ہے کہ ایک بندے نے اگر دونوں پاؤں کو دھویا پھر موزوں کو پہنا پھر مکمل طہارت کی تو مسح جائز ہوگا لہٰذا مکمل طہارت بے وضوء ہونے کے وقت شرط ہے کیونکہ موزہ پاؤں تک حدث کو سرایت کرنے کے لئے رکاوٹ ہے۔
(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 35 مکتبہ حقانیہ پشاور)

فَاِنْ کَانَ مُقِیماً مَسَحَ یَوْماً وَّلَیْلَۃً وَاِنْ کَانَ مُسَافِراً مَسَحَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَلَیَالِیْھَا وَابْتِدَأُ ھاَ عَقِیْبَ الْحَدَثِ

ترجمہ: پھر اگر مقیم ہو تو ایک دن اور ایک رات اور مسافر ہونے کی صورت میں تین دن اور تین ① راتیں مسح ہوگا اور اس کا آغاز حدث کے بعد شمار ہوگا۔

① صحیح مسلم کی روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار نے مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لئے مدت تین دن اور تین راتوں کو قرار دیا، چونکہ مسافر کے لئے حالتِ سفر میں زیادہ مشکلات ہوتی ہیں اس لئے اس کے لئے زیادہ رعایت دی گئی اور اس مدت کا آغاز حدث کے بعد ہوگا پہلے مسح کے وقت سے۔

(المظہر النوری ج1 ص32 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

وَالْمَسْحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ عَلٰی ظَاھِرِ ھِمَا خُطُوطاً بِالْاَصَابِعِ یَبْتَدِأُ مِنَ الْاَصَابِعِ اِلَی السَّاقِ وَفَرْضُ ذٰلِکَ مِقْدَارُ ثَلٰثِ اَصَابِعَ مِنْ اَصَابِعِ الْیَدِ

ترجمہ: اور موزوں کے ظاہر پر مسح ① ہوگا خطوط کھینچنے کی حالت میں انگلیوں کے ساتھ اس طرح کہ انگلیوں سے آغاز کرے گا اور پنڈلی پر اختتام ہوگا اور مسح ہاتھ کی انگلیوں میں سے تین انگلیوں کی فرضی مقدار ہوگا۔

① یعنی اگر کسی نے اندرون حصے کا یا ایڑی یا پنڈلی کا مسح کیا تو جائز نہ ہوگا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اگر دین محض رائے کا نام ہوتا تو موزوں کے بیرون کے بجائے اندرون کا مسح کرنا بہتر ہوتا لیکن میں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ ظاہر پر مسح کر رہے تھے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص35 مطبوعہ مکتبہ حقانیہ، پشاور)

② امام محمد علیہ الرحمتہ نے اسی پر فتویٰ ذکر کیا کیونکہ ہاتھ مسح کا آلہ ہے اور اگر کسی نے پنڈلی سے انگلیوں کی طرف مسح کر دیا تو بھی جائز ہے کہ مقصود حاصل ہے لیکن خلاف سنت ہے۔

وَلَا یَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلٰی خُفٍّ فِیْهِ خَرْقٌ کَثِیْرٌ یَتَبَیَّنُ مِنْهُ قَدْرُ ثَلٰثِ اَصَابِعِ الرِّجْلِ وَاِنْ کَانَ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِکَ جَازَ

ترجمہ: اور ایسے موزہ پر مسح جائز نہیں ہوگا جس میں اتنی زیادہ پھٹن ہو کہ اس سے

پاؤں کی تین انگلیوں کی مقدار ظاہر ہو[1] جائے اور اگر پھٹن تین انگلیوں سے کم ہو تو مسح جائز ہوگا۔

(1) کیونکہ تین انگلیاں کا اندازہ لگایا جائے گا نہ کہ دو کا جس طرح نجاست میں اور اگر تین انگلیوں سے کم پھٹن ہو تو پھر مسح اس لئے جائز ہے کہ عادۃ تھوڑا سا موزہ پھٹ ہی جاتا ہے لہٰذا حرج کو ختم کرنے کے لئے اس کو معاف قرار دیا گیا اور تین انگلیوں سے مراد پاؤں کی تین چھوٹی انگلیاں مراد ہیں۔

فائدہ عظیمہ: اگر پھٹن پاؤں کے نیچے سے ہو تو اس وقت تک مسح کے مانع نہیں جب تک پاؤں کے اکثر حصہ کو شامل نہ ہو اور ٹخنے میں تین ہی انگلیاں مانع ہیں اس سے کم نہیں اور ٹخنے کے اوپر کوئی چیز بھی مانع نہیں کیونکہ وہ محل مسح ہی نہیں۔ (البنایہ ج 1 ص 582 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَلَا يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِمَنْ وَّجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ وَ يَنْقُضُ الْمَسْحَ مَا يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ وَ يَنْقُضُهُ اَيْضاً نَزْعُ الْخُفِّ وَ مُضِيُّ الْمُدَّةِ فَاِذَا مَضَتِ الْمُدَّةُ نَزَعَ خُفَّيْهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ وَصَلّٰى وَلَيْسَ عَلَيْهِ اِعَادَةُ بَقِيَّةِ الْوُضُوْءِ

ترجمہ: اور ایسے شخص کے موزوں پر مسح جائز نہ ہوگا جس پر غسل واجب ہو چکا[1] (جنبی) ہو اور موزوں کے مسح کو وہ چیز توڑ دے گی جو وضوء کو توڑتی ہے[2]، نیز موزے کا اتر جانا[3] اور مدت کا گذر جانا[4] پھر جب مدت گذر جائے تو موزہ اتار کر دونوں پاؤں کو دھو کر نماز پڑھ لے اور ایسے شخص پر باقی وضوء کو دوبارہ کرنا لازم نہیں ہے[5]

(1) علامہ بدرالدین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صورت مسئلہ یوں ہے کہ ایک آدمی نے وضوء کر کے موزہ پہن لیا پھر وہ جنبی ہو گیا پھر اس کو پانی اتنا میسر آ گیا جس کے ساتھ وہ وضوء تو کر سکتا ہے غسل نہیں کر سکتا اب وہ وضوء کرے گا اور دونوں پاؤں کو دھولے گا لیکن مسح نہیں کرے گا اور جنابت کے لیے وہ تیمم کرے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ بار بار جنبی تو نہیں ہوتا لہٰذا موزے کے اتارنے میں کوئی حرج لاحق نہ ہوگی بخلاف بے وضوء ہونے کے وہ تو بندہ بار بار بے وضوء ہو سکتا ہے اور بار بار موزے کے اتارنے میں حرج ہوگا جب کہ مسح کا جواز ہی اس لئے ہوا کہ حرج ختم ہو جائے۔
(البنایہ ج 1 ص 87-86 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② اس کی وجہ یہ ہے کہ موزوں پر مسح کرنا یہ پاؤں کے دھونے کا بدل ہے لہٰذا یہ بھی تیمم کی طرح ہوگا کیونکہ مسح بھی تو وضوء کا جز ہے لہٰذا بعض کو کل پر قیاس کیا جائے گا۔

فائدہ عظیمہ: ایضاً یہ مفعول مطلق ہے اور اس کا فعل محذوف ہوتا ہے تقدیری عبارت ہوگی اٰض ایضاً ای ارجع رجوعا یعنی اس کا مطلب ہوتا ہے کہ جو کام اس سے پہلے ہو چکا ہے اس کا بھی تعلق اسی کے ساتھ ہے۔ سَقَیْتُ سَقْیًا، شَکَرْتُ شُکْرًا، رَغِبْتُ رَغْبَۃً بھی اسی قبیلے سے ہیں۔ (البنایہ ایضاً)

③ کیونکہ موزہ مانع اور رکاوٹ تھا جب وہ ختم ہوگیا اب حدث پاؤں کی طرف سرایت کر جائے گا۔ (ایضاً)

④ کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقیم کے متعلق ایک دن ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین رات مقرر فرمائی ہیں کیونکہ موزوں پر مسح کرنا قائم مقام پاؤں دھونے کے ہے معین وقت میں جب وقت گذر گیا اب یہ قائم مقام نہیں رہے گا۔ (البنایہ ج 1 ص 589، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ یہ قید احترازی ہے کیونکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ وضوء کا اعادہ کرے گا۔ (البنایہ ج 1 ص 590 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَمَنِ ابْتَدَأَ الْمَسْحَ وَهُوَ مُقِيْمٌ فَسَافَرَ قَبْلَ تَمَامِ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ مَسَحَ تَمَامَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيْهَا وَمَنِ ابْتَدَأَ الْمَسْحَ وَهُوَ مُسَافِرٌ ثُمَّ أَقَامَ فَإِنْ كَانَ مَسَحَ يَوْماً وَّلَيْلَةً اَوْ اَكْثَرَ لَزِمَهٗ نَزْعُ خُفَّيْهِ وَإِنْ كَانَ اَقَلَّ مِنْهُ تَمَّمَ مَسْحَ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ

ترجمہ: اور جس آدمی نے مسح کا آغاز کیا حالت اقامت میں پھر ایک دن اور ایک رات سے پہلے وہ مسافر ہوگیا اب وہ تین دن اور تین راتیں مسح کرے گا① اور جس نے مسح کو شروع کیا حالتِ سفر میں پھر وہ مقیم ہوگیا پھر اگر ایک دن اور ایک رات یا اس سے زائد کا وہ مسح کر چکا تھا ایسے شخص پر موزوں کا اتارنا لازمی ہوگیا اور اس سے کم سفر کیا تو ایک دن اور ایک رات کی مدت پوری کرے۔

① کیونکہ حدیث مطلق ہے کہ مسافر کی مدت تین دن اور تین راتیں ہیں، لہٰذا اس حدیث میں ہر مسافر کو رخصت دی گئی ہے اور یہ بھی مسافر ہے لہٰذا مسح تین دن اور تین راتیں کرے گا۔

فائدہ عظیمہ: اصل ضابطہ یہ ہے کہ حکم کا تعلق وقت کے ساتھ ہوتا ہے اور وقت ہمیشہ آخری

معتبر ہوگا آخری وقت مقیم تھا پھر نیت بدلی تو اقامت معتبر اور مسافر تھا تو وہی حکم ہوگا جس طرح نماز کے متعلق حکم ہے کہ جب نماز قضا ہوئی اس وقت دیکھیں گے مسافر ہے تو بعد میں بھی قصر پڑھے گا اور اگر مقیم تھا تو بعد میں قضا مکمل فرض کے ساتھ پڑھے گا۔

(البنایہ ج1 ص93-92-591، مطبوعہ رشیدیہ، کوئٹہ، نورالانوار ملاجیون)

وَمَنْ لَبِسَ الْجُرْمُوْقَ فَوْقَ الْخُفِّ مَسَحَ عَلَيْهِ وَلَا يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَا مُجَلَّدَيْنِ اَوْ مُنَعَّلَيْنِ وَقَالَا يَجُوْزُ اِذَا كَانَا ثَخِيْنَيْنِ لَا يَشِفَّانِ

ترجمہ: اور جس نے موزہ کے اوپر جرموق پہنا تو وہ اس کے اوپر مسح کرے ① اور جرابوں کے اوپر مسح کرنا جائز نہیں مگر جب وہ چمڑے کی ہوں یا صرف تلے پر چمڑہ چڑھا ہو ② اور صاحبین (امام محمد وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما) نے فرمایا کہ جرابوں پر مسح جائز ہے بشرطیکہ اتنی سخت ہوں کہ نچلا حصہ دکھائی نہ دیتا ہو۔

① جرموق یہ فارسی لفظ یوموق کا معرب ہے عربی میں اس کو موق کہتے ہیں جرموق ان موزوں کو کہتے ہیں جو اصل موزوں کی حفاظت کے لئے ان کے اوپر اس لئے پہنے جاتے ہیں تاکہ موزے کیچڑ اور نجاست وغیرہ سے محفوظ رہ سکیں شرعی طور پر ان کے اوپر مسح جائز ہے اگر جرموق سوتی کپڑے وغیرہ کے ہوں اور تنہا جرموق پہنے ہوں تو ان پر مسح جائز نہیں کیونکہ اب یہ پاؤں کا بدل نہیں بن سکتے۔

(البنایہ ج1 ص593 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② لغات: سوت کے موزے کو جوراب کہتے ہیں اس کا تثنیہ جوربین ہے اگر اس کے نچلے حصے پر چمڑا ہو اس کو منعل کہتے ہیں اور اس کا تثنیہ منعلین آتا ہے جو کہ نعل سے ماخوذ ہے جوتے کی ایڑی میں جو لوہا لگایا جاتا ہے اس کو نعل کہتے ہیں اور اگر تلے میں بھی چمڑا ہو اور جوتے کی مانند قدم پر بھی چمڑا ہو تو سوت کے اس موزے کو مجلد کہتے ہیں جس کا تثنیہ مجلدین ہے ثخینین کا معنی ہے موٹا موزہ اس کا تثنیہ ثخینین ہے یَشِفَّان یہ یَشِفُّ کا تثنیہ ہے جس کا معنی ہے ایسا موزہ جس میں پانی چھن جاتا ہو۔

مسئلہ: امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک سابق قول کے مطابق جوربین پر سوائے دو صورتوں کے مسح جائز نہیں ہے۔ (1) مجلدین۔ (2) منعلین اور صاحبین کے نزدیک جرابوں

پر اس صورت میں مسح جائز ہے جب وہ موٹی اور سخت ہوں جو آج کل ہمارے پاکستان میں چل رہی ہیں یہ مراد نہیں ہیں صاحبین فرماتے ہیں کہ جب یہ سخت ہوں گی تو پنڈلی پر بغیر کسی چیز کے باندھے ٹھہر جائیں گی اب یہ موزے کے مشابہہ ہو جائیں گی۔ فتوی صاحبین ہی کے قول پر ہے اور امام صاحب نے فوت ہونے سے سات یا تین دن قبل رجوع اس وقت کر لیا جب آپ نے بیماری کی حالت میں جوربین پر مسح فرمایا اور فرمایا کہ اس سے قبل میں لوگوں کو اس سے منع کیا کرتا تھا۔

تنبیہ: اس عبارت میں لا یشفان کی قید یا تو ثخینین کی تاکید ہے یا از روئے روایت کے نہ کہ لغت کی خطا اور غلطی پر محمول ہے۔ (حوالہ نمبر 1 الجوھرۃ النیرہ ج 1 ص 82 مکتبہ رحمانیہ لاہور، حوالہ نمبر 2 فتح القدیر ج 1 ص 139 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَلَا يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَالْبُرْقَعِ وَالْقُفَّازَيْنِ

ترجمہ: ① عمامہ، ٹوپی، برقع، اور دستانوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

① علامہ بیضاوی نے تفسیر بیضاوی کے اندر غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (سورۃ بقرہ پارہ 1 آیت نمبر 7) کی تفسیر میں فرمایا کہ درست لفظ عین کے کسرہ کے ساتھ فِعَالَةٌ کے وزن پر ہے اور جس لفظ میں لپیٹنے والا معنی پایا جائے وہ اکثر فِعَالَةٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے عِصَابَةٌ، غِشَاوَةٌ، عِمَامَةٌ علامہ فرمارہے ہیں کہ ان چار چیزوں کے اوپر مسح جائز نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ ان کے اتارنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور مسح کا جواز تو حرج اور تکلیف کو ختم کرنے کے لئے رکھا گیا، قلنسوہ سے مراد وہ ٹوپی ہے جو عجمی لوگ سروں پر ڈالتے ہیں اور وہ کوئی ٹوپی سے بڑی ہوتی ہے جن روایات میں ٹوپی کے مسح کا جواز ہے وہ تخصیص کے قبیلہ پر محمول ہیں جس طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے لئے ریشم کی تخصیص اور ابو خزیمہ انصاری ان کی گواہی کو قائم مقام دو کے قرار دیا گیا ہے برقع سے مراد وہ چیز ہے جس کو عورت اپنے چہرے پر ڈالتی ہے اور آنکھیں ظاہر ہوتی ہیں مصنف کی اس عبارت میں امام اوزاعی، امام احمد بن حنبل اور اصحاب ظواہر کی تردید ہے جو ان مذکورہ چیزوں پر مسح کے جواز کے قائل ہیں۔

(الجوھرۃ النیرۃ فتح القدیر ج 1 ص 148 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَيَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَى الْجَبَائِرِ وَاِنْ شَدَّهَا عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ فَاِنْ سَقَطَتْ مِنْ غَيْرِ بُرْءٍ لَمْ يَبْطُلِ الْمَسْحُ وَاِنْ سَقَطَتْ عَنْ بُرْءٍ بَطَلَ

ترجمہ: اور زخم کی پٹیوں پر مسح جائز ہے① اگر چہ پٹی بغیر وضوء کے باندھی ہو② پھر اگر وہ پٹی زخم کے ٹھیک ہونے کے بغیر گر پڑی تو مسح باطل نہ ہوگا③ اور اگر زخم درست ہونے پر پٹی گری تو اب مسح باطل ہو جائے گا۔

① یعنی زخم کی پٹی پر مسح فرض نہیں ہے بلکہ چھوڑنا بھی جائز ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ چھوڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب جنگ احد میں زخمی ہوئے تھے تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسح کرنے کا حکم جاری کیا تھا نیز صاحبین اس کو موزے کے مسح پر قیاس کرتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسح پر قیاس جائز نہیں ہے کیونکہ مسح تو پاؤں دھونے کا بدل ہے لیکن پٹی کا اگر نچلا حصہ ظاہر ہو جائے تو اس کو دھونا واجب نہیں ہوگا باقی رہا مسئلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مسح کرنے کا تو وہ خبر واحد ہے اس سے فرضیت نہیں ثابت ہوتی۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 37 مکتبہ حقانیہ پشاور)

② کیونکہ اس میں اصل اعتبار زخم کا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ پٹی کے نچلے حصے کو دھونا ساقط ہے بخلاف موزے کے، اس عبارت سے موزے پر مسح اور پٹی پر مسح کرنے کے درمیان فرق واضح ہوا کہ پٹی باوضوء یا بلا وضوء جیسے بھی باندھے سب جائز ہے بخلاف مسح خف کے کہ وہ بلا طہارت جائز نہیں ہے مسح جبیرہ (پٹی) کے لئے وقت کا تعین نہیں جب کہ موزوں پر مقیم و مسافر کے لئے الگ الگ مدت کا تعین ہے۔

(الجوہرۃ النیرہ ج 1 ص 82 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

③ کیونکہ عذر باقی ہے اور اگر درست ہونے کے بعد پٹی گرے تو اب مسح اس لئے باطل ہوگا کہ عذر ختم ہو چکا اور اگر نماز میں یہ صورت پیش آئی تو اس جگہ کو دھو کر از سر نو نماز پڑھے گا کیونکہ مقصود حاصل ہونے سے پہلے پہلے اصل پر قادر ہو گیا جیسا کہ کوئی نمازی تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہو اور درمیان نماز پانی پر قادر ہو گیا تو اب نماز باطل ہوگی دوبارہ وضوء کر کے نماز پڑھے گا۔

(الجوہرۃ النیرہ ج 1 ص 83 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

بَابُ الْحَيْضِ (حیض کے مسائل)

اَقَلُّ الْحَيْضِ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيْهَا وَمَا نَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ بِحَيْضٍ وَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ وَاَكْثَرُهٗ عَشَرَةُ اَيَّامٍ وَمَازَادَ عَلٰى ذٰلِكَ فَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ

ترجمہ: تین دن اور تین راتیں کم از کم ماھواری کی مدت ① ہے اور جو خون اس مدت سے بھی کم ہو وہ حیض نہیں استحاضہ (بیماری) کا خون ہوگا اور حیض کی زیادہ مدت دس دن ہے اور جو دس ایام سے بھی زائد ہو وہ استحاضہ ہے۔

① حیض کا لغوی معنی سیلان یعنی بہنے کے ہیں حضرت علامہ ازھری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حوض کو بھی حوض اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی طرف پانی بہتا ہے لغوی معنی کے اعتبار سے حیض بنات آدم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مادہ جانوروں کو بھی شامل ہے اس لئے اہل عرب کہتے ہیں حَاضَتِ الْاَرْنَبُ کہ خرگوشنی کو حیض آنے لگا اور اصطلاح میں حیض اس خون کو کہتے ہیں جو ایسی عورت کے رحم سے بہے جو مرض اور کم عمری سے سلامت ہو اور حکماء کے نزدیک حیض وہ خون ہے جو عورت کی حالتِ صحت میں ہر ماہ رحم سے خارج ہوتا ہے اس کا رنگ سرخ یا سرخ سیاہی مائل ہوتا ہے حیض آنا لڑکیوں میں بلوغ کی علامت قرار دیا گیا ہے ایام حمل میں خونِ حیض پیٹ والے بچے کی غذا کا کام دیتا ہے۔

فائدہ: امام حاکم نے حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حیض کی ابتدا حضرت حوا علیہما السلام سے اس وقت سے ہوئی جب کہ ان کو جنت سے زمین پر اتارا گیا نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حیض کو حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹیوں پر مسلط فرمایا ہے ایک قول کے مطابق سب سے پہلے حیض بنی اسرائیل میں رونما ہوا (امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہے جو کم مدت یا زائد مدت سے اوپر ہو وہ خون استحاضہ ہوگا اس کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ حیض کی مدت تین، چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ اور نو اور دس دن ہے پھر جب دس سے تجاوز کرے تو وہ استحاضہ ہے۔

(البنایہ فی شرح الھدایہ ج 1 ص 612 تا 617 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَمَاتَرَاهُ الْمَرْأَةُ مِنَ الْحُمْرَةِ وَالصُّفْرَةِ وَالْكُدْرَةِ فِيْ اَيَّامِ الْحَيْضِ ① حَتّٰى تَرَى الْبَيَاضَ خَالِصًا

ترجمہ: اور جو عورت سرخ اور زرد اور گدلا خون حیض کے دنوں میں دیکھے تو وہ سب حیض ہوگا یہاں تک کہ عورت خالص سفیدی کو دیکھے۔

① مطلب یہ ہے کہ عورت کا حیض مختلف رنگوں کا ہوسکتا ہے یعنی ہر عورت کا خون سرخ یا سیاہ ہو یہ ضروری نہیں بلکہ یہ عورت کے مزاج یا علاقے کے مطابق ہوگا اگر عورت کا مزاج اس کی غذا اور آب و

ہوا معتدل ہو تو حیض کی رنگت سرخ ہوتی ہے اور اگر گرم غذاؤں گرم آب و ہوا یا مزاج کی حدت کی وجہ سے احراقی کیفیت پیدا ہو گئی ہے تو خون سیاہی مائل ہوتا ہے۔

وَالْحَيْضُ يُسْقِطُ عَنِ الْحَائِضِ الصَّلٰوةَ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهَا الصَّوْمَ وَتَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلٰوةَ

ترجمہ: اور حائض عورت سے حیض نماز کو ساقط کر دیتا ہے ① اور اس پر روزہ رکھنا حرام قرار دیتا ہے اور وہ روزے کی قضا کرے گی اور نماز کی نہیں۔

① یہاں سے حیض کے احکام بیان ہو رہے ہیں وجہ واضح ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ ہم زمانہ رسالت میں روزوں کی قضا کرتی تھیں اور نماز کی نہیں اور عقلی وجہ بھی ہے کیونکہ ہر مہینے میں اتنی نمازوں کی اگر قضا لازم کی جائے تو حرج ہوگا بخلاف روزوں کے کہ وہ سال کے بعد فقط ایک ماہ ہوتے ہیں جن کی قضاء میں حرج نہ ہوگی۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 39 مکتبہ حقانیہ قصہ خوانی بازار، پشاور)

وَلَا تَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَلَا تَطُوْفُ بِالْبَيْتِ وَلَا يَاْتِيْهَا زَوْجُهَا وَلَا يَجُوْزُ لِحَائِضٍ وَّلَا لِجُنُبٍ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ وَلَا يَجُوْزُ لِلْمُحْدِثِ مَسُّ الْمُصْحَفِ اِلَّا اَنْ يَّاْخُذَهٗ بِغِلَافِهٖ

ترجمہ: اور حیض والی عورت نہ تو مسجد میں داخل ہوگی ① نہ ہی بیت اللہ شریف کا طواف کرے گی ② اور نہ ہی اس کا شوہر اس کے پاس ہم بستری کے لئے آئے گا ③ اور حیض والی عورت اور جنبی کے لئے قرآن مجید کو پڑھنا جائز نہیں ہے ④ اور نہ ہی بے وضوء آدمی کے لئے قرآن کا چھونا جائز ہوگا مگر یہ کہ اس کو غلاف کے ساتھ پکڑے ⑤

① کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ میں حائض اور جنبی عورتوں کے لئے مسجد میں آنے کو حلال نہیں قرار دیتا لیکن خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حالتِ جنابت میں مسجد کے اندر رہنے کی اجازت دی۔ (بحوالہ کتاب نواسۂ سید الابرار مولانا محمد عبدالسلام قادری مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ لاہور)

② کیونکہ طواف بھی مسجد میں ہوتا ہے اور مسجد میں ایسی عورت کا داخلہ ممنوع ہے۔

تنبیہ: یہ بیت اللہ شریف کا حکم جب سابقہ عبارت سے معلوم ہو رہا تھا پھر دوبارہ اس کو کیوں ذکر کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حکم مزید واضح ہو جائے نیز اس لئے بھی کہ حائض عورت مسجد میں داخل ہونے کے باوجود طواف بھی نہ کرے۔

③ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ (سورہ بقرہ پارہ 2 آیت نمبر 222) ترجمہ: جب تک عورتیں پاک نہ ہو جائیں اس وقت تک ان کے قریب مت جاؤ۔

فائدہ: اگر کسی شوہر نے ان ایام میں بیوی کے ساتھ ہم بستری کر لی اب اس کی کچھ تفصیل ہے اگر اس نے اس عمل کو حلال سمجھ کر کیا تو وہ کافر ہو گیا اور اگر حرام ہونے کا علم تھا پھر اس طرح کیا تو گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا اب اس پر توبہ لازم ہے اور ایک یا آدھا دینار صدقہ کر دے۔

④ کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ حائض اور جنبی قرآن میں سے کچھ بھی نہ پڑھیں لیکن اگر معلّمہ کو ان ایام میں ماہواری آجائے تو وہ ایک ایک کلمہ پڑھا سکتی ہے (بحوالہ تفہیم المسائل مفتی منیب الرحمٰن مکتبہ ضیاء القرآن گنج بخش روڈ لاہور) اگر زبان پر ثُمَّ نَظَرَ، وَلَمْ یُوْلَدْ کے کلمات جاری ہو جائیں اور بندہ تلاوت کی نیت سے نہ پڑھے بلکہ ثناء کے طور پر پڑھے تو جائز ہے۔

فائدہ: ہمارے آئمہ کرام نے فرمایا کہ عورت کے لئے ان ایام میں مستحب ہے کہ ہر نماز کے وقت وضوء کر کے مصلّٰی پر بیٹھ جائے اور سُبْحَانَ اللّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھتی رہے تو بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو نماز پڑھنے کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا فتاویٰ ظہیریہ میں ہے کہ فرض نماز کی ادائیگی کی مقدار مصلّٰی پر بیٹھی رہے تاکہ اس کو اپنی عادت نہ بھول جائے نیز درود شریف کا ورد بھی کیا جا سکتا ہے۔

⑤ کیونکہ مستدرک کی روایت ہے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے آپ نے یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ قرآن کو جب بھی چھونا ہے تو پاکیزگی کی حالت میں نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ (سورہ واقعہ پارہ 27 آیت نمبر 79) ترجمہ: قرآن کو پاک ہی چھو سکتے ہیں۔

تنبیہ: اگر کسی آدمی نے قرآن کے غلاف یا قرآن کے سفید حاشیہ کو چھو لیا تو مکروہ نہ ہوگا کیونکہ اس نے قرآن کو درحقیقت نہیں چھویا ہے لیکن مکروہ ہے تفسیر کی اور فقہ حدیث کی کتب کو بلا وضوء چھونا کیونکہ یہ کتب قرآنی آیات سے خالی نہیں ہوتیں اور یہی حکم نحو کی شروحات کا ہے۔

(حوالہ نمبر 1 البحر الرائق جلد اول ص 198 تا 202، ایچ ایم سعید کراچی،
حوالہ نمبر 2 فتح القدیر ج 1 ص 144 تا 150 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

فَاِذَا انْقَطَعَ دَمُ الْحَیْضِ لِاَقَلَّ مِنْ عَشَرَۃِ اَیَّامٍ لَمْ یَجُزْ وَطْیُھَا حَتّٰی تَغْتَسِلَ اَوْیَمْضِیَ عَلَیْھَا وَقْتُ صَلٰوۃٍ کَامِلَۃٍ وَاِنِ انْقَطَعَ دَمُھَا لِعَشَرَۃِ اَیَّامٍ جَازَ وَطْیُھَا قَبْلَ الْغُسْلِ

ترجمہ: پس جب حیض کا خون دس دنوں سے کم میں ختم ہو گیا تو غسل سے پہلے ہم بستری جائز نہ ہوگی① یا جب تک اس پر مکمل نماز کا وقت نہ گزر جائے② اور اگر خون مکمل دس دنوں پر ختم ہوا تو اب غسل سے پہلے بھی صحبت جائز ہوگی③

① علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ مثال کے طور پر نو یا آٹھ دنوں پر خونِ حیض ختم ہو گیا اور اتنے دن اس عورت کی عادت تھی اب خاوند کے لئے اس کے ساتھ اس وقت تک ہم بستری کرنا منع ہے جب تک وہ عورت غسل نہ کرے کیونکہ خون کبھی جاری ہوتا ہے اور کبھی رک جاتا ہے لہٰذا غسل ضروری ہے غسل کرنے سے خون کے بند ہونے کی ترجیح ظاہر ہوگی اور وہ حقیقۃً عورت پاک شمار ہوگی۔ (البنایہ فی شرح الھدایہ ج 1 ص 651 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② مکمل نماز کی قید احترازی ہے کیونکہ اگر خون ناقص نماز کے وقت میں ختم ہوا مثلاً چاشت کی نماز یا عید کی نماز کے وقت میں خون بند ہوا تو جب تک غسل نہ کرے گی اس کے ساتھ وطی جائز نہ ہوگی اور یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب خون اس کی عادت کے مطابق ختم ہوا لیکن اگر عادت آٹھ یا نو دن تھی اور خون اس سے کم مدت میں ختم ہو گیا اب ایسی عورت سے ہم بستری جائز نہ ہوگی اگرچہ وہ غسل بھی کر لے یہاں تک کہ اس کی عادت بھی پوری ہو جائے کیونکہ عادت کے اندر اندر خون کا آنا ممکن اور غالب ہے لہٰذا ہم بستری سے اجتناب کرنے میں ہی احتیاط ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 91 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

③ صحبت کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ دس دنوں سے زائد حیض نہیں ہوتا تاہم پھر بھی غسل کر لینا مستحب ہے اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰی یَطْھُرْنَ۔ اگر یَطْھُرْنَ کو مُشَدَّد پڑھیں تو پھر اس کا معنی ہوگا کہ عورتوں کے اس وقت تک قریب نہ جاؤ جب تک وہ غسل نہ کر لیں اور اگر تخفیف والی قرأت مشہورہ کو لیں تو اب معنی ہوگا کہ تم ان کے قریب اس وقت تک نہ جاؤ جب تک وہ پاک نہ ہوں، ثابت ہوا کہ احناف نے قرآن کی دونوں قرأتوں پر عمل کر لیا۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 40 مکتبہ حقانیہ پشاور)

وَالطُّهْرُ اِذَا تَخَلَّلَ بَيْنَ الدَّمَيْنِ فِيْ مُدَّةِ الْحَيْضِ فَهُوَ كَالدَّمِ الْجَارِيْ وَاَقَلُّ الطُّهْرِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْماً وَّلَا غَايَةَ لِاَكْثَرِهٖ

ترجمہ: اور پاکی جب دو خونوں کے درمیان حیض کی مدت کے درمیان میں حائل ہو تو وہ لگاتار جاری خون کے حکم میں ہے ① اور طہر کی کم از کم مدت پندرہ دن ہے اور زیادہ مدت کی کوئی انتہا نہیں ہے ②

① اس مسئلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے چھ اقوال ہیں یہ قول امام محمد نے روایت کیا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ اگر عورت نے دو دن خون دیکھا اور تین دن طہر کے دیکھے تو اب پھر حیض کا خون آنے لگا تو تین دن طہر کے بھی حیض میں شمار ہوں گے وجہ یہ ہے کہ حیض کی مدت میں بالاستیعاب خون کا آنا بالا جماع شرط نہیں ہے لہٰذا زکوٰۃ کے نصاب کی طرح اول و آخر کا اعتبار ہوگا درمیان کا اعتبار نہ ہوگا جس طرح مال زکوٰۃ مثلاً جنوری اور دسمبر میں پورا تھا اگست ستمبر میں کم ہو گیا تو بھی زکوٰۃ کی ادائیگی اول و آخر کو دیکھتے واجب ہوگی اور زکوٰۃ کے نصاب پر حیض کے خون کو قیاس کرنا بطور نظیر و مثال ہے من کل الوجوہ قیاس نہیں ہے۔ (النھر الفائق شرح کنز الدقائق ج 1 ص 137 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

② قاضی ابو الطیب نے کم از کم پندرہ دن کی مدّت پر اجماع نقل کیا ہے اور ثقہ تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے اسی طرح منقول ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ ابراہیم نخعی علیہ الرحمۃ نے صحابی سے سنا ہوگا اور صحابی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سماعت کی ہوگی کیونکہ اعداد کے اندازہ میں عقلی راہنمائی کو دخل نہیں ہے حضرت علامہ بدر الدین عینی نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور دو حیضوں کے درمیان کم از کم پندرہ دن ہوتے ہیں۔ بعض علماء نے حیض کی کم مدت تین دن کو شرعی مسافر کی حد بندی کی کم از کم مدت تین دن پر اور طہر کی کم از کم مدت پندرہ دن کو مقیم کی مدت پر قیاس کیا کہ اگر بندہ پندرہ دنوں سے کم کی نیت کرے تو مسافر اور اگر پندرہ دن یا اس سے زائد کی نیت کرے تو وہ شرعاً مقیم ہوگا اس پر قصر نہ ہوگی، اور زیادہ مدت کی کوئی حد نہیں کیونکہ طہر ایک دو سال تک بھی طول پکڑ سکتا ہے جب تک عورت پاک رہے گی نماز کی ادائیگی اور روزوں کی ادائیگی کرتی رہے گی اگرچہ ساری عمر ہی گذر جائے۔ (البنایہ ج 1 ص 658 تا 661 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَدَمُ الْاِسْتِحَاضَةِ هُوَ مَاتَرَاهُ الْمَرْاَةُ اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اَوْ اَكْثَرَ

مِنْ عَشَرَةِ اَيَّامٍ فَحُكْمُهٗ حُكْمُ الرُّعَافِ الدَّائِمِ لَا يَمْنَعُ الصَّلٰوةَ وَلَا الصَّوْمَ وَلَا الْوَطْئَ

ترجمہ: استحاضہ ایسا خون کہلاتا ہے جس کو عورت تین دن سے کم یا دس دن سے زائد دیکھے پھر اس کا حکم نکسیر کے پھوٹنے کی طرح ہے جو نماز، روزہ، وطی میں کوئی رکاوٹ نہیں بنتا۔

① عورت کو اگر ہر ماہ قاعدہ کے مطابق رحم سے خون آتا رہے تو وہ حیض کہلاتا ہے اور یہ تندرسی کی علامت ہے اگر خون وقت مقررہ پر نہ آئے اس کا نام استحاضہ ہے اور یہ بیماری کی نشانی ہے مصنف فرماتے ہیں کہ استحاضہ کا خون دائمی نکسیر کی مانند ہے کہ مستحاضہ عورت کے لئے نکسیر کی طرح نماز، روزہ میں رکاوٹ نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت جیش رضی اللہ عنہا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالی میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسی عورت ہوں جو استحاضہ میں مبتلا رہتی ہوں اور پاک نہیں ہوتی کیا میں اس حالت میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ تو رگ کا خون ہے حیض نہیں ہے ایام حیض تک نماز سے علیحدہ رہے پھر غسل کر اور ہر نماز کے وقت وضوء کر لیا کر اگر چہ خون چٹائی پر ٹپکتا رہے جب نماز کا حکم حدیث سے معلوم ہو گیا تو روزے اور وطی کا حکم اجماع امت کے نتیجے میں ثابت ہو جائے گا۔

(فتح القدیر مع الکفایہ ج 1 ص 157 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَاِذَا زَادَ الدَّمُ عَلَى الْعَشَرَةِ وَلِلْمَرْاَةِ عَادَةٌ مَعْرُوْفَةٌ رُدَّتْ اِلٰى اَيَّامِ عَادَتِهَا وَمَا زَادَ عَلٰى ذٰلِكَ فَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ وَاِنِ ابْتَدَأَتْ مَعَ الْبُلُوْغِ مُسْتَحَاضَةً فَحَيْضُهَا عَشَرَةُ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَالْبَاقِيْ اِسْتِحَاضَةٌ

ترجمہ: اور جب خون دس دن پر زیادہ ہو جائے حالانکہ عورت کی عادت بھی مشہور ہو تو عورت کی عادۃ مشہورہ کی طرف لوٹا دیا جائے گا① اور جو اس سے زائد ہوگا وہ استحاضہ شمار ہوگا اور اگر ایک عورت کے بلوغ کا آغاز ہی استحاضہ کی حالت میں ہو تو ایسی عورت کا حیض ہر ماہ دس دن شمار ہوگا اور باقی استحاضہ ہوگا②

① یعنی حیض کی اکثر مدت دس دن سے خون زائد ہو گیا اور اس عورت کی عام عادت چھ، سات،

یا آٹھ دن تھی اب اس کی عادۃ معروفہ شمار کر لی جائے گی جو حیض کہلائے گی اور جو عادۃ معروفہ سے دو دن زائد ہیں وہ استحاضہ شمار ہوگا یہ صورت تو دس دن سے زائد کی تھی اگر عادۃ معروفہ سے زائد اور دس سے کم سے کم ہو تو پھر مشائخ کرام کا اختلاف ہے کچھ فرماتے ہیں کہ اس عورت کو غسل کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ اضافہ والی حالت حیض اور استحاضہ کے درمیان مشکوک ومتردد ہے کیونکہ اگر خون دس سے کم دنوں پر ختم ہو گیا تو حیض ہوگا اور اگر دس دنوں سے اضافہ ہو گیا تو اب استحاضہ ہوگا لہٰذا شک کے ہوتے نماز کو نہیں چھوڑا جائے گا اور کچھ مشائخ کا نظریہ مذکورہ نظریہ کے برعکس ہے اور فتویٰ دوسرے قول مشائخ پر ہے۔ (البنایہ ج 1 ص 665 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت ابتداء ہی سے حد بلوغ کو پہنچنے کے ساتھ ہی استحاضہ میں مبتلا ہو گئی اگر چہ اس کے متعلق یہ شک ہو سکتا ہے کہ اگر یہ عورت مستحاضہ نہ ہوتی تو شاید خون دس دن سے کم آ کر بند ہو جاتا لیکن مدتِ حیض میں جس قدر اس کے حیض ہونے کا یقین ہے اس کی موجودگی میں یہ وہم حیض سے نکال کر استحاضہ میں داخل کرنے کے لئے مفید نہ ہوگا کیونکہ مشہور قاعدہ فقہیہ ہے اَلْيَقِيْنُ لَا يَزُوْلُ بِالشَّكِّ، ترجمہ: کہ یقین کو شک کے ذریعے ختم نہیں کیا جا سکتا لہٰذا ایسی عورت کا حیض ہر ماہ دس دن ہوگا اور بقیہ استحاضہ شمار ہوگا۔ (البنایہ فی شرح الھدایہ ج 1 ص 668 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَالْمُسْتَحَاضَةُ وَمَنْ م بِهٖ سَلَسُ الْبَوْلِ وَالرُّعَافُ الدَّائِمُ وَالْجَرْحُ الَّذِىْ لَا يَرْقَأُ يَتَوَضَّؤُوْنَ لِوَقْتِ كُلِّ صَلٰوةٍ وَّيُصَلُّوْنَ بِذَالِكَ الْوُضُوْءِ فِىْ وَقْتٍ مَاشَاءُوْا مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ فَاِذَا خَرَجَ الْوَقْتُ بَطَلَ وُضُوْءُ هُمْ وَكَانَ عَلَيْهِمُ اسْتِيْنَافُ الْوُضُوْءِ لِصَلٰوةٍ اُخْرٰى

ترجمہ: اور مستحاضہ عورت اور ہر ایسا شخص جس کو لگاتار پیشاب آنے کی بیماری اور جو دائمی نکسیر پھوٹنے والا یا ایسے زخم والا جس کا زخم بند نہ ہوتا ہو، ایسے مذکورہ معذورین ہر نماز کے وقت میں وضوء کریں گے اور اس وضوٗ اور اس وضوٗ کے ساتھ ایک نماز کے وقت میں جو چاہیں فرائض ونوافل پڑھیں گے ① لیکن جوں ہی ایک نماز کا وقت نکلے گا ان کا وضوٗ باطل ہو جائے گا اور دوسری نماز کے لئے ان پر از سر نو وضوء کرنا لازم ہوگا②

① یعنی فرائض خواہ ادا ہوں یا قضاء اسی طرح نذر کے نوافل اور دیگر واجبات جب تک وقت موجود ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فاطمہ بنت جیش رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا کہ ہر نماز کے وقت کے لئے وضوء کرلیا کرو یہی حکم دیگر معذورین کے لئے بھی ہوگا جوں ہی نماز کا وقت نکلے گا وضؤ باطل ہو جائے گا یہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وامام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک نماز کا وقت داخل ہو یا خارج دونوں صورتوں میں وضوء باطل ہوگا جب کہ امام زفرؒ کے نزدیک اگلی نماز کے وقت کے داخل ہونے سے وضؤ باطل ہو جائے گا ثمرہ اختلاف یوں ظاہر ہوگا کہ مذکورہ معذوروں میں سے کسی نے فجر کے طلوع ہونے کے بعد وضوء کیا پھر جوں ہی سورج طلوع ہوگا تینوں احناف کے ائمہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک وضؤ ٹوٹ جائے گا کیونکہ ایک نماز فجر کا وقت نکل چکا ہے اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضؤ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ زوال کا وقت ابھی داخل نہیں ہوا۔

② یعنی اگلی نماز کے لئے نئے وضؤ کی ضرورت ہوگی کیونکہ عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب نجاست خارج ہوئی تھی اسی وقت وضؤ باطل ہو جاتا لیکن معذوری کی وجہ سے شریعت نے کچھ دیر حکم کو مؤخر کر دیا لہٰذا جوں ہی ایک نماز کا وقت خارج ہوگا وضوء ختم ہو جائے گا دوسری نماز کے لئے از سر نو وضوء کرنا پڑے گا۔

(الجوھرۃ النیرہ ج 1 ص 95 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

نفاس کے مسائل:

وَالنِّفَاسُ هُوَ الدَّمُ الْخَارِجُ عَقِيْبَ الْوِلَادَةِ وَالدَّمُ الَّذِىْ تَرَاهُ الْحَامِلُ وَمَا تَرَاهُ الْمَرْأَةُ فِىْ حَالِ وِلَادَتِهَا قَبْلَ خُرُوْجِ الْوَلَدِ اِسْتِحَاضَةٌ

ترجمہ: نفاس وہ خون ہے جو بچے کی پیدائش کے بعد نکلنے والا ہے① لیکن وہ خون جسے حاملہ عورت دیکھے یا کوئی عورت بچے کے پیدا ہونے سے پہلے دیکھے وہ استحاضہ ہوگا②

① نفاس کا لغت میں معنی خون ہے اور اصطلاحی تعریف وہی ہے جو کتاب میں ہے البتہ اس تعریف میں عقیب الولادۃ کے بعد من الفرج کا لفظ بڑھا دینا مناسب ہے کیونکہ اگر بچہ آپریشن کے ذریعے نکالا گیا یا عورت کے پیٹ میں زخم تھا اس کے پھٹنے سے ناف کی جانب سے بچہ برآمد کیا گیا تو یہ عورت زخمی کہلائے گی نہ کہ نافسہ یعنی نفاس والی۔

(فتح القدیر مع الکفایہ ج 1 ص 164 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② چونکہ احناف کی تحقیق کے مطابق حالتِ حمل میں حیض نہیں آتا بلکہ وہ شکم مادر کے اندر بچے کی غذا بن جاتا ہے لہٰذا حمل کی ابتدا سے ولادت تک جو بھی خون نظر آئے گا وہ اگرچہ تین روز یا اس سے زائد ہو وہ استحاضہ ہی ہوگا اسی لئے ابوداؤد شریف میں روایت ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ غزوۂ طاؤس میں جو عورتیں گرفتار ہوکر آئیں ان کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی حامل سے وطی نہ کی جائے جب تک وضع حمل نہ ہو اور کسی بے حمل سے وطی نہ کی جائے جب تک کہ ایک حیض دیکھ کر رحم کے صاف ہونے کا اطمینان نہ کرلیا جائے اس سے احناف کی دلیل اس طرح بنے گی کہ شریعت میں استبراء رحم کے اصول پر بہت سے احکام نکلتے ہیں اگر حالتِ حمل میں حیض آیا کرتا تو اس باب کا شریعت میں وجود نہ ہوتا۔ (البنایہ ج1 ص693 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَاَقَلُّ النِّفَاسِ لَا حَدَّلَهُ وَاَكْثَرُهُ اَرْبَعُوْنَ يَوْماً وَّمَازَادَ عَلٰى ذٰلِكَ فَهُوَ اِسْتِحَاضَةٌ وَاِذَا تَجَاوَزَ الدَّمُ عَلَى الْاَرْبَعِيْنَ وَقَدْ كَانَتْ هٰذِهِ الْمَرْاَةُ وَلَدَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ وَلَهَا عَادَةٌ فِي النِّفَاسِ رُدَّتْ اِلٰى اَيَّامِ عَادَتِهَا وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ لَّهَا عَادَةٌ فَنِفَاسُهَا اَرْبَعُوْنَ يَوْماً

ترجمہ: اور نفاس کی کم از کم مدت کی کوئی حد نہیں ہے① اور زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے② اور جو اس سے زائد ہو وہ استحاضہ ہے③ اور اگر خون چالیس دنوں سے بھی تجاوز کر چکے اور وہ عورت اس سے پہلے بچہ جَن چکی ہو④ اور اس کی نفاس میں ایک عادۃ معروفہ تھی تو اس کے معین عادت کے دنوں کی طرف لوٹا دیا جائے گا بصورت دیگر اگر اس کی عادت کچھ نہ تھی تو اس کا نفاس چالیس دن شمار ہوگا۔

① نفاس کی اصل مدت متعین نہیں جب کہ حیض کی اصل مدت تین دن ہے حیض اور نفاس کے درمیان فرق ہے چونکہ نفاس میں بچے کا پہلے برآمد ہونا خون کے رحم سے آنے کی دلیل ہے لہٰذا مقدار کو دلیل بنانے کی ضرورت نہیں جب کہ حیض ہونے کی پہلے کوئی دلیل نہیں ہوتی اس لئے تین دن اصل مدت مقرر کی ہے تاکہ رحم سے آنے کی کچھ دلیل بن سکے کیونکہ اس کے علاوہ کوئی علامت نہیں۔

(الجوھرۃ النیرہ ج1 ص96 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

② اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات میں کوئی حالت نفاس میں ایک چلّہ تک بیٹھی رہتی ہے اور ہم اپنے چہروں پر چھائیاں ہونے کی وجہ سے ورس (زرد رنگ کی بوٹی) ملا کرتی تھیں۔ (البنایہ ج 1 ص 697 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

③ یعنی جیسے حیض میں دس سے زائد دنوں پر استحاضہ ہے اسی طرح نفاس میں چالیس دنوں کے بعد کا خون استحاضہ کا شمار ہوگا۔

④ یعنی ایک عورت پہلے بچہ جنم دے چکی ہو اور اس کی عادت کا اندازہ بھی ہو چکا ہو مثلاً پچیس دن اس کو نفاس آتا ہو اب اس مرتبہ اس کو پچاس دن خون آ گیا تو دس روز استحاضہ کا خون شمار ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ باقی پندرہ دن بھی استحاضہ کے شمار ہوں گے اور اس کی سابقہ عادت کے مطابق پچیس دن ہی نفاس کے ہوں گے کیونکہ چالیس ایام کے بعد والے دس دن استحاضہ ہے بصورت دیگر اگر اس عورت کی کوئی عادت ہی نہ ہو تو بحکم حدیث چالیس دن نفاس کے ہوں گے بقیہ استحاضہ کے۔ (عام کتب فقہیہ)

وَمَنْ وَّلَدَتْ وَلَدَيْنِ فِي بَطْنٍ وَّاحِدٍ فَنِفَاسُهَا مَا خَرَجَ مِنَ الدَّمِ عَقِيْبَ الْوَلَدِ الْاَوَّلِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَزُفَرُ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى نِفَاسُهَامَا خَرَجَ مِنَ الدَّمِ عَقِيْبَ الْوَلَدِ الثَّانِيْ

ترجمہ: اور جو عورت ایک شکم سے دو بچے جنے تو اس کا نفاس وہ خون ہوگا جو پہلے بچے کے پیدا ہونے کے بعد ① نکلا شیخین (امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہما) کے نزدیک اور امام زفر اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوسرے بچے کے پیدا ہونے کے بعد نفاس ہوگا ②

① شیخین فرماتے ہیں کہ چونکہ رحم کا منہ بند ہو چکا ہے لہٰذا اب حیض کا خون آ ہی نہیں سکتا اور ساتھ ساتھ پہلے بچے کی پیدائش کے سبب بچہ دانی کا منہ بھی کھل چکا ہے جس کی وجہ سے خون آنے لگا ہے اس لئے وہ نفاس ہی ہوگا۔

② امام محمد اور امام زفر رحمتہ اللہ علیہما نے فرمایا کہ پہلے بچہ کی ولادت کے بعد ابھی تو وہ حامل (حمل والی) ہے لہٰذا ایسی حالت میں نہ تو اس کو حائض اور نہ ہی نافسہ کہہ سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اگر اس عورت کو خاوند طلاق دے دے تو اس کی مدت آخری بچہ سے شروع ہوگی۔

ثمرہ اختلاف: ثمرہ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوگا جب دونوں بچوں کی ولادت کے درمیان چالیس دنوں کا وقفہ ہو تو اس صورت میں پہلا نفاس اور دوسرا استحاضہ کا خون شمار ہوگا شیخین کے نزدیک اور امام محمد اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک پہلا استحاضہ ہوگا۔

(الجوھرۃ النیرہ ج1 ص98 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

فائدہ عظیمہ: دو بچوں کا جڑواں پیدا ہونا کوئی دور حاضر کی بات نہیں بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ رب قدیر کی قدرت سے یہ پرانا طریقہ چلا آرہا ہے چنانچہ حضرت اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کی بیوی کا نام رفقا بنت بتویل بن الیاس ہے ان کے بطن مبارک سے عیص بن اسحاق اور یعقوب بن اسحاق علیہما السلام دونوں جڑوے (توامین) پیدا ہوئے عیص بڑے تھے۔ اس لئے یعقوب عقب سے ہے معنی ایک دوسرے کے پیچھے آنا۔ (حوالہ نمبر1 تاریخ الامم ج1 ص163، حوالہ نمبر2 تاریخ الطبری ج1 ص164، حوالہ نمبر3 اثمار التکمیل ج1 ص193 مکتبہ امدادیہ، ملتان)

بَابُ الْاَنْجَاسِ① (ناپاکی کے مسائل)

تَطْهِيْرُ النِّجَاسَةِ وَاجِبٌ مِّنْ بَدَنِ الْمُصَلِّي وَثَوْبِهٖ وَالْمَكَانِ الَّذِيْ يُصَلِّي عَلَيْهِ وَيَجُوْزُ تَطْهِيْرُ النِّجَاسَةِ بِالْمَاءِ وَبِكُلِّ مَائِعٍ طَاهِرٍ يُمْكِنُ اِزَالَتُهَا بِهٖ كَا الْخَلِّ وَمَاءِ الْوَرْدِ

ترجمہ: پلیدی کو پاک کرنا لازمی ہے نمازی کے جسم اور اس کے کپڑے اور اس جگہ سے جس جگہ پر نمازی نماز پڑھ رہا ہے②، اور جائز ہے نجاست کو پانی کے ذریعے پاک کرنا اور ہر ایسی بہنے والی چیز (ٹھوس) سے جو پاک ہو اور اس سے نجاست کو دور کرنا ممکن ہو جیسے سرکہ اور گلاب کا پانی③

① یہ نجاسۃ کی جمع ہے ہر ناپاکی کو کہا جاتا ہے دراصل یہ مصدر ہے پھر بعد میں بطور اسم کے استعمال ہونے لگا نون اور جیم کے فتحہ کے ساتھ تلفظ ہوگا جس طرح قرآن مجید میں ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (سورۃ توبہ پارہ نمبر10 رکوع نمبر10 آیت نمبر28) کہ شرعی عقیدہ کے لحاظ سے پلید ہیں اور کافی میں ہے خبث کا لفظ نجاست حقیقی پر اور حدث کا اطلاق نجاست حکمیہ پر اور نجس کا لفظ دونوں نجاستوں پر بولا جائے گا۔ (البحر الرائق ج1 ص220 مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید کراچی)

② مصنف علیہ الرحمۃ نے اس سے پہلے نجاستِ حکمیہ (وضوٴ اور غسل وغیرہ) کی نجاستوں سے

فراغت حاصل کی اب نجاست حقیقیہ کا بیان کررہے ہیں نجاست حکمیہ کو مقدم اس لئے کیا ہے کہ وہ ذرا بھر بھی معاف نہیں بخلاف نجاستِ حقیقیہ کے اس میں غلیظہ اور خفیفہ کی الگ الگ مقدار معاف بھی قرار دی گئی ہے تَطْهِيْرُ النَّجَاسَةِ میں مضاف محذوف ہے کیونکہ عین نجاستہ کو پاک کرنا ممکن نہیں اس لئے لفظ محل بطور مضاف محذوف ہوگا اب مطلب درست ہوگا کہ محل نجاست کو پاک کرنا واجب ہے نمازی کے بدن سے اگر ایک درہم سے زیادہ نجاست لگ گئی تو نماز جائز نہ ہوگی اور اگر نجاست اس سے کم ہوئی پھر نماز کراہت کے ساتھ جائز ہوگی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ، (سورۃ مدثر پارہ 29 آیت نمبر 4) ترجمہ: محبوب آپ اپنا لباس پاک رکھیں مکان کے پاک ہونے سے مراد دونوں پاؤں اور سجدوں اور بیٹھنے کی جگہ پاک ہو اگر دونوں پاؤں اور گھٹنوں کے نیچے سجدے کی حالت میں نجاست ہوئی تو ظاہر الروایۃ کے مطابق نماز فاسد نہ ہوگی لیکن فقیہ ابو اللیث کا پسندیدہ قول ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی۔

(الجوھرۃ النیرہ ج1 ص100 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

فائدہ: جب کپڑے کا ثبوت قرآن سے مل گیا تو بدن اور جگہ کا پاک رکھنا بھی واجب ہوگا کیونکہ نمازی نماز کی حالت میں تینوں چیزوں کو استعمال کرتا ہے۔

(البنایہ فی شرح الھدایۃ ج1 ص708 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

③ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پانی کے علاوہ سرکہ وغیرہ کے استعمال کرنے کے لئے بطور ازالہ نجاست تین شرائط ہیں۔ (1) وہ چیز مائع ہو اور بہنے والی ہو کیونکہ اگر سخت ہوگی تو اس سے ازالہ نجاست نہ ہوگا۔ (2) شرط ہے کہ وہ پاک ہو کیونکہ پلید چیز سے ازالہ نجاست نہ ہوگا لہٰذا جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے مثلاً بکری وغیرہ ان کے پیشاب سے بھی ازالہ نجاست نہ ہوگا اور (3) شرط یہ ہے کہ پاک ہونے کے ساتھ ساتھ نجاست کو وہ زائل بھی کرے لہٰذا تیل اور دودھ سے مصنف نے احتراز کیا کیونکہ ان کے استعمال سے نجاست اور پھیلے گی اور ازالہ نجاست نہ ہوگا ان تین شرائط کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ نچوڑنے سے خود نچڑ جائے۔ (البنایہ ج1 ص10-709 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَإِذَا اَصَابَتِ الْخُفَّ نِجَاسَةٌ لَهَا جِرْمٌ فَجَفَّتْ فَدَلَكَهُ بِالْاَرْضِ جَازَ الصَّلٰوةُ فِيْهِ وَالْمَنِيُّ نَجَسٌ يَّجِبُ غَسْلُ رَطْبِهٖ فَاِذَا جَفَّ عَلَى الثَّوْبِ اَجْزَاَهُ فِيْهِ الْفَرْكُ

ترجمہ: اور جب موزے کو ایسی پلیدی لگ جائے جو جسم دار ہو ① پھر وہ خشک ہوئی

اس کے بعد اس کو زمین پر رگڑا اب اس میں نماز جائز ہوگی، اور منی پلید ہے[۲] تر منی کو دھونا واجب ہے پھر اگر منی کپڑے پر خشک ہو جائے تو اس کو کھرچ دینا ہی کافی ہے[۳]

① ذہن میں رکھیں نجاست دو طرح کی ہے۔(1) حصہ اور جسامت رکھنے والی جیسے گوبر وغیرہ (2) جو جسم دار نہ ہو مثلاً شراب، پیشاب وغیرہ۔

فائدہ: جرم جیم کی پیش کے ساتھ اس کا معنی گناہ ہوتا ہے اسی سے اہل عرب جرم، اجرم، اجترم کہتے ہیں لیکن اس جگہ جیم کے کسرہ سے جِرم ہے جس کا معنی جسم ہے۔

(مختار الصحاح ج1 ص43)

اصل مسئلہ یہ ہے کہ نجاست ذی جسم ہو اور موزے کو لگ جائے پھر کیا حکم ہے علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں یہاں کئی قیود مصنف نے ذکر کی ہیں۔(1) موزے کی قید اس لئے ذکر کی ہے کیونکہ اگر کپڑا ہوگا تو جب تک اس کو دھوئیں گے نہیں وہ پاک نہ ہوگا۔(2) ذی جثہ (جسم والی) ہونے کی ہے کیونکہ اگر ذی جرم نہ ہوگی تو محض ملنے رگڑنے سے وہ پاک نہ ہوگی اگر چہ وہ خشک ہو جائے لیکن اگر اس کو مٹی یا ریت پر ملا پھر وہ خشک ہوگئی اب جائز ہے۔(3) خشک ہونے کی بھی قید ہے کیونکہ اگر خشک نہ ہوگی تو رگڑنے کے ساتھ پاک نہ ہوگی۔(4) ملنے رگڑنے کی قید لگائی کیونکہ دھونے کے ساتھ تو بالاتفاق وہ پاک ہوگی۔ (البنایہ ج1 ص714 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② منی چونکہ پلید ہے اس لئے اس کے نکلنے سے غسل واجب ہوتا ہے نیز روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے پاس سے گذرے میں اپنی سواری کو برتن میں پانی پلا رہا تھا اسی کے درمیان میں نے ناک جھاڑی تو ریزش میرے کپڑے پر گر گئی میں اس کو دھونے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عمار ناک کی ریزش اور آنسو پانی کے برتن کے قائم مقام ہیں کپڑا تو پانچ چیزوں کی وجہ سے دھونا چاہیے۔(1) پیشاب۔(2) پاخانہ۔ (3) منی۔(4) خون۔(5) اور قئی۔ (البنایہ ج1 ص726 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

③ یعنی منی پلید اور گاڑھی ہوتی ہے لہٰذا اگر کپڑے پر وہ خشک ہوگئی تو رگڑنے سے اس کے سارے اجزا نکل جائیں گے اگر معمولی رہ گئی تو وہ معاف ہے دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ منی اگر گیلی ہو تو دھویا کرو اور اگر خشک ہو تو کھرچ دیا کرو۔

(البنایہ ج1 ص726 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَاِذَا اَصَابَتِ الْمِرْاٰۃَ اَوِالسَّیْفَ اُکْتُفِیَ بِمَسْحِھِمَا وَاِنْ اَصَابَتِ الْاَرْضَ نِجَاسَۃٌ فَجَفَّتْ بِالشَّمْسِ وَذَھَبَ اَثْرُھَا جَازَتِ الصَّلٰوۃُ عَلٰی مَکَانِھَا وَلَا یَجُوْزُ التَّیَمُّمُ مِنْھَا

ترجمہ: اور جب پلیدی شیشہ یا تلوار کو لگ جائے تو ان دونوں کو پونچھنا کافی ہوگا① اور اگر نجاست زمین کو لگی پھر دھوپ پڑھنے پر خشک ہوگئی اور اس کا نشان چلا گیا تو ایسی زمین پر نماز پڑھنا تو جائز ہوگا لیکن اس سے تیمم جائز نہ ہوگا②

① اس لئے کہ نجاست ان کے اندر سرایت نہیں کرتی اور جو معمولی اوپر لگی ہے وہ پونچھ دینے سے صاف ہوجائے گی نیز الایضاح میں ہے کہ تلوار محض پونچھنے سے اس لئے صاف ہوجاتی ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم کافروں کو تلواروں کے ساتھ قتل کرتے تھے پھر ان کو پونچھ کر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ (البنایہ ج1 ص728 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② نماز اس لئے جائز ہوگی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ زمین کی پاکیزگی اسکا خشک ہونا ہے لیکن ایسی مٹی سے تیمم کرنا اس لئے ناجائز ہے کیونکہ نص قطعی ہے فَتَیَمَّمُوا صَعِیْدًا طَیِّبًا، ترجمہ: کہ پاکیزہ مٹی سے تیمم کرو، لہٰذا خبر واحد سے زمین کی پاکیزگی برائے تیمم ثابت نہ ہوگی نیز نماز تو معمولی نجاست کے ہوتے جائز ہوجاتی ہے جب کہ وضوء معمولی نجاست کے ہوتے جائز نہیں ہوتا اور تیمم بھی وضوء کے قائم مقام اور خلیفہ ہے لہٰذا یہ بھی جائز نہ ہوگا۔

(الجوھرۃ النیرہ ج1 ص105 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وَمَنْ اَصَابَتْہُ مِنَ النَّجَاسَۃِ الْمُغَلَّظَۃِ کَالدَّمِ وَالْبَوْلِ وَالْغَائِطِ وَالْخَمْرِ مِقْدَارُ الدِّرْھَمِ وَمَا دُوْنَہٗ جَازَتِ الصَّلٰوۃُ مَعَہٗ وَاِنْ زَادَ لَمْ یَجُزْ وَاِنْ اَصَابَتْہُ نِجَاسَۃٌ مُّخَفَّفَۃٌ کَبَوْلِ مَایُؤْکَلُ لَحْمُہٗ جَازَتِ الصَّلٰوۃُ مَعَہٗ مَالَمْ تَبْلُغْ رُبْعَ الثَّوْبِ

ترجمہ: اور جس (چیز/انسان) کو نجاست غلیظہ① مثلاً خون، پیشاب اور پاخانہ اور شراب لگ جائے اگر نجاست درہم کی مقدار یا اس سے کم ہو تو اس کے ہوتے نماز جائز ہوگی اور اگر مذکورہ مقدار سے نجاست زائد ہوئی اب نماز جائز نہ ہوگی اور اگر نجاست خفیفہ لگ گئی② مثلاً ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھایا

جاتا ہے (بکری وغیرہ) اب اس کے ہوتے تب نماز جائز ہوگی بشرطیکہ وہ
نجاست کپڑے کے چوتھائی حصے کو نہ پہنچے ®

① یہاں سے مصنف رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نجاست کی دو قسموں کی مثالیں اور حکم بیان کر رہے ہیں تاہم مصنف نے تعریف کو چھوڑ دیا ہم ذکر کرتے ہیں تا کہ طلب مجہول مطلق لازم نہ آئے امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک نجاستِ غلیظ سے مراد ایسی نجاست ہے جس کا ثبوت ایسی نص سے ہو جس کے مقابلے میں دوسری ایسی نص نہ ہو جس سے اس کی طہارت ثابت ہوتی ہو مثلاً شراب کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ (سورت مائدہ پارہ 7 آیت نمبر 89) کہ شراب وغیرہ پلید ہے اب ایسی کوئی روایت نہ ملے گی جس سے ثابت ہو کہ شراب پاک اور حلال ہے یا نجاستِ غلیظ سے مراد ایسی نجاست جس کے نجس ہونے پر سب کا اتفاق ہو لہٰذا خون، پیشاب، پاخانہ، مرغی، بطخ وغیرہ کی بیٹ، گدھے کا پیشاب، سانپ کی بیٹ اور پیشاب وغیرہ نجاستِ غلیظ ہیں کیونکہ نہ تو ان میں تعارض نصوص ہے اور نہ ہی کوئی اختلاف ہے لہٰذا اگر نجاست ایک درہم یا اس سے کم ہوگی تو نماز بایں معنی جائز ہوگی کہ اس کے ذمہ سے فرضیت ساقط ہو جائے گی اور نماز بالکل باطل نہ ہوگی۔

فائدہ عظیمہ: احناف نے نجاست غلیظ کی مقدار ایک درہم مقرر کی ہے کیونکہ معمولی نجاست سے بچنا تو ممکن نہیں لہٰذا وہ معاف ہے اور اس کا اندازہ ہم نے ایک درہم کا اس لئے مقرر کیا ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم میں جب کوئی پاخانہ کرنے جائے تو اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے اس سے صفائی کرے اس لئے یہ صفائی کرنا کافی ہوگا حالانکہ پتھر کے ذریعے صفائی سے نجاست مکمل صاف نہ ہوگی بلکہ صرف کم ہوگی اس کے باوجود نماز جائز ہو جائے گی ہم نے اس کو پاخانہ کے مقام پر قیاس کیا کیونکہ پاخانہ کا مقام ایک درہم کی مقدار یا ہتھیلی کی گہرائی کی مقدار ہے اس لئے اتنی ہی مقدار معاف ہوگی اور اگر اس سے زیادہ نجاست لگی ہو تو دھوئے بغیر نماز جائز نہ ہوگی۔

(فتح القدیر مع الکفایہ بتغیر ج1 ص178 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② نجاست خفیفہ سے مراد ایسی نجاست ہے جو دو متعارض نصوص سے ثابت ہو جیسے پیشاب کے متعلق حدیث عرنیین (عکل) اونٹ کے پیشاب کے پاک ہونے پر دلالت کرتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبیلہ عکل کو فرمایا کہ تم اونٹوں کے پیشاب اور دودھ کو پیو گے تو تمہیں شفاء ملے گی حالانکہ دوسری روایت میں ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پیشاب سے بچو کیونکہ عام قبر کا عذاب اس کی وجہ سے ہوتا ہے معلوم ہوا کہ دو متعارض نصوص ہوں یا جس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہو وہ

نجاست خفیفہ کہلاتی ہے۔

③ یہاں سے نجاستِ خفیفہ کا حکم بیان کیا جا رہا ہے کہ چوتھائی حصہ سے کم وہ معاف ہے چوتھائی حصہ کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ کئی مقامات پر چوتھائی حصہ کو کل کے قائم مقام سمجھا جاتا ہے۔(1) چوتھائی سر کا مسح قائم مقام کل کے ہے۔(2) اور سر کے چوتھائی حصے کا کھل جانا کل کے قائم مقام ہے لہٰذا نماز کے دوران اگر ایسا ہوا تو نماز فاسد ہوگی۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص44 مکتبہ حقانیہ پشاور)

وَتَطْهِيْرُ النِّجَاسَةِ الَّتِيْ يَجِبُ غَسْلُهَا عَلٰى وَجْهَيْنِ فَمَا كَانَ لَهٗ عَيْنٌ مَّرْئِيَّةٌ فَطَهَارَتُهَا زَوَالُ عَيْنِهَا اِلَّا اَنْ يَّبْقٰى مِنْ اَثَرِهَا مَا يَشُقُّ اِزَالَتُهَا وَمَا لَيْسَ لَهٗ عَيْنٌ مَّرْئِيَّةٌ فَطَهَارَتُهَا اَنْ يُّغْسَلَ حَتّٰى يَغْلِبَ عَلٰى ظَنِّ الْغَاسِلِ اَنَّهٗ قَدْ طَهُرَ

ترجمہ: جس پلیدی کے محل کو دھونا لازم ہے اس سے پاکیزگی حاصل کرنا دو طریقے پر ہے۔(1) جو نجاست بعینہ دکھائی دے رہی ہے اس کی پاکیزگی اس کے عین کو ختم کرنا ہے ① مگر اس کے نشان میں سے ایسا نشان رہ گیا جس کا ختم کرنا مشقت میں ڈالے اور جو نجاست بعینہ نظر نہ آتی ہو تو اس کی پاکیزگی یہ ہوگی کہ دھونے والے کا غالب گمان ہو جائے کہ وہ پاک ہو چکا ہے ②

① اس سے معلوم ہوا کہ نجاست دو طرح کی ہے۔(1) ایک وہ جو دکھائی دیتی ہے اور بندہ اس کا ادراک کر سکتا ہے مثلاً خون اس کو نجاست مرئیہ کہا جاتا ہے۔(2) وہ ہے کہ نہ بندہ اس کو آنکھ کے ساتھ دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی ادراک کر سکتا ہے مثلاً پیشاب وغیرہ اس کو نجاست غیر مرئیہ کہا جاتا ہے پہلی قسم کا حکم بیان کیا جا رہا ہے کہ اس کے عین کو دھو ڈالو اس میں تعداد کی کوئی قید نہیں اگر کچھ رنگ وغیرہ کے نشانات رہ گئے تو اس کے عین کے نشانات کو صابن وغیرہ کے ساتھ دھونے کی ضرورت نہیں کیونکہ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (سورۃ بقرہ پارہ 3 رکوع نمبر 2 آیت نمبر 256) کہ شریعت کے اندر سختی نہیں مقصود ازالہ نجاست ہے۔

② مطلب ہے کہ بار بار دھوئے کیونکہ بار بار دھونا نجاست کے اجزاء نکالنے کے لئے ضروری ہے یہاں تک کہ ظن غالب ہو جائے اور اکثر ظن غالب تین دفعہ دھونے اور ہر بار نچوڑنے سے ہو جاتا ہے اس لئے بعض فقہاء نے تین مرتبہ کی قید لگائی ہے جیسا کہ جنگل وغیرہ میں کہیں قبلہ مشتبہ ہو جائے تو تحری اور ظن غالب کے مطابق ایک جہت متعین کی جاتی ہے۔ (البنایہ ج1 ص752 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَالْاِسْتِنْجَاءُ سُنَّةٌ يُجْزِئُ فِيْهِ الْحَجَرُ وَالْمَدَرُ وَمَا قَامَ مَقَامَهُمَا يَمْسَحُهُ حَتّٰى يُنْقِيَهُ وَلَيْسَ فِيْهِ عَدَدٌ مَّسْنُوْنٌ وَغَسْلُهُ بِالْمَاءِ اَفْضَلُ

ترجمہ: اور استنجاء① سنت ہے اور کفایت کرے گا اس میں پتھر اور ڈھیلا اور جو چیز ان دو کے قائم مقام ہو محل نجاست کو پونچھے گا یہاں تک کہ اس کو صاف کر دے② اور اس میں ڈھیلوں کی تعداد سنت نہیں ہے③ اور محل نجاست کو پانی سے دھونا زیادہ فضیلت ہے④۔

① استنجاء کا لفظ نجو سے بنا ہے جس کا معنی پاخانہ ہے یا نجوۃ سے بنا ہے جس کا معنی ہے اونچی جگہ اور بلند زمین ہے کیونکہ آدمی قضائے حاجت کے وقت بلند مکان اور اونچی جگہ کی آڑ لیتا ہے یا یہ لفظ نجوت الشجرۃ سے بنا ہے جس کا معنی درخت کاٹنا ہے گویا کہ استنجاء کرنیوالا تکلیف دہ چیز اور گندگی کو دور کرتا ہے اس لئے استنجاء کہا جاتا ہے اس کا شرعی حکم یہی ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے کیونکہ حضرت آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر ہمیشگی فرمائی ہے، جس پر دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو میں اور مجھ جیسا ایک بچہ پانی کا ایک برتن اور شیام دار عصا اٹھا کر لے جاتے اور آپ پانی سے استنجاء کرتے، اس حدیث میں لفظ کان جو استمرار کا فائدہ دیتا ہے ہمیشگی کی دلیل ہے۔ (البنایہ ج1 ص761 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② چونکہ مقصود پاکیزگی ہے لہٰذا مٹی وغیرہ کی تین مٹھی بھی استعمال کرلیں تو درست ہے لیکن قیمتی کپڑا وغیرہ یا روٹی کے ٹکڑے وغیرہ استعمال نہ کرے نیز امام اہلسنت اعلیٰحضرت عظیم البرکت نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ کاغذ کا استعمال نہ کرے کہ وہ بھی کتابت کا آلہ ہے لہٰذا قابل تعظیم ہے۔

(بحوالہ فتاوی افریقہ مصنف اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ)

③ ہمارے نزدیک تین ڈھیلوں کا استعمال لازمی نہیں جب کہ شوافع کے نزدیک لازمی ہے ہماری دلیل فرمانِ رسالت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا جو سرمہ لگائے تو طاق بار لگائے جو ایسا کرے تو بہتر ہے ورنہ کوئی حرج نہیں اور جو ڈھیلا استعمال کرے تو طاق لے جو ایسا کرے تو بہتر ورنہ کوئی حرج نہیں اور جو کھانا کھائے پھر خلال سے کچھ نکلے تو اس کو باہر پھینک دے اور جو زبان سے لگا رہے اس کو نگل جائے جو ایسا کرے تو اچھا ہے ورنہ کوئی حرج نہیں اور جو پاخانہ کو جائے تو آڑ میں جائے اگر کچھ نہ ہو تو ریت کا ڈھیر لگا کر اس کی آڑ میں بیٹھ جائے کیونکہ شیطان آدمی

کی شرمگاہ سے کھیلتا ہے جو ایسا کرے تو بہتر ورنہ کوئی حرج نہیں۔

(فتح القدیر مع الکفایہ ج 1 ص 188 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

④ یعنی ڈھیلوں سے بھی جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ ان کے بعد پانی کا استعمال کرے کیونکہ مسجد قباء کے پاس صحابہ کرام نے یہ عمل کیا کہ پہلے پتھر کا استعمال پھر پانی کا استعمال کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی یوں تعریف کی فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا (سورۃ التوبہ پارہ 11 آیت نمبر 108) ترجمہ: کہ اس میں ایسے کامل مرد رہتے ہیں جو پاکیزگی کو خوب پسند کرتے ہیں۔

(فتح القدیر مع الکفایہ ج 1 ص 189 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَاِنْ تَجَاوَزَتِ النَّجَاسَةُ مَخْرَجَهَا لَمْ يَجُزْ فِيْهِ اِلَّا الْمَاءُ اَوِ الْمَائِعُ وَلَا يَسْتَنْجِىْ بَعَظْمٍ وَّلَارَوْثٍ وَّلَا بِطَعَامٍ وَلَا بِيَمِيْنِهٖ

ترجمہ: اور اگر نجاست اپنے مقام سے آگے بڑھ جائے تو پھر جائز نہ ہوگا مگر پانی① کا استعمال یا ٹھوس چیز اور استنجاء نہ کرے ہڈی گوبر②، کھانا اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے③

① وجہ یہ ہے کہ پونچھنا اور رگڑنا نجاست کو دور نہیں کرتا بلکہ اس کے ذریعے پاکیزگی کا حاصل ہونا خلافِ قیاس ہے لہٰذا نص کی وجہ سے استنجاء کی حد تک تو مانا جائے گا لیکن اس سے آگے نجاست کے بڑھنے کی صورت میں اس کو متعدی کرکے پاکیزگی کا حکم نہیں لگائیں گے بلکہ وہاں اصل حکم پانی سے پاکیزگی کا لوٹ آئے گا۔

② کیونکہ حضور نے ہڈی اور گوبر کو جنوں کی خوراک قرار دیا اور کسی قوم کی خوراک ضائع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

③ کھانے سے اس لئے استنجاء کی ممانعت ہوئی کہ یہ مقدس چیز کی توہین بھی ہے اور اسراف بھی ہے اور اسراف کرنے والوں کو قرآن نے شیطان کا بھائی قرار دیا ہے اور دائیں ہاتھ سے اس لئے استنجاء منع ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو دائیں ہاتھ سے اپنے عضو مخصوص کو نہ چھوئے اور جب بیت الخلاء آئے تو دائیں ہاتھ کو نہ چھوئے اور جب پانی پیئے تو اس میں سانس نہ لے۔

(البنایہ ج 1 ص 776 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ) کتاب الطہارت مکمل ہوئی بوقت 11:30 بجے بروز منگل۔

کِتَابُ الصَّلٰوۃِ ①

(یہ کتاب احکام نماز کے بیان میں ہے)

اَوَّلُ وَقْتِ الْفَجْرِ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ الثَّانِیْ وَھُوَ الْبَیَاضُ الْمُعْتَرِضُ فِی الْاُفُقِ وَآخِرُ وَقْتِھَا مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ

ترجمہ: نماز فجر کا سب سے پہلا وقت اس وقت ہوگا جس وقت فجر ثانی طلوع ہو اور وہ سفیدی ہوتی ہے جو آسمان کے کناروں میں پھیل جاتی ہے اور آخری وقت جب تک سورج طلوع نہ ہو ②

① اس سے پہلے وضوء کا بیان ہوا جو کہ نماز کے لئے شرط تھا اور نماز مشروط ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ شرط پہلے اور مشروط بعد میں ہوتا ہے، لفظ صلوٰۃ صلیٰ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے ٹیڑھی لکڑی کو آگ دکھا کر سیدھا کرنا جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا سَیَصْلٰی نَارًا (سورۃ اللھب پارہ نمبر 30 آیت نمبر 3) نماز کو صلوٰۃ اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ نفس کو اس کی کجی جو اس کی فطرت میں داخل ہے یہ عبادت دور کر دیتی ہے نماز کی فرضیت بالاتفاق شب معراج میں ہوئی کیونکہ قاضی عیاض اور علامہ قرطبی نے فرمایا کہ بالاتفاق بات ہے کہ نماز کے فرض ہونے کے بعد حضرت خاتونِ اول حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنھا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور ان کا ہجرت سے قبل دو یا پانچ سال انتقال ہوا۔

فائدہ جلیلہ: ظہر، عصر، عشاء کی چار چار رکعات فرض ہیں جب کہ صبح کی دو اور مغرب کی تین رکعات فرض ہوئیں اس میں کیا حکمت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نمازیں مختلف نبیوں نے پڑھیں لہٰذا یہ ان کی یادگاریں ہیں، چنانچہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو جب جنت سے نکالا گیا تو انہوں نے دنیا میں اندھیرا دیکھا اور رات کو بھی تاریک پایا پھر جب صبح ہوئی تو دو رکعات بطور شکرانہ پڑھیں پہلی رکعت رات کے اندھیرے سے نجات ملنے پر اور دوسری دن کی روشنی کے پھوٹنے پر لہٰذا یہ ان کے لئے نفل اور ہم پر فرض ہوگئی اور ظہر کی نماز حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند اسماعیل کے

شکرانہ میں جب اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹے کے ذبح کا حکم دیا اور عصر کی نماز حضرت سیدنا یونس علیہ السلام کی یادگار ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مچھلی کے پیٹ سے نجات دی اور نماز مغرب حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور عشاء حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی یادگار ہے۔ (البنایہ ج2 ص6,7 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اوقات نماز کا بیان:

② چونکہ نماز فجر کے ابتدائی اور آخری وقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے اس کو سب نمازوں پر مقدم کر دیا گیا ہے اور اوقات چونکہ نماز کے اسباب ہیں اور ہر چیز کا سبب مسبب سے پہلے ہوتا ہے اس لئے اوقات نماز کو مصنف بیان کر رہے ہیں۔ فجر کی دو قسمیں ہیں۔ (1) فجر اول اس کو کاذب کہا جاتا ہے اور فجر ثانی سے مراد صبح صادق ہے چونکہ اس کے بعد اندھیرا نہیں ہوتا گویا اس نے صبح کو سچ کر دکھایا اس لئے اس کو صادق کہا جاتا ہے نیز ذہن میں رکھیں کہ الفجر سے پہلے مضاف عبارت میں محذوف ہے تقدیر عبارت اول وقت صلوٰۃ الفجر ہے اس وقت کی دلیل مشہور حدیث امامت جبریل ہے۔ (البنایہ ج2 ص10 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَاَوَّلُ وَقْتِ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَاٰخِرُ وَقْتِهَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رِحْمَةُ اللّٰهَ عَلَيْهِ اِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِّثْلَيْهِ سِوَى فَيْءِ الزَّوَالِ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ اِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِّثْلَهٗ

ترجمہ: ظہر کا سب سے پہلا وقت اس وقت ہوگا جب کہ سورج ڈھل جائے① اور اس کا آخری وقت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب کہ ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ کے علاوہ دو مثل ہو جائے② اور صاحبین کے نزدیک ہر چیز کا سایہ جب ایک مثل ہو جائے۔

① یعنی ظہر کے ابتدائی وقت میں کسی امام کا اختلاف نہیں کہ وہ فوراً زوال کے بعد شروع ہو جاتا ہے زوال شمس سے مراد ہے کہ سورج شمال والی جانب سے دائیں طرف قبلہ کے سامنے ہو جائے البتہ آخری وقت میں اختلاف ہے امام صاحب فرماتے ہیں سایہ اصلی کے علاوہ دو مثل تک رہتا ہے اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

② فَيْء کا لغوی معنی رجوع کرنا لوٹنا اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ عین دوپہر کے وقت جب سورج

سر پر ہو تو اس وقت جو تھوڑا سا سایہ ہوتا ہے اس کو اصلی اور فیٔ الزوال کہا جاتا ہے اس کو چھوڑ کر ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو تو وہ ایک مثل سایہ کہلائے گا مثلاً ایک بندے کا قد ساڑھے چار فٹ ہے تو سایہ اصلی کے علاوہ ساڑھے چار فٹ تک سایہ چلا جائے تو ایک مثل ہو گا اور سایہ اصلی کے علاوہ نو فٹ تک سایہ لمبا ہو گیا تو وہ دو مثل ہو گیا، امام صاحب سے صاحبین کی طرف ایک تحقیق کے مطابق رجوع ثابت ہے۔ (البنایہ ج2 ص20 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَاَوَّلُ وَقْتِ الْعَصْرِ اِذَا خَرَجَ وَقْتُ الظُّهْرِ عَلَى الْقَوْلَيْنِ وَاٰخِرُ وَقْتِهَا مَالَمْ تَغْرُبِ الشَّمْسُ وَاَوَّلُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَاٰخِرُ وَقْتِهَا مَالَمْ تَغِبِ الشَّفَقُ وَهُوَ الْبَيَاضُ الَّذِىْ يُرٰى فِى الْاُفُقِ بَعْدَ الْحُمْرَةِ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا هُوَ الْحُمْرَةُ

ترجمہ: اور عصر کا ابتدائی وقت اس وقت ہو گا جب دونوں قولوں کے مطابق ظہر کا وقت نکل جائے① اور اختتامی وقت اس وقت تک رہے گا جب تک غروبِ آفتاب نہ ہو اور مغرب کا اول وقت اس وقت ہو گا جب سورج ڈوب جائے اور آخری وقت اس وقت تک رہے گا جب تک شفق غائب نہ ہو، شفق سے مراد② ایسی سفیدی ہے ہے جو سرخی کے بعد آسمان کے کناروں میں دکھائی دیتی ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صاحبین کے نزدیک شفق سے مراد سرخی ہے۔

① یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو مثل سایہ کے بعد اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل سایہ کے بعد اور آخری وقت جب تک سورج غروب نہ ہو اس لئے بخاری و مسلم کی روایت ہے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس نے سورج غروب ہونے سے پہلے ایک رکعت بھی پالی اس نے عصر کی نماز کو پالیا۔ (حوالہ نمبر 1 الجوھرۃ النیرہ ج1 ص816 مکتبہ رحمانیہ لاہور، حوالہ نمبر 2 البحر الرائق ج1 ص 245 ایچ ایم سعید کراچی)

② شفق سے مراد رقت اور نرمی اس سے لفظ شفقت مشتق ہوا ہے جس کا معنی ہے دل کی نرمی اور سفیدی بھی زیادہ نرم ہوتی ہے۔

فائدہ: شفق کی مراد میں اختلاف ہے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق، حضرت سیدنا فاروق

اعظم حضرت معاذ بن جبل حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنھم اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک اس سے مراد سفیدی ہے اور لغت کے امام امام مبرد نے بھی یہی مؤقف اختیار کیا ہے اور اس میں سرخی والے قول کی نسبت زیادہ اعتماد ہے کہ نماز یقین کے ساتھ ادا ہوگی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور صاحبین سرخی مراد لیتے ہیں اس قول میں لوگوں کے لئے زیادہ وسعت ہے۔ (حوالہ نمبر 1 الجوھرۃ النیرہ ج 1 ص 116 مکتبہ رحمانیہ لاہور، حوالہ نمبر 2 البحر الرائق ص 246 ایچ ایم سعید کراچی)

وَاَوَّلُ وَقْتِ الْعِشَاءِ اِذَا غَابَ الشَّفَقُ عَلَى الْقَوْلَيْنِ وَاٰخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ الثَّانِيْ وَاَوَّلُ وَقْتِ الْوِتْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَاٰخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ

ترجمہ: اور نماز عشاء کا ابتدائی وقت شفق کے غائب ہونے سے ① ہوگا دونوں قولوں کے مطابق اور اختتامی وقت اس وقت تک ہوگا جب تک فجر ثانی طلوع نہ ہو ②، اور نماز وتر کا ابتدائی وقت عشاء کے بعد ہے ③ اور آخری وقت اس وقت تک رہے گا جب تک فجر طلوع نہ ہو۔

① یعنی امام صاحب کے نزدیک جب سفیدی غائب ہو جائے اور صاحبین کے نزدیک جب سرخی ختم ہو۔

② اس مسئلہ میں بھی اجماع علماء ہے صرف امام رازی نے اختلاف کیا انہوں نے فرمایا کہ جب رات کا تہائی یا نصف حصہ چلا جائے تو اب عشاء کا وقت ختم ہو جائے گا اور اس کے بعد جو نماز پڑھی جائے گی وہ قضاء شمار ہوگی۔

فائدہ: بعض علماء نے فرمایا کہ پانچوں نمازوں کے اوقات کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے چنانچہ اللہ تعالٰی نے فرمایا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ۔ ترجمہ: تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب تمہیں دوپہر ہو۔ (پارہ 21 آیت 16 تا 18 کنز الایمان) حین تُمْسُوْنَ میں مغرب اور عشاء کا ثبوت اور تُصْبِحُوْنَ میں فجر کا عَشِيًّا میں عصر حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ میں ظہر کا ثبوت ہے۔

(الجوھرۃ النیرہ ج 1 ص 116 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

③ نماز وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہیں نماز وتر عشاء کے ساتھ بھی پڑھی جا سکتی ہے لیکن نماز تہجد کے ساتھ پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے اس نماز کی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت فضیلت بیان فرمائی ہے چنانچہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ میں حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی روایت ملتی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے اللہ تعالیٰ تمہیں ایک ایسی نماز کا حکم دیتا ہے جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے اور وہ وتر ہے اس نے تمہارے اوپر اس کو لازم کیا عشاء سے لے کر طلوع فجر تک۔

فائدہ: نہایہ میں ہے کہ اگر کسی نے جان بوجھ کر عشاء سے پہلے نماز وتر کو پڑھ دیا تو بالاتفاق نماز وتر کو دوبارہ پڑھے گا اور اگر عشاء کی نماز بغیر وضوء کے پڑھی پھر سو گیا اور اٹھ کر وضوء کر کے نماز وتر کو پڑھا پھر اس کو یاد آیا امام صاحب کے نزدیک وتروں کا اعادہ نہیں جب کہ صاحبین کے نزدیک دونوں حالتوں میں اعادہ ہوگا۔ (حوالہ نمبر 1 البنایہ ج2 ص36 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، حوالہ نمبر 2 الجوھرۃ النیرہ ج1 ص117 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وَيُسْتَحَبُّ الْإِسْفَارُ بِالْفَجْرِ وَالْإِبْرَادُ بِالظُّهْرِ فِي الصَّيْفِ وَتَقْدِيْمُهَا فِي الشِّتَاءِ وَتَاخِيْرُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَتَغَيَّرِ الشَّمْسُ وَ تَعْجِيْلُ الْمَغْرِبِ

ترجمہ: اور مستحب ہے فجر کو خوب روشنی میں پڑھنا① اور موسم گرما میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا② اور موسم سرما میں ظہر کو مقدم کرنا، اور عصر کو دیر سے پڑھنا جب تک سورج میں تبدیلی نہ آئے③ اور مغرب میں جلدی کرنا مستحب ہے④

① یعنی اتنا روشن کر کے پڑھنا مستحب ہے کہ اگر مجبوری کی وجہ سے اعادہ کرنا پڑے تو اعادہ کیا جا سکے اور اس کا فائدہ بھی ہے کہ جماعت بڑی ہوگی ورنہ اندھیرے کی وجہ سے لوگوں کی تعداد کم ہوگی۔

② مطلب یہ ہے کہ ایک مثل سے پہلے پڑھنا لیکن ظہر کو ٹھنڈا پڑھنے کے لئے تین شرائط ہیں۔ (1) نماز پہلی مسجد کی وقت مقررہ کے ساتھ ادا کرنا۔ (2) گرم شہروں اور علاقوں میں۔ (3) شرط یہ ہے کہ سخت گرمی میں ٹھنڈا کر کے پڑھے۔ (الجوھرۃ النیرہ ج1 ص118 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

③ کیونکہ تاخیر کی صورت میں زیادہ نوافل پڑھنے کی گنجائش نکلے گی کیونکہ عصر کے بعد نوافل پڑھنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔

④ کیونکہ تاخیر کی صورت میں یہودیوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت بھلائی پر رہے گی جب تک مغرب میں جلدی اور عشاء میں دیر کریں گے۔ (البنایہ ج2 ص49-48 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَتَأْخِيْرُ الْعِشَاءِ اِلَى مَا قَبْلَ ثُلُثِ اللَّيْلِ وَيُسْتَحَبُّ فِي الْوِتْرِ لِمَنْ يَأْلَفُ صَلٰوةَ اللَّيْلِ اَنْ يُّؤَخِّرَ الْوِتْرَ اِلٰى اٰخِرِ اللَّيْلِ وَاِنْ لَّمْ يَثِقْ بِالْاِنْتِبَاهِ اَوْتَرَ قَبْلَ النَّوْمِ

ترجمہ: اور رات کے تہائی حصہ سے پہلے تک عشاء میں تاخیر کر سکتے ہیں① اور وتر کی نماز میں تاخیر اس شخص کے لئے مستحب ہے جو رات کی نماز (تہجد) سے محبت کرتا ہے یہ تاخیر رات کے آخری حصہ تک ہو سکتی ہے② اگر کسی کو جاگنے پر بھروسہ نہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ پہلے وتر پڑھ لے③

① یعنی رات کے تہائی حصے سونے سے پہلے تک دیر مستحب ہے اور آدھی رات تک نماز عشاء میں دیر مباح ہے اور آدھی رات تک نماز عشاء میں تاخیر مکروہ ہوگی اور یہ سب صورتیں موسم گرما کے متعلق ہیں گرمیوں میں رات کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے جلدی کرنا ہی مستحب ہے متن والے مسئلہ کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت کے بارے میں مشقت نہ سمجھتا تو میں ان کو رات کی تہائی تک عشاء میں دیر کرنے کا حکم دیتا نیز عقل کا تقاضا بھی ہے کہ سرکار نے عشاء کے بعد دنیاوی گفتگو رات گئے تک کرنے سے منع فرمایا لہٰذا ایسے وقت میں نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد فوراً سو جائیں گے۔ (حوالہ نمبر 1، الجوھرۃ النیرہ ج1، ص118، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ حوالہ نمبر 2، البنایہ ج2 ص51 مکتبہ رشیدیہ لاہور۔)

② اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کی عادت ہو تہجد پڑھنے کی کیونکہ تہجد شروع کرنے کے بعد چھوڑ دینے کو مکروہ کہا گیا ہے، تاہم مستحب رات کے آخری حصہ میں تہجد کی نماز کے ساتھ ہی ہیں کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کو رات کے آخری حصہ میں قیام کی طمع ہو اس کو چاہیے کہ وتر رات کے آخری حصہ میں پڑھے کیونکہ رات کی نماز وہ ہوتی ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

(الجوھرۃ النیرۃ ایضاً)

③ مطلب یہ ہے کہ اگر معلوم ہو یا دیر سے رات کو سوئے کہ سحری کے وقت اٹھنا دشوار ہوگا تو

رات کو بھی پڑھنا جائز ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کے ابتدائی حصے میں پڑھا کرتے تھے جب کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رات کے آخری حصہ میں پڑھا کرتے تھے۔

(البنایہ ج2 ص56 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

①بَابُ الأذَانِ (آذان کے مسائل کا بیان)

اَلْاَذَانُ سُنَّةٌ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَالْجُمُعَةِ دُوْنَ مَا سِوَاهَا وَلَا تَرْجِيْعَ فِيْهِ وَيَزِيْدُ فِيْ اَذَانِ الْفَجْرِ بَعْدَ الْفَلَاحِ "الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" مَرَّتَيْنِ

ترجمہ: اذان سنت مؤکدہ ہے② پنجوقتہ نمازوں اور جمعہ کے لئے نہ کہ اس کے علاوہ کے لئے آذان میں ترجیع نہیں ہے③ اور فجر کی آذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد دو مرتبہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کا اضافہ کریں گے④

① اذان کے مسائل اوقات نماز کے بعد اس لئے بیان کیے گئے ہیں کیونکہ اوقات نماز کے لئے اسباب بنتے ہیں اور اذان علامت اور نشانی اور اصول فقہ کا اصول ہے سبب علامت پر مقدم ہوتا ہے اذان اور کلام یہ مصدر قیاسی کے نام ہیں اس کا معنی ہے باخبر کرنا، آگاہ کرنا، اعلان اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ مخصوص اوقات میں مخصوص آگاہی۔ (البنایہ ج2 ص80 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② یعنی سنت مؤکدہ ہے اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ گناہ کے اعتبار سے سنت مؤکدہ قائم مقام واجب کے ہے اس لیے اس کا تارک گناہگار ہوگا کیونکہ اذان دین کی خصوصیت اور اسلام کی نشانی ہے اور اس کا سنت ہونا پنجگانہ نمازوں اور جمعہ کے لئے ہے، نماز وتر، عیدین، کسوف، خسوف، نماز استسقاء، نماز جنازہ، سنن، نوافل، تراویح، نذر کی نماز چاشت کی نماز، خوف وہولنا کی کے وقت اذان خلاف سنت ہے باقی صلوات خمسہ اور جمعہ کے لئے نقل متواتر سے لیکر زمانہ نبوی تک اور آپ کے بعد آج تک اذان ہورہی ہے، اس کے علاوہ بھی چند مقامات پر اذان کو مستحب قرار دیا گیا ہے۔

(البنایہ ج2 ص85-84 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

فائدہ: علامہ شامی نے فرمایا کہ دس مقامات پر اذان پڑھنا مستحب ہے ان مقامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میت کو دفنانے کے بعد قبر پر اذان پڑھنا اس کی پیدائش پر قیاس کرتے ہوئے اس مسئلہ پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایذان الاجر فی اذان

القہو رسالہ لکھا جو کہ رضا فاؤنڈیشن لاہور سے چھپ چکا ہے۔

③ ترجیع کا مطلب ہے پہلے شہادتین کو آہستہ آواز میں کہے پھر اونچی آواز میں اعادہ کرے مشہور روایات میں ترجیع کا ذکر نہیں لیکن بطور تعلیم اذان کے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابومحذورہ جمحی رضی اللہ عنہ کو پڑھایا جس کو باقی ائمہ نے ترجیع سمجھ لیا، شہادتین سے مراد اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (البنایہ ج2 ص86 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

④ یہ کلمات فجر کی اذان کے ساتھ مختص ہیں اگر چہ عشاء کے وقت بھی نینداور غفلت اور تھکاوٹ ہوتی ہے لیکن اکثر لوگ عشاء کی اذان سے پہلے نہیں سوتے جب کہ اذان فجر سے قبل اکثر لوگ سوئے ہوتے ہیں نیز عشاء سے قبل سونا مکروہ ہے جب کہ فجر سے قبل مکروہ نہیں ہے نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اذان فجر کے بعد حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ تشریف لائے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام استراحت فرما رہے تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کا جملہ کہا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے بلال کتنا اچھا ہے کہ ان کلمات کو اذان فجر میں داخل کرلو۔

(الجوھرۃ النیرہ ج1 ص123 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وَالْاِقَامَةُ مِثْلُ الْاَذَانِ اِلَّا اَنَّهٗ يَزِيْدُ فِيْهَا بَعْدَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ مَرَّتَيْنِ وَيَتَرَسَّلُ فِي الْاَذَانِ وَيَحْدُرُ فِي الْاِقَامَةِ وَيَسْتَقْبِلُ بِهِمَا الْقِبْلَةَ فَاِذَا بَلَغَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَالْفَلَاحِ حَوَّلَ وَجْهَهٗ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا

ترجمہ: اقامت اذان کی مانند ہے① مگر اقامت میں حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ قد قامت الصلوٰۃ کا اضافہ ہوگا② اذان میں ٹھہراؤ کرے اور اقامت میں جلدی کرے③ اذان اور اقامت دونوں قبلہ کی طرف منہ کرکے پڑھے④ پھر جب حی علی الصلوٰۃ پر پہنچے تو دائیں جانب اور حی علی الفلاح پر بائیں جانب چہرہ پھیرے⑤

① علامہ شامی نے فرمایا کہ اقامت اذان سے افضل ہے کیونکہ اذان کئی مقامات پر ساقط بھی ہو جاتی ہے لیکن اقامت بہر صورت پڑھی جائے گی جیسے مسافر کے حق میں۔

(المظہر النوری ج1 ص97 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

② دو مرتبہ کی قید لگا کر امام مالک کے قول سے احتراز کیا وہ ایک مرتبہ کے قائل ہیں، اذان و اقامت کے جواب میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ پر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اور قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے جواب میں اَقَامَھَا اللّٰہُ وَاَدَامَھَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اور اذان فجر میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں مَاشَاءَ اللّٰہُ لَا قُوۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یا صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ، دورانِ اذان تلاوت قرآن بند کر کے جواب دیں لہٰذا شعبہ حفظ کے اساتذہ احتیاط کریں۔

(الجوھرۃ النیرہ ج1 ص123 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

③ فتاویٰ ظہیریہ میں ہے کہ ترسل کا معنی ہر دو کلموں کے درمیان فاصلہ رکھنا اور حدر کا معنی ہے کہ دو کلموں کے درمیان اتصال ہوا اور فاصلہ نہ ہو اور اگر دونوں (اذان و اقامت) میں ترسل کر دیا یا اقامت میں ترسل اور اذان میں حدر تب بھی جائز ہے کیونکہ مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

(البنایہ ج2 ص97 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

④ یعنی اذان و اقامت میں اور اگر قبلے کی طرف منہ نہ ہو سکا تو بھی جائز ہے لیکن مکروہ ہے جواز کی وجہ یہ ہے کہ اذان و اقامت کا مطلب آگاہی ہے اور آگاہی اس سے بھی حاصل ہو رہی ہے۔

(الجوھرۃ النیرہ ج1 ص124 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

⑤ کیا اقامت میں بھی یہ عمل کرے گا تو مفتی بہ قول یہی ہے کہ اقامت میں ایسا نہیں کرے گا کیونکہ سارے موجود ہیں بخلاف اذان کے کہ اس وقت اکثر غائب ہوتے ہیں۔

تنبیہ: عورت اذان نہ پڑھے کیونکہ اذان کی سنتوں میں سے ہے آواز کو بلند کرنا اور عورتوں کو آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

فائدہ: چار افراد کی اذان کا اعادہ کیا جائے گا۔ (1) پاگل۔ (2) جنبی۔ (3) نشئی۔ (4) عورت۔ اگر مؤذن نعوذ باللہ من ذلک مرتد ہو گیا تو اس کی اذان کا اعادہ نہیں ہو گا لیکن دوبارہ اذان پڑھنا بہتر ہے۔

(الجوھرۃ النیرہ ج1 ص125 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وَیُؤَذِّنُ لِلْفَائِتَۃِ وَیُقِیْمُ فَاِنْ فَاتَتْہُ الصَّلَوَاتُ اَذَّنَ لِلْاُوْلٰی وَاَقَامَ وَکَانَ مُخَیَّرًا فِی الْبَاقِیَۃِ اِنْ شَاءَ اَذَّنَ وَاَقَامَ وَاِنْ شَاءَ اِقْتَصَرَ عَلَی الْاِقَامَۃِ

ترجمہ: فوت ہونے والی نماز کے لئے اذان اور اقامت کہے گا① پھر اگر اس کے

ذے بہت ساری قضا نمازیں ہوں تو پہلی کے لئے اذان و اقامت کہے② اور دوسری نمازوں میں اختیار ہے چاہے تو اذان و اقامت کہے③ اور اگر چاہے تو فقط اقامت پر اکتفا کرے④

① مطلب یہ ہے کہ جب ایک نماز فوت ہو چکی ہو اور اس کو اس نے قضاء کرنے کا ارادہ کر لیا تو اب اذان اور اقامت دونوں پڑھے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لیلۃ التعریس میں ایسا ہی کیا اور ساتھ فرمایا کہ اس غفلت والی جگہ سے تم آگے چلو پھر سورج طلوع ہونے کے بعد یعنی نماز فجر قضاء کرنے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے اذان دی اور اقامت پڑھی پھر آپ نے نماز پڑھائی۔ (البنایہ ج2 ص119 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② پہلی کے لئے اذان و اقامت لیلۃ التعریس والے قصہ پر قیاس کرتے ہوئے پڑھی جائے گی۔

③ کیونکہ قضا نمازوں میں سے ہر ایک نماز ہی ہے لہٰذا ایسا کرے تا کہ قضاء ادا سے مشابہہ پڑھی جائے۔

④ اگر چاہے تو فقط اقامت کہہ کر جماعت کروالے کیونکہ جامع ترمذی کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جنگ خندق کے موقعہ پر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار نمازیں (ظہر تا عشاء) قضاء ہو گئیں اور رات کا کافی وقت گذر گیا آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا تو انہوں نے اذان کہی پھر اقامت پھر آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر یوں ہی عشاء تک آپ اقامت پڑھتے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جماعت کرواتے دوسری روایت میں ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی نماز کے لئے اذان و اقامت اور باقیوں میں سے ہر ایک کے لئے اقامت کہلوائی۔

(البنایہ ج2 ص130 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَيَنْبَغِيْ اَنْ يُّؤَذِّنَ وَ يُقِيْمَ عَلٰى طُهْرٍ فَاِنْ اَذَّنَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ جَازَ يُكْرَهُ اَنْ يُقِيْمَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ اَنْ يُّؤَذِّنَ وَهُوَ جُنُبٌ وَلَا يُؤَذِّنُ لِصَلٰوةٍ قَبْلَ دُخُوْلِ وَقْتِهَا اِلَّا فِي الْفَجْرِ عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ

ترجمہ: اذان و اقامت باوضوء کہنا مناسب ہے① تاہم اگر اذان بغیر وضوء کے بھی دے دی تو جائز ہے② لیکن اقامت بلا وضوء کہنا مکروہ ہوگا③ یوں ہی حالتِ

جنابت میں اذان کہنا بھی مکروہ ہے نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے کوئی اذان
نہ پڑھے البتہ امام یوسف نے نماز فجر میں قبل از وقت اذان کو جائز رکھا۞

① کیونکہ اذان اور اقامت ذکر شریف ہے اور ذکر کے لئے وضوء کرنا مستحب ہے نیز عقل کا بھی تقاضا ہے کہ لوگوں کو حی علی الصلوٰۃ (نماز کی طرف آؤ) بندہ کہے اور خود نماز کے لئے تیار ہی نہ ہو لہٰذا اس عمل سے بچے ورنہ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (سورۃ بقرہ پارہ 1 آیت 44) کی وعید میں داخل ہو جائے گا نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جامع ترمذی کی روایت نقل کرتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وضوء کے بغیر کوئی اذان نہ پڑھے لیکن جامع الصغیر میں ہے کہ اگر کسی نے بلا وضوء اذان واقامت پڑھ دی تو اس کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔

(البنایہ ج2 ص122 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② کیونکہ اذان ایک ذکر ہے نماز نہیں ہے اور ذکر میں وضوٗ کرنا مستحب ہوتا ہے جیسے قرآن مجید پڑھنے کے لئے وضوٗ کرنا مستحب ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ قرآن مجید پڑھنا اذان پڑھنے سے افضل ہے لہٰذا جب قرآن مجید بلا چھوئے زبان سے پڑھنا جائز ہے تو اذان کا جواز بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا۔

③ کیونکہ اس صورت میں اقامت اور نماز کے لئے فاصلہ لازم آتا ہے جب کہ اقامت تو اس لئے جائز ہوئی ہے کہ نماز میں شروع ہونے سے متصل ہو اور جب اقامت والا وضوء کے اعمال میں مشغول ہوگا تو اتصال ختم ہو کر فصل لازم آئے گا جو کہ بلا مجبوری جائز نہیں۔

④ کیونکہ اذان ایک اطلاع اور اعلان ہے اور وقت سے پہلے اعلان کرنا جہالت ہے تاہم اگر کسی نے وقت سے پہلے اذان پڑھ دی تو اس کا وقت کے اندر اعادہ کرائیں۔

(الجوھرۃ النیرہ ج1 ص126 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

فائدہ: حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رات کے دوسرے نصف میں اذان پڑھ سکتے ہیں کیونکہ فرمان رسالت ہے کہ ہمارا رب آسمان دنیا کی طرف اپنی رحمت کا نزول نصف رات کے وقت فرماتا ہے ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ وہ وقت نزول رحمت الٰہی کا تو ہے لیکن نماز فجر کے لئے نہیں ہے۔ (البنایہ ج2 ص125 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

تنبیہ: مؤذن ومؤذنین جب اذان پڑھیں اللہ اکبر اللہ اکبر کو حالت وصل میں را کے فتحہ کے ساتھ پڑھیں اکثر آئمہ مؤذنین ضمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں جو کہ علامہ شامی کی تحقیق کے مطابق غلط العوام

میں سے ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب کسی اسم کے بعد اسم جلالت آ رہا ہو اور وہ دراصل ساکن ہو تو اس کو حالت وصل میں فتحہ دیتے ہیں جیسے الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (سورۃ آل عمران پارہ 3 آیت نمبر 1) الٓمّٓ میں دراصل میم ساکن ہے لیکن جب ملاتے ہیں تو میم کو فتحہ کے ساتھ مذکور قانونِ قرأت کے مطابق پڑھتے ہیں۔ (فتاوی شامی کتاب الاذان)

بَابُ شُرُوْطِ الصَّلٰوۃِ الَّتِیْ تَتَقَدَّمُهَا

ترجمہ: نماز کی ان شرائط کا بیان جو نماز سے پہلے ہوتی ہیں①

① شروط اور اشراط یہ شرط کی جمع ہے اور اس کا لغوی معنی علامت ہے جیسے اہل عرب کہتے ہیں اشراط الساعۃ اس کا معنی ہے قیامت کی نشانیاں اور شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد ایسی چیز ہے جس کی طرف حکم کو از روئے وجود کے منسوب کیا جائے نہ کہ وجوب کے اور وہ اصل چیز سے خارج ہو لیکن اس کو لازم ہو جیسے وضوء نماز کے لئے شرط ہے مطلب ہے کہ جس پر شئی کا وجود موقوف ہو نہ کہ وجوب۔ (الحسامی مع الحاشیۃ النامی ص 69 بحث القیاس کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

یَجِبُ عَلَی الْمُصَلِّیْ اَنْ یُّقَدِّمَ الطَّهَارَۃَ مِنَ الْاَحْدَاثِ وَالْاَنْجَاسِ عَلٰی مَا قَدَّمْنَاهُ وَ یَسْتُرُ عَوْرَتَهٗ وَالْعَوْرَۃُ مِنَ الرَّجُلِ مَا تَحْتَ السُّرَّۃِ اِلَی الرُّكْبَۃِ وَالرُّكْبَۃُ عَوْرَۃٌ دُوْنَ السُّرَّۃِ وَبَدَنُ الْمَرْاَۃِ الْحُرَّۃِ كُلُّهٗ عَوْرَۃٌ اِلَّا وَجْهَهَا وَ كَفَّیْهَا وَقَدَمَیْهَا وَمَا كَانَ عَوْرَۃً مِّنَ الرَّجُلِ فَهُوَ عَوْرَۃٌ مِّنَ الْاَمَۃِ وَبَطْنُهَا وَ ظَهْرُهَا عَوْرَۃٌ وَمَا سِوٰی ذٰلِكَ مِنْ بَدَنِهَا لَیْسَ بِعَوْرَۃٍ

ترجمہ: نمازی پر لازم ہے کہ وہ پہلے پاکیزگی حاصل کرے ناپاکیوں اور پلیدیوں① سے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بھی کچھ بیان کر چکے اور نمازی اپنے ستر مخصوص کو ڈھانپے② اور مرد کا ستر ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنے تک ہے③ اور گھٹنا خود ستر میں داخل ہے نہ کہ ناف④ اور آزاد عورت کا پورا بدن ستر ہے سوائے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں پاؤں کے⑤ اور جو حصہ مرد کا ستر ہے وہی لونڈی کا اور اس کا شکم اور پیٹھ بھی ستر میں داخل ہے اس کے علاوہ باقی جسم ستر عورت نہیں ہے⑥

① احداث مطلق ہے حدث اصغر جیسے وضوء اور حدث اکبر یعنی غسل دونوں کو شامل ہے یوں ہی انجاس سے بھی مراد عام ہے نجاستِ غلیظہ اور نجاستِ خفیفہ دونوں کو شامل ہے دونوں کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

② یعنی شرمگاہ کو ڈھانپنا لازم ہے اور لوگوں کی موجودگی میں تو بالا جماع واجب ہے اور خلوت میں بھی صحیح روایت کے مطابق ستر ڈھانپنا لازم ہے مطلب یہ ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق اس کا خیال رکھنا واجب ہے البتہ استنجاء پاخانہ اور غسل وغیرہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (المظہر النوری مختصراً ص 49 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

③ حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ ناف سے لیکر گھٹنے تک ستر عورت ہے۔

④ یعنی ناف ستر عورت میں داخل نہیں ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی ناف کو بوسہ دیا کرتے تھے اگر ناف ستر عورت میں سے شمار ہوتا تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی بوسہ نہ دیتے۔ (المظہر النوری ص 49 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

⑤ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عورت پردہ کرنے کی چیز ہے سوائے اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کے، علامہ عینی فرماتے ہیں کیونکہ عورت کو گواہی دینے کے وقت، فیصلے اور نکاح کے وقت چہرے کو دکھانے کی ضرورت پڑھتی ہے، اور ''وتری'' کتاب میں ہے سارے کا سارا بدن ستر عورت ہے سوائے تین اعضاء کے۔ (1) چہرہ۔ (2) دو ہاتھ کلائیوں تک۔ (3) اور دونوں پاؤں۔

(البنایہ ج2 ص 140-139 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

⑥ مطلب یہ ہے کہ ستر عورت کا حکم عورتوں میں سخت ہے لہٰذا جب ایک چیز مردوں میں ستر کا حکم رکھتی ہے تو عورتوں میں بدرجہ اولیٰ وہ ستر کا حکم رکھے گی فرق اتنا ہوگا کہ لونڈی میں دو عضو پیٹھ اور پیٹ بھی ستر عورت میں شمار ہوں گے کیونکہ یہ دونوں عضو بھی محل شہوۃ ہیں علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لونڈی کی مجموعۂ ستر عورت چار عضو ہیں۔ (1) پیٹ۔ (2) پیٹھ۔ (3) ران۔ (4) گھٹنا نیز لونڈی کے حکم میں لونڈی کی قسمیں۔ (1) مدبرہ۔ (2) ام ولد۔ (3) اور مکاتبہ بھی داخل ہوں گی۔

(البنایہ ج2 ص 149 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَمَنْ لَّمْ یَجِدْ مَا یُزِیْلُ بِهِ النَّجَاسَةَ صَلّٰی مَعَهَا وَلَمْ یُعِدِ الصَّلٰوةَ وَمَنْ لَمْ یَجِدْ ثَوْباً صَلّٰی عُرْیَانًا قَاعِداً یُوْمِیُٔ بِالرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ فَاِنْ صَلّٰی قَائِماً اَجْزَاَهٗ وَالْاَوَّلُ اَفْضَلُ

ترجمہ: اور جس شخص نے اس چیز کو (پانی وغیرہ) نہ پایا جس کے ساتھ نجاست کو دور کیا جا سکتا ہے تو وہ اس پلیدی کے ساتھ ہی نماز پڑھے ① اور اعادہ بھی نہ کرے اور جس کے پاس بالکل ہی کپڑا نہ ہو (پاک پلید وغیرہ) وہ ننگے ہی بیٹھ کر رکوع و سجود کے اشارے کے ساتھ پڑھ لے ② اگر اس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو بھی جائز ہوگی ③ لیکن پہلی صورت (بیٹھ کر اشارے کے ساتھ) زیادہ فضیلت والی ہے ④

① یہ مسئلہ دو صورتوں پر مشتمل ہے (1) اگر کپڑے کا چوتھائی حصہ یا اس سے زیادہ پاک ہو اب ننگے نماز پڑھنا جائز نہ ہوگا کیونکہ کسی چیز کا چوتھائی حصہ کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ (2) اور اگر چوتھائی حصہ سے کپڑا کم پاک ہو تو امام محمد کے نزدیک تو پھر بھی پہلی صورت والا حکم ہوگا کہ اسی کپڑے میں نماز پڑھیں گے اور امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اس کو اختیار ہوگا چاہے ننگے پڑھے یا اسی میں لیکن اس کپڑے میں پڑھنا افضل ہے۔

فائدہ: ازالہ نجاست کے لئے پانی کی تلاش کی حد اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل یا اس سے زائد ہے۔ (الجوھرۃ النیرہ ج1 ص130 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

② یعنی بالکل کپڑا نہیں پایا نہ پاک نہ پلید تو یہ بیٹھ کر رکوع و سجود کے اشارے کے ساتھ پڑھ لے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ کشتی پر سوار تھے ان کی کشتی ٹوٹ گئی وہ باہر ننگے نکلے وہ بیٹھ کر رکوع و سجود سروں کے اشاروں کے ساتھ ادا کرتے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ابراہیم نخعی علیہ الرحمۃ نے بہت عمدہ قول کہا کہ اگر لوگ دیکھ رہے ہوں پھر بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور اگر ایسی جگہ ہوں کہ لوگ وہاں سے دیکھ نہ رہے ہوں پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھ لے۔

(البنایہ ج2 ص155 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

③ کھڑے ہو کر نماز پڑھے گا تو اس لئے جواز ہوگا کیونکہ بیٹھنے کی حالت میں شرمگاہ کو ڈھانپ لے گا جب کہ کھڑے ہونے میں کئی ارکان مثلاً رکوع، قیام وغیرھا کئی ارکان کی ادائیگی ہوگی لہٰذا جو

صورت بھی اختیار کرے گا جائز ہوگا۔

④ یعنی بیٹھ کر رکوع وسجود اشارے کے ساتھ کرے کیونکہ ستر عورت نماز میں بھی ضروری ہے اور نماز سے باہر نمازیوں اور دوسرے لوگوں سے بھی ستر ضروری ہے لہٰذا بیٹھنے کی صورت کو ترجیح دینا افضل ہوگا۔ (الھدایہ مع البنایہ ج2 ص155 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَيَنْوِیْ الصَّلٰوةَ الَّتِیْ يَدْخُلُ فِيْهَا بِنِيَّةٍ لَّا يَفْصِلُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ التَّحْرِيْمَةِ بِعَمَلٍ وَّيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ خَائِفًا فَيُصَلِّی اِلٰی اَیِّ جِهَةٍ قَدَرَ

ترجمہ: اور نیت کرے ① اسی نماز کی جس میں وہ داخل ہونے کا ارادہ کر رہا ہے اس طریقے سے کہ نیت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان کسی عمل کا بھی فاصلہ نہ ہو ② اور قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے ③ مگر یہ کہ دشمن ④ وغیرہ کا ڈر ہو تو پھر جس سمت پر قادر ہو اس طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے۔

① نیت کا لغوی معنی ارادہ کرنا جس طریقے سے روایت میں ہے نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهٖ، کہ مومن کا ارادہ اس کے عمل سے بہتر ہے اور شریعت کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے کسی کام کے ایجاد کرنے میں عبادت اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے حاصل کرنے کی نیت کرنا تاکہ عبادت کو عادت سے جدا کیا جاسکے، نیت زبان سے کرنا اچھا ہے تاکہ زبان اور دل کی موافقت رہے ورنہ اگر زبان سے نیت نہ بھی ہو اور دل میں پختہ ارادہ ہو تو بھی نماز ادا ہو جائے گی۔

(المظہر النوری ص55 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

② عمل سے مراد ایسا عمل ہے جو نماز کے مناسب نہ ہو مثلاً کھانا پینا وغیرہ لیکن اس میں شرط ہے کہ دل سے معلوم ہو کہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے اگر فرض نماز پڑھ رہا ہو تو تعین نیت ضروری ہے کیونکہ نماز جمعہ کے علاوہ نیت بھی کافی ہے لیکن نماز تراویح میں اختلاف ہے اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ نماز تراویح کی نیت کرے لیکن متاخرین نے فرمایا نماز تراویح، سنن مطلقہ، یا قیام اللیل کسی کی نیت کرے گا تو جائز ہوگی نمازِ وتر میں وتر کی اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی عیدین میں نیت کرے گا۔

فائدہ عظیمہ: آج کل لوگ مختلف نفلی اور فرض نماز کی نیت پوچھتے ہیں کہ زبان سے کس طرح کی جائے حالانکہ امام ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نیت کی ادائیگی زبان سے نہیں ہوگی کیونکہ

نیت ارادے کا نام ہے اور ارادہ دل کا عمل ہے زبان کا نہیں کیونکہ زبان کے عمل کو کلام کہا جاتا ہے نہ کہ ارادہ مگر ذکر زبان اور دل دونوں کے ساتھ کرنا سنت ہے بہتر یہی ہے کہ دل کو نیت کے ساتھ اور زبان کو ذکر کے ساتھ اور ہاتھوں کو اٹھانے میں مشغول کرے۔

(الجوھرۃ النیرۃ مختصراً ج 1 ص 32-31 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

③ مطلب یہ ہے کہ فرض، نفل، سجدہ تلاوت، نماز جنازہ وغیرہ کی ادائیگی تب درست ہوگی جب قبلے کی طرف منہ ہوگا اگر جان بوجھ کر بلا عذر قبلے کی طرف منہ نہ کیا اور یہ اعمال مذکورہ بجالائے تو یہ کفر ہے پھر اگر وہ مکہ میں رہتا ہے تو بعینہ اس طرف منہ کرے اور اگر دنیا کے کسی اور کونے میں رہتا ہے تو پھر مکہ کی طرف سمت ہونی چاہیے اگر کوئی شخص مدینہ منورہ میں ہے تب بھی عین کعبہ کو رخ رکھے کیونکہ یقین کے ساتھ اس کو پاسکتا ہے کیونکہ مدینہ منورہ شریف کا قبلہ باعتبار نص کے ثابت ہے اور دوسری جگہوں کا قبلہ اجتہاد کے ساتھ سمت اور جہت کو متعین کیا جائے گا۔

(الجوھرۃ النیرۃ مختصراً ج 1 ص 132 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

④ خوف سے مراد عام ہے دشمن کا ہو یا درندے شیر چیتا وغیرہ یا ڈاکو وغیرہ کا ہو یا وہ سمندر میں کسی لکڑی کے اوپر بیٹھا ہوا گر اس کو قبلے کی طرف پھیرتا ہے تو غرق ہو جاتا ہے یا مریض ہو جس کے پاس کوئی ایسا بندہ نہ ہو جو قبلے کی طرف اس کا منہ پھیرے یا بندہ تو پھیرنے والا موجود ہے لیکن اس طرف منہ پھیرنے سے تکلیف ہوتی ہے تو ان سب صورتوں میں جس طرف قدرت ہو اس طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے ادا ہو جائے گی۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 132 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

فَاِنِ اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْقِبْلَةُ وَلَيْسَ بِحَضْرَتِهِ مَنْ يَّسْئَلُهُ عَنْهَا اجْتَهَدَ وَصَلّٰى فَاِنْ عَلِمَ اَنَّهُ اَخْطَاَ بَعْدَ مَا صَلّٰى فَلَا اِعَادَةَ عَلَيْهِ وَاِنْ عَلِمَ ذٰلِكَ وَ هُوَ فِى الصَّلٰوةِ اِسْتَدَارَ اِلَى الْقِبْلَةِ وَبَنٰى عَلَيْهَا

ترجمہ: پھر اگر اس پر قبلہ مشتبہ ہو جائے (خلط ملط ہو جائے) اور وہاں کوئی ایسا شخص ① موجود نہ ہو جس سے وہ قبلے کی درست سمت معلوم کرے تو وہ اپنے دل سے کوشش اور تحری کرے اور نماز پڑھ لے پھر اگر نماز کی ادائیگی کے بعد غلطی کا علم ہوا تو اس پر کوئی اعادہ لازم نہیں ہے ② اور اگر غلطی دورانِ نماز معلوم ہوگئی تو

وہاں سے قبلے کی طرف گھوم کر اس نماز پر بناء کر لے ③

① یعنی وہاں کوئی بتانے والا نہ ہو یہ قید مصنف نے اس لئے لگائی کیونکہ اگر وہاں کوئی رہنمائی کرنے والا موجود ہوتو پھر اس سے پوچھنا لازم ہوگا اور تحری کا جواز نہ ہوگا، یوں ہی اگر کوئی ایسی مسجد ہو جس کا محراب نہ ہو یا اس نے لوگوں سے پوچھا لیکن انہوں نے نہ بتلایا تو تحری کا جواز ہوگا بصورت دیگر ان کے بتلانے پر تحری کا جواز نہ ہوگا۔

② ہمارے نزدیک اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا (سورۃ بقرہ پارہ نمبر 3 آیت نمبر 286) ترجمہ: کہ ہر انسان کو اس کی وسعت کے مطابق مکلف بنایا جاتا ہے اب اس کی وسعت میں تحری تھی وہ اس نے کر لی۔

③ یعنی دوران نماز خطاء کا علم ہوا تو وہاں سے گھوم جائے اس سے قبل کی نماز باطل نہ ہوگی کیونکہ انہوں نے اجتہاد اور تحری کر کے نماز پڑھی تھی اور اجتہاد کی دلیل قائم مقام نسخ کے ہوتی ہے اور نسخ کا اثر مستقبل میں ظاہر ہوتا ہے نہ کہ ماضی میں اور اہل قباء کا عمل بھی اس مسئلہ کی دلیل بن سکتا ہے کیونکہ جب ان کو تحویل قبلہ کا علم ہوا تھا تو وہاں سے انہوں نے دورانِ نماز رخ تبدیل کر لیا تھا اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عمل کو پسند کیا یوں ہی حکم رائے کا ہے یوں ہی ایک بندہ نے تحری کی تھی دورانِ نماز ارادہ بدل گیا تو اسی کی طرف توجہ دے کیونکہ اجتہاد اور تحری پر عمل لازم ہے اور پہلی ایک رکعت یا دو رکعتیں ان کا ضیاع بھی نہیں ہوگا وہاں سے نماز جاری رکھیں۔

(فتح القدیر مع الکفایہ ج1 ص38-337 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

①بَابُ صِفَةِ الصَّلٰوۃِ (نماز کی کیفیت کا بیان)

فَرَائِضُ الصَّلٰوۃِ سِتَّۃٌ، اَلتَّحْرِیْمَۃُ وَالْقِیَامُ وَالْقِرَاْءَۃُ وَالرُّکُوْعُ وَالسُّجُوْدُ وَالْقَعْدَۃُ الْاٰخِیْرَۃُ مِقْدَارُ التَّشَھُّدِ وَمَا زَادَ عَلٰی ذٰلِکَ فَھُوَ سُنَّۃٌ

ترجمہ: نماز کے فرائض② چھ ہیں۔ (1) تکبیر تحریمہ کہنا③۔ (2) فرض نماز میں قیام کرنا④۔ (3) قرأت کرنا⑤۔ (4) رکوع کرنا⑥۔ (5) سجود کرنا⑦۔ (6) تشہد کی مقدار قعدہ اخیرہ کرنا⑧ اور جو مذکورہ ارکان پر زائد ہوا وہ سنت ہوگا⑨۔

① صفة کا لغوی معنی، خوبی، طریقہ، کیفیت اور یہاں مراد ایسی ہیئت ہے جو نماز سے حالت

قیام اور رکوع وسجود کی میں حاصل ہوتی ہے الصلوٰۃ پر الف لام عہد خارجی کا ہے جس سے مراد فرض نماز ہے کیونکہ نفل میں تو قیام فرض ہی نہیں ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص134 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

② لفظ فرائض کو مصنف نے استعمال کیا ؟ارکان اور شرائط کو استعمال اس لئے نہیں کیا کیونکہ فرائض کا لفظ ارکان اور شروط سے عام ہے اور ان دونوں (ارکان+شروط) کو شامل ہے کیونکہ (1) قیام۔(2) قرأت۔(3) رکوع۔(4) سجود یہ اصلی ارکان ہیں اور تکبیر تحریمہ نماز کے جواز کی شرط ہے اور قعدہ اخیرہ اگرچہ فرض ہے لیکن نماز میں اصلی رکن نہیں ہے دلیل یہ ہے کہ یہ پہلی رکعت میں مشروع نہیں ہے جب کہ قیام، قرأت، رکوع، سجود پہلی رکعت میں بھی مشروع ہیں۔

(المظھر النوری ص50 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

③ تکبیر تحریمہ کو مصنف نے فرائض میں سے شامل کیا کیونکہ یہ نماز کے ساتھ متصل ہے اس لئے کہ یہ ایسے ہے جیسے دروازہ گھر کے لئے ہوتا ہے اگرچہ دروازہ بظاہر گھر کا غیر نظر آرہا ہوتا ہے لیکن اس کا شمار گھر میں سے ہی ہوتا ہے اس کا نام تکبیر تحریمہ اس لئے رکھا گیا کیونکہ اس تکبیر سے پہلے جو کام مباح تھے مثلاً ادھر اُدھر دیکھنا، کھانا، پینا باتیں کرنا اس تکبیر کے بعد وہ حرام ہو جاتے ہیں جیسے احرام کی چادریں پہننے سے پہلے کئی کام جائز ومباح تھے مثلاً خوشبو لگانا وغیرہ اس کے بعد حرام ہو گئے یہ فرض اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (سورت مدثر پارہ 29 آیت نمبر 3) اپنی رب کی بڑائی بیان کیجئے اس سے مراد تکبیر تحریمہ ہی ہے شیخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک یہ شرط ہے جب کہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک فرض ہے ثمرہ اختلاف یوں ظاہر ہوگا اگر کسی وجہ سے کسی کے فرض فاسد ہو گئے شیخین کے نزدیک وہ نفل میں بدل جائیں گے جب کہ امام محمد کے نزدیک وہ باطل ہو جائیں گے۔

(حوالہ نمبر 1 الجوھرۃ النیرہ ج1 ص134 مکتبہ رحمانیہ لاہور،
حوالہ نمبر 2 البحر الرائق ج1 ص290 مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

④ یعنی فرض اور وتر نماز میں قیام فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُومُو لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ (سورت بقرہ پارہ 2 آیت نمبر 238) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع وخضوع کرتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ، اور قیام کی حد اتنی ہے کہ جب بندہ دونوں ہاتھوں کو کھینچے تو گھٹنے کو نہ پہنچ سکیں بغیر عذر کے ایک پاؤں پر کھڑا ہونا مکروہ ہے لیکن حالتِ عذر میں جائز ہے۔ (الجوھرۃ البحر الرائق ایضاً بحوالۃ سابقۃ)

⑤ قرآت بھی فرض ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (سورۃ المزمل پارہ 29 آیت نمبر 20) تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت کو نماز کی پہلی دو رکعتوں میں پڑھنا فرض

ہے چھوٹی آیت سے مراد جو دو کلموں سے مرکب ہو جیسے ثُمَّ نَظَرَ یا وہ آیت ایک کلمہ پر مشتمل ہو مثال مُدْهَامَّتَانِ یا ایک حرف مثلاً (صٓ)(نٓ)(قٓ) یا دو حرف ہوں جیسے (حٰمٓ)(طٰسٓ) یا کئی حروف ہوں مثلاً حٰمٓ عٓسٓقٓ، کٓھٰیٰعٓصٓ ان میں مشائخ کا اختلاف ہے لیکن اصح بات یہ ہے کہ ان کے ساتھ نماز جائز نہ ہوگی۔

فائدہ: مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَاَنْصِتُوا، (سورۃ الاعراف پارہ 9 آیت نمبر 204) ترجمہ: اور جب قرآن کی قرأت کی جائے تو خاموشی کے ساتھ خوب کان لگا کر سنو اور سُنن نسائی کی روایت ہے (1) اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا ترجمہ: امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموشی اختیار کرو، (2) اس لئے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کے منہ میں آگ کا چنگارہ ڈالو (بحوالہ مؤطا امام محمد کتاب قرأت حلف الامام) (3) نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرتی خطاء کی اس لئے ہمارے علماء نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کو مکروہ تحریمی قرار دیا یہاں تک کہ امام کی قرأت کی حالت میں ہمارے علماء نے دعاء استغفار پڑھنے کو بھی مکروہ قرار دیا۔ (المظہر النوری ص 51 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

⑥ رکوع کرنا بھی فرض ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا یَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوا لغت میں اس (رکوع) کا مطلقاً معنی جھکنا اور مائل ہونا ہے جس طرح اہل عرب کہتے ہیں رَكَعَتِ النَّخْلَةُ جب کھجور کا پودا زمین کی طرف جھک جائے اور شریعت کی اصطلاح میں پیٹھ اور سر دونوں کو اکٹھا جھکا دینا اور یا کم از کم اتنا ہو کہ پیٹھ جھک جائے اور اگر دونوں ہاتھوں کو لمبا کریں تو گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

فائدہ: اگر کوئی مریض ہو جو بیٹھ کر رکوع کرے تو اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ اپنی پیشانی کو گھٹنوں کے برابر کرے لیکن اتنا زیادہ بھی نہیں کہ وہ سجدے کے قریب پہنچ جائے۔
(المظہر النوری بحوالہ سابقہ)

⑦ مراد سجود سے دو سجدے مراد ہیں اور یہ دونوں امت محمدیہ پر فرض ہیں کیونکہ پہلے پہلے لوگوں نے جب اسلام قبول کیا تو رکوع کے بغیر سجدہ کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا یَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ (سورۃ حج پارہ 17 آیت 77) ترجمہ: یعنی تم جب بھی عبادت کا

ارادہ کرو تو اللہ کی رضا کے لئے رکوع و سجود کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو، جار اللہ زمخشری نے بھی اسی طرح قول کیا ہے۔

(فائدہ عظیمہ) ہر رکعت میں ایک رکوع لیکن دو سجدے ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ ایک رکوع کے ساتھ ایک سجدہ کیوں نہیں ہوتا؟ اس کی کئی حکمتیں ہیں۔ (1) اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایک سجدہ کیا دیکھا شیطان تکبر کرتے ہوئے سجدہ نہیں کر رہا دوسرا سجدہ کیا تاکہ شیطان کی ناک خاک میں ملے۔ (2) پہلے میں اشارہ ہے کہ بندہ مٹی سے پیدا کیا گیا اور دوسرے میں اشارہ ہے کہ بندہ نے پھر دوبارہ مٹی میں ہی جانا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے جب اولاد آدم سے پختہ وعدہ لیا پھر اس کی تصدیق کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیا جب انہوں نے بَلٰی کہا تو سارے مسلمان سجدے میں گر گئے اور کافر باقی رہ گئے جب مسلمانوں نے سجدے سے سر اٹھایا دیکھا کہ کفار نے سجدہ نہیں کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کا دوبارہ شکریہ یوں کیا کہ دوسرا سجدہ کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس ادا کو تا قیام قیامت محفوظ کر لیا۔

(نوٹ) مزاراتِ اولیاء کو غلو یا جہالت کی وجہ سے سجدہ کرنے سے گریز کریں۔ اعلیٰحضرت امام اہلسنت نے اس موضوع پر الذبدۃ الزکیۃ نام سے رسالہ لکھا۔ جو مکتبہ قادریہ لاہور سے چھپ چکا ہے۔

(حوالہ نمبر 1 البنایہ ج 2 ص 178 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، حوالہ نمبر 2 البحر الرائق ج 1 ص 293 ایچ ایم سعید کراچی)

⑧ آخری قعدہ فرض اور پہلا قعدہ واجب ہے یعنی التحیات سے لیکر عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تک اس لئے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر مقتدی امام سے پہلے فارغ ہو گیا پھر اس نے کوئی بات کر لی یا کھا پی لیا اس کی نماز مکمل ہو گئی۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 135 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

⑨ مصنف علیہ الرحمۃ نے مذکورہ فرائض پر جو زائد ہوں ان پر سنت کا لفظ بولا ہے جب کہ سنت کے علاوہ کئی واجبات بھی ہیں؟ مثلاً (1) سورۃ فاتحہ پڑھنا۔ (2) اس کے ساتھ کوئی اور سورۃ ملانا۔ (3) شرعی ترتیب کا خیال رکھنا۔ (4) قعدہ اولیٰ کرنا۔ (5) دعائے قنوت پڑھنا۔ (6) عیدین کی تکبیریں پڑھنا۔ (7) مغرب عشاء فجر میں اونچی قرأت کرنا۔ (8) ظہر عصر میں پست آواز میں قرأت کرنا۔

جواب لفظ سنت ان واجبات پر اس لئے بولا کہ ان کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ بحوالہ سابقہ)

وَاِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ فِیْ صَلٰوتِہٖ کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ مَعَ التَّکْبِیْرِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِاِبْھَامَیْہِ شَحْمَتَیْ اُذُنَیْہِ

ترجمہ: اور جب کوئی آدمی نماز میں داخل ہونے لگے تو تکبیر کہے ① اور تکبیر کہنے کے ساتھ ہی ہاتھوں کو اٹھائے ② اتنی مقدار کہ اس کے دونوں انگوٹھے کان کی لو کے برابر ہو جائیں۔

① اس کا مطلب ہے جب نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس کی مثال قرآن مجید میں موجود ہے فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ (سورت نحل پارہ 14 آیت 98) اس کا مطلب یہ نہیں کہ جب تم قرأت کر چکو پھر اعوذ باللّٰہ پڑھو بلکہ اس کا مطلب ہے جب تم قرأت کا ارادہ کرنے لگو تو اعوذ باللّٰہ پڑھ لیا کرو۔

کَبَّرَ کا معنی عظمت کا بیان ہے جس طرح قرآن مجید میں فرمانِ الٰہی ہے۔ فَلَمَّا رَاَیْنَہٗ اَکْبَرْنَہٗ (سورۃ یوسف پارہ 12 آیت نمبر 13) ترجمہ: جب ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا۔ یعنی اکبرنہٗ کا معنی عظمت بیان کرنا لیکن اس جگہ تکبیر تحریمہ مراد ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ (سورۃ المدثر پارہ نمبر 29 آیت 3) اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔

(الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

② ہاتھوں کو اٹھانا نماز کے شروع میں سنت ہے واجب نہیں ہے مع التَّکْبِیْرِ سے اشارہ ملتا ہے کہ ہاتھوں کو اٹھانا اور تکبیر کہنا اکٹھا ہوگا لیکن فتوی اس پر ہے پہلے ہاتھ اٹھائے جب وہ کانوں کے برابر ہو جائیں پھر تکبیر کہے کیونکہ ہاتھ اٹھانے میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام معبودانِ باطلہ کی نفی ہے اور اللّٰہ اکبر قائم مقام اثبات کے ہے اور اصول یہ ہے کہ نفی اثبات پر مقدم ہوتی ہے جیسا کہ کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللّٰہ) میں ہے۔

(حوالہ ہدایہ اوّل، باب صفۃ الصلوٰۃ)

فائدہ جلیلہ: امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک فقط نماز کے شروع میں رفع یدین ہے اس کے بعد رکوع وغیرہ میں ہاتھ اٹھانا خلاف سنت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قُوْمُوْا لِلّٰہِ قانتین اللہ تعالیٰ کے سامنے ادب یا عاجزی کے ساتھ کھڑے رہو نیز جامع ترمذی شریف میں ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو حضور کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر آپ نے نماز پڑھائی تو فقط

شروع میں ہاتھ اٹھائے اس کے علاوہ نہیں۔

(ترمذی شریف باب ان النبی لم یرفع الاانی اول قرأت ص59 حدیث نمبر 357 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

فَإِنْ قَالَ بَدْلاً مِّنَ التَّكْبِيرِ اَللّٰهُ اَجَلُّ اَوْ اَعْظَمُ اَوِ الرَّحْمٰنُ اَكْبَرُ اَجْزَأَهُ① عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَجُوْزُ اِلَّا اَنْ يَقُوْلَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ الْاَكْبَرُ وَاللّٰهُ الْكَبِيْرُ

ترجمہ: پس اگر تکبیر (اللہ اکبر) کو بدل کر اللہ اجل یا اللّٰہ اعظم (اللہ سب سے بڑا ہے) یا اللہ الرحمٰن اکبر کہا تو بھی طرفین کے نزدیک یہ نماز کو کفایت① کرے گا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر الله اکبر الله الاکبر یا الله الکبیر کہا تو جائز② ہوگا ورنہ نہیں۔

① مطلب یہ ہے کہ مذکورہ اسماء یا اسماء حسنیٰ ننانوے (99) میں سے کوئی اسم بولا تو نماز ہو جائے گی اللہ اکبر کہنا ضروری نہیں کیونکہ طرفین کے نزدیک تعظیم مقصود ہے وہ سب کلمات سے حاصل ہو رہی ہے جس طرح حکم ہے وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (سورۃ المدثر پارہ 29 آیت نمبر 3) کہ اپنے رب کی عظمت کا اظہار کرو نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى (سورۃ بنی اسرائیل پارہ نمبر 15 آیت نمبر 110) نیز سنن ابوبکر بن ابی شیبہ میں حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پوچھا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کس چیز سے نماز کو شروع کرتے تھے تو آپ نے جواب دیا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ سے نیز ''فتاوی نسفی'' میں ہے کہ اگر کسی نے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کی جگہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہا تب بھی نماز ہو جائے گی۔

(البنایہ ج2 ص200199- مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں اَفْعَلُ اور فَعِيْلٌ کا وزن برابر ہوتا ہے یعنی دونوں کا ایک ہی معنی ہے یوں نہیں جیسے زیدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو میں زید کی زیادتی افضلیت عمرو پر ثابت ہو رہی ہے بلکہ اَكْبَرُ كَبِيْرٌ دونوں کا ایک ہی معنی ہے کیونکہ کوئی ایک بھی اللہ کی کبریائی میں برابر نہیں ہو سکتا۔ (حوالہ نمبر 1 المظہر النوری ج 1 ص 52، مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)
(حوالہ نمبر 2 البنایہ ج2 ص199 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَيَعْتَمِدُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى وَ يَضَعُهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ

ترجمہ: اور پکڑے ① دائیں ہاتھ کے ذریعے بائیں کو اور دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھے۔

① عورت اور مرد میں اس مسئلہ کے اندر فرق ہے عورت دائیں ہاتھ کو بائیں پر سینہ کے اوپر رکھے گی کیونکہ ستر کی وجہ سے عورت کے یہی مناسب ہے جب کہ مرد ناف کے نیچے دونوں ہاتھ رکھے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تین چیزیں انبیاء کی عادت ہیں۔(1) جلدی روزہ افطار کرنا۔(2) دیر سے سحری کھانا۔(3) دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔
(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص66 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

ثُمَّ يَقُوْلُ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ وَيَسْتَعِيْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَيَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَيُسِرُّ بِهِمَا

ترجمہ: اللّٰہ اکبر کے بعد پھر کہے گا (ثناء) ① اے اللہ تیری ذات پاک ہے اور تعریف تیرے لئے ہے اور تیرا نام برکت والا ہے تیری ذات بلند بزرگی والی ہے اور تیرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے اور (تعوذ) ② اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے شیطان مردود کی اور پڑھے گا (تسمیہ) ③ اللہ کے نام سے شروع جو بہت رحم کرنے والا اور مہربان ہے اور ان دونوں کو (تعوذ+تسمیہ) کو آہستہ پڑھے ④

① یعنی تکبیر کہنے کے بعد ثناء پڑھے گا اور امام محمد علیہ الرحمتہ نے وَجَلَّ ثَنَاءُكَ کے الفاظ کا بھی اضافہ کیا اور امام ابو یوسف علیہ الرحمتہ نے مذکورہ الفاظ کے ساتھ اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (سورۃ الانعام پارہ نمبر 7 آیت نمبر 79) کا بھی اضافہ کیا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی ہے کہ آپ جب تکبیر کہتے تو نماز کا آغاز سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ سے کرتے اس طرح حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے متعلق بھی روایت ہے امام ابو یوسف کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ وہ ابتدائے اسلام میں تھی پھر

جب سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وغیرہ کا حکم فَسَبِّحْ باسم ربك العظیم سے ہوا تو اس کا حکم منسوخ ہو گیا۔
(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص67 مکتبہ حقانیہ پشاور)

② یعنی اَعُوذُ بِاللّٰہِ امام ہو یا اکیلا ہر ایک اس کو پڑھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَاِذَا قَرأْتَ القُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (سورۃ النحل پارہ نمبر 16 آیت نمبر 98)
ترجمہ: جب تم قرآن مجید کی قرأت کا ارادہ کرو تو تعوذ پڑھو۔
فائدہ عظیمہ: آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مقتدی تعوذ نہیں پڑھے گا ایسا مقتدی جو مدرک ہے یعنی جس نے مکمل امام کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے کیونکہ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ مسبوق یعنی جس کی ایک دو رکعت امام سے رہ گئی ہوں وہ قرأت کرے گا کیونکہ اس نے امام کی قرأت نہیں سنی اور حکم ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوا (سورت اعراف پارہ نمبر 9 آیت نمبر 204) ترجمہ: جب قرآن مجید کی قرأت کی جائے تو خوب کان لگا کر سنو اور خاموشی اختیار کرو۔
(الاختیار بحوالہ سابقہ)

③ تسمیہ پڑھے ثناء کے بعد فصل (الگ) سے اس کو پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قرآن کا حصہ ہے اور جہری نماز (مغرب عشاء فجر) میں اس کو پست پڑھنے کا حکم دیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ فاتحہ کی جز نہیں ہے بلکہ یہ ایک آیت ہے جو دو سورتوں کے درمیان فاصلہ کرنے کے لئے نازل کی گئی اسی وجہ سے اس کو مصحف قرآنی میں الگ خط کے ساتھ لکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھ فریضہ قرأت ادا نہ ہوگا کیونکہ یہ مکمل آیت نہیں ہے۔
(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص138 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

④ یعنی تعوذ اور تسمیہ دونوں کو آہستہ پڑھے گا کیونکہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنھما کی حدیث میں ہے کہ پانچ چیزوں کو آہستہ کہا جائے۔ (1) اعوذ باللہ۔ (2) بسم اللہ۔ (3) امین۔ (4) رَبَّنَا لَكَ الْحَمْد۔ (5) تشہد۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص68 مکتبہ حقانیہ پشاور)

ثُمَّ یَقْرَأُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُوْرَةً مَّعَهَا اَوْثَلٰثَ اٰیَاتٍ مِّنْ اَیِّ سُوْرَةٍ شَاءَ وَاِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ وَیَقُوْلُهَا الْمُؤْتَمُّ وَیُخْفِیْهَا

ترجمہ: پھر سورۃ فاتحہ پڑھے گا اور اس کے ساتھ ایک سورۃ ملائے گا① یا جس سورۃ سے تین آیات چاہے گا پڑھے گا جب امام ولا الضالین کہے تو امین بھی کہے②

اور مقتدی بھی پست آواز میں کہے گا۔

① اس سورۃ کو فاتحہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ مصحف عثمانی کے مطابق قرآن کا افتتاح اس سے ہوتا ہے یہ نماز کے واجبات کی طرف اشارہ ہے کیونکہ فرمانِ رسالت ہے لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَ سُوْرَۃٍ مَّعَھَا لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (سورۃ المزمل پارہ نمبر 29 آیت نمبر 20) سے مطلقاً قرأت کی فرضیت ثابت ہوگی۔

(البنایہ ج2 ص241 تا243 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② امام اور مقتدی دونوں ہی امین کہیں گے اور پست آواز میں کہیں گے کیونکہ تعلیقات بخاری میں ہے کہ عطاء بن یسار نے فرمایا کہ امین دعا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْیَۃً (سورۃ الاعراف پارہ نمبر 8 آیت نمبر 55) ترجمہ: کہ دعا کو آہستہ آواز میں مانگو نیز امین کا دعا ہونا قرآن سے بھی ثابت ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تو ہارون علیہ السلام امین کہتے قرآن نے اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا ترجمہ: دونوں کی دعا قبول کرلی گئی (سورۃ یونس پارہ نمبر 11 آیت نمبر 89) سے حضرت ہارون کی امین کو بھی دعا کہا ہے نیز حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب امام وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہے تو تم امین کہا کرو کیونکہ فرشتے بھی امین کہتے ہیں اور امام امین کہے جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی تو اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے، فرشتوں کی آمین کی آواز آج تک کسی بشر نے اونچی آواز میں نہیں سنی لہٰذا جب ہم امین آہستہ کہیں گے تب ہی فرشتوں کے ساتھ موافقت ہوگی پھر ہی گناہ معاف ہونگے۔

حوالہ نمبر 1 (المظہر النوری ص53 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

حوالہ نمبر 2 (تفسیر نعیمی زیر آیت قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا نعیمی کتب خانہ گجرات)

ثُمَّ یُکَبِّرُ وَیَرْکَعُ وَیَعْتَمِدُ بِیَدَیْہِ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ وَ یُفَرِّجُ اَصَابِعَہٗ وَیَبْسُطُ ظَھْرَہٗ وَلَا یَرْفَعُ رَأْسَہٗ وَلَا یُنَکِّسُہٗ وَیَقُوْلُ فِیْ رُکُوْعِہٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ ثَلَاثاً وَذٰلِکَ اَدْنَاہُ ثُمَّ یَرْفَعُ رَأْسَہٗ وَیَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ وَیَقُوْلُ الْمُؤْتَمُّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ

ترجمہ: پھر تکبیر کہے اور رکوع کرے ① اور اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں کو

پکڑے ⑤ اور انگلیوں کو کشادہ رکھے اور پیٹھ کو بچھا دے ⑥ اور سر کو نہ بلند کرے نہ نگوں کرے ⑦ اور رکوع میں تین مرتبہ کم از کم ⑧ **سبحان ربی العظیم**۔ (میرا رب پاک اور بڑا ہے) کہے پھر رکوع سے سر کو اٹھائے اور کہے **سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ** (اللہ نے اس کی تعریف قبول کر لی جس نے اس کی تعریف کی) اور مقتدی کہے گا **رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ** ⑨

① یعنی سورۃ فاتحہ اور سورۃ سے ملانے کے بعد تکبیر کہے گا اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ تکبیر حالتِ قیام میں کہے گا اور ''جامع الصغیر'' میں ہے کہ رکوع کی طرف جھکتے ہوئے لیکن ''شرح الارشاد'' میں ہے کہ نہ تو مکمل رکوع کی طرف جھکتے ہوئے اور نہ بالکل سیدھے کھڑے بلکہ ان دونوں حالتوں کی درمیانی صورت اختیار کرے کیونکہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر پستی اور بلندی اور قیام اور بیٹھتے وقت تکبیر کہتے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا کرتے تھے امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا۔

(البنایہ ج2 ص 53-252 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② طبرانی اوسط اور صغیر کی روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو میں اس وقت آٹھ سال کا بچہ تھا میری والدہ نے مجھے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لا کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے مرد اور عورتیں آپ کو تحائف پیش کرتے رہے اور میں نے یہ بیٹا آپ کے لئے بطور تحفہ لایا ہے آپ اس کو قبول فرمائیں اور جو چاہیں اس سے خدمت کا کام لیں میں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دس سال خدمت کی آپ نے مجھے کبھی بھی نہیں مارا نہ مجھے برا کہا نہ چہرہ چڑھایا بہت لمبی حدیث ہے مختصراً یہ سرکار نے مجھے فرمایا اے بیٹے جب تو رکوع کرے تو اپنی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ اور انگلیوں کو کشادہ رکھ۔

فائدہ عظیمہ: رکوع کی حالت میں انگلیوں کو کشادہ رکھنا مستحب ہے اور سجدے کی حالت میں ملانا مستحب ہے اور اس کے علاوہ تشہد وغیرہ میں اپنی عادت کے مطابق رکھیں گے یعنی نہ تو مکمل ملائیں گے نہ کشادہ رکھیں گے۔ (فتح القدیر مع الکفایہ ج1 ص 89-278 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

③ ابن ماجہ کی روایت ہے حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نماز پڑھتے دیکھا کہ جب آپ رکوع فرماتے تو پیٹھ کو اس طرح برابر کرتے یہاں تک کہ اگر اوپر پانی بہا دیا جاتا تو وہ بھی ٹھہر جاتا۔ (فتح القدیر بحوالہ سابقہ)

④ صحیح مسلم کی روایت ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رکوع کرتے نہ تو سر جھکاتے نہ سیدھا رکھتے بلکہ اس کی درمیانی حالت اختیار فرماتے۔ (فتح القدیر بحوالہ سابقہ)

⑤ صاحب عنایہ نے فرمایا سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی حمد قبول کرلی جس نے بھی اس کی حمد کی آخر میں ھا سکتہ کے لئے ہے فقہاء نے فرمایا تسبیح کم از کم تین مرتبہ پڑھنا درمیانی حد پانچ مرتبہ پڑھنا جب کہ سات مرتبہ پڑھنا اکمل ہے لیکن صاحب ہدایہ نے فرمایا جتنی مرتبہ پڑھیں اس بات کا خیال رکھیں کہ وہ طاق عدد پر ختم ہو 5، 7۔ 9 کیونکہ اللہ تعالیٰ وتر (اکیلا ہے) وہ وتر کو پسند کرتا ہے۔

تنبیہ: حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر امام رکوع میں کسی کے جوتوں کی آہٹ سنے تو ریا کاری کی وجہ سے اس کا انتظار نہ کرے بلکہ اپنی عادت کے مطابق رکوع کر دے کسی امیر یا فقیر کی وجہ سے رکوع لمبا مت کرے اسی میں احتیاط ہے۔

(المظہر النوری ص 53 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

⑥ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے گا اور مقتدی رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ وجہ یہ ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہا کرو گویا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام اور مقتدی کے لیے الگ الگ حصہ تقسیم کر دیا اور تقسیم شرکت کے مخالف ہوتی ہے لہٰذا مقتدی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور امام رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ نہیں کہے گا۔ (المظہر النوری ص 54 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

فَاِذَا اسْتَوٰی قَائِماً کَبَّرَ وَ سَجَدَ وَاعْتَمَدَ بِیَدَیْہِ عَلَی الْاَرْضِ وَوَضَعَ وَجْھَہٗ بَیْنَ کَفَّیْہِ وَ سَجَدَ عَلٰی اَنْفِہٖ وَجَبْھَتِہٖ فَاِنِ اقْتَصَرَ عَلٰی اَحَدِھِمَا جَازَ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَقَالَا لَا یَجُوْزُ الْاِقْتِصَارُ عَلَی الْاَنْفِ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ فَاِنْ سَجَدَ عَلٰی کَوْرِ عِمَامَتِہٖ اَوْ عَلٰی فَاضِلِ ثَوْبِہٖ جَازَ

ترجمہ: پس جب سیدھا قیام کی حالت میں ہو تو تکبیر کہتے ہوئے سجدہ کرے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھے اور اپنی پیشانی کو دونوں ہاتھوں کے درمیان

رکھے اور ناک اور پیشانی کے ساتھ سجدہ کرے① اگر ان دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفا کیا تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے② اور صاحبین نے کہا ناک پر اکتفاء کرنا فقط عذر ہی کی وجہ سے ہوگا پھر اگر کسی نے عمامہ کے کنارے پر یا کپڑے کے زائد حصہ پر سجدہ کردیا تو بھی جائز ہے③

① معلوم ہوا کہ ناک اور پیشانی ہی تعظیم کے لئے ہیں لہٰذا رخسار کو محض زمین پر رکھنا یا ٹھوڑی کو رکھنا شرعی سجدہ نہیں ہے کیونکہ یہ اعضاء تعظیم کے لئے نہیں ہیں لہٰذا یہ بریلوی مسلک پر بہت بڑا بہتان ہے کہ وہ مشائخ کی قبروں کو پوجتے ہیں غیر اللہ کے لئے بطور عبادت سجدہ حرام ہے حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض علماء کا قول ہے کہ والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں حرج نہیں۔

تنبیہ: استاذی المکرم امام المحدثین والفقہاء محقق العصر علامہ محمد عبدالرزاق بھترالوی دامت برکاتھم العالیہ فرماتے ہیں کہ میرا پسندیدہ موقف یہ ہے کہ علماء مزارات کو بوسہ دینے سے گریز کریں تاکہ جاہل لوگ سجدہ سے پرہیز کریں فرماتے ہیں میرے پیر و مرشد سید غلام محی الدین ابن سید الاولیاء مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ (گولڑہ شریف) ہر جمعہ کو نمازِ جمعہ کے بعد اپنے والد گرامی کی قبر کی زیارت کو جاتے تھے لیکن قبر سے تین ہاتھ کے فاصلے پر کھڑے ہو کر دعا کرتے نہ قبر کو بوسہ دیتے نہ ہاتھ سے چھوتے یہ طریقہ مشائخ کے لئے اچھا ہے جہلاء کو سجدہ کرنے سے روکنے کے لئے۔

(المظہر النوری ص 54 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

② مطلب یہ ہے کہ ناک اور پیشانی دونوں کے ساتھ ہی سجدہ کریں گے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر ہمیشگی فرمائی ہے نیز فرمایا کہ مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (1) چہرہ۔ (2) ہاتھ۔ (3) دو گھٹنے۔ (4) دو پاؤں لیکن اگر کوئی عذر پیش آ گیا کہ ان میں سے کوئی ایک زخمی ہو گیا تب ایک پر اکتفا جائز ہوگا کیونکہ پیشانی اور ناک ایک ہی ہڈی ہیں نیز فقہی اصول ہے اَلضَّرُوْرَۃُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ، ترجمہ: کہ ممنوعہ کام بوقت ضرورت مباح ہو جاتے ہیں۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 70 مکتبہ حقانیہ پشاور)

③ مطلب یہ ہے کہ بامر مجبوری جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام عمامہ کے کنارے پر سجدہ کرتے تھے نیز سنن ابن ابی شیبہ میں حضرت ابو ورقاء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ کو دیکھا وہ عمامہ کے کنارے پر سجدہ کر رہے تھے ایسے ہی آقا

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک کپڑے میں گرمی کی شدت کی وجہ سے نماز ادا فرمائی ہے۔

(البنایہ ج2 ص283-282 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَيُبْدِيْ ضَبْعَيْهِ وَيُجَا فِيْ بَطْنَهٗ عَنْ فَخِذَيْهِ وَيُوَجِّهُ اَصَابِعَ رِجْلَيْهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ وَيَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثَلٰثًا وَذٰلِكَ اَدْنَاهُ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ وَيُكَبِّرُ وَاِذَا طْمَأَنَّ جَالِساً كَبَّرَ وَسَجَدَ فَاِذَا اَطْمَأَنَّ سَاجِدًا كَبَّرَ وَاسْتَوٰى قَائِماً عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ وَلَا يَقْعُدُ وَلَا يَعْتَمِدُ بِيَدَيْهِ عَلَى الْاَرْضِ

ترجمہ: اور ظاہر کرے اپنی دونوں بغلوں کو اور پیٹ کو اپنی رانوں سے دور رکھے ① اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کو قبلے کی طرف متوجہ کرے ② اور سجدہ کی حالت میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہے گا اور یہ تین مرتبہ کم از کم ہے ③ پھر سجدہ سے سر اٹھائے اور تکبیر کہے اور جب سکون سے بیٹھ جائے تو تکبیر کہے اور پاؤں کے سینے (پنجوں) سے بالکل سیدھا کھڑا ہو جائے اور نہ بیٹھے ④ اور اور نہ ہی ہاتھوں کے ساتھ زمین کو پکڑے۔

① یہ حکم مرد کے لئے اس وقت ہوگا جب کسی کو تکلیف نہ پہنچے اگر جماعت میں ہے اور بازوں کو ظاہر کرنے سے ساتھ والے نمازی کو تکلیف ہوتی ہے پھر نہ کرے یہ مرد کا حکم ہے عورت کا پردے کی وجہ سے یہ حکم نہیں ہوگا بلکہ عورت پست ہو کر اپنے پیٹ کو ران کے ساتھ ملائے گی اور لونڈی رکوع وسجود اور قعدہ میں آزاد عورت کے حکم میں ہے لیکن تکبیر تحریمہ میں وہ مرد کی طرح کانوں تک ہاتھ اٹھائے گی آزاد عورت کی طرح کندھوں تک نہیں اٹھائے گی۔

فائدہ عظیمہ: مرد اور عورت کی نماز میں چند طرح کا فرق ہے۔ (1) عورت تکبیر تحریمہ کے وقت کندھوں تک جب کہ مرد کانوں تک ہاتھ اٹھائے گا۔ (2) عورت اپنا دائیں ہاتھ بائیں پر پستانوں کے نیچے رکھے گی جب کہ مرد زیر ناف رکھے گا۔ (3) عورت تشہد میں دونوں پاؤں ایک طرف کر کے بیٹھے گی۔ (4) رکوع میں عورت انگلیوں کو کشادہ نہیں کرے گی۔ (5) مغرب عشاء فجر میں عورت اونچی قرأت نہ کرے گی۔

(الجوہرۃ النیرۃ ج1 ص144 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

② یہی حکم ہاتھ کی انگلیوں کا بھی ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب مؤمن سجدہ کرتا

ہے تو اس کا ہر ہر عضو سجدہ کرتا ہے لہٰذا اپنی طاقت کے مطابق انگلیوں کو قبلے کی طرف متوجہ کرے اور "بخاری" کی حضرت ابوحمید کی روایت میں ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب سجدہ کرے تو دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھے نہ بچھائے نہ اکٹھا کرے اور پاؤں کی انگلیوں کے کناروں کو قبلے کی طرف متوجہ کرے۔ (فتح القدیر مع الکفایہ ج 1 ص 367-266 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

③ کیونکہ جس وقت قرآن کی آیت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى (سورۃ الاعلیٰ پارہ نمبر 30 آیت نمبر 1) نازل ہوئی تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کو اپنے سجدوں میں داخل کر دو اور جب فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ (سورۃ الواقعہ پارہ 27 آیت 96) نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اس کو اپنے رکوع میں داخل کر دو۔

فائدہ: "منیۃ المصلی" میں ہے کہ تسبیح کم از کم تین درمیانی پانچ اور اکمل سات مرتبہ ہے اور امام ثوری نے فرمایا مستحب ہے کہ امام پانچ مرتبہ تسبیح پڑھے تاکہ مقتدی تین دفعہ کہنے پر قادر ہوں لیکن اگر تین دفعہ سے کم پڑھی یا بالکل چھوڑ دی تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 146 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

④ مطلب یہ ہے کہ زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑا نہ ہو جن روایات میں یہ طریقہ آیا ہے وہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑھاپے پر محمول ہیں نیز عقل کا بھی تقاضا ہے کہ نماز میں جتنی مشقت ہوگی اتنا ہی زیادہ اجر و ثواب ملے گا لہٰذا زمین یا دیوار یا لاٹھی کا سہارا لینے کے بجائے گھٹنوں پر ہاتھ ٹیک کر اٹھے۔

(البنایہ ج 2 ص 93-292 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَيَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْأُوْلٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا يَسْتَفْتِحُ وَلَا يَتَعَوَّذُ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيْرَةِ الْأُوْلٰى فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَ نَصَبَ الْيُمْنٰى نَصْباً وَّ وَجَّهَ أَصَابِعَهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَيَبْسُطُ أَصَابِعَهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ

ترجمہ: اور دوسری رکعت میں بھی اس کی مانند کرے گا جو پہلی رکعت میں کیا تھا① لیکن ثناء اور تعوذ نہیں پڑھے گا② اور پہلی تکبیر کے علاوہ کہیں بھی دونوں ہاتھ نہیں

اٹھائے گا③ جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھائے گا تو بائیں
پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھے گا اور دائیں کو زمین پر اچھے طریقے سے گاڑ دے گا اور
اپنی انگلیوں کو قبلے کی طرف متوجہ کرے گا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو رانوں پر رکھ
کر انگلیوں کو قبلے کی طرف پھیلا دے گا④

① کیونکہ دوسری رکعت میں ارکان (قیام، قرأت، وغیرھم) کا تکرار ہے اور ارکان کا تکرار تقاضا کرتا ہے کہ اس کا اعادہ ہو۔ (البنایہ ج2 ص292 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② کیونکہ شریعت میں ان کی مشروعیت و جواز ہی ایک دفعہ ہوا ہے لیکن ذہن میں رکھیں کہ سنت غیر مؤکدہ مثلاً عصر کی نماز اور عشاء کی نماز سے قبل چار رکعات ان میں تیسری رکعت میں ثناء بھی اور تعوذ بھی پڑھیں گے نیز دوسری رکعت میں مکمل تشہد اور دعائیں پڑھیں گے۔ (البنایہ بحوالہ سابقہ)

③ کیونکہ قرآنی فیصلہ ہے کہ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (سورت مومنون پارہ 18 آیت 1) ترجمہ: تحقیق ان مؤمنوں نے فلاح حاصل کر لی جنہوں نے نماز میں خشوع حاصل کیا، تفسیر ابن عباس میں ہے کہ حصول خشوع اس طرح کہ انہوں نے نماز کے شروع میں رفع یدین کیا پھر اس کے بعد پوری نماز میں کہیں بھی ہاتھ نہیں اٹھائے نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں اور غیر نماز میں رفع یدین کا سات (7) مقامات کے ساتھ حصر فرمایا کہ ہاتھوں کو نہ اٹھایا جائے مگر فقط سات مقامات پر۔ (1) نماز کے شروع میں۔ (2) دعائے قنوت کی تکبیر میں۔ (3) عیدین کی تکبیرات میں۔ (4) اور بقیہ چار مقامات کا آپ نے حج میں ذکر کیا۔ (5) بیت اللہ شریف کی زیارت کے وقت۔ (6) جب صفا اور مروہ پہاڑی پر کھڑے ہوں اور نظر کعبۃ اللہ شریف کی طرف ہو، عرفہ کی شام، اور جمرات (7) کو کنکریاں مارتے وقت، نیز حضرت براء اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنھم سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ابتدائے اسلام میں رفع یدین کیا کرتے تھے پھر آپ نے اس کا اعادہ کبھی بھی نہیں فرمایا۔ (ابوداؤد و مصنف ابن ابی شیبہ) لہٰذا آج کل کے غیر مقلدین کو غور و فکر کرنا چاہیے اور رفع یدین چھوڑنا چاہیے۔

(البنایہ ج2 ص293 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

④ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابو جوزا رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کا آغاز تکبیر سے اور قرأت کا الحمد للہ رب العلمین سے کرتے اور تشہد میں بائیں پاؤں کو بچھا دیتے اور دائیں کو گاڑ دیتے تھے اور نسائی کی

روایت میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز کی سنت میں سے یہ بھی ہے کہ دائیں پاؤں کو گاڑ کر بائیں پر بیٹھا جائے اور دونوں کی انگلیاں سیدھا قبلے کی جانب متوجہ کی جائیں۔
(البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

ثُمَّ یَتَشَهَّدُ وَالتَّشَهُّدُ اَنْ یَّقُوْلَ التَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا یَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا فِی الْقَعْدَةِ الْاُوْلٰی وَ یَقْرَاُ فِی الرَّكْعَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ خَاصَّةً فَاِذَا جَلَسَ فِی اٰخِرِ الصَّلٰوةِ جَلَسَ كَمَا جَلَسَ فِی الْاُوْلٰی

ترجمہ: پھر تشہد کہے① اور وہ اس طرح تمام قولی عبادتیں اللہ کے لئے اور تمام بدنی عبادات اللہ کے لئے اور تمام مالی عبادات اللہ کے لئے سلام ہو آپ پر اے غیب کی خبریں دینے والے② آقا اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں آپ پر سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر③ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے خاص بندے اور اس کے رسول ہیں، اور پہلے قعدہ پر مذکورہ تشہد میں اضافہ نہ کرے④ اور آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ خصوصی طور پر پڑھیں گے⑤ پھر جب نماز کے آخر میں بیٹھے گا تو یوں ہی جیسا کہ پہلے قعدہ میں بیٹھا تھا⑥

① یہ تشہد مسعودی ہے یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کے علاوہ تشہد ابن عباس غیر مشہور ہے تشہد حضرت عبداللہ بن مسعود اس لئے بھی بہتر ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر یوں سکھایا جیسا کہ قرآن مجید کی سورت سکھائی جاتی ہے اور فرمایا پڑھ التحیات لِلّٰهِ التحیات سے عبادات قولی اور الصلوات سے عبادات بدنیہ اور الطیبات سے عبادات مالیہ مراد لی جائیں گی۔ (المظہر النوری ص 56 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

② فتاوی شامی میں ہے کہ تشہد کے ان الفاظ کے معانی بطور انشاء کے لئے جائیں گے بطور

واقعہ معراج کی حکایت کے نہیں، نیز السعایہ تصنیف علامہ محمد عبدالحی لکھنوی مطبوعہ سہیل اکیڈمی اردو بازار لاہور میں ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ، اس خطاب میں راز یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ گویا کہ ہر ایک کے وجود میں سرایت کر چکی ہے اور ہر بندے کے دل میں موجود ہے اس حالت کا مکمل انکشاف بدرجہ اتم نماز کی حالت میں ہوتا ہے لہٰذا خطاب کا محل حاصل ہو گیا اور حضرت امام المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ مومنوں کا نصب العین اور تمام احوال اور اوقات میں مومنوں کی آنکھ کی ٹھنڈک ہیں بالخصوص عبادت کی حالت میں، استاذی المکرم حضرت امام المحققین مولانا عبدالرزاق بھترالوی دامت برکاتہ الی یوم الدین فرماتے ہیں کہ جب سلف صالحین نے بطور انشاء نہ کہ بطور اخبار صیغہ خطاب کو جائز رکھا کیونکہ ایھا النبی منادی ہے اور حرف ندا محذوف ہے تو پھر نماز سے باہر کیوں جائز نہ ہوگا لہٰذا اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہنا جائز ہے۔

(المظہر النوری بحوالہ سابقہ)

③ صالحین صالح کی جمع ہے اور صالح سے مراد ایسا بندہ جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے والا ہو اس جگہ عبدہ و رسولہ سے عبدیت کی صفت کو بیان کیا گیا علامہ ابو القاسم سلیمان انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام بلند مراتب پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی اے محبوب میں آپ کو کس چیز سے مشرف کروں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میری نسبت اپنی طرف عبودیت سے کر لہٰذا صفت عبودیت رسالت سے افضل قرار پائی۔ اس عبارت سے معلوم ہوا سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (سورۃ بنی اسرائیل پارہ نمبر 15 آیت 1) کے فرمان سے نورانیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفی نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے صفت اعلیٰ عبودیت کا انتخاب فرمایا۔

(المظہر النوری بحوالہ سابقہ)

④ یعنی تشہد کے اوپر اضافہ نہ کرے اگر جان بوجھ کر اضافہ کیا تو مکروہ ہوا اور اگر بھول کر اللھم صَلِّ علی محمد تک پڑھ دیا تو سجدہ سہو لازم ہوگا کیونکہ بھول کر نہیں ارادۃً آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا چاہیئے۔

فائدہ عظیمہ: جو نمازی مسبوق ہے یعنی جس کی ایک دو رکعت شروع کی رہ گئی ہوں وہ اب کیا تشہد تک پڑھے گا یا اضافہ کرے گا؟ اس میں چند اقوال ہیں۔ (1) تشہد تک پڑھے گا اضافہ نہیں کرے گا۔ (2) دعا بھی پڑھے گا۔ (3) تشہد کو ہی بار بار پڑھتا رہے گا اور "نہایہ" میں پسندیدہ قول یہ

نقل کیا گیا کہ تشہد درود پاک اور دعائیں بھی پڑھے گا۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 148 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

⑤ یعنی فقط سورۃ فاتحہ پڑھنا سنت یا افضل ہے بھول کر اگر چھوڑ دیا تو مفتی بہ قول کے مطابق سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا کیونکہ "ہدایہ" میں ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر چاہے تو قرأت کرے چاہے سبحان اللہ کہے، چاہے خاموشی اختیار کرے لیکن قرأت سب سے افضل ہے۔

(المظہر النوری ص 57 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

⑥ اس قول کو مصنف نے ذکر کر کے امام شافعی علیہ الرحمۃ کی تردید کردی کیونکہ ان کے نزدیک آخری قعدہ تورک یعنی ایک طرف دونوں پاؤں کر کے عورت کی طرح بیٹھے گا۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 149 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

وَتَشَهَّدَ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وآلِهٖ وَسَلَّمَ وَدَعَا بِمَا شَاءَ مِمَّا يُشْبِهُ اَلْفَاظَ الْقُرْاٰنِ وَالْاَدْعِيَةِ الْمَاْثُوْرَةِ وَلَا يَدْعُوْا بِمَا يُشْبِهُ كَلَامَ النَّاسِ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ يُسَلِّمُ عَنْ يَّسَارِهٖ مِثْلَ ذٰلِكَ

ترجمہ: اور تشہد پڑھے اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دورد بھیجے ① اور ہر ایسی دعا کرے جس کے الفاظ قرآنی دعاؤں کے الفاظ کے مشابہہ ہوں ② اور حدیث میں منقول شدہ دعائیں مانگے ③ اور ایسی دعا نہ مانگے جو لوگوں کے کلام کے مشابہہ ہو ④ پھر دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے اَلسَّلَامُ علیکم ورحمۃ اللہ کہے اور بائیں طرف بھی سلام پھیرتے ہوئے اسی طرح کہے ⑤

① یعنی اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ الخ اور درود ابراہیمی امام شافعی کے نزدیک یہ دونوں فرض ہیں جب کہ ہمارے نزدیک سنت ہیں ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیہاتی کو نماز کے فرائض سکھائے تھے تو اس میں اس کو نہیں سکھایا اگر یہ فرض ہوتا تو آپ سکھاتے امام شافعی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورۃ الاحزاب پارہ نمبر 22 آیت نمبر 56) ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مطلقاً صلوٰۃ و سلام کا حکم آیا ہے اگر ہم اس کو نماز کے ساتھ خاص کریں گے مطلق کا اطلاق باطل

ہو جائے گا۔ (البنایہ ج2 ص320 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② حقیقتا مشابہت مراد نہیں کیونکہ قرآن مجید کلام معجز ہے لوگوں کا کلام ہرگز اس کے مشابہ نہیں ہو سکتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ دعا کے ایسے الفاظ ہوں جو قرآن مجید میں موجود ہوں مثالیں۔(1) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (سورۃ نوح پارہ 29 آیت نمبر 28)(2) رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ (سورۃ ابراہیم پارہ نمبر 13 آیت نمبر 40۔ 41) (3) رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ (سورۃ الحشر پارہ نمبر 28 آیت نمبر 10)(4) رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (سورۃ الاعراف پارہ نمبر 8 آیت نمبر 23)(5) رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ (سورۃ آل عمران پارہ نمبر 4 آیت نمبر 192)

③ دعائے ماثورہ سے مراد ایسی دعائیں جو حدیث میں وارد ہو چکی ہیں مثلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام تشہد کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَ الْمَمَاتِ ۔ (البنایہ ج2 ص323 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

④ لوگوں کے کلام کے مشابہ ہونے کا مطلب ہے ہر ایسی چیز جس کا بندوں سے مانگنا ممکن ہو وہ لوگوں کے کلام کے مشابہ ہو جیسے اَللّٰهُمَّ زَوِّجْنِیْ فُلَانَةً ترجمہ: اے اللہ میرا فلانی عورت سے نکاح کردے اور جس چیز کا بندوں سے مانگنا محال ہے جیسے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ، ترجمہ: اے اللہ میری تو بخشش فرما۔

(البنایہ مع الھدایہ ج2 ص326 مکتبہ رشدیہ کوئٹہ)

⑤ دونوں طرف سلام ایک جیسا پھیرے لیکن فرق اتنا رکھے دوسرے سلام کو پہلے سے پست کرے یہی سنت ہے اور دونوں طرف سلام پھیرتے وقت فرشتوں اور لوگوں کی بھی نیت کرے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا ہر انسان کے ساتھ پانچ فرشتے ہوتے ہیں بعض روایات میں ہے کہ انسان کی حفاظت کے لئے ساٹھ (60) فرشتے ہیں اگر بندے کو ایک لحہ بھی اس کی ذات کے حوالے کیا جائے تو شیاطین فوراً اس کو اچک لیں۔

فائدہ عظیمہ: اگر کسی نے بھول کر پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف سلام پھیر دیا تو اس پر سجدہ سہو لازم نہ ہوگا۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص15، 51 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

وَيَجْهَرُ بِالْقِرَأَةِ فِي الْفَجْرِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ اِنْ كَانَ اِمَاماً وَيُخْفِي الْقِرَأَةَ فِيمَا بَعْدَ الْأُوْلَيَيْنِ وَاِنْ كَانَ مُنْفَرِداً فَهُوَ مُخَيَّرٌ اِنْ شَاءَ جَهَرَ وَاَسْمَعَ نَفْسَهُ وَاِنْ شَاءَ خَافَتَ وَيُخْفِي الْإِمَامُ الْقِرَأَةَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

ترجمہ: فجر اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اونچی قرأت کرے ① بشرطیکہ امام ہو اور قرأت مطلقاً آہستہ کرے پہلی دو رکعتوں کے بعد میں اور اگر اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو اختیار ہے چاہے تو اونچی قرأت کرکے اپنے آپ کو سنائے اور اگر چاہے تو پست قرأت کرے ② اور امام ظہر اور عصر میں قرأت سری کرے ③

① دراصل آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ابتدائے اسلام میں سب نمازوں میں اونچی قرأت کیا کرتے تھے لیکن مشرکین آپ کو اذیت پہنچاتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا (سورۃ اسراء پارہ نمبر 15 آیت نمبر 110) ترجمہ: آپ تمام نمازوں میں نہ آواز جہری کریں نہ سری بلکہ ان دونوں کی درمیانی راہ اختیار فرمائیں پھر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکمت کے تحت ظہر+عصر میں قرأت آہستہ کرنا شروع کردی کیونکہ کفار ان دو اوقات میں آپ کو تکلیف پہنچانے کے لئے تیار اور الرٹ رہتے تھے اور نماز مغرب میں اس لئے قرأت میں تبدیلی نہ کی کہ وہ کھانے پینے میں مشغول رہتے تھے اور عشاء اور فجر میں وہ غفلت کی نیند سوئے رہتے تھے اور جمعہ اور عیدین کی نمازیں چونکہ مدینہ منورہ میں قائم ہوئیں جہاں کافروں کا غلبہ نہ تھا اس لئے آپ ان دونوں نمازوں میں بھی قرأت جہری کیا کرتے تھے علامہ ابن ھمام فرماتے ہیں وَاِنْ زَالَ بِكَثْرَةِ الْمُسْلِمِيْنَ بَقِيَتْ هٰذِهِ السُّنَّةُ لِاَنَّ بِقَاءَ الْحُكْمِ يَسْتَغْنِيْ عَنْ بَقَاءِ السَّبَبِ۔ ترجمہ: اس وقت اگرچہ مسلمانوں کی اکثریت کی وجہ سے سبب یعنی دشمن اگرچہ موجود نہیں لیکن یہ سنت باقی ہے کیونکہ جب حکم باقی ہو تو سبب کے باقی رہنے کی ضرورت نہیں رہتی جیسے طواف کعبہ میں پہلے تین چکروں میں حج وعمرہ کرنے والے رمل یعنی اب بھی پہلوانوں کی طرح چلتے ہیں اگرچہ اب وہ علت ختم ہوگئی لیکن حکم باقی ہے۔ (فتح القدیر مع الکفایہ ج 1 ص 284 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② یعنی اکیلا نماز پڑھنے والا اگر چاہے تو اونچی قرأت کرے کیونکہ اس کی امام کے ساتھ دو طرح مناسبت ہے۔ (1) امام بھی قرأت کرتا ہے اور یہ بھی قرأت کررہا ہے۔ (2) امام کسی کی اقتدا نہیں کرتا

تو یہ بھی کسی کی اقتدا نہیں کر رہا اور اگر چاہے تو آہستہ آواز میں قرأت کرے کیونکہ اس کے پیچھے تو ہے کوئی نہیں جس کو اس نے قرأت سنانی ہے لہٰذا دونوں طرح منفرد کو اختیار ہے۔

(البنایہ ج 2 ص 342 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۳ ظہر اور عصر میں امام اگر چہ عرفات میں ہی کیوں نہ ہو پست آواز میں قرأت کرے گا کیونکہ فرمانِ رسالت ہے کہ دن کی نمازیں گونگے کی طرح ہیں کہ ان میں قرأت سنائی نہیں دیتی نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم دیکھو کہ کوئی دن کی نماز میں اونچی قرأت کر رہا ہے تو تم اس کو سنگسار کر دو یحییٰ بن بشیر کی روایت کے مطابق تم اس کو مینگنیاں مارو۔

(البنایہ ج 2 ص 343 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَالْوِتْرُ ثَلٰثُ رَكَعَاتٍ لَّا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلَامٍ وَّ يَقْنُتُ فِي الثَّالِثَةِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ فِيْ جَمِيْعِ السَّنَةِ وَيَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ مِّنَ الْوِتْرِ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُوْرَةً مَّعَهَا فَإِذَا اَرَادَ اَنْ يَقْنُتَ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَنَتَ وَلَا يَقْنُتُ فِيْ صَلٰوةٍ غَيْرِهَا

ترجمہ: اور نماز وتر تین ایسی رکعات ہیں کہ جن کے درمیان سلام سے فصل نہ ہوگا① اور تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے پورا سال دعائے قنوت پڑھے گا② اور وتر کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور ساتھ سورۃ پڑھے گا پس جب دعائے قنوت کا ارادہ بنے تو تکبیر کہہ کر دونوں ہاتھوں③ کو اٹھائے پھر دعائے قنوت پڑھے اور نماز وتر کے علاوہ کسی نماز میں دعائے قنوت نہ پڑھے④

① بلکہ دوسری رکعت میں تشہد پڑھے گا اور سلام نہ پھیرے گا اور تیسری رکعت میں سلام پھیرے گا کیونکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وتر نماز میں دو رکعتوں پر سلام نہ پھیرتے تھے نیز ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ سرکار پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ اور دوسری رکعت میں قُلْ يَاۤ اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری میں سورۃ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔

(البنایہ ج 2 ص 575-562 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② امام صاحب کے نزدیک وتر واجب ہیں دلیل یہ ہے کہ ان کی قضا کی جاتی ہے اس لئے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز کا اضافہ کیا ہے سنو وہ وتر ہے

جیسے عشاء سے لے کر طلوع فجر تک پڑھ سکتے ہو امام صاحب فرماتے ہیں کہ صَلُّوْا امر ہے جو وجوب کا تقاضا کر رہا ہے صاحبین کہتے ہیں کہ یہ سنت ہیں دلیل (نمبر 1) یہ ہے کہ ان کا منکر کافر نہیں نیز (نمبر 2) اس کے لئے اذان و اقامت بھی نہیں ہوتی ہم جواب (۱) دیتے ہیں منکر کافر اس لئے نہیں کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہو چکا ہے اور چونکہ (۳) یہ عشاء کے وقت میں پڑھے جاتے ہیں لہٰذا عشاء کی نماز والی اذان و اقامت ہی کافی ہے۔

تنبیہ: نماز وتر کے علاوہ نماز فجر وغیرہ میں قنوت نہیں پڑھیں گے اور جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قنوت نازلہ تھا جو منسوخ ہو چکا ہے آپ مخصوص قبیلہ عضیہ اور زکوان کے خلاف آپ نماز فجر میں دعائے ضرر کیا کرتے تھے۔ پھر آپ نے ایک ماہ کے بعد چھوڑ دیا۔ (البنایہ ج2 ص590 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۳) کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سات مقامات پر ہاتھ اٹھانے کا حکم دیا تین مقامات نماز کے اور چار حج کے۔ (1) افتتاح نماز کے وقت۔ (2) عیدین کی تکبیرات کی وجہ سے (3) اور دعائے قنوت کی تکبیر کے وقت۔ (4) حجر اسود کو سلام کرتے وقت۔ (5) صفا، مروہ کے وقت۔ (6) وقوف عرفہ اور وقوف مزدلفہ میں (7) جمرتین (کنکریاں مارتے وقت)۔

(۴) مصنف علیہ الرحمۃ نے اس عبارت میں امام شافعی کی تردید کی ہے کیونکہ وہ نماز فجر میں قنوت پڑھنے کے قائل ہیں ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نماز فجر سے قبل وتر پڑھنا ضروری ہے کیونکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا (مسلم ابو داؤد، نسائی، ترمذی) ترجمہ: کہ صبح سے قبل وتر پڑھو نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز فجر میں قنوت نازلہ پڑھا تھا پھر جب لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ (سورۃ نساء پارہ 4 آیت نمبر 128) اُتری تو آپ نے پھر چھوڑ دیا۔

(المظہر النوری مع اضافۃ ص59 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

وَلَیْسَ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ قِرَاْءَةُ سُوْرَةٍ بِعَیْنِهَا لَا یَجُوْزُ غَیْرُهَا وَیُکْرَهُ اَنْ یَّتَّخِذَ قِرَاْءَةَ سُوْرَةٍ بِعَیْنِهَا لِصَلٰوةٍ لَّا یَقْرَاُ فِیْهَا غَیْرَهَا

ترجمہ: اور نہیں ہے کسی نماز میں معین سورۃ کی قرأت اس نظریہ سے کرنا کہ اس

کے بغیر سورۃ سے نماز جائز ہی نہیں① اور یہ بھی مکروہ ہے کہ نماز کے لئے ایک سورۃ کی قرأت متعین کردے کہ اس کے علاوہ دوسری نہیں پڑھے گا②

① مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فَاقْرَءُوْا مَاتَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (سورۃ المزمل پارہ نمبر 29 آیت نمبر 20) کہہ کر آسانی دی ہے لہٰذا بندہ یہ غلط نظریہ نہ بنائے کہ میں فلاں ہی سورت پڑھوں گا اس کے علاوہ نہیں جیسا کہ آج کل اکثر لوگ ہر رکعت میں سورۃ اخلاص ہی پڑھتے ہیں یہ مکروہ ہے ہر رکعت میں الگ سورۃ کی تلاوت کرنی چاہیے۔ (تاہم نفل میں جائز لیکن فرض میں مکروہ ہے)

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 155 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

② کیونکہ اس میں کئی خرابیاں پیدا ہونے کا امکان ہے۔ (1) مثلاً باقی قرآن مجید کا چھوڑنا لازم آئے گا۔ (2) فضیلت کا وہم پیدا ہوگا حالانکہ ساری سورتیں برابر ہیں ہاں اگر بندہ یہ نظریہ رکھتا ہے کہ باقی بھی جائز ہیں لیکن سنت زندہ کرنے کے لئے ان کو پڑھ رہا ہے مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ والے دن سورۃ جمعہ اور سورۃ الدھر پڑھتے تھے یا نماز وتر میں پہلی رکعت میں سورۃ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ۔ (2) قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۔ (3) سورۃ اخلاص سنت سمجھ کر حصول برکت کے لئے پڑھتا ہے تو مضائقہ نہیں۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

وَاَدْنٰى مَا یُجْزِئُ مِنَ الْقِرَاْءَةِ فِي الصَّلٰوةِ مَا یَتَنَاوَلُهُ اسْمُ الْقُرْآنِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَقَالَ اَبُوْیُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰه تعالٰی لَا یُجْزِئُ اَقَلُّ مِنْ ثَلٰثِ آیَاتٍ قِصَارٍ اَو اٰیَةٍ طَوِیْلَةٍ وَلَا یَقْرَاُ الْمُؤْتَمُّ خَلْفَ الْاِمَامِ، وَمَنْ اَرَادَ الدُّخُوْلَ فِیْ صَلٰوةِ غَیْرِهٖ یَحْتَاجُ اِلٰی نِیَّتَیْنِ نِیَّةِ الصَّلٰوةِ وَنِیَّةِ الْمُتَابَعَةِ

ترجمہ: اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کم از کم اتنی قرأت سے نماز جائز ہوگی جس کو نام قرآن شامل ہو① اور صاحبین نے کہا کہ تین چھوٹی آیتوں سے کم یا ایک لمبی آیت (آیۃ الکرسی) سے کم ہو تو جائز نہ ہوگی② اور امام کے پیچھے مقتدی قرأت نہیں کرے گا③ اور جس نے غیر کی نماز (امام) میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اب دو طرح کی نیت④ کی محتاجگی ہے۔ (1) اصل نماز کی۔

(2) امام کی پیروی کی۔

① یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک فرض قرأت جس سے نماز جائز ہوگی کم از کم ایک مکمل آیت ہو لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ کی طرح نہ ہو اگرچہ اس آیت میں فقط دو کلمے ہی کیوں نہ ہوں جیسے ثُمَّ نَظَرَ اور سنت طریقہ یہ ہے کہ نماز فجر میں اور ظہر میں طوال مفصلہ پڑھے یعنی سورۃ حجرات سے سورۃ البروج تک اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصلہ یعنی سورۃ بروج سے لم یکن تک پڑھے اور مغرب میں قصار مفصلہ یعنی اذا زلزلت سے الناس تک پڑھے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 56-155 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

② تین چھوٹی آیات جیسے سورۃ الکوثر اور ایک بڑی آیت جیسے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 2 آیت نمبر 282) الخ والی آیت یا آیت الکرسی، اس مسئلہ میں صاحبین کے مذہب میں زیادہ احتیاط ہے اور عبادات میں احتیاط کو اختیار کرنا اچھا عمل ہے لیکن یہ ذہن میں رکھیں کہ فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو لمبا دوسری کو چھوٹا کرے کیونکہ وہ غفلت کا وقت ہوتا ہے باقی نمازوں میں دونوں رکعات برابر رکھے کہ ان میں دوسرے کو پہلی سے لمبا کرنا بالاجماع مکروہ ہے۔

(الجوھرۃ بحوالۃ سابقۃ)

③ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (سورۃ الاعراف پارہ نمبر 9 آیت نمبر 204) ترجمہ: کہ جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جاسکے نیز آپ نے فرمایا کہ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا، ترجمہ: فرمان رسالت ہے کہ امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو لیکن جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ اگر کوئی امام کے پیچھے قرأت کرے تو تم اس کے منہ میں آگ کا چنگارا ڈالو نیز عقل کا تقاضا ہے کہ جب امام قرأت کر رہا ہو تو دعا، استغفار، قرأت کے پڑھنے کو علماء نے مکروہ قرار دیا تو قرأت قرآن تو مکروہ تحریمی ہے کیونکہ فرمان رسالت ہے کہ امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

(المظہر النوری باضافۃ ص 60 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

④ نیت دراصل دل کے ارادے کا نام ہے زبان سے کلمات کہنا لازمی نہیں لیکن بہتر ہے افضل اور بہتر ہے کہ جب امام اللہ اکبر کہہ کر پھر یہ پیروی کی نیت کرے اور اگر امام مصلے پر سیدھا کھڑا ہو گیا

اس وقت نیت کر لی تو بھی عام علماء کے نزدیک جائز ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 157 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

بَابُ الْإِمَامَةِ (امامت کے مسائل کا بیان):

وَالْجَمَاعَةُ سُنَّةٌ مُّؤَكَّدَةٌ وَاَوْلَى النَّاسِ بِالْإِمَامَةِ اَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ تَسَاوَوْا فَاَقْرَأُهُمْ فَإِنْ تَسَاوَوْا فَاَوْرَعُهُمْ فَإِنْ تَسَاوَوْا فَاَسَنُّهُمْ ، وَيُكْرَهُ تَقْدِيْمُ الْعَبْدِ وَالْاَعْرَابِيِّ وَالْفَاسِقِ وَالْاَعْمٰى وَوَلَدِ الزِّنَا فَإِنْ تَقَدَّمُوْا جَازَ

ترجمہ: جماعت سنت مؤکدہ ہے① لوگوں میں سے امامت کا سب سے زیادہ بہتر حق اس کو ہے جو سنت رسول کا بڑا عالم ہو② اگر اس میں سب برابر ہو جائیں تو پھر سب سے بڑے قاری③ پھر اس میں برابری کی صورت میں سب سے بڑا پرہیز گار④ اور اگر اس میں بھی ساروں کی برابری ظاہر ہو تو پھر سب سے عمر رسیدہ شخص کو حق امامت ہوگا⑤ اور مکروہ ہے جماعت کے لئے، غلام، جاہل دیہاتی، فاسق، اندھا، حرامی کو آگے کرنا لیکن بامر مجبوری ان کی تقدیم جائز ہے۔

① جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ستائیس درجے زیادہ ثواب ہے اس لئے بعض نے وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 1 آیت نمبر 43) سے استدلال کیا کہ واجب ہے لیکن مفتی بہ قول ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے جو قریب الواجب ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جماعت سے پیچھے منافق ہی رہ سکتا ہے اور منافق حقیقی مراد نہیں بلکہ محض دھمکی کے طور پر فرمایا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ ایک بندہ رات قیام میں دن روزے میں گذارتا ہے لیکن جماعت میں حاضر نہیں ہوتا آپ نے فرمایا وہ جہنمی ہے یعنی بطور زجر و توبیخ کے آپ نے فرمایا ورنہ گھر میں بھی نماز کا جواز ملتا ہے۔ (البنایہ ج 2 ص 385 مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

② یہ صورتیں تب ہیں اگر امام مسجد مقرر نہ ہو اگر مقرر ہوگا تو پھر وہی جماعت کرائے گا عالم فقہ کا مطلب ہے کہ فقہ اور شرعی احکام بھی جانتا ہو جب کہ قرأت کم از کم اتنی اچھے طریقے سے کرے جس سے نماز جائز ہو سکے۔

③ مطلب قرأت اور حروف کی ادائیگی درست طریقے سے کر سکتا ہے اور وقف کرنے کا طریقہ

بھی جانتا ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قوم کی امامت وہ کرائے جو سب سے بڑا اللہ کی کتاب کا عالم ہو پہلے علماء قاری بھی ہوتے تھے جیسے ملا علی قاری اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارہ سال میں سورۃ بقرہ حفظ کی یعنی احکام سمجھ کر حفظ کی اس لئے امام ابو یوسف بڑے قاری کو اپنے دور میں فقط عالم بالسنّت پر ترجیح دیتے تھے۔

④ متقی سے متورع کا مقام زیادہ ہے کیونکہ متقی وہ ہے جو حرام سے بچے اور متورع وہ ہے جو حرام کے شبہ سے بھی بچے، آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے پرہیز گار کے پیچھے نماز پڑھی گویا کہ اس نے نبی کی اقتدا میں نماز پڑھی۔

⑤ کیونکہ جتنا بزرگ شخص امام ہوگا اتنی ہی لوگوں کی اکثریت ہوگی نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوملیکہ کے دونوں بیٹوں کو فرمایا تم میں سے جو عمر کے لحاظ سے بڑا ہے وہ فرائض امامت ادا کرے۔

⑥ ان طبقات کی امامت اس لئے مکروہ ہے کہ ان میں کوئی نہ کوئی ضرور عیب ہے مثلاً غلام اپنے آقا کی خدمت کرتا ہے علم حاصل کرنے کے لئے فارغ وقت چاہیئے جو اس کے پاس نہیں ہے اور دیہاتی بھی اکثر جاہل ہوتے ہیں اور فاسق بھی گناہ کبیرہ سر عام کرتا ہے اس لئے دینی معاملے میں بھی لوگ اس پر تہمت لگائیں گے اور اندھا اس لئے امام نہیں بن سکتا کیونکہ وہ اپنے کپڑوں کو نجاست سے پاک نہیں رکھ سکتا اور حرامی کی امامت اس لئے مکروہ ہے کہ اس کا حقیقی باپ ہے نہیں کہ اس پر دست شفقت رکھتا لہٰذا اس پر بھی جہالت غالب رہے گی لیکن بامر مجبوری ان کی امامت جائز ہے کیونکہ فقہی اصول ہے اَلضَّرُوْرَاۃُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتَ۔ ترجمہ: کہ مکروہ وممنوع کام بھی بوقت ضرورت جائز ہوجاتے ہیں۔

(البنایہ ج2 ص386 تا394 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَيَنْبَغِيْ لِلْاِمَامِ اَنْ لَّا يُطَوِّلَ بِهِمُ الصَّلٰوةَ وَيُكْرَهُ لِلنِّسَآءِ اَنْ يُّصَلِّيْنَ وَحْدَهُنَّ بِجَمَاعَةٍ فَاِنْ فَعَلْنَ وَقَفَتِ الْاِمَامَةُ وَسْطَهُنَّ كَالْعُرَاةِ وَمَنْ صَلّٰى مَعَ وَاحِدٍ اَقَامَهٗ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَاِنْ كَانَا اثْنَيْنِ تَقَدَّمَ عَلَيْهِمَا وَلَا يَجُوْزُ لِلرِّجَالِ اَنْ يَّقْتَدُوْا بِامْرَاَةٍ اَوْصَبِيٍّ وَيَصُفُّ الرِّجَالُ ثُمَّ الصِّبْيَانُ ثُمَّ الْخُنْثٰى ثُمَّ النِّسَاءُ

ترجمہ: امام کے لئے مناسب ہے کہ مقتدیوں کو نماز لمبی نہ پڑھائے① عورتوں کے لئے تنہا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے② اگر عورتوں نے جماعت

کرائی تو ان کی امام ان کے درمیان یوں کھڑی ہوگی جیسے ننگے کھڑے ہوتے ہیں اگر امام ایک مقتدی کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کو دائیں طرف کھڑا کرے ③ اور اگر دو مقتدی ہوں تو امام ان سے آگے کھڑا ہوگا اور مردوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ عورت یا بچے کی اقتدا میں نماز پڑھیں ④ صفوں کی ترتیب یوں ہوگی۔

(1) مرد۔ (2) بچے۔ (3) خسرے۔ (4) عورتیں ⑤

① کیونکہ فرمان رسالت ہے کہ تم میں جو بھی امامت کرائے تو لوگوں میں سے کمزوروں، بوڑھوں، مریض اور کام کاج والوں کا خیال رکھے اور جب اکیلا نماز پڑھے جتنی مرضی ہو لمبا کرے۔

② یعنی اگر عورتیں مردوں سے الگ ہو کر بھی اپنی جماعت کرائیں تو بھی مکروہ ہے بعض نے بدعت قرار دیا کیونکہ کوئی نہ کوئی حرام کا ارتکاب ضرور لازم آئے گا کیونکہ آگے کھڑی ہونے کی صورت میں کشف عورۃ زیادہ ہوگا اور جہاں تک ممکن ہوا اس کو کم کر کے درمیان میں کھڑا کر دیا حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کا جماعت کرانا ابتدائے اسلام یا نسخ پر محمول کریں گے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عورت کا گھر کے اندر (دالان) نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھری میں نماز پڑھنا کھلے ہوئے مکان میں نماز پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے علامہ ابن ہمام نے اس کو مکروہ تنزیہی قرار دیا۔

③ کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جب آپ نے نماز پڑھائی تو دائیں جانب کھڑا کیا تھا اور اگر دو مقتدی ہوں تو امام آگے کھڑا ہو کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حضرت انس اور حضرت یتیم کی امامت کرائی تھی تو آپ آگے کھڑے تھے۔

④ عورت کی اقتدا تو اس لئے منع ہوگی کہ فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ اللہ نے ان کو پیچھے رکھا تم بھی پیچھے رکھو اور بچے کی اس لئے اقتدا معتبر نہ ہوگی بچے پر نماز فرض نہیں مرد پر فرض ہے لہٰذا نفل والے کے پیچھے فرض والے کی نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ امام کا ہر اعتبار سے اعلیٰ ہونا ضروری ہے۔

⑤ صفوں کی اس ترتیب پر دلیل یہ ہوگی کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین مرتبہ فرمایا تم میں سے جو لوگ صاحب عقل اور بالغ ہوں وہ نماز میں میرے قریب کھڑے ہوں پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہوں اور مساجد میں تم بازاروں کی طرح شور و غل مچانے سے بچو۔

(البنایہ ج2 ص395 تا 408 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

فَاِنْ قَامَتِ امْرَاَۃٌ اِلٰی جَنْبِ رَجُلٍ وَّھُمَا مُشْتَرِکَانِ فِیْ صَلٰوۃٍ وَّاحِدَۃٍ فَسَدَتْ صَلٰوتُہٗ وَیُکْرَہُ لِلنِّسَاءِ حُضُوْرُ الْجَمَاعَۃِ وَلَا بَاْسَ بِاَنْ تَخْرُجَ الْعَجُوْزُ فِی الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی یَجُوْزُ خُرُوْجُ الْعَجُوْزِ فِیْ سَائِرِ الصَّلٰواتِ

ترجمہ: پس اگر کوئی عورت کسی مرد کے پہلو میں کھڑی ہوگئی اس حال میں کہ دونوں ایک نماز میں شریک ہیں تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی①، عورتوں کے لئے جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے② لیکن عورتوں کے لئے فجر، مغرب، عشاء میں باہر مسجد کی طرف نکلنے میں حرج نہیں③ اور صاحبین نے کہا کہ عورتوں کا گھر سے باہر نکلنا دوسری نمازوں میں جائز ہے④

① نماز اس صورت میں مرد کی فاسد ہوگی لیکن اس مسئلہ کے لئے فقہاء نے چند شرائط بیان کی ہیں (1) مرد اور عورت اکٹھے کھڑے ہوں اگر بچہ یا خفیف العقل یعنی معتوہ کھڑا ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (2) وہ عورت شہوت والی یعنی کم از کم نو سال کی ہو۔ (3) عورت عاقلہ ہو۔ (4) ان دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو بصورتِ دیگر نماز فاسد نہ ہوگی۔ (5) نماز بھی رکوع وسجود والی ہو۔ (6) مرد عورت کے برابر کم از کم ایک مکمل رکن میں ہو۔ (7) امام اس عورت کی امامت کی نیت بھی کرے۔ (8) نماز کے آغاز سے مرد اس کی نیت کرے۔ (9) نماز کا تحریمہ دونوں کا ایک ہو۔ (10) برابری میں ایک کا دوسرے کے مکمل یا بعض عضو سے ملاپ ہو۔

② یعنی نوجوان عورتوں کا عیدین، سورج گرہن، چاند گرہن کی جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے کیونکہ ان کے باہر نکلنے میں فاسق فاجر لوگوں کی وجہ سے فتنہ کا ڈر ہوتا ہے علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں۔ لَا سِیَّمَا فِیْ ھٰذَا الزَّمَانِ لِفَسَادِ اَھْلِہٖ، یعنی بالخصوص آج کے زمانہ میں مکروہ تحریمی ہے کیونکہ زمانے والوں کے حالات خراب ہو چکے ہیں۔

③ کیونکہ ان اوقات میں فاسق لوگوں سے امن ہوتا ہے وہ اِدھر اُدھر مختلف شہروں میں پھیلے ہوتے ہیں، اور فجر اور عشاء میں سو جاتے ہیں اور مغرب میں کھانے کے اندر مشغول ہوتے ہیں۔

④ صاحبین کے نزدیک سب اوقات میں عورتیں باہر نکل سکتی ہیں کیونکہ ان کے بوڑھا ہونے کی وجہ سے لوگوں کی رغبت ان کی طرف بہت کم ہوگی لہٰذا عید کی نماز کی طرح اجازت ہوگی۔

(البنایہ ج2 ص410 تا 421 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَلَا يُصَلِّي الطَّاهِرُ خَلْفَ مَنْ بِهٖ سَلَسُ الْبَوْلِ وَلَا الطَّاهِرَاتُ خَلْفَ الْمُسْتَحَاضَةِ وَلَا الْقَارِئُ خَلْفَ الْأُمِّيِّ وَلَا الْمُكْتَسِيُ خَلْفَ الْعُرْيَانِ وَيَجُوْزُ اَنْ يَّؤُمَّ الْمُتَيَمِّمُ الْمُتَوَضِّئِيْنَ وَالْمَاسِحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ الْغَاسِلِيْنَ وَيُصَلِّي الْقَائِمُ خَلْفَ الْقَاعِدِ وَلَا يُصَلِّي الَّذِيْ يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ خَلْفَ الْمُؤْمِيْءِ وَلَا يُصَلِّي الْمُفْتَرِضُ خَلْفَ الْمُتَنَفِّلِ وَلَا مَنْ يُّصَلِّي فَرْضاً خَلْفَ مَنْ يُّصَلِّي فَرْضًا اٰخَرَ وَيُصَلِّي الْمُتَنَفِّلُ خَلْفَ الْمُفْتَرِضِ، وَمَنِ اقْتَدٰى بِاِمَامٍ ثُمَّ عَلِمَ اَنَّهٗ عَلٰى غَيْرِ طَهَارَةٍ اَعَادَ الصَّلٰوةَ

ترجمہ: اور باوضوء آدمی اس کی اقتدا میں نماز نہ پڑھے جس کو پیشاب کے جریان کی تکلیف ہو اور نہ ہی پاکیزہ عورتیں استحاضہ والی عورت کے پیچھے ① اور نہ ہی پڑھا لکھا ان پڑھ کے پیچھے ② اور نہ ہی کپڑوں والا ننگے کی اقتدا میں ③ اور جائز ہے تیمم کرنے والے کا وضوء کرنیوالوں کی جماعت کرانا اور جائز ہے امامت کرانا موزوں پر مسح کرنے والے کا ان کی جنہوں نے پاؤں دھوئے ہیں اور کھڑا ہونے والا بیٹھنے والے کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتا ہے ④ اور رکوع وسجود کرنے والا اشارے کرنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے ⑤ اور نہ ہی فرض پڑھنے والا نفل والے کے پیچھے اور نہ ہی ایک فرض پڑھنے والا (ظہر) اس کے پیچھے جو دوسرا فرض پڑھنے والا ہو (مثلاً عصر) ⑥ اور نفل والا فرض والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے اور جس نے امام کی اقتدا کی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بے وضوء تھا اب وہ نماز کو لوٹائے گا ⑦

① اس کی وجہ یہ ہے کہ امام کا مقتدی سے قوی ہونا ضروری ہے جب کہ یہاں قوی کی بناء ضعیف

پر لازم آ رہی ہے جو کہ نا جائز ہے ہاں سلس البول والا سلس البول کی اقتداء میں برابری کی وجہ سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص165 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

④ امی سے مراد ایسا آدمی جو اتنی قرأت پر قادر نہ ہو جس سے نماز جائز ہوتی ہے آج کل بدعقیدہ لوگوں نے امی کا ترجمہ ان پڑھ کر کے هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ سے بے ادبی کا پہلو نکالا حالانکہ آپ ان پڑھ نہ تھے کیونکہ آپ نے جو ہرقل بادشاہ کی طرف خط لکھا وہ بخاری میں موجود ہے باقی امی کہنے کی علماء نے چند اور وجوہ لکھی ہیں۔

(1) امی میں یاءِ نسبت کی ہے جو ام القریٰ یعنی مکۃ المکرمہ کی طرف منسوب ہے چونکہ وہ تمام بستیوں کا مرکز تھا اس لئے آپ کی چونکہ ولادت مکۃ المکرمہ میں جبل ابوقبیس پر ہوئی اس لئے امی کہلائے۔ (2) امی وہ ہوتا ہے جو کسی استاد سے علم نہ سیکھے آپ چونکہ لوگوں میں سے کسی کے شاگرد نہ تھے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ رحمٰن نے آپ کو خود قرآن سکھایا اس لئے آپ امی کہلائے۔ (3) ام کا معنی اصل ہے آپ اصل بلکہ جانِ کائنات ہیں اس لئے آپ کو امی کہا گیا۔ مولانا فیض احمد اویسی صاحب نے اس موضوع پر رسالہ لکھا جس کا نام ہے آپ کو امی کہنا کیسا؟

(المظھر النوری ص63 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

③ بالکل نماز کا تحریمہ ہی منعقد نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر قہقہہ کپڑے والے نے ننگے کی اقتدا میں لگادیا تو وضوء نہ ٹوٹے گا۔ (الجوھرۃ بحوالہ سابقہ)

④ کیونکہ تیمم بھی طہارت کا اور موزوں پر مسح بھی طہارت کا کام دیتا ہے اور کھڑے ہونے والے کی اقتدا بیٹھنے والے کے پیچھے جائز ہے کیونکہ بخاری میں ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایام علت (بیماری) میں بیٹھ کر نمازیں پڑھائیں اور صحابہ نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھیں۔

(المظھر النوری بحوالہ سابقہ)

⑤ کیونکہ اشارہ رکوع وسجود کا بدل نہیں ہے جیسا کہ تیمم وضوء کا بدل ہے اشارہ رکوع وسجود کا کچھ ہے اور کسی چیز کا بعض وہ اصل کا بدل نہیں ہوسکتا اگر اقتدا کو جائز قرار دیں تو کچھ نماز میں اقتدا لازم آئے گی اور یہ ناجائز ہے۔

⑥ کیونکہ آپ نے فرمایا کہ "اَلْإِمَامُ ضَامِنٌ"، لہٰذا امام کا مقتدی سے قوی ہونا ضروری ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص167 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

⑦ معلوم ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ (1) چند لوگوں نے گواہی دی کہ امام بے وضوء تھا پھر اس

10

نے نماز پڑھادی تو اب نماز فاسد ہو جائے گی۔(2) امام نے خود مقتدیوں کو بتایا کہ میں نے تمہیں بے وضوء نماز پڑھائی ہے تو اس صورت میں بھی خبر معتبر ہے لیکن اعادہ افضل ہے۔ (الجوھرۃ بحوالۃ سابقۃ)

وَيُكْرَهُ لِلْمُصَلِّيْ اَنْ يَّعْبَثَ بِثَوْبِهٖ اَوْ بِجَسَدِهٖ وَلَا يُقَلِّبُ الْحصٰى اِلَّا اَنْ لَّا يُمْكِنَهُ السُّجُوْدُ عَلَيْهِ فَيُسَوِّيْهِ مَرَّةً وَّاحِدَةً وَلَا يُفَرْقِعُ اَصَابِعَهٗ وَلَا يُشَبِّكُ وَلَا يَتَخَصَّرُ وَلَا يَسْدِلُ ثَوْبَهٗ وَلَا يَكُفُّهٗ وَلَا يَعْقِصُ شَعْرَهٗ وَلَا يَلْتَفِتُ يَمِيْناً وَّ شِمَالاً وَلَا يُقْعِيْ كَاِقْعَاءِ الْكَلْبِ وَلَا يَرُدُّ السَّلَامَ بِلِسَانِهٖ وَلَا بِيَدِهٖ وَلَا يَتَرَبَّعُ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَّلَا يَاْكُلُ وَلَا يَشْرَبُ

ترجمہ: نمازی کے لئے مکروہ ہے اپنے جسم یا کپڑوں کے ساتھ کھیلنا① اور نہ ہی کنکریوں کو الٹ پلٹ کرے مگر اس پر اگر سجدہ ناممکن ہو جائے تو ایک مرتبہ سیدھا کر لے② اور نہ ہی انگلیاں چٹخائے③ اور نہ ہی کوکھو④ پر ہاتھ رکھے نہ کپڑے لٹکائے نہ ان کو سمیٹے⑤ اور نہ بالوں کو گوندھے⑥، نماز میں دائیں بائیں طرف متوجہ نہ ہو اور نہ ہی کتے کی طرح بیٹھے⑦ اور نہ ہی زبان اور ہاتھ کے ساتھ جواب دے⑧ اور چوکڑی مار کر نہ بیٹھے مگر عذر کے⑨ سبب اور نہ کھائے نہ ہی پیئے⑩

① کیونکہ عبث کام کا ارتکاب نماز سے باہر حرام ہے تو نماز میں بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند کیا ہے (1) نماز میں کھیلنا۔ (2) روزے کی حالت میں بیوی سے جماع کرنا۔(3) قبرستان میں ہنسنا۔

② کیونکہ یہ بھی کھیلنے کی ایک قسم ہے جو نماز کے خشوع کے خلاف ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ کامیاب ہیں جو نماز میں خشوع پیدا کرتے ہیں ہاں اگر کوئی چارہ نہ ہو تو ایک مرتبہ نماز کی اصلاح کے لئے کر سکتا ہے جس طرح آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوذر کو اس کا حکم دیا تھا۔

③ یعنی اس طرح انگلیوں کو حرکت دے کہ اس سے آواز پیدا ہو جائے، تاج الشریعۃ نے فرمایا کہ یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ لوط علیہ السلام کی قوم کا عمل ہے لہٰذا ان کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہے اور حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ نماز سے خارج بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ شیطان کی تلقین ہے۔

④ تَخَصُّر کی فقہاء نے چند طرح تفسیر کی ہے۔(1) ہاتھ کو کوکھ پر رکھنا۔(2) لاٹھی، کوڑے

وغیرھا پر ٹیک لگانا اس عمل سے (1) اس لئے روکا گیا کہ یہ متکبرین کا عمل ہے۔ (2) یہ شیطانی عمل ہے۔ (3) یہ یہود کا عمل ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے ایک مرد کو حالت نماز میں یہ عمل کرتے دیکھا تو فرمایا کہ یہود سے مشابہت مت اختیار کر، کراہت میں مرد عورت دونوں برابر ہیں نیز اس میں مسنون طریقہ بھی چھوٹ جاتا ہے کیونکہ سنت طریقہ تو یہ ہے کہ ہاتھ کے اوپر ہاتھ زیرِ ناف رکھے جائیں۔

⑤ سدل سے بھی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا سدل کی ایک تفسیر یہ ہے کہ کپڑے یا رومال کو سر پر اور کندھوں پر رکھ کر اس کے کناروں کو لٹکا دینا اور کپڑے کو سمیٹے بھی نہیں کیونکہ یہ بھی جابر لوگوں کا برا طریقہ ہے۔

⑥ کیونکہ اس سے بھی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا اور فرمایا کہ اس میں شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔

⑦ کیونکہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دوست نے تین چیزوں سے منع کیا، (1) کوے کی طرح نماز میں ٹھونگے لگانے سے۔ (2) کتے کی طرح بیٹھنے سے۔ (3) لومڑی کی طرح بازوں بچھانے سے۔

⑧ کیونکہ کھانا پینا نماز کے اعمال میں سے نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول قُومُو لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 2 آیت نمبر 238) کے خلاف ہے نیز اُسْكُنُوا فِي الصَّلٰوةِ (نماز میں سکون حاصل کرو) فرمانِ رسالت کے بھی خلاف ہے، اگر نماز میں بھول کر بھی کھا پی لیا تو عمل کثیر ہونے کی وجہ سے نماز باطل ہو جائے گی۔

⑨ زبان اور ہاتھ سے بھی سلام کا جواب نہ دے کیونکہ زبان کے ساتھ تو کلام ہوگا اور کلام نماز میں منع ہے اور ہاتھ کے ساتھ سلام نہ دے کیونکہ وہ بھی حکماً سلام ہے یہاں تک کہ اگر حالتِ نماز میں سلام کی نیت سے مصافحہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

⑩ کیونکہ اس میں بیٹھنے والی سنت فوت ہو جائے گی۔ (البنایہ ج 2 ص 520 تا 536 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

فَاِنْ سَبَقَهُ الْحَدَثُ انْصَرَفَ وَتَوَضَّأَ وَبَنٰى عَلٰى صَلٰوتِهٖ اِنْ لَّمْ يَكُنْ اِمَاماً فَاِنْ كَانَ اِمَاماً اِسْتَخْلَفَ وَتَوَضَّأَ وَبَنٰى عَلٰى

صَلٰوتِهٖ مَالَمْ يَتَكَلَّمْ وَالْاِسْتِيْنَافُ اَفْضَلُ وَاِنْ نَامَ فَاحْتَلَمَ اَوْجُنَّ اَوْ اُغْمِيَ عَلَيْهِ اَوْ قَهْقَهَ اِسْتَانَفَ الْوُضُوْءَ وَالصَّلٰوةَ وَاِنْ تَكَلَّمَ فِيْ صَلٰوتِهٖ سَاهِياً اَوْ عَامِدًا اَبْطَلَتْ صَلٰوتُهٗ وَاِنْ سَبَقَهُ الْحَدَثُ بَعْدَ مَا قَعَدَ قَدْرَ التَّشَهُّدِ تَوَضَّأَ وَسَلَّمَ وَاِنْ تَعَمَّدَ الْحَدَثُ فِيْ هٰذِهِ الْحَالَةِ اَوْتَكَلَّمَ اَوْ عَمِلَ عَمَلاً يُنَافِي الصَّلٰوةَ تَمَّتْ صَلٰوتُهٗ

ترجمہ: اگر غیر امام کو حدث (بے وضوء ہونا) لاحق ہو جائے تو وہ واپس وضوء خانہ کی طرف لوٹے گا اور وضوء کر کے نماز پر بناء کرے گا① اور اگر امام تھا تو اپنا خلیفہ مقرر کرے گا اور وضوء کر کے نماز پر بناء کرے گا بشرطیکہ اس درمیان اس نے کسی سے کوئی بات نہ کی ہو② لیکن اس کا از سر نو نماز پڑھنا افضل ہے، اگر سویا پھر اس کو نیند میں احتلام ہو گیا یا پاگل ہو گیا یا اس پر مدہوشی طاری ہو گئی یا اس نے قہقہہ لگایا تو ان سب صورتوں میں از سر نو وضوء بھی کرے گا اور نماز بھی پڑھے گا③ اور اگر نماز کے درمیان بھول کر یا جان بوجھ کر بات کر لی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی④ اور اگر حدث اس وقت لاحق ہوا جب تشہد کی مقدار بیٹھ چکا تھا اب وضوء کر کے سلام پھیر دے گا⑤ اور اگر اس نے اسی حالت میں جان بوجھ کر وضوء توڑ دیا یا بات کی یا ایسا کام کیا جو نماز کے مخالف تھا تو اس کی نماز مکمل ہو گئی⑥

① بناء کا مطلب ہے جہاں سے نماز چھوڑی وہاں سے دوبارہ پڑھے گا کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے قے کی یا اس کو نماز کی حالت میں نکسیر پھوٹ پڑی وہ پھر جائے اور وضوء کرے اور اپنی نماز پر بناء کرے بشرطیکہ اس نے بات نہ کی ہو۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص85 مکتبہ حقانیہ پشاور)

② خلیفہ بنانے کی کیفیت یہ ہے کہ وہ اپنے کپڑے کو محراب کی طرف کھینچے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس امام کو حدث لاحق ہو نماز کے دوران وہ وہاں سے پھر جائے اور کسی آدمی کو دیکھ کر امام مقرر کرے تا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، یہ حدیث میں جو بناء کا ذکر ہے یہ مشروط ہے اتنا چلے

جتنے کی ضرورت ہو اگر وہ نہر تک چلا پھر وہاں سے آگے گزر گیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(الاختیار بحوالہ سابقہ)

③ کیونکہ ان چیزوں کا پایا جانا بہت نادر اور قلیل ہے لہٰذا اس کو شریعت کے مورد پر قیاس نہیں کریں گے نیز حدیث وضوء کے بارے میں آئی ہے اور غسل اس سے زائد چیز ہے لہٰذا وضوء پر غسل کو قیاس نہیں کیا جائے گا، اسی طرح غسل میں کشف عورت کی بھی ضرورت پڑھے گی جس سے نماز باطل ہوگی لہٰذا وضوء ہی کیا جائے گا۔ (الاختیار بحوالہ سابقہ)

④ کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ نماز لوگوں کے کلام کی صلاحیت نہیں رکھتی اس میں تو صرف تسبیح، تکبیر اور قرأت قرآن ہے۔

⑤ کیونکہ ابھی سلام باقی ہے جو کہ واجب ہے لہٰذا اس کی ادائیگی کے لئے وضوء کرنا ضروری ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص175 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

⑥ کیونکہ جب نماز توڑنے والی چیز پائی گئی تو اب بناء ناممکن ہوگئی اور ارکان میں سے بھی کوئی رکن باقی نہیں رہا لہٰذا نماز ہوگئی۔ (الجوھرۃ بحوالہ سابقہ)

وَاِنْ رَاَى الْمُتَيَمِّمُ الْمَاءَ فِيْ صَلٰوتِهٖ بَطَلَتْ صَلٰوتُهٗ وَاِنْ رَاٰهُ بَعْدَ مَا قَعَدَ قَدْرَ التَّشَهُّدِ اَوْ كَانَ مَاسِحًا عَلَى الْخُفَّيْنِ فَانْقَضَتْ مُدَّةُ مَسْحِهٖ اَوْ خَلَعَ خُفَّيْهِ بِعَمَلٍ قَلِيْلٍ اَوْ كَانَ اُمِّيًّا فَتَعَلَّمَ سُوْرَةً اَوْ عُرْيَانًا فَوَجَدَ ثَوْبًا اَوْ مُوْمِيًا فَقَدَرَ عَلَى الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ اَوْ تَذَكَّرَ اَنَّ عَلَيْهِ صَلٰوةً قَبْلَ هٰذِهٖ اَوْ اَحْدَثَ الْاِمَامُ الْقَارِئُ فَاسْتَخْلَفَ اُمِّيًّا اَوْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ اَوْ دَخَلَ وَقْتُ الْعَصْرِ فِي الْجُمُعَةِ اَوْ كَانَ مَاسِحًا عَلَى الْجَبِيْرَةِ فَسَقَطَتْ عَنْ بُرْءٍ اَوْ كَانَتْ مُسْتَحَاضَةً فَبَرَأَتْ بَطَلَتْ صَلٰوتُهُمْ فِيْ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى تَمَّتْ صَلٰوتُهُمْ فِيْ هٰذِهِ الْمَسَائِلِ

ترجمہ: اگر تیمّم کرنے والے نے نماز کے درمیان پانی کو دیکھ لیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی① اور اگر پانی دیکھا تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد② یا موزوں پر

مسح کرنے والا تھا اور موزے کی مدت ختم ہوگئی یا دونوں موزے عمل قلیل کی وجہ سے کھل گئے یا امی تھا سورۃ سیکھ لی یا ننگا تھا کپڑے پہن لیے یا اشارہ کرنے والا پھر رکوع وسجود پر اس کو قدرت ہوگئی یا اس کو یاد آ گیا کہ اس سے پہلے اس پر قضا نماز تھی یا قاری امام کو حدث لاحق ہوا اس نے امی کو خلیفہ بنا دیا یا نماز فجر پڑھتے سورج طلوع ہوگیا یا جمعہ کی نماز پڑھتے عصر کا وقت داخل ہوگیا یا پٹی پر مسح کیا ہوا تھا وہ ٹھیک ہونے کی وجہ سے گر گئی یا مستحاضہ عورت تھی اب اچھی ہوگئی ان سب صورتوں میں امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک ان تمام مسائل میں نماز مکمل ہوگی۔

① کیونکہ تیمم خلیفہ تھا اب اصل پر قادر ہوگیا لہذا نماز باطل ہو جائے گی۔

(فتح القدیر الکفایہ ج 1 ص 335 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② یہ بارہ مسائل ہیں جن کو مسائل اثناعشریہ سے تعبیر کیا جاتا ہے دراصل امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک خروج بصنعہ فرض ہے جس کا مطلب ہے کہ آخری قعدہ کے بعد قصداً سلام وکلام وغیرہ ایسا عمل ضروری ہے جو نماز کے منافی ہو اگر لفظ سلام کے علاوہ کوئی چیز ہوگی تو نماز درست تو ہوگی لیکن دوبارہ پڑھنا واجب ہوگا اور اگر نماز کے خلاف کوئی کام بغیر ارادے کے ہو تو نماز باطل ہو جائے گی اس لئے کہ وہ منافی نماز کے درمیان میں واقع ہوا جو نماز کو فاسد کرنے والا ہے اور صاحبین کے نزدیک خروج بصنعہ فرض نہیں ہے لہذا ان چیزوں کا طاری ہونا گویا یوں ہے کہ یہ سلام کے بعد طاری ہوئیں۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 176 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

بَابُ قَضَاءِ الْفَوَائِتِ (فوت شدہ نمازوں کو قضا کرنے کا بیان)

وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلٰوةٌ قَضَاهَا اِذَا ذَكَرَهَا وَقَدَّمَهَا عَلٰى صَلٰوةِ الْوَقْتِ اِلَّا اَنْ يَّخَافَ فَوْتَ صَلٰوةِ الْوَقْتِ فَيُقَدِّمُ صَلٰوةَ الْوَقْتِ عَلَى الْفَائِتَةِ ثُمَّ يَقْضِيْهَا وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَوَاتٌ رَتَّبَهَا فِي الْقَضَاءِ كَمَا وَجَبَتْ فِي الْاَصْلِ اِلَّا اَنْ تَزِيْدَ الْفَوَائِتُ عَلٰى خَمْسِ صَلَوَاتٍ فَيَسْقُطُ التَّرْتِيْبُ فِيْهَا

ترجمہ: اور جس کی کوئی نماز فوت ہوئی وہ قضا کرے گا جب اس کو یاد آئے گی①

اور قضا نماز کو وقتیہ نماز پر مقدم کرے ① مگر یہ کہ وقتیہ نماز کے فوت ہونے کا ڈر ہو تو وقتیہ نماز کو فوت شدہ پر مقدم کیا جائے گا پھر فوت شدہ نماز کی قضا کی جائے گی، اور جس نے بہت ساری نمازوں کو قضا کر دیا تو ان کو بالترتیب قضا کرے گا جس طرح وہ اصل میں واجب ہوئیں تھی ② لیکن اگر قضا شدہ نمازیں پانچ نمازوں سے زائد ہو جائیں تو اب ان میں ترتیب ساقط ہو جائے گی ③

① مطلب ہے کہ سفر وحضر میں جب کوئی نماز قضا ہو گی تو فوراً یاد آنے پر پڑھے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جس کو نماز کے وقت نیند آئی یا بھول گیا اسے چاہیئے جب یاد آئے تو نماز پڑھے اس کا یہی وقت ہے اس کے علاوہ نہیں (دارقطنی)

② مطلب ہے کہ ترتیب فوت شدہ اور وقتیہ کے درمیان ضروری ہے کیونکہ موطا امام مالک کی روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کو نماز بھول جائے پھر امام کی اقتدا میں یاد آئے تو وہ امام کے ساتھ نماز پڑھے پھر بھولی ہوئی نماز کو پڑھے پھر اس نماز کا اعادہ کرے جو اس نے امام کی اقتدا میں پڑھی تھی۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر ترتیب شرط نہ ہوتی تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام امام کی اقتدا والی نماز کو دوبارہ پڑھنے کا حکم نہ دیتے۔

③ جس طرح جنگ خندق کے موقعہ پر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار نمازیں قضا ہو چکی تھیں تو آپ نے ان کی ادائیگی بالترتیب کی (ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء) پھر فرمایا صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّي۔ جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے ایسے نماز پڑھو۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص86 مکتبہ حقانیہ قصہ خوانی بازار پشاور)

④ کیونکہ جب چھ یا اس سے زائد ہوں گی وہ کثرت کی حد میں اور تکرار میں داخل ہو جائیں گی لہٰذا جب چھٹی (6) نماز کا وقت داخل ہوگا تو ترتیب ساقط ہو جائے گی شیخین کے نزدیک اور مبسوط میں ہے کہ پانچ کے ساتھ ترتیب ساقط ہو جائے گی کیونکہ پانچ مکمل جنس ہے۔

(البنایہ ج2 ص712 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

بَابُ الْاَوْقَاتِ الَّتِي تُكْرَهُ فِيهَا الصَّلٰوةُ

(مکروہ اوقات میں نماز پڑھنے کا بیان)

لَا تَجُوْزُ الصَّلٰوةُ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا اِلَّا

عَصْرَ یَوْمِہٖ وَلَا عِنْدَ قِیَامِهَا فِی الظَّهِیْرَةِ وَلَا یُصَلِّیْ عَلٰی جَنَازَةٍ وَّلَا یَسْجُدُ لِتِلَاوَةٍ

ترجمہ: سورج طلوع ہونے کے وقت کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے ① اور نہ ہی سورج غروب ہونے کے وقت مگر اس دن کی عصر کی ② (پڑھ سکتا ہے) اور نہ ہی دوپہر کے وقت سورج کے موجود ہونے کے وقت ان اوقات مکروھہ میں نہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں ③ اور نہ سجدہ تلاوت کر سکتے ہیں۔

① صدر الشریعۃ نے فرمایا کہ اگر نماز سے مراد فرض ہو تو پھر مطلق جواز کی نفی ہوگی یعنی ان اوقات میں فرائض ونوافل نہ ہوں گے اور بعض علماء نے فرمایا کہ اگر ان اوقات ثلاثہ میں نفل پڑھے تو جائز ہوں گے لیکن مکروہ ہوں گے اور علامہ اسبیجابی نے فرمایا کہ اگر ان اوقات میں نوافل پڑھنا شروع کر دیئے تو بہتر ہے کہ ان کو توڑ دے اور مباح وقت میں اُن کی قضا کرے لیکن ان اوقات میں فرائض جائز نہ ہوں گے کیونکہ ان کی فرضیت کامل وقت میں ہوئی ہے لہٰذا وہ اس ناقص یعنی مکروہ وقت میں ادا کرنا جائز نہ ہوگا نیز حضرت عقبہ بن عامر کی روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں ان تین اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا۔ (البنایہ ج2 ص58 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② یہ عبارت استثناء ہے ماتن کے قول لَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا سے مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے اس دن عصر کی نماز سورج غروب ہوتے بھی پڑھ لی تو بھی جائز ہے لیکن نماز فجر سورج کے طلوع ہوتے ہی باطل ہو جائے گی وجہ یہ ہے کہ عصر ناقص وقت میں فرض ہوئی ادائیگی بھی ناقص میں ہوئی جب کہ فجر وقت کامل میں فرض ہوئی تو مکروہ وقت جو کہ ناقص ہے اس میں اس کی ادائیگی نہ ہوگی۔

(البنایہ ج2 ص68 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

③ نماز جنازہ چونکہ نماز ہے اور ان اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور سجدہ تلاوت اس میں بھی نماز کی ہم معنی جز یعنی سجدہ پایا جاتا ہے لہٰذا یہ بھی مکروہ ہے۔

تنبیہ: یہ مذکورہ ممانعت اس صورت پر محمول ہوگی جب نماز جنازہ مباح وقت میں پڑھنا واجب ہو چکا تھا تاخیر کرتے کرتے مکروہ وقت تک پہنچا دیا تو بالاتفاق نماز جنازہ ناجائز ہے لیکن اگر انہی مکروہ اوقات میں نماز جنازہ آیا یا اسی مکروہ وقت میں آیت سجدہ پڑھی تو چونکہ مکروہ وقت میں یہ سبب پیش آیا تو مکروہ اوقات ان کے سبب بنے اس لئے ایسی صورت میں نماز جنازہ پڑھنا بھی جائز ہے اور سجدہ

تلاوت کرنا بھی جائز ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے مردوں کو جلد دفناؤ۔ لہٰذا وقت مباح تک تاخیر سے بہتر ہے کہ جلد ادا کیا جائے۔

(الجوھرۃ النیرہ ج1 ص183 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

وَيُكْرَهُ اَنْ يَّتَنَفَّلَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا بَاْسَ بِاَنْ يُّصَلِّيَ فِيْ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ الْفَوَائِتَ وَيَسْجُدُ لِتِلَاوَةٍ وَ يُصَلِّيْ عَلَى الْجَنَازَةِ وَلَا يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ وَيَكْرَهُ اَنْ يَّتَنَفَّلَ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ بِاَكْثَرَ مِنْ رَّكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَلَا يَتَنَفَّلُ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

ترجمہ: اور مکروہ ہے فجر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے اور عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے ①، ان مذکورہ دو وقتوں میں کوئی حرج نہیں قضا نمازوں کو پڑھنے میں ②، اور مکروہ ہے فجر کے طلوع ہونے کے بعد فجر کی دو رکعت سے زیادہ نفل پڑھنا ③، اور نہ ہی مغرب کے فرض سے پہلے نفل پڑھے ④

① یعنی قصداً لیکن اگر بھول کر چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا یا فجر کی نماز میں تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو مکروہ نہ ہوگا اور نماز مکمل کرے گا کیونکہ اس نے بغیر ارادے کے ایسا کیا۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص185 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

② یعنی فجر و عصر کے بعد نوافل کی تو پابندی ہے لیکن قضا نماز پڑھنے میں مضائقہ نہیں کیونکہ فرض واجب کا درجہ نفل سے زیادہ ہے اس لئے واجب میں مشغول رہنا زیادہ بہتر ہے۔

③ مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نوافل کے حریص تھے اگر جواز ہوتا تو آپ کبھی تو تعلیم امت کے لئے دو رکعت سنت فجر پر اضافہ فرماتے اس لئے علامہ اکمل نے فرمایا نماز نفل کے حریص ہونے کے باوجود اضافے کو چھوڑنا مکروہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب فجر طلوع ہوتی تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام انتہائی مختصر دو رکعت پڑھتے تھے پہلی رکعت میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ دوسری میں سورۃ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔

(البنایہ ج2 ص78-77 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

④ کیونکہ ان نوافل کی وجہ سے مغرب میں تاخیر ہوگی اور مغرب میں تاخیر مکروہ ہے لہٰذا جو تاخیر کا سبب بنے گا وہ بھی مکروہ ہوگا نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما سے مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کسی کو یہ نوافل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، (ابوداؤد شریف باب الصلوٰۃ قبل المغرب) نیز آپ نے فرمایا کہ ہر دو اذانوں کے درمیان یعنی اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت ہیں سوائے مغرب کے (دارالقطنی باب الحث علی الرکوع بین الاذانین جلد اول ص 272) اس سے معلوم ہوا کہ اھلحدیث اور غیر مقلدین کی عادت خلاف حدیث ہے)

نوٹ۔ فتح القدیر اور علامہ منظور فیضی صاحب کی کتاب کا مطالعہ کریں گے تو معلوم ہوگا حرمِ کعبہ میں خلاف سنت کام ہو رہا ہے۔　　(البنایہ بحوالہ سابقہ)

باب النوافل ① (سنت ونوافل کے احکام)

اَلسُّنَّةُ فِي الصَّلٰوةِ اَنْ يُّصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ، وَأَرْبَعاً قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَأَرْبَعًا قَبْلَ الْعَصْرِ وَاِنْ شَاءَ رَكْعَتَيْنِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ ، وَأَرْبَعاً قَبْلَ الْعِشَاءِ وَبَعْدَهَا أَرْبَعاً وَّاِنْ شَاءَ رَكْعَتَيْنِ، وَنَوافِلُ النَّهَارِ اِنْ شَاءَ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ بِتَسْلِيْمَةٍ وَّاحِدَةٍ وَاِنْ شَآءَ اَرْبَعًا وَّيُكْرَهُ الزِّيَادَةُ عَلٰى ذٰلِكَ فَاَمَّا نَوافِلُ الَّيْلِ فَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ صَلّٰى ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ بِتَسْلِيْمَةٍ وَّاحِدَةٍ الزِّيَادَةُ عَلٰى ذٰلِكَ جَازَ۔

ترجمہ: نماز میں سنت یہ ہے ② کہ فجر طلوع ہونے کے بعد دو رکعتیں پڑھنا، چار ظہر سے پہلے اور دو بعد از ظہر اور چار عصر سے پہلے اور اگر چاہے تو دو رکعتیں پڑھ لے اور دو رکعت مغرب کے بعد اور چار عشاء سے پہلے اور چار عشاء کے بعد ③ اور اگر دو کی چاہت ہو تو ④ دو پڑھ لے اور اگر رات کی نماز (نوافل) پڑھے تو ایک سلام کے ساتھ آٹھ پڑھ سکتا ہے ⑤ اور دن کے نوافل اگر چاہے تو ایک سلام

کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور اگر چاہے تو چار اس پر اضافہ مکروہ ہے لیکن رات کے نوافل ہوں تو بقول امام اعظم اگر ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعات پڑھے تو بھی جائز ہے۔اس پر اضافہ جائز ہے۔

① یہ نافلۃ کی جمع ہے لغت میں اس کا معنی ہے زائد چیز اسی سے مال غنیمت کو بھی نفل کا نام دیا گیا ہے کیونکہ وہ بھی مقصود جہاد سے زائد ہوتا ہے کیونکہ مقصود جہاد ہے اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی سر بلندی جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ۔ ترجمہ: اے محبوب آپ سے مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔(سورۃ الانفال پارہ 9 آیت نمبر 1) اسی سے پوتے کو بھی نافلہ کہا جاتا ہے کہ وہ بھی زائد اولاد ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَوَهَبْنَالَهٗ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً (سورۃ الانبیآء پارہ 17 آیت نمبر 71) ترجمہ: ہم نے اسحاق اور یعقوب علیہما السلام کو نافلہ عطا کیا شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد ایسا کام ہے جو نہ فرض ہو نہ واجب نہ سنت چونکہ ہر سنت نفل ہے اور ہر نفل سنت نہیں اسی وجہ سے مصنف نے عنوان نفل کا قائم کیا کیونکہ یہ سنتوں پر مشتمل ہے۔

(الجوہرۃ النیرۃ ج 1 ص 186 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

② سنت کو نفل مطلق پر مقدم کیا کیونکہ سنت نفل سے قوی ہے پھر مصنف نے فجر سے اس لئے آغاز کیا کیونکہ یہ قریب الواجب سنتیں ہیں لہٰذا یہ باقی سنن سے قوی ہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی دو رکعتوں کے بارے سب سے زیادہ تاکید فرماتے تھے۔　(البنایہ ج 2 ص 604 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

③ حضرت ام حبیبہ و عائشہ، ابو ہریرہ، ابو موسیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہم نے کہا کہ سرکار نے ارشاد فرمایا جو کوئی شب و روز بارہ (12) رکعات پر پابندی کرے اللہ تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بنائے گا بارہ رکعات سے مراد سنت مؤکدہ ہیں۔(2 فجر، 4 ظہر سے قبل 2 بعد از ظہر اور بعد از مغرب 2+2 عشاء کے بعد)　(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 88 مکتبہ حقانیہ پشاور)

④ یہ اختیار اس صورت میں ہے جب نماز عشاء وقتِ مستحب میں ادا کرے لیکن اگر مستحب وقت میں نماز عشاء نہ پڑھی تو اب لازماً چار پڑھے گا اور اختیار نہ ہوگا یوں ہی عصر سے قبل چار رکعات اور دو میں بھی اختیار ہے کیونکہ حدیث شریف میں دونوں کا ثبوت ہے۔

(الجوہرۃ النیرۃ ج 1 ص 189 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

⑤ یہ سب تہجد کی نماز کے بارے میں منقول ہے اور اس سے زائد ایک قول کے مطابق بارہ تک

جائز ہے غیر مقلدین کو مغالطہ ہوا انہوں نے ان روایات کو نماز تراویح پر محمول کیا حالانکہ نماز تراویح کا ان میں کوئی لفظ نہیں بندہ کی طرف سے اس مسئلہ پر ایک رسالہ لکھا گیا ہے جس کا نام ہے نماز تراویح کی رکعات کتنی؟ مکتبہ دارالسلام بیت الرفاہ بارہ دری روڈ رشید پارک بیگم کوٹ لاہور نے اس نام سے بندہ کے تحقیقی رسالہ کو شائع کیا اس کا مطالعہ کریں۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 90 مکتبہ حقانیہ پشاور)

⑥ صاحبین نے فرمایا کہ دو رکعت پڑھنا افضل ہے نماز تروایح پر قیاس کرتے ہوئے امام صاحب نے فرمایا کہ چار چار رات دن کو پڑھنا افضل ہے کیونکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کے بعد چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور دن چاشت کے وقت ایک سلام کے ساتھ آپ ہمیشگی فرمایا کرتے تھے نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ اَحْمَزُهَا کہ تمام اعمال میں افضل عمل وہ ہے جس میں مشقت زیادہ ہو۔ لہٰذا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف قوی معلوم ہوتا ہے۔ (بحوالہ سابقہ نقل کریں)

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَزِيْدُ بِاللَّيْلِ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ بِتَسْلِيْمَةٍ وَّاحِدَةٍ وَالْقِرَاءَ ةُ وَاجِبَةٌ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَهُوَ مُخَيَّرٌ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُخْرَيَيْنِ اِنْ شَاءَ قَرَأَ الْفَاتِحَةَ وَاِنْ شَاءَ سَكَتَ وَاِنْ شَاءَ سَبَّحَ وَالْقِرَاْءَةُ وَاجِبَةٌ فِيْ جَمِيْعِ رَكَعَاتِ النَّفْلِ وَفِيْ جَمِيْعِ الْوِتْرِ

ترجمہ: صاحبین نے فرمایا کہ رات کی نماز میں ایک سلام کے ساتھ دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھے① اور قرأت پہلی رکعتوں میں واجب ہے② اور آخری میں اختیار ہے اگر چاہے تو فاتحہ پڑھے یا خاموشی اختیار کرے یا تسبیح پڑھ لے③ اور قرأت واجب ہے نفل کی ساری اور وتروں کی ساری رکعات میں④

① کیونکہ بخاری و مسلم کی روایت ہے صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى۔ ترجمہ: کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔

② مطلب یہ ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں قرأت لازمی اور فرض ہے کیونکہ واجب کی دو قسمیں ہیں۔ (1) قطعی۔ (2) ظنی قطعی فرض ہی کا دوسرا نام ہے لیکن اس کا انکار کرنے والا کافر نہ ہوگا ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (سورۃ المزمل پارہ 29 آیت نمبر

20) ترجمہ: کہ تمہیں جہاں سے آسان لگے قرأت کرو فاقرأوا صیغہ امر ہے اور امر بالفعل تکرار کا تقاضا نہیں کرتا لیکن ہم نے دوسری رکعت میں اس لئے قرأت کو لازمی کیا کیونکہ یہ من وجہ ایک دوسری کے مشابہ ہیں۔ (البنایہ ج2 ص627 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ کیونکہ قرأۃ جب آخری دو رکعتوں میں لازم نہیں رہی اب تین کاموں میں سے جو بھی کرے گا وہی جائز ہوگا لیکن اما اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افضل قرات فاتحہ ہی ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دائمی معمول رہا ہے لہٰذا ظاہر الروایۃ کے مطابق اس کو چھوڑنے کی صورت میں سجدہ سہو لازم نہ ہوگا۔

(بحوالہ احکام شریعۃ از اعلحضرت عظیم اکبرات امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ)

④ نفل کی قید اس لئے ہے کہ نفل میں اصول یہ ہوتا ہے کہ ہر شفع یعنی دو رکعت الگ نماز شمار ہوتی ہے اور تیسری رکعت سے گویا نیا تحریمہ شروع ہو جاتا ہے اس لئے سنت غیر مؤکدہ یعنی عشاء اور عصر کی چار رکعات میں سے تیسری رکعت کا آغاز سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ سے ہوگا اور دوسری رکعت میں مکمل تشہد کے بعد دعائیں پڑھنی پڑھیں گے اور وتر میں چونکہ حضرت ابوبکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اس لئے عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ کے تحت احتیاطاً قرأت لازم ہوگی حضور پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ۔ دوسری میں کافرون۔ تیسری رکعت میں اخلاص پڑھا کرتے تھے۔

(حوالہ نمبر 1 البنایہ ج2 ص623 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، حوالہ نمبر 2 شرح مسند امام اعظم باب نمبر 52 باب القراءۃ فی ثلاث رکعات الوتر صفحہ نمبر 341 حدیث نمبر 155 مطبوعہ فیض گنج بخش بک سنٹر دربار مارکیٹ لاہور)

وَمَنْ دَخَلَ فِيْ صَلٰوةِ النَّفْلِ ثُمَّ اَفْسَدَهَا قَضَاهَا فَإِنْ صَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَّقَعَدَ فِي الْاُوْلَيَيْنِ ثُمَّ اَفْسَدَ الْاُخْرَيَيْنِ قَضٰى رَكْعَتَيْنِ وَيُصَلِّي النَّافِلَةَ قَاعِداً مَّعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ

ترجمہ: اور جو شخص نفل نماز میں داخل ہوا پھر اس نے نماز کو توڑ دیا تو دو رکعت کی قضا لازم ہوگی① پھر اگر کسی نے چار رکعت پڑھی اور پہلی دو رکعتوں میں قعدہ کیا پھر آخری دو کو فاسد کر دیا تو دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی②، کھڑے ہونے کی قدرت کے باوجود نفل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے③

① حالانکہ قضا تو فرض اور واجب کی ہوتی ہے یہاں نفل کی قضا اس لئے لازم ہوگی کیونکہ جو نماز یعنی ایک رکعت یا آدھی رکعت جو پڑھی جا چکی ہے وہ عبادت میں شمار ہو گئی ہے یہی وجہ ہے کہ اگر یہ بندہ اس حال میں مرجاتا تو اس کو ثواب ملتا لہٰذا حکم الٰہی لَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ (سورۃ محمد پارہ نمبر 26 آیت نمبر 33) کے حکم کے مطابق، ترجمہ: اپنے اعمال باطل نہ کرو بلکہ اس کو مکمل کرنا لازم ہوگا نیز علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ایک کام اللہ تعالیٰ نے لازم نہیں کیا لیکن بندہ نے خود لازم کیا تھا مثلاً حج کی نذر مان لی اب شروع کرنے کی وجہ سے بالاتفاق حج لازم ہوگا امام شافعی کے نزدیک نفلی نماز اور نفلی روزہ لازم نہیں ہوگا۔

(البنایہ ج2 ص634 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

فائدہ: یہ مسئلہ اس صورت میں ہوگا جب بندہ اَرادۃً نفل نماز میں داخل ہوا لیکن اگر بھول کر ایسا کیا مثلاً بھول کر پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا پھر اس کو فاسد کر دیا تو اب قضا لازم نہ ہوگی۔

(الجوہرۃ النیرۃ ج1 ص192 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② یعنی دوسری دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی کیونکہ پہلا جوڑا تو مکمل ہو چکا اب تیسری رکعت کی طرف قیام ایسے ہے جیسے نئی دو رکعت کا تحریمہ ہے لہٰذا آخری دو رکعت لازم ہوں گی۔

③ کیونکہ بخاری کی روایت ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کو قیام والے کی بنسبت آدھا ثواب ملے گا نیز کبھی بندہ تھک جاتا ہے لہٰذا سہولت رکھی گئی ہے تاکہ بالکل فضیلت سے محروم نہ ہو۔

تنبیہ: ماہ رمضان میں بھی وتر کے بعد نوافل کی کھڑے ہونے کی فضیلت اسی طرح ہے لہٰذا کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیئے لیکن آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ آپ بیٹھ کر بھی پڑھیں تو بھی اللہ تعالیٰ آپ کو قیام کا ثواب عطا کرتا ہے بیٹھنے کی ہیئت اور طریقہ کے بارے میں پسندیدہ قول یہ ہے کہ یوں بیٹھے جیسے تشہد میں بیٹھتا ہے چوکڑی مار کر بیٹھنے سے پرہیز کرے۔

(الجوہرۃ النیرۃ ج1 ص195 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَاِنِ افْتَتَحَهَا قَائِمًا ثُمَّ قَعَدَ جَازَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَالَا لَا يَجُوْزُ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَّمَنْ كَانَ خَارِجَ الْمِصْرِ يَجُوْزُ اَنْ يَّتَنَفَّلَ عَلٰى دَابَّتِهٖ اِلٰى اَيِّ جِهَةٍ تَوَجَّهَتْ يُوْمِئُ اِيْمَاءً

ترجمہ: اگر حالتِ قیام میں نماز کو شروع کیا پھر بیٹھ گیا تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے جب کہ صاحبین (امام محمد + ابو یوسف) کے

نزدیک تب ہی جائز ہوگا① جب کوئی معقول عذر ہوگا، اور جو شخص شہر سے باہر جانور پر نکلا ہو تو وہ نفل جس طرف جانور کا رخ ہو اس طرف منہ کر کے اشارہ کے ساتھ پڑھ لے گا②

① امام صاحب نے لوگوں کی سہولت کے لئے استحسان پر عمل کیا جب کہ صاحبین نے قیاس پر عمل کیا وہ فرماتے ہیں کہ جیسے کوئی نذر مانے کہ دو رکعت کھڑے ہو کر پڑھے گا اب اس کے لئے قیام لازم ہوگا بیٹھ کر پڑھنا جائز نہ ہوگا اسی طرح جب اس نے کھڑے ہو کر شروع کئے اب ان کی تکمیل بیٹھ کر جائز نہ ہوگی امام صاحب فرماتے ہیں جب کوئی بندہ بیٹھ کر نفل شروع کرے باوجود یہ کہ اس کو کھڑے ہونے کی قدرت حاصل ہے تو جائز ہے لہٰذا بقاءً بدرجہ اولی نماز جائز ہوگی اور صاحبین کا نذر و منت پر قیاس کرنا جائز نہیں کیونکہ نذر میں تو قیام کی صراحت کردی اگر قیام کا ذکر نہ کرتا تو بیٹھ کر پڑھنا بعض مشائخ کے نزدیک جائز تھا۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

② نفل کی قید لگا کر فرض اور وتر کو خارج کر دیا لہٰذا ہمارے علماء کے نزدیک چلتی ہوئی ٹرین اور جہاز اور گاڑی پر فرض جائز نہیں البتہ نفل پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ شروع کے وقت اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو پھر اگر توجہ نہ بھی ہو تو جائز ہے کیونکہ مشہور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضرت ابن جبارہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ جانور پر نفل اشارے کے ساتھ پڑھ رہے تھے لیکن سجدے کو رکوع سے زیادہ پست کرے اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی روایت میں اضافہ ہے کہ جب فرض کا ارادہ فرماتے تو نیچے اتر کر قبلے کی طرف منہ کر لیتے۔

(البنایہ ج2 ص 53-652 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

بَابُ سُجُوْدِ السَّهْوِ① (سجدہ سہو کے مسائل)

سُجُوْدُ السَّهْوِ وَاجِبٌ فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ بَعْدَ السَّلَامِ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَتَشَهَّدُ وَ يُسَلِّمُ وَيَلْزَمُ سُجُوْدُ السَّهْوِ اِذَا زَادَ فِيْ صَلٰوتِهٖ فِعْلاً مِّنْ جِنْسِهَا لَيْسَ مِنْهَا أَوْ تَرَكَ فِعْلاً مَّسْنُوْنًا، أَوْتَرَكَ قِرَاءَةَ الْفَاتِحَةِ أَوِ الْقُنُوْتَ أَوِالتَّشَهُّدَ أَوْ تَكْبِيْرَاتِ الْعِيْدَيْنِ أَوْجَهَرَ الِامَامُ فِيْمَا يُخَافَتُ أَوْخَافَتَ فِيْمَا يُجْهَرُ

ترجمہ: سجدہ سہو واجب ہے واجبات نماز میں اضافہ کرنے اور کمی کرنے کی صورت میں سلام① کے بعد دو سجدے کرے گا پھر تشہد دوبارہ پڑھ کر سلام پھیرے گا، اور سجدہ سہو لازم ہوگا اس صورت میں اگر نماز کے اندر ایسے کام کا اضافہ کر دیا جو نماز کی ہم جنس ہو لیکن نماز میں سے نہ ہو یا کسی سنت کام کو چھوڑ دیا ② یا سورۃ فاتحہ کا پڑھنا، قنوت کا پڑھنا اور تشہد چھوڑ دیا③ یا (عید الفطر + عید الاضحیٰ) دونوں عیدوں کی تکبیریں چھوڑ دیں یا امام نے سری نماز (ظہر، عصر) میں جہری اور جہری قرأت والی نمازوں (فجر، مغرب، عشاء) میں آہستہ قرأت کر دی④

① جیسے حج میں کوئی واجب رہ جائے تو دم دینے کے ساتھ نقصان پورا ہو جاتا ہے یوں ہی نماز میں کوئی واجب رہ جائے یا فرض میں تاخیر ہو جائے تو سجدہ سہو کرنے سے کمی پوری ہو جاتی ہے یہ سجدہ سہو ادا، قضا، فرائض، نوافل سب میں ہوگا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے مدارج النبوۃ میں ذکر کیا کہ پوری سرکار کی حیات طیبہ میں فقط پانچ مرتبہ سہو ہوا لیکن ذہن میں رہے کہ سرکار کے متعلق ارشاد ربانی ہے فَلَا تَنْسٰٓى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ۔ ترجمہ: محبوب آپ مشیت الٰہی کے بغیر نہیں بھول سکتے۔ (سورۃ الاعلیٰ پارہ نمبر 30 آیت نمبر 6۔7) لہٰذا آپ تعلیم امت کے لئے ایسا کرتے تھے جس طرح دوسری روایات میں ہے کہ میں بھولتا نہیں لیکن بھلایا جاتا ہوں۔

② زیادتی کی مثال مثلاً ایک رکعت میں دو رکوع یا تین سجدے کر دیئے اور زیادتی اگر جنس کے بغیر ہوگی تو نماز کو باطل کر دے گی ہمارے احناف کے نزدیک دو سجدے سلام کے بعد ہوں گے یہی مذہب حضرت علی، عبداللہ بن مسعود، انس بن مالک، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم کا ہے کیونکہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ كُلُّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ السَّلَامِ یہ اختلاف ائمہ محض افضلیت میں ہے۔ شوافع کے نزدیک قبل از اسلام دو سجدے ہوں گے

(البنایہ ج2 ص724 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ سنت کو چھوڑنے سے سجدہ سہو لازم نہ ہوگا مطلب یہ ہے کہ ایسا فعل چھوڑ دیا جس کا وجوب سنت سے ثابت ہو مثلاً جس نماز میں دو قعدے ہوں تو پہلا واجب ہوتا ہے یا بیٹھنے کی جگہ پر کھڑا ہو گیا، یا سجدہ تلاوت کو اپنے محل میں ادا نہ کیا۔ (الجوھرۃ النیر ۃ ج1 ص199 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ سورۃ فاتحہ کل یا اکثر حصہ چھوڑ دیا تو سجدہ سہو لازم ہے کیونکہ یہ واجب ہے البتہ ثناء تعوذ رکوع و

سجود کی تکبیرات اور تسبیحات میں سجدہ سہو لازم نہ ہوگا البتہ پانچ جگہ سجدہ سہو لازم ہوگا۔(1) عیدین کی تکبیرات۔(2) دعائے قنوت یا اس کی تکبیر چھوڑنا۔(3) تشہد۔(4) قرأت۔(5) سلام کو اپنی جگہ سے مؤخر کرنا یوں ہی عید کی نماز کی رکوع کی تکبیر چھوڑ دی تو سجدہ سہو لازم ہوگا۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص200 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑤ کیونکہ جہری نماز میں قرأت کرنا اور سری میں نہ کرنا لازم ہے اور واجب ہے امام کی قید لگائی کیونکہ اکیلے نمازی پر سری میں قرأت اونچی کرنے سے بالاتفاق سجدہ سہو لازم نہیں ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ بحوالہ سابقہ صفحہ 200 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَسَهْوُ الْإِمَامِ يُوْجِبُ عَلَى الْمُؤْتَمِّ السُّجُوْدَ فَإِنْ لَّمْ يَسْجُدِ الْإِمَامُ لَمْ يَسْجُدِ الْمُؤْتَمُّ فَإِنْ سَهَى الْمُؤْتَمُّ لَمْ يَلْزَمِ الْإِمَامَ وَلَا الْمُؤْتَمَّ السُّجُوْدُ وَمَنْ سَهٰى عَنِ الْقَعْدَةِ الْأُوْلٰى ثُمَّ تَذَكَّرَ وَهُوَ اِلٰى حَالِ الْقُعُوْدِ اَقْرَبُ عَادَ فَجَلَسَ وَ تَشَهَّدَ وَاِنْ كَانَ اِلٰى حَالِ الْقِيَامِ اَقْرَبُ لَمْ يَعُدْ وَ يَسْجُدُ لِلسَّهْوِ وَاِنْ سَهٰى عَنِ الْقَعْدَةِ الْاٰخِيْرَةِ فَقَامَ اِلَى الْخَامِسَةِ رَجَعَ اِلَى الْقَعْدَةِ مَا لَمْ يَسْجُدْ وَاَلْغَى الْخَامِسَةَ وَ يَسْجُدُ لِلسَّهْوِ وَاِنْ قَيَّدَ الْخَامِسَةَ بِسَجْدَةٍ بَطَلَ فَرْضُهٗ وَ تَحَوَّلَتْ صَلٰوتُهٗ نَفْلًا وَّكَانَ عَلَيْهِ اَنْ يَضُمَّ اِلَيْهَا رَكْعَةً سَادِسَةً وَاِنْ قَعَدَ فِي الرَّابِعَةِ ثُمَّ قَامَ وَلَمْ يُسَلِّمْ يَظُنُّهَا الْقَعْدَةَ الْاُوْلٰى عَادَ اِلَى الْقُعُوْدِ مَا لَمْ يَسْجُدْ لِلْخَامِسَةِ وَسَلَّمَ وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ

ترجمہ: امام کے بھولنے کی صورت میں مقتدی پر سجدہ سہو کرنا لازم ہوگا، پھر اگر امام نے سجدہ نہ کیا تو مقتدی بھی نہیں کرے گا①، اور مقتدی کی بھول کی صورت میں سجدہ نہ امام پر نہ مقتدی پر لازم ہوگا اور جو شخص پہلا قعدہ بھول گیا پھر اس کو اس وقت یاد آیا جب وہ بیٹھنے کے زیادہ قریب تھا تو واپس پلٹ کر بیٹھے اور تشہد کرے اور اگر کھڑے ہونے کے زیادہ قریب تھا اب واپس نہ پلٹے لیکن سجدہ

سہو کرے⑤، اور اگر آخری قعدہ بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو جب تک سجدہ نہ کیا ہو قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور پانچویں رکعت لغو ہو جائے گی اور سجدہ سہو کرے گا⑥ اور اگر پانچویں کو سجدہ کے ساتھ مقید کر لیا تو اس کا فرض باطل ہو جائے گا⑦ اور اس کی نماز نفل میں تبدیل ہو جائے گی، اس پر لازم ہوگا کہ وہ پانچویں کے ساتھ چھٹی رکعت ملائے، اور اگر چوتھی رکعت میں بیٹھا پھر کھڑا ہوا لیکن اس نے یہ گمان کر کے سلام نہیں پھیرا کہ یہ پہلا قعدہ ہے تو لوٹے گا قعدہ کی طرف جب تک پانچویں کا سجدہ نہ کیا۔ تو سلام پھیرے گا اور سجدہ سہو کرے گا⑧

① کیونکہ مقتدی پر امام کی پیروی لازم ہے اور اگر مقتدی بھول گیا تو دونوں پر سجدہ لازم نہ ہوگا کیونکہ اگر مقتدی سجدہ کرے گا تو امام کی اقتدا میں ہے امام کی مخالفت لازم آئے گی اور اگر امام کرے گا تو مقصد امامۃ کی خلاف ورزی لازم آئے گی، کہ مقتدی کی پیروی امام کرتا ہوا نظر آئے گا۔ جو کہ ناجائز ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 97 مکتبہ رحمانیہ، پشاور)

② کیونکہ جو چیز جس کے قریب ہوتی ہے اسی کا حکم لے لیتی ہے جیسے شہر کا فنا شہر کا حکم رکھتا ہے عید اور جمعہ کی نماز کے حکم میں لہٰذا اگر وہ بیٹھنے کے قریب ہوگا یعنی زمین سے اس نے گھٹنے نہیں اٹھائے تھے تو بیٹھنے کے حکم میں ہوگا اور اگر وہ قیام کے زیادہ قریب تھا تو اب واپس نہیں پلٹے گا کیونکہ وہ قیام کے حکم میں ہے لہٰذا سجدہ سہو کرے گا کیونکہ اس نے واجب کو چھوڑ دیا کیونکہ اب اگر واپس پلٹے گا تو اس کی نماز باطل ہوگی جیسا کہ جب نماز مکمل کرنے کے بعد پھر پلٹ آئے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ قیام فرض ہے اور قعدہ اولیٰ واجب ہے لہٰذا واجب کی وجہ سے فرض کو نہ چھوڑے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 201 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

③ کیونکہ روایت میں ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سہو ہوا آپ پانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے صحابہ نے سبحان اللہ کہا سرکار واپس پلٹے نیز عقل کا بھی تقاضا ہے کہ لوٹے کیونکہ ابھی اس کا آخری قعدہ جو کہ فرض ہے وہ باقی ہے واپس پلٹ کر اس کو اپنے محل میں پورا کرے تا کہ اس کا فرض مکمل ہو اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 98 مکتبہ رحمانیہ، پشاور)

④ یعنی پانچویں رکعت کے ساتھ چھٹی ملائے کیونکہ پانچ رکعت نفل جائز نہیں ہیں امام ابو یوسف کے نزدیک جوں ہی پانچویں 5 رکعت کو سجدہ کے ساتھ مقید کیا پیشانی کو زمین پر رکھا اس کا فرض باطل ہو گیا

کیونکہ یہ کامل سجدہ ہے اور امام محمد کے نزدیک سجدہ سے سر کو اٹھائے گا تو فرض باطل ہوں گے ان کے نزدیک چیز اپنے اختتام کو پہنچ کر مکمل ہوتی ہے وہ تب ہی ہے جب سجدے سے سر اٹھائے گا۔

(الجوہرۃ النیرۃ بحوالہ سابقہ)

⑤ کیونکہ قیام کی حالت میں مطلق نماز کے اندر سلام پھیرنا جائز نہیں ہے اگر کھڑے کھڑے سلام پھیر دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اگر واپس پلٹ آیا تو اب تشہد دوبارہ نہیں پڑھے گا۔

(الجوہرۃ النیرۃ ج1 ص202 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَاِنْ قَيَّدَ الْخَامِسَةَ بِسَجْدَةٍ ضَمَّ اِلَيْهَا رَكْعَةً اُخْرٰى وَقَدْ تَمَّتْ صَلٰوتُهٗ وَالرَّكْعَتَانِ نَافِلَةٌ وَّمَنْ شَكَّ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلَمْ يَدْرِ اَصَلّٰى ثَلٰثاً اَمْ اَرْبَعاً وَذٰلِكَ اَوَّلُ مَا عَرَضَ لَهٗ اسْتَاْنَفَ الصَّلٰوةَ فَاِنْ كَانَ يَعْرِضُ لَهٗ كَثِيْرًا بَنٰى عَلٰى غَالِبِ ظَنِّهٖ اِنْ كَانَ لَهٗ ظَنٌّ وَّاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ ظَنٌّ بَنٰى عَلَى الْيَقِيْنِ

ترجمہ: اور اگر اس نے پانچویں رکعت کو سجدہ کے ساتھ مقید کر دیا تو اس کے ساتھ ایک اور رکعت (چھٹی) ملائے تو اس کی نماز مکمل ہو کر دو رکعت نفل ہو جائے گی① اور جس شخص کو نماز کی رکعات میں شک ہو لیکن عقل و قیاس سے معلوم نہ ہو کہ تین رکعات پڑھیں یا چار؟ اور یہ شک اس کو پہلی مرتبہ عارض ہو تو از سر نو نماز پڑھے گا② اور اگر یہ شک بہت مرتبہ (بار بار) عارض ہوا ہو تو پھر جو اس کا غالب گمان ہوگا تو اس پر بناء کریں گے اور اگر ظن غالب نہ ہو تو پھر یقین پر بناء کریں گے③

① اور چھٹی رکعت ملانا اس لئے ضروری ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صلوٰۃ بتیراء یعنی فقط ایک رکعت والی نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور اس چھٹی رکعت کا ملانا واجب ہے کیونکہ امام محمد علیہ الرحمۃ نے کتاب الاصل میں ذکر کیا علیہ ان یضیف، کہ اس پر لازم ہے کہ چھٹی رکعت ملائے لفظ علی کسی چیز کے واجب اور لازم ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے لِفُلَانٍ عَلَيَّ دَيْنٌ۔ ترجمہ: کہ فلاں کا مجھ پر قرض لازم ہے۔

(فتح القدیر ج1 ص447 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② پہلی مرتبہ کا مطلب ہے کہ جب سے وہ بالغ ہوا ابھی تک بھولا نہیں تھا اور بعض فقہاء نے

فرمایا کہ اس کا مطلب ہے کہ رواں نماز میں پہلی مرتبہ بھولا ہے اس صورت میں از سرِ نو نماز پڑھے گا کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو شک ہو کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں تو اس کو چاہیے کہ وہ از سرِ نو نماز پڑھے۔ (فتح القدیر ج 1 ص 453 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ مطلب یہ ہے کہ اگر شک بار بار عارض ہو تو پھر اقل پر بناء کریں گے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ جب کوئی نماز میں بھول جائے اور رکعات معلوم نہ ہوں کہ ایک پڑھی یا دو؟ تو وہ ایک پر بناء کرے اور دو یا تین کا معلوم نہ ہو تو دو پر بنا کرے اور تین یا چار میں شک ہو تو تین پر بناء کرے اور سلام سے پہلے دو سجدے کرے۔ (فتح القدیر ج 1 ص 453 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

①بَابُ صَلٰوةِ الْمَرِيْضِ (بیمار کی نماز کے احکام)

اِذَا تَعَذَّرَ عَلَى الْمَرِيْضِ الْقِيَامُ صَلّٰى قَاعِداً يَّرْكَعُ وَيَسْجُدُ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعِ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ اَوْمٰى اِيْمَاءً وَّجَعَلَ السُّجُوْدَ اَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوْعِ وَلَا يَرْفَعُ اِلٰى وَجْهِهٖ شَيْأً يَّسْجُدُ عَلَيْهِ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعِ الْقُعُوْدَ اسْتَلْقٰى عَلٰى قَفَاهُ وَجَعَلَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْقِبْلَةِ وَاَوْمٰى بِالرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَاِنِ اضْطَجَعَ عَلٰى جَنْبِهٖ وَوَجْهُهٗ اِلَى الْقِبْلَةِ وَاَوْمٰى جَازَ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعِ الْاِيْمَاءَ بِرَاْسِهٖ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ

ترجمہ: جب بیمار پر کھڑا ہونا ناممکن ہو تو وہ بیٹھ کر رکوع و سجود کرتے ہوئے نماز پڑھے گا② اشارہ کرتے ہوئے اور سجدے کو رکوع سے پست کرے گا، اور چہرے کی طرف کوئی چیز بھی ایسی نہیں اٹھائے گا جس پر سجدہ کرے③ پھر اگر اس کو بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو چت کے بل لیٹے اور دونوں پاؤں قبلے کی طرف کر لے اور رکوع و سجود کے وقت اشارہ کرے، اور اگر کروٹ کے بل لیٹا اور اس نے منہ قبلے کی طرف کر دیا اور اشارہ کیا تب بھی جائز ہوگا پھر اگر سر کے ساتھ بھی اشارہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو نماز کو مؤخر کرے④

① چونکہ سجدہ سہو بھی ایک عارضہ ہے اور بیماری بھی عارضہ ہے کیونکہ سجدہ سہو تندرست اور بیمار دونوں کو لاحق ہوسکتا ہے لہٰذا اس کو مریض کے مسائل پر مقدم کیا پھر صلوٰۃ کی اضافت مریض کی طرف یوں ہے جیسا کہ فعل کی اضافت فاعل کی طرف ہوتی ہے جیسے قیام زید البتہ بیماری کی حد میں اختلاف ہے کہ کتنی ہو جس کے ہوتے بندہ کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا مباح ہو۔ (1) بعض نے کہا کہ ایسی حالت ہو جوں ہی بندہ کھڑا ہو تو کمزوری کی وجہ سے گر پڑے یا سر چکرانے لگے لیکن (2) مفتی بہ قول یہی ہے کہ ایسی حالت ہو جب کھڑا ہونے میں ضرر لاحق ہو اگر کچھ بھی کھڑا ہونے پر قادر ہوگا پھر بھی کھڑا ہونے کا حکم دیا جائے گا پھر جب قیام سے عاجز آئے گا تو بیٹھ جائے گا صرف اگر کھڑے ہو کر فقط تکبیر بھی کہہ سکے گا تو کھڑا ہونے کا حکم دیا جائے گا پھر جتنی مقدار کھڑے ہو کو قرأت کرسکتا ہے کرے پھر جب عاجز آ جائے تو بیٹھ جائے۔ (الجوہرۃ النیرۃ ج 1 ص 204 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② کیونکہ تکلیف بندے کی گنجائش کے مطابق دی جاتی ہے لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ترجمہ: اللہ تعالیٰ بندے کو اس کی گنجائش کے مطابق مکلّف بناتا ہے۔ (سورۃ البقرہ آیت نمبر 286 پارہ نمبر 3 آخری رکوع نمبر 8) نیز مسند امام احمد بن حنبل کی روایت ہے کہ مریض کھڑے ہو کر نماز پڑھے اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ جائے اگر بیٹھنے کی بھی طاقت نہ ہو تو گدی کے بل اشارہ کر کے پڑے اگر اشارے کی بھی طاقت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ زیادہ عذر کو قبول کرنے والا ہے یہی حکم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابی رسول حضرت عمران بن حصین کو دیا تھا۔ افضل یہی ہے کہ چت کے بل لیٹے تا کہ اس کا اشارہ سیدھا قبلے کی طرف ہو اور سجدہ کا اشارہ رکوع سے زیادہ پست ہو جیسا کہ سجدہ رکوع سے پست ہوتا ہے۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 101 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

③ لہٰذا بندے کو بلا وجہ کرسی پر بیٹھ کر نماز نہیں پڑھنی چاہیے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بیمار کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے دیکھا کہ وہ تکیہ لگا کر نماز پڑھ رہا ہے آپ نے اس کو لے کر پھینک دیا اسی نے پھر لکڑی لی تا کہ اس کے اوپر نماز پڑھے آپ نے اس کو بھی لے کر پھینک دیا پھر بطور نصیحت فرمایا اگر تمہاری استطاعت ہو تو زمین پر نماز پڑھا کرو ورنہ اشارہ کے ساتھ نماز پڑھا کرو لیکن اس میں اپنے سجدے کو رکوع سے زیادہ جھکا کر کیا کرو۔

فائدہ: علامہ ضمیر احمد مرتضائی جامعہ نقشبندیہ قلعہ شرقپور شریف والوں نے ایک کتاب بنام کرسی پر نماز پڑھنے کی شرعی حیثیت لکھی ہے کا مزید مطالعہ کریں۔ جس سے معلوم ہوگا کہ عصر حاضر میں مساجد کے اندر کرسیاں رکھنے کا محض رواج بن گیا ہے۔ دور رسالت میں ایسا نہیں ہوتا تھا بلکہ یا قیام یا

قصور ہوتا ہے۔ (فتح القدیر ج 1 ص 458 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ مطلب یہ ہے کہ اس حالت میں بھی نماز اس کو معاف نہ ہوگی لیکن فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اگر ایک دن اور ایک رات سے زیادہ نمازیں ہوگئیں تو اب معاف ہیں کیونکہ خطاب الٰہی کی طرف متوجہ ہونے کے لئے محض عقل کافی نہیں ہے کیونکہ امام محمد علیہ الرحمۃ نے نوادر کتاب میں ذکر کیا کہ جس شخص کے کہنیوں سے دونوں ہاتھ اور پنڈلیوں سے دونوں پاؤں کاٹ دیئے گئے ہو تو اس پر نماز لازم نہیں ہے ثابت ہوا کہ نماز کی ادائیگی کیلئے محض عقل کافی نہیں ہے۔ (الجوہرۃ النیرۃ ج 1 ص 205 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَلَا يُوْمِئُ بِعَيْنَيْهِ وَلَا بِحَاجِبَيْهِ وَلَا بِقَلْبِهٖ فَاِنْ قَدَرَ عَلَى الْقِيَامِ وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَى الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ لَمْ يَلْزَمِ الْقِيَامُ وَ جَازَ اَنْ يُصَلِّيَ قَاعِداً يُّوْمِئُ اِيْمَاءً فَاِنْ صَلَّى الصَّحِيْحُ بَعْضَ صَلٰوتِهٖ قَائِماً ثُمَّ حَدَثَ بِهٖ مَرَضٌ اَتَمَّهَا قَاعِداً يَّرْكَعُ وَ يَسْجُدُ وَيُوْمِئُ اِيْمَاءً اِنْ لَّمْ يَسْتَطِعِ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ اَوْ مُسْتَلْقِياً اِنْ لَّمْ يَسْتَطِعِ الْقُعُوْدَ وَمَنْ صَلّٰى قَاعِداً يَّرْكَعُ وَ يَسْجُدُ لِمَرَضٍ ثُمَّ صَحَّ بَنٰى عَلٰى صَلٰوتِهٖ قَائِماً فَاِنْ صَلّٰى بَعْضَ صَلٰوتِهٖ بِاِيْمَاءٍ ثُمَّ قَدَرَ عَلَى الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ اسْتَأْنَفَ الصَّلٰوةَ وَمَنْ اُغْمِيَ عَلَيْهِ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فَمَا دُوْنَهَا قَضَاهَا اِذَا صَحَّ وَاِنْ فَاتَتْهُ بِالْاِغْمَاءِ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ لَمْ يَقْضِ

ترجمہ: اور اشارہ نہ کرے اپنی دونوں آنکھوں اور دل سے اور بھوؤں سے ① پھر اگر کھڑے ہونے پر قدرت ہو لیکن رکوع وسجود کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کو کھڑا ہونا ضروری نہیں اور اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بیٹھ کر رکوع وسجود اشارے سے کرے ② اگر صحت مند آدمی نے کچھ حصہ کھڑے ہو کر نماز پڑھی پھر اس کو بیماری لاحق ہوئی تو اس کو پورا کرے گا بیٹھ کر اور رکوع کرے گا اور سجدہ کرے گا اور اشارہ بھی کرے گا اگر رکوع اور سجدے پر قدرت نہ رکھتا ہو یا چت کے بل لیٹے گا اگر بیٹھنے کی قدرت نہ ہو ③، جس نے بیٹھ کر نماز کی ادائیگی کی ہو مرض کی بناء پر تندرست ہو گیا تو کھڑے ہو کر اپنی نماز کی بناء کرے گا پھر اگر کچھ نماز اشارہ سے

پڑھی پھر رکوع وسجود پر قدرت ہوگئی تو نماز شروع سے پڑھے گا④ پھر جس پر پانچ نمازیں یا اس سے کم بے ہوشی طاری رہی وہ جب تندرست ہوگا قضا کرے گا اور اگر بے ہوشی کی حالت میں فوت ہوگئی پانچ نمازوں سے زیادہ تو قضا نہیں کرے گا⑤

① کیونکہ عندالاحناف یہ اشارے غیر معتبر ہیں، امام زفر نے فرمایا دل کے ساتھ اشارہ کرے گا پھر جب تندرست ہوگا تو نماز کا اعادہ کرلے گا امام حسن نے فرمایا کہ بھوؤں اور دل کے ساتھ اشارہ کرے گا لیکن نماز کا اعادہ کرے گا امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا دونوں آنکھوں کے ساتھ اشارہ کرے گا پھر جب عذر ختم ہوگا دوبارہ پڑھ لے گا۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص205 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② مطلب یہ ہے کہ مریض کو اختیار ہے چاہے بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے یا کھڑے ہوکر لیکن افضل ہے کہ بیٹھ کر اشارے سے پڑھے کیونکہ یہ سجدے کے زیادہ مشابہہ ہے کیونکہ بیٹھنا قیام کی بنسبت سجدے کے زیادہ قریب ہے۔ (البنایہ ج2 ص774 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ کیونکہ ان مذکورہ تینوں صورتوں میں ادنیٰ کی بناء اعلیٰ پر لازم آرہی ہے۔ جو کہ جائز نہیں ہے۔ (البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

④ از سر نو نماز پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ رکوع کرنے والے کے لئے اشارہ کرنے والے کے پیچھے اقتدا جائز نہیں ہے علماء ثلثہ (امام اعظم امام ابو یوسف وامام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے نزدیک اس طریقے سے بناء بھی جائز نہیں ہے لیکن امام زفر کا موقف علماء ثلثہ کے برعکس ہے۔

(المظہر النوری ص74 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

⑤ یعنی استحسان کے مطابق کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر چار نمازوں تک غشی طاری رہی پھر آپ نے ان کو قضا کیا یوں ہی حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر بھی ایک دن اور ایک رات اغماء طاری رہا پھر آپ نے ان کو قضا کیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر دو یا تین ماہ غشی طاری رہی آپ نے نمازوں کو قضا نہ کیا۔ (البنایہ ج2 ص82-781 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

①بَابُ سُجُودِ التِّلَاوَةِ (سجدہ تلاوت کے مسائل)

فِي الْقُرْاٰنِ اَرْبَعَةَ عَشَرَ سَجْدَةً فِيْ اٰخِرِ الْاَعْرَافِ وَ فِي الرَّعْدِ وَ فِي النَّحْلِ وَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَ مَرْيَمَ وَالْاُوْلٰى فِي الْحَجِّ

وَالْفُرْقَانِ وَالنَّمْلِ وَالٓمٓ تَنْزِيْلُ وَ صٓ وَ حٰمٓ السَّجْدَةِ وَالنَّجْمِ وَالْاِنْشِقَاقِ وَالْعَلَقِ، وَالسُّجُوْدُ وَاجِبٌ فِيْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ عَلَى التَّالِيْ وَالسَّامِعِ سَوَاءٌ قَصَدَ سَمَاعَ الْقُرْاٰنِ اَوْ لَمْ يَقْصِدْ فَاِذَا تَلَا الْاِمَامُ اٰيَةَ السَّجْدَةِ سَجَدَهَا وَ سَجَدَ الْمَاْمُوْمُ مَعَهٗ فَاِنْ تَلَا الْمَاْمُوْمُ لَمْ يَلْزَمِ الْاِمَامَ وَلَا الْمَاْمُوْمَ السُّجُوْدُ وَاِنْ سَمِعُوْا وَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ اٰيَةَ سَجْدَةٍ مِّنْ رَّجُلٍ لَّيْسَ مَعَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ لَمْ يَسْجُدُوْهَا فِي الصَّلٰوةِ وَ سَجَدُوْهَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَاِنْ سَجَدُوْهَا فِي الصَّلٰوةِ لَمْ تُجْزِئْهُمْ وَ لَمْ تَفْسُدْ صَلٰوتُهُمْ

ترجمہ: قرآن کریم میں چودہ آیات سجدہ ہیں⑦ (1) سورۃ اعراف کی آخری آیت میں (2) رعد۔ (3) النحل۔ (4) بنی اسرائیل۔ (5) مریم۔ (6) سورۃ حج میں عند الاحناف پہلا سجدہ۔ (7) الفرقان۔ (8) النمل۔ (9) الم تنزیل۔ (10) ص۔ (11) حم السجدہ۔ (12) النجم۔ (13) الانشقاق۔ (14) العلق۔ ان چودہ جگہوں پر سننے والے اور تلاوت کرنے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا خواہ اس نے آیت سجدہ سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہیں⑧ پھر جب امام نے آیت سجدہ تلاوت کی تو وہ بمع مقتدی کے سجدہ کرے گا اور اگر مقتدی نے آیت سجدہ تلاوت کی تو اب امام اور مقتدی دونوں پر سجدہ تلاوت لازم نہ ہوگا⑨، اور اگر آیت سجدہ لوگوں نے حالت نماز میں ایسے آدمی سے سنی جو ان کے ساتھ نماز میں شریک نہ تھا تو لوگ نماز کی حالت میں سجدہ نہیں کریں گے اگر انہوں نے حالت نماز میں سجدہ کر دیا تو ان کے لئے جائز نہ ہوگا تاہم ان کی نماز بھی فاسد نہ ہوگی⑩

① سجدہ تلاوت آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد فی الفور کرنے کی صورت میں شیطان اپنے سر پر مٹی ڈالتے ہوئے کہتا ہے کہ ہائے اولادِ آدم سجدہ کر کے جنت میں چلا جائے گا مجھے حکم ہوا تھا میں نے انکار کر دیا تھا، لہٰذا امام ابو یوسف کے نزدیک سجدہ تلاوت فی الفور لازم ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے کھڑے اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں چلے جائیں کم از کم تین تسبیحات پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگیں،

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ھٰذِہٖ سَجْدَۃَ التِّلَاوَۃِ ذُخْرًا فِیْ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَ نُوْرًا عَلَی الصِّرَاطِ۔ ترجمہ: اے اللہ اس سجدہ تلاوت کو میرے لئے قیامت والے دن کے لئے ذخیرہ بنادے اور پل صراط پر روشنی کا ذریعہ بنادے۔ (حوالہ نمبر 1 العطایا الاحمدیہ فی فتاوی نعیمیہ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ اردو بازار لاہور، حوالہ نمبر 2 مراقی الفلاح ص 183 مطبوعہ مکتبہ عربیہ کانسی روڈ، کوئٹہ)

(۲) فائدہ عظیمہ: برائے مشکل کشائی حضرت عبداللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا (الکافی) کہ جس شخص نے مکمل آیات سجدہ ایک مجلس میں پڑھیں اور ہر ایک آیت پر سجدہ کیا اللہ تعالیٰ اس کی تمام دنیا وآخرت کی مشکلات کو کافی ہے، اس لئے ہم اہل مھمات اور طلباء اوران طالبات کے لئے جو حافظات نہیں ہیں ان کی آسانی کے لئے نقشہ کی صورت میں مکمل آیات باحوالہ ذکر کرتے ہیں۔

(نورالایضاح)

آیات: (1) (سورۃ الاعراف آیت نمبر 206) اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَ یُسَبِّحُوْنَہٗ وَلَہٗ یَسْجُدُوْنَ۔ (2) سورۃ الرعد آیت 15۔ وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ کَرْھًا وَّظِلٰلُھُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ (3) سورۃ النحل آیت 50۔ وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّۃٍ وَّالْمَلٰٓئِکَۃُ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ یَخَافُوْنَ رَبَّھُمْ مِّنْ فَوْقِھِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَایُؤْمَرُوْنَ۔ (4) سورۃ بنی اسرائیل آیت 107۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِہٖ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّ یَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَ یَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا۔ (5) سورۃ مریم آیت 58۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّیَّۃِ اِبْرٰھِیْمَ وَ اِسْرَآءِیْلَ وَ مِمَّنْ ھَدَیْنَا وَ اجْتَبَیْنَا اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا۔ (6) سورۃ الحج آیت 18۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَ کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَکَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْہِ الْعَذَابُ وَ مَنْ یُّھِنِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّکْرِمٍ اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ۔ (7) سورۃ الفرقان آیت 60۔ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَھُمْ نُفُوْرًا۔ (8) سورۃ النحل آیت 25۔ اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ یَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ (9) سورۃ السجدہ آیت 15۔ اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِھَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ (10) سورۃ ص آیت 24۔ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّرَاكِعًا وَّ اَنَابَ فَغَفَرْنَالَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ۔ (11) سورۃ حم السجدہ آیت 37۔ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَايَسْئَمُوْنَ۔ (12) سورۃ النجم آیت 61۔ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ فَاسْجُدُوْالِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا۔(13) سورۃ الانشقاق آیت 21۔فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُوْنَ۔(14) سورۃ العلق آیت 19۔ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ٥

(۳) کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اَلسَّجْدَةُ عَلٰى مَنْ سَمِعَهَا ترجمہ کہ سجدہ اس پر لازم ہے کہ جس نے آیت کو سن لیا علی سے وجوب اور لزوم ثابت ہوتا ہے لہٰذا وہ سننے کا ارادہ کرے یا نہ کرے اس پر سجدہ لازم ہوگا اور دوسری روایت میں ہے اَلسَّجْدَةُ عَلٰى مَنْ تَلَاهَا وَعَلٰى مَنْ سَمِعَهَا وَعَلٰى مَنْ جَلَسَ لَهَا ترجمہ: کہ تلاوت کرنے والے، سننے والے اور پاس بیٹھنے والے پر سجدہ لازم ہے۔ (البنایہ ج2 ص794 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(۴) مقتدی امام کے سجدہ کرنے پر لازمی سجدہ کرے گا کیونکہ اس نے اقتدا کی نیت کی ہوئی ہے اگر نہیں کرے گا تو اصل اور تبع کے درمیان فرق لازم آئے گا لہٰذا جائز نہ ہوگا مقتدی کا امام کی مخالفت کرنا نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم پر قرآن کی تلاوت کرتے تھے آیت سجدہ کی قرأت کے وقت سجدہ کرتے تو ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے تھے، لیکن اگر مقتدی نے آیت سجدہ پڑھی تو حالتِ نماز میں امام سجدہ ہرگز نہیں کرے گا کیونکہ مقصد امامت کی خلاف ورزی لازم آئے گی اور فراغت کے بعد بھی امام اور مقتدی سجدہ نہ کریں گے۔ (البنایہ ج2 ص497 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(۵) لوگ حالتِ نماز میں اس لئے سجدہ نہیں کریں گے کیونکہ یہ سجدہ نماز کے احوال میں سے نہیں ہے کیونکہ نماز کے افعال یا فرض ہیں یا واجب اور آیت سجدہ کا سننا نہ فرض ہے نہ واجب لہٰذا اس کو نماز میں ادا نہیں کریں گے لیکن نماز کے بعد ادا کریں گے کیونکہ سبب یعنی سننا پایا گیا ہے۔ (البنایہ بحوالہ سابقہ)

وَمَنْ تَلَا اٰيَةَ سَجْدَةٍ خَارِجَ الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَسْجُدْهَا حَتّٰى دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ فَتَلَاهَا وَ سَجَدَ لَهُمَا اَجْزَاَتْهُ السَّجْدَةُ عَنِ التِّلَاوَتَيْنِ وَاِنْ تَلَاهَا فِيْ غَيْرِ الصَّلٰوةِ فَسَجَدَهَا ثُمَّ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ

فَتَلَاهَا سَجَدَهَا ثَانِيًا وَلَمْ تُجْزِهُ السَّجْدَةُ الْأُوْلٰى وَ مَنْ كَرَّرَ تِلَاوَةَ سَجْدَةٍ وَاحِدَةٍ فِيْ مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ اَجْزَاَتْهُ سَجْدَةٌ وَاحِدَةٌ، وَمَنْ اَرَادَ السُّجُوْدَ كَبَّرَ وَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ وَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ وَرَفَعَ رَأْسَهٗ وَلَا تَشَهُّدَ عَلَيْهِ وَلَا سَلَامَ

ترجمہ: اور جس نے آیت سجدہ نماز سے باہر تلاوت کی ابھی سجدہ ادا نہ کیا تھا کہ وہ پھر نماز میں داخل ہو کر اسی آیت کی تلاوت کرنے لگا اس کی دو مرتبہ تلاوت کی طرف سے اسے ایک نماز والا سجدہ ہی کافی ہوگا① اگر نماز سے خارج اس کو تلاوت کرنے کے بعد سجدہ کر دیا پھر نماز میں داخل ہو کر اس کی تلاوت کی اب دوسرا سجدہ کرے گا پہلا اسکو کافی نہ ہوگا②، اور جس شخص نے ایک ہی آیت کو ایک مجلس میں بار بار تلاوت کیا (جیسے حفاظ ماہ رمضان میں منزل پڑھتے ہیں) اسے ایک ہی سجدہ کافی ہوگا③ جس نے سجدہ تلاوت ادا کرنے کا ارادہ کیا تو حالتِ قیام میں ہاتھوں کو اٹھائے بغیر تکبیر کہے گا اور سجدہ کرے گا پھر تکبیر کہہ کر سر کو سجدہ سے اٹھائے گا بغیر تشہد و سلام کے④

① ایک سجدہ اس لئے کافی ہوگا کیونکہ دوسرا زیادہ قوی ہے کیونکہ وہ نماز والا ہے لہٰذا پہلا دوسرے کے تابع ہو جائے گا کیونکہ جو قرآن نماز میں پڑھا جاتا ہے وہ غیر نماز سے افضل ہوتا ہے امام محمد کی الجامع الکبیر کی یہ روایت ہے۔ (البنایہ ج2 ص804 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② یعنی اس پر دو سجدے لازم ہوں گے کیونکہ دوسرا تابع ہے اسے پہلے کے ساتھ ملایا نہیں جا سکتا اگر ملاتے ہیں تو حکم سبب پر سبقت لے جانے کی طرف پہنچائے گا جو کہ ناجائز ہے۔

(البنایہ ج2 ص805 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ حرج کو ختم کرنے کے لیے کیونکہ بار بار آیت سجدہ پڑھنے کی استاد اور طلباء کو ضرورت پڑھتی رہتی ہے نیز جبریل امین آیت سجدہ کی تلاوت کرتے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سناتے تھے لیکن سجدہ ایک ہی کرتے تھے کیونکہ یہ ایک ہی مجلس ہے بخلاف مسئلہ طلاق کے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص101 بحوالہ سابقہ مکتبہ حقانیہ، پشاور)

④ نماز کے سجدہ کی طرح نماز پر قیاس کرتے ہوئے تکبیر کہے گا یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی

اللہ عنہ سے مروی ہے البتہ اس میں تشہد اور سلام اس لئے نہیں ہوگا کیونکہ یہ دونوں چیزیں تو نماز سے باہر نکلنے کے لئے ہوتی ہیں جب کہ یہاں نماز کی طرح داخل ہونے کا تحریمہ ہی نہیں باندھا گیا۔ (بحوالہ سابقہ)

فائدہ: حالتِ قیام سے سجدہ میں جانا مستحب ہے اور بعض متاخرین نے فرمایا سجدہ میں تسبیحات یوں پڑھے سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلاً، البتہ تکبیر کہے جیسے نماز میں سجدے کے لئے تکبیر انتقال کہتا ہے۔ (المظہر النوری ص76 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

بَابُ صَلٰوةِ الْمُسَافِرِ (مسافر کی نماز کے مسائل)

اَلسَّفَرُ الَّذِیْ یَتَغَیَّرُ بِهِ الْاَحْکَامُ هُوَ اَنْ یَقْصِدَ الْاِنْسَانُ مَوْضِعاً بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الْمَقْصِدِ مَسِیْرَةُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ بِسَیْرِ الْاِبِلِ وَ مَشْیِ الْاَقْدَامِ وَلَا مُعْتَبَرَ فِیْ ذٰلِكَ بِالسَّیْرِ فِی الْمَاءِ وَ فَرْضُ الْمُسَافِرِ عِنْدَنَا فِیْ کُلِّ صَلٰوةٍ رُّبَاعِیَّةٍ رَّکْعَتَانِ وَلَا تَجُوْزُ الزِّیَادَةُ عَلَیْهِمَا فَاِنْ صَلّٰی اَرْبَعاً وَّقَدْ قَعَدَ فِی الثَّانِیَةِ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ اَجْزَأَتْهُ الرَّکْعَتَانِ عَنْ فَرْضِهٖ وَکَانَتِ الْاُخْرَیَانِ لَهٗ نَافِلَةً وَّاِنْ لَّمْ یَقْعُدْ فِی الثَّانِیَةِ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ بَطَلَتْ صَلٰوتُهٗ وَ مَنْ خَرَجَ مُسَافِراً صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ اِذَا فَارَقَ بُیُوْتَ الْمِصْرِ

ترجمہ: شرعی سفر جس سے احکام بدل جاتے ہیں① وہ یہ ہے کہ انسان جس جگہ ہے وہاں سے سفر کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے اور جانے والی جگہ کے درمیان تین دنوں کی مسافت ہو اونٹ کی چال اور پاؤں کے ساتھ② چلنے کی مقدار اس سفر میں پانی میں چلنا معتبر نہیں ہوگا③ اور مسافر کا فریضہ ہے ہمارے نزدیک ہر چار رکعتوں میں دو رکعتیں ادا کرنا ہے اور ان دو رکعتوں پر اضافہ جائز نہیں④ لیکن اگر کسی نے چار رکعت نماز پڑھ لی اور دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار قعدہ کیا تو اس کی دو رکعت بطور فرض ہوں گی اور آخری دو رکعت نفل شمار ہوں گی⑤ اور دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار پہلی دو رکعتوں کے بعد نہیں بیٹھا تو اس کی

نماز باطل ہوگی① اور جو مسافر بن کر گھر سے باہر نکلا وہ دو رکعت قصر اس ٹائم پر پڑھے گا جب شہر کے گھروں سے الگ ہو جائے گا②

① سفر کا لغوی معنی ہے مسافت طے کرنا لیکن وہ یہاں مراد نہیں بلکہ مخصوص مسافت مراد ہے جس سے احکام تبدیل ہوں مثلاً نماز قصر کرنا، روزہ افطار کرنا، تین دن اور راتیں موزوں پر مسح کرنا، جمعہ، عیدین کا معاف ہو جانا۔ قربانی کا ساقط ہونا، اور آزاد عورت کا بغیر محرم کے گھر سے نکلنا جائز نہیں نیز مسافر کی نیت والا سفر شرعی ہوگا ورنہ اگر کسی نے پوری دنیا کا بھی بغیر ارادہ کے طواف کر لیا یعنی گھوم لیا تو وہ مسافر نہ ہوگا اور اگر اس نے سفر کا ارادہ کر لیا لیکن نیت کو ظاہر نہیں کیا پھر بھی حکم مذکور ہی ہوگا۔

(البنایہ ج3 ص3 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② یہاں چلنے سے مراد دن کے وقت چلنا کیونکہ رات تو سکون کرنے کے لئے بنی ہے اور ایک فجر سے لے کر دوسری فجر تک جانا بھی مراد نہیں ہے کیونکہ انسان اس کی طاقت نہیں رکھتا، تین دن اور تین راتیں خشکی میں چلنے کی مقدار مراد ہے عصر حاضر میں 16 فرسخ 92 کلومیٹر بنتا ہے اور بعض جدید علماء نے 87.782 حساب لگایا ہے اور امام اہلسنت والمسلمین امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ساڑھے ستاون (57½) میل شمار کیا ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تین دن اور تین رات مسافر کے لئے ہیں اور مقیم کے لئے موزوں پر مسح کرنے کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اگرچہ جدید سہولیات بھی آچکی ہیں لیکن پھر بھی قصر کرنا جائز اور صدقہ ہے۔

(البنایہ ج3 ص4 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ مطلب ہے کہ اونٹ کی چال درمیانی ہے خَيْرُ الْأُمُوْرِ اَوْسَطُهَا کے تحت اس کو ترجیح دیں گے کیونکہ پانی میں انسان انتہائی تیز جب کہ گاڑی میں انتہائی آہستہ رفتار ہوتا ہے لہٰذا درمیانی حالت کو مراد لیں گے کہ ہوا نہ تیز ہو نہ ٹھہری ہو بلکہ اعتدال پر ہو۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص105 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

④ رباعیات چار رکعت والی نماز کو کہا جاتا ہے مصنف نے یہ قید لگا کر نماز فجر اور مغرب کو نکال دیا کیونکہ ان میں قصر جائز نہیں اور فرض کی قید سے سنن کو نکال دیا کیونکہ ان کو حالت سفر میں اگر ٹائم ہو تو مکمل پڑھنا چاہیئے بصورت قلت وقت چھوڑنے میں حرج نہیں نیز مصنف نے فقط فرض المسافر رکعتان پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اوپر عبارت کا اضافہ کیا کہ دو رکعات پر اضافہ جائز نہیں کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قصر صدقہ ہے قبول کرو اس عبارت کے اضافہ کرنے کا بنیادی

مقصد ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ اضافہ کی صورت میں احناف کے نزدیک گناہگار ہوگا۔

(الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ ج2 ص216 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑤ لیکن سلام میں دیر کی وجہ سے گناہگار ہوگا اور اور بعض علماء نے فرمایا کہ سب رکعات نوافل میں تبدیل ہو جائیں گی۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

⑥ مطلب یہ ہے کہ اگر دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار نہ بیٹھا تو اس کی نماز احناف کے نزدیک باطل ہوگی کیونکہ نفل اس نماز کے ساتھ مل گئے جس کو اس نے شروع کیا ہوا تھا فرض یعنی آخری قعدہ مکمل کرنے سے پہلے پہلے حالانکہ پہلے ایک رکن کو مکمل کرنا ضروری ہوتا ہے پھر بندہ دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتا ہے جب کہ ایک بندہ فرض فجر کو مکمل ہی نہیں کرتا اور نماز میں شروع ہو جاتا ہے لیکن اگر اس نے یہاں قعدہ چھوڑ دیا اور تیسری رکعت کی طرف منتقل ہو گیا پھر مقیم ہونے کی نیت کر لی وہ چار رکعات مکمل کرے گا اس کی نماز جائز ہوگی۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص217 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑦ کیونکہ شرعی مسافر تب ہی ہوگا جب شہر سے باہر نکلے گا چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اگر ہم اس بانس کے گھر سے باہر نکلتے تو قصر پڑھتے، لیکن یہ ذہن میں رہے کہ قصر اس وقت پڑھے گا جس جانب سے گھر سے نکلا ہے اس جانب سے اگر دور ہو گیا شہر کی ہر جانب معتبر نہ ہوگی۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص104 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَلَا يَزَالُ عَلٰى حُكْمِ الْمُسَافِرِ حَتّٰى يَنْوِيَ الْإِقَامَةَ فِيْ بَلْدَةٍ عَشَرَ يَوْماً فَصَاعِداً فَيَلْزَمُ الْإِتْمَامُ فَإِنْ نَوَى الْإِقَامَةَ أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ لَمْ يُتِمَّ وَ مَنْ دَخَلَ بَلَدًا وَلَمْ يَنْوِ أَنْ يُّقِيْمَ فِيْهِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْماً وَّإِنَّمَا يَقُوْلُ غَدًا أَخْرُجُ أَوْ بَعْدَ غَدٍ أَخْرُجُ حَتّٰى بَقِيَ عَلٰى ذٰلِكَ سِنِيْنَ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَإِذَا دَخَلَ الْعَسْكَرُ فِيْ أَرْضِ الْحَرْبِ فَنَوَوْا إِقَامَةَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْماً لَّمْ يُتِمُّوا الصَّلٰوةَ وَإِذَا دَخَلَ الْمُسَافِرُ فِيْ صَلٰوةِ الْمُقِيْمِ مَعَ بَقَاءِ الْوَقْتِ أَتَمَّ الصَّلٰوةَ وَإِنْ دَخَلَ مَعَهٗ فِيْ فَائِتَةٍ لَمْ تَجُزْ صَلٰوتُهٗ خَلْفَهٗ

ترجمہ: اور ہمیشہ مسافر ہونے کے حکم میں آدمی رہے گا یہاں تک کہ جب وہ کسی

شہر میں پندرہ (15) دن یا اس سے زائد دن ٹھہرنے کی نیت کرے ① اب اس پر مکمل نماز پڑھنا لازم ہوگا اگر اس سے کم ٹھہرنے کی نیت کی اب نماز مکمل نہ پڑھے ② گا (یعنی قصر پڑھے گا) اگر کوئی شخص شہر میں داخل ہوا اور اس نے وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت بھی نہیں کی فقط یہ کہتا رہا کہ میں کل یا پرسوں گھر سے نکلوں گا یہاں تک کہ اسی ارادے پر کئی سال گذر گئے اب وہ دو ہی رکعت نماز پڑھے گا ③ اور جب لشکر کے لوگ دار الحرب کی زمین میں داخل ہوئے پھر انہوں نے وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی اب نماز کو مکمل نہ پڑھے گا ④ اور جب مسافر داخل ہوا مقیم کی نماز میں جبکہ وقت میں گنجائش تھی اب نماز کو مکمل پڑھے گا ⑤ اور اگر مسافر مقتدی کی قضا نماز میں داخل ہوا تو مسافر کی نماز مقیم کے پیچھے جائز نہ ہوگی ⑥

① کیونکہ جب سفر شروع ہوا ہے اب اس میں تبدیلی تب ہوگی جب کسی جگہ ٹھہرے گا اور اصل ٹھہرنا نیت کے ساتھ ہی معتبر ہوگا یا وطن اصلی میں داخل ہونے کے ساتھ کیونکہ اقامت سفر چھوڑنے کا نام ہے پھر جب اس کے ساتھ نیت ملے گی تب اقامت مکمل ہوگی۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص105 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

فائدہ عظیمہ: پندرہ دن کی قید فقہاء کرام نے بطور تخصیص کی قید اس لئے لگائی ہے کیونکہ اقامۃ طہر کی طرح اصل ہے اور سفر حیض کی مانند عارض ہونے والا ہے چونکہ طہر کے کم از کم پندرہ دن ہیں تو اسی طرح اقامت کا اندازہ بھی پندرہ دن لگایا ہے نیز مدت اقامت نماز کے مکمل پڑھنے کو لازم کرتی ہے تو مدت طہر بھی عورت پر نماز اور روزے کو لازم کرتی ہے ان دو وجوہ کی بناء پر پندرہ ایام کی تخصیص کر دی گئی ہے یہ پندرہ دن کا اندازہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور ظاہر بات ہے کہ صحابہ حضور سے سن کر بیان کرتے تھے کیونکہ تعداد میں قیاس نہیں چل سکتا۔

(الجوھرۃ النیرہ ج1 ص217 بحوالۃ سابقۃ مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② کیونکہ ابو داؤد کی روایت کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ تبوک میں بیس دن ٹھہرے لیکن قصر اس لئے پڑھی کہ نیت پندرہ سے کم دنوں کی تھی نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم مقام سوس پر نو ماہ رہے لیکن قصر نماز پڑھتے رہے۔ (الاختیار بحوالۃ سابقۃ)

③ کیونکہ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آذربائیجان میں چھ ماہ رہے لیکن قصر پڑھتے

رہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نیشاپور میں ایک سال تک قصر پڑھتے رہے۔

(الجوھرۃ النیرہ ج1 ص218 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ حالانکہ عقل کا تقاضا تو تھا کہ وہ مکمل نماز پڑھیں لیکن ان کے قصر پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی اقامت ان کے اختیار میں نہیں ہے کیونکہ بالفرض وہ اقامت کی نیت کر لیتے پھر شکست خوردہ ہونے کی وجہ سے دوڑ جاتے تو ان کی نیت صحیح نہ ہوتی۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص106 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

⑤ مطلب یہ ہے کہ نماز کے شروع میں یا آخر میں داخل ہوا نماز مکمل اس لئے پڑھے گا کیونکہ اس نے امام کی پیروی کی نیت کی ہے اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ اس لیے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے لہٰذا تم اپنے ائمہ کی مخالفت مت کرو چونکہ امام مکمل چار رکعت کی نیت کر کے پڑھ رہا ہے لہٰذا یہ بھی چار مکمل کرے لیکن اگر اس نے نماز کو فاسد کر دیا اب وہ دو کا اعادہ کرے گا کیونکہ چار تو اقتدا کی صورت میں لازم تھیں اور اقتدا کے فوت ہو جانے کے وقت اصل پہلے معاملے کی طرف حکم لوٹ آئے گا۔ (الاختیار لتعلیل المختار بحوالہ سابقہ)

⑥ یہ حکم اس صورت میں ہوگا جب کہ مسافر وقت کے خارج ہونے کے بعد داخل ہوا لیکن اگر وقت کے اندر اندر وہ داخل ہوا پھر وہ نماز میں تھے کہ وقت نکل گیا اب نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ وقت کے اندر نماز شروع کرنے کے بعد مکمل کرنا لازمی ہے جیسا کہ اگر کوئی شخص نماز عصر میں امام کی اقتدا کرے پھر جب تحریمہ سے فارغ ہو تو سورج غروب ہو جائے اب چار رکعات مکمل پڑھے گا۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص219 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَاِذَا صَلَّى الْمُسَافِرُ بِالْمُقِيْمِيْنَ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَتَمَّ الْمُقِيْمُوْنَ صَلٰوتَهُمْ وَ يَسْتَحِبُّ لَهٗ اِذَا سَلَّمَ اَنْ يَّقُوْلَ لَهُمْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ فَاِنَّا قَوْمٌ سَفْرٍ وَاِذَا دَخَلَ الْمُسَافِرُ مِصْرَهٗ اَتَمَّ الصَّلٰوةَ وَاِنْ لَّمْ يَنْوِ الْاِقَامَةَ فِيْهِ وَ مَنْ كَانَ لَهٗ وَطَنٌ فَانْتَقَلَ عَنْهُ وَاسْتَوْ طَنَ غَيْرَهٗ ثُمَّ سَافَرَ فَدَخَلَ وَ طْنَهُ الْاَوَّلَ لَمْ يُتِمَّ الصَّلٰوةَ وَاِذَا نَوَى الْمُسَافِرُ اَنْ يُّقِيْمَ بِمَكَّةَ وَ مِنٰى خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْماً لَّمْ يُتِمَّ الصَّلٰوةَ وَالْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ لِلْمُسَافِرِ يَجُوْزُ فِعْلاً وَّلَا يَجُوْزُ وَقْتاً

ترجمہ: اور جب مسافر مقیموں کو نماز پڑھائے تو دو رکعت پڑھا کر سلام پھیر دے مقیم اپنی اپنی نمازوں کو مکمل کریں①اور مسافر امام کے لئے مستحب عمل ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد کہہ دے کہ تم اپنی اپنی نماز مکمل کرو ہم مسافر لوگ ہیں، اور جب مسافر اپنے شہر میں داخل ہو تو اب مکمل نماز پڑھے گا اگر چہ اس میں اقامۃ کی نیت نہ کی ہو②، اور جس شخص کا اپنا وطن ہو پھر وہاں سے دوسرے وطن کی طرف کوچ کر کے اس نے غیر کو اپنا وطن بنالیا ہو پھر اس نے پہلے وطن کی طرف سفر کیا ہو پھر پہلے وطن میں داخل ہوا ہو وہ نماز پوری نہیں پڑھے گا③، اور اگر مسافر نے مکہ اور منی میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اب بھی نماز پوری نہیں پڑھے گا④، اور مسافر کے لئے نمازوں کے درمیان اکٹھ کرنا جائز ہے⑤ ازروئے فعل کے لیکن ازروئے وقت کے جائز نہیں ہے۔

① کیونکہ مسافر پر دو رکعت ہی ہیں اس لئے وہ دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے اور مقتدی مقیم ہے اس لئے وہ چار رکعات پڑھے گا اور چونکہ مقتدی کبھی بھول کر سلام پھیر دیتا ہے اس لئے امام اعلان کرے تا کہ اس کو بھی یاد آ جائے نیز حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ غزوہ کیا اور میں ان کے ساتھ فتح مکہ میں موجود تھا ہم مکہ میں اٹھارہ راتیں رہے لیکن نماز دو رکعت ہی پڑھتے تھے اور فرماتے اے شہر والوں تم لوگ مکمل چار رکعتیں پڑھ لو ہم مسافر ہیں۔ (ابوداؤد شریف ص880 باب متی مقیم المسافر ص180 نمبر1229)

② جس طرح بخاری شریف میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مدینہ سے مکہ کے لئے نکلے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ ہم مدینہ واپس آ جاتے۔

③ کیونکہ اب اس کے لئے پہلا شہر اجنبی کی مانند ہوگا لہٰذا اب پہلے وطن میں داخل ہونے کی صورت میں نماز مکمل پڑھے گا نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ کی طرف جا رہے تھے تو اپنے آپ کو مسافروں میں شامل کرتے تھے۔ (البنایہ ج3 ص35 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ کیونکہ نیت کا دو جگہ اعتبار کرنا تقاضا کرتا ہے کئی جگہوں کی نیت کرے اور یہ ممنوع ہے لیکن اگر وہ کسی ایک شہر میں رہنے کے لئے رات کو متعین کرلے تب بھی درست ہے اب اس میں داخل ہوتے ہی وہ مقیم شمار ہوگا کیونکہ انسان کی اقامت ہی اس کے رات گذارنے کی طرف منسوب ہوتی ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص220 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑤ دراصل جمع کی دو قسمیں ہیں۔(1) جمع صوری۔(2) جمع حقیقی اگر کوئی مغرب کو آخری 1
وقت میں اور عشاء کو مقدم کر کے پڑھے اس کو جمع صوری کہا جاتا ہے مصنف نے اس کو جائز قرار دیا اور کتب حدیث سے ثابت ہے اگر مغرب کو عشاء اور عشاء کو مغرب کے وقت میں پڑھے اس کو جمع حقیقی کہتے ہیں جو کہ حنفی مسلک کے نزدیک جائز نہیں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا ترجمہ: بلاشبہ مومنوں پر نماز اسکے مقررہ وقت پر لازم کی گئی ہے۔(سورۃ نساء پارہ نمبر 5 آیت نمبر 103) کے خلاف ہے کیونکہ ہر نماز اپنے وقت مقررہ پر ادا کی جائے گی کیونکہ جو وقت پر نہ پڑھے تو وعید آئی ہے فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلٰوتِھِمْ سَاھُوْنَ۔ترجمہ: ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔ (سورۃ الماعون پارہ نمبر 30 آیت نمبر 4)

وَتَجُوْزُ الصَّلٰوۃُ فِیْ سَفِیْنَۃٍ قَاعِداً عَلٰی کُلِّ حَالٍ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَعِنْدَھُمَا لَا تَجُوْزُ اِلَّا بِعُذْرٍ وَّ مَنْ فَاتَتْہُ صَلٰوۃٌ فِی السَّفَرِ قَضَاھَا فِی الْحَضَرِ رَکْعَتَیْنِ وَمَنْ فَاتَتْہُ صَلٰوۃٌ فِی الْحَضَرِ قَضَاھَا فِی السَّفَرِ اَرْبَعاً، وَالْعَاصِیْ وَالْمُطِیْعُ فِی السَّفَرِ فِی الرُّخْصَۃِ سَوَاءٌ

ترجمہ: اور نماز کشتی میں بیٹھ کر ہر حالت میں امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے جب کہ صاحبین فقط عذر کی صورت میں جواز کے قائل ہیں① اور جس کی نماز سفر میں قضا ہوئی ہو وہ اسے گھر میں دو ہی پڑھے گا اور جس نے گھر میں نماز قضا کر دی وہ سفر میں بھی چار ہی قضا کرے گا② نافرمانی کرنے والا (چوری کے ارادہ سے دوسرے شہر میں جانے والا) اور اطاعت کرنے والا رخصت سفر میں دونوں برابر ہیں③

① چونکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں کشتیاں پرانی ہوتیں نیز حرکت کی وجہ سے مسافر کا سر چکرا جاتا اس لئے گویا ہر وقت سر چکرانے کا احتمال ہے اس لئے امام صاحب نے بلا عذر بھی جواز پیدا کر دیا کیونکہ مصنف عبدالرزاق کے اثر میں ہے صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں کشتی میں چٹائی پر بیٹھ کر نماز پڑھائی اور قصر کی،صاحبین کے نزدیک بصورت عذر جائز ورنہ کھڑے ہو کر پڑھے گا۔ (مصنف عبدالرزاق بَابُ ھَلْ یُصَلِّی الرَّجُلُ وَھُوَ یَسُوْقُ الدَّابَّۃَ ص589)

④ امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے قاعدہ کلیہ بیان کیا کہ آخری وقت کا اعتبار ہوگا نیز فرماتے ہیں کہ القضاء بسبب الاداء ہے لہٰذا اگر قضا کے وقت مسافر تھا تو قصر ورنہ مقیم کے حکم میں ہوگا۔

(نور الانوار ملاجیون علیہ الرحمۃ)

③ یعنی اگر کوئی لاہور سے راولپنڈی چوری کی نیت سے گیا یا قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر سلام کے لئے گیا دونوں کو قصر نماز کی سہولت ہوگی کیونکہ اس سلسلہ میں آیات اپنے عموم پر ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 183 فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالاً اَوْ رُكْبَانًا، (سورۃ البقرہ آیت نمبر 239) فَاِذَا اَمِنْتُمْ نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مطلق فرمایا کہ مقیم ایک دن ایک رات اور مسافر تین دن تین رات مسح کرے گا اس میں کوئی قید نہیں لگائی گئی یہ ایسے ہوگیا کہ جیسے آغاز میں سفر مباح کی نیت کی پھر اس کے بعد گناہ کا ارادہ کرلیا۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 106 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

①بَابُ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ (نماز جمعہ کے مسائل)

لَا تَصِحُّ الْجُمُعَةُ اِلَّا فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ اَوْفِيْ مُصَلَّى الْمِصْرِ وَلَا تَجُوْزُ فِي الْقُرٰى وَلَا تَجُوْزُ اِقَامَتُهَا اِلَّا بِالسُّلْطَانِ اَوْ لِمَنْ اَمَرَهُ السُّلْطَانُ وَ مِنْ شَرَائِطِهَا الْوَقْتُ فَتَصِحُّ فِيْ وَقْتِ الظُّهْرِ وَلَا تَصِحُّ بَعْدَهُ وَ مِنْ شَرَائِطِهَا الْخُطْبَةُ قَبْلَ الصَّلٰوةِ يَخْطُبُ الْاِمَامُ خُطْبَتَيْنِ يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا بِقَعْدَةٍ وَّ يَخْطُبُ قَائِماً عَلَى الطَّهَارَةِ فَاِنِ اقْتَصَرَ عَلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى جَازَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ قَالَا لَا بُدَّ مِنْ ذِكْرٍ طَوِيْلٍ يُسَمّٰى خُطْبَةً فَاِنْ خَطَبَ قَاعِداً اَوْ عَلٰى غَيْرِ طَهَارَةٍ جَازَ وَ يُكْرَهُ

ترجمہ: جمعہ کی نماز درست نہ ہوگی مگر شہر کی جامع مسجد یا عیدگاہ میں لیکن دیہات میں نماز جمعہ جائز نہ ہوگی② جمعہ کا قائم کرنا جائز نہ ہوگا مگر بادشاہ وقت کے لئے یا جس مرد کو بادشاہ نے حکم دیا ہو③ جمعہ کی شرائط میں سے ہے بر وقت ادائیگی ہے④ لہٰذا ظہر کے وقت کے اندر تو جائز ہے لیکن وقت ظہر کے بعد جمعہ جائز نہ

ہوگا جمعہ کی شرائط میں سے ہے ④ نماز جمعہ سے پہلے پہلے خطبہ کا ہونا، امام دو خطبے
دے گا ⑤ جن کے درمیان بیٹھ کر وہ فاصلہ کرے گا اور باوضوء کھڑے ہو کر خطیب
خطبہ دے گا پس اگر اس نے اللہ کے ذکر پر اکتفا کیا ⑥ (فقط الحمدُ لِلّٰہِ کہا) تو امام
اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہوگا جب کہ صاحبین (امام محمد + وابو
یوسف رحمۃ اللہ علیہما) کے نزدیک اتنا ذکر لمبا ضروری ہے جس کا نام خطبہ رکھا
جا سکے اگر مجبوری کی وجہ سے بیٹھ کر یا بے وضوء خطبہ دیا تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے ⑧

① چونکہ نماز جمعہ میں دو رکعت کے قائم مقام خطبہ ہوتا ہے لہٰذا دو رکعتیں رکھی گئی یوں ہی مسافر کے لئے بھی مشقت کے سبب دو رکعتوں کی رخصت دی گئی وہاں بھی دو رکعات قصر ہیں اس مناسبت سے امام قدوری نے صلوٰۃ المسافر کے بعد جمعہ کی نماز کے مسائل شروع کر دیئے ہیں جمعہ کا لفظ ثلاثی مزید فیہ اجتماع سے مشق ہے جیسے وجہ مواجہۃ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے اکٹھا ہونا یہ ایسا فریضہ ہے جس کے چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

(الجوہرۃ النیرۃ ج 1 ص 232 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جمعہ تشریق اور عید کی نماز جائز نہ ہوگی مگر جامع شہر میں، عید گاہ بھی چونکہ اس کے حکم میں ہے لہٰذا اس کا بھی وہی حکم ہوگا جامع سے مراد ہے کہ اتنی بڑی آبادی کہ اگر وہ مسجد میں آجائے تو سما نہ سکے یا یہ ہے کہ حدود قائم کرنے کے لئے قاضی و مفتی مقرر ہو۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 108 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

③ بادشاہ اور جس کو بادشاہ حکم دے یعنی امیر یا قاضی کا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ کبھی وقت کے ابتدائی اور اختتامی وقت میں اور کبھی خطیب و امام کے مقرر کرنے میں جھگڑا ہو جاتا ہے اس لئے جب بادشاہ ہوگا یا قاضی تو تسلی بخش فیصلہ کرے گا جو فتنے کے خاتمہ کا باعث بنے گا۔ (الاختیار بحوالۃ سابقۃ)

④ کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جمعہ کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جمعہ ظہر کا خلیفہ ہے جب ظہر اس دن ساقط ہے تو جمعہ اس کے وقت کے اندر ہوگا بعد میں نہ ہوگا۔ (الاختیار بحوالۃ سابقۃ)

تنبیہ: خطیب و امام و عوام کو نماز جمعہ کے بعد کھانا کھانا چاہیئے یہی سنت نبوی و سنت صحابہ ہے۔

کیونکہ حضرت شریک بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظاہری زمانہ اقدس میں قیلولہ اور کھانا نماز جمعہ کے بعد کھایا کرتے تھے۔ (البنایہ ج 3 ص 60 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ، (سورۃ الجمعہ پارہ نمبر 28 آیت نمبر 9) اللہ کے ذکر کی طرف دوڑنے کا مطلب ہے خطبہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ کے بغیر کبھی نماز جمعہ نہیں پڑھائی لیکن خطبہ کے لئے دو شرطیں ہیں۔ (1) زوال کے بعد۔ (2) خطبہ لوگوں کی موجودگی میں دینا ضروری ہے۔ اگر کسی نے خطبہ نماز کے بعد دیا یا زوال سے پہلے دیا تو نماز جمعہ جائز نہ ہوگی۔ (الجوھرۃ النیر ۃ ج1 ص232 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

⑥ دونوں خطبوں میں چہرہ امام کی طرف اور پیٹھ قبلے کی طرف اور دونوں خطبوں کے درمیان طوالِ مفصلہ کا فاصلہ یا قرآن کی تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت کا فصل ضروری ہے۔

(الجوھرۃ النیر ۃ بحوالۃ سابقۃ)

⑦ مطلب ہے کہ اگر سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ دیا تو خطبہ ہو جائے گا جس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے الحمد للہ کہا آواز بند ہوگئی آپ نے منبر سے اتر کر صحابہ کرام کو نمازِ جمعہ پڑھا دیا معلوم ہوا کہ یہ جملے خطبے کے قائم مقام ہو جاتے ہیں لیکن شرط ہے کہ خطبہ کے ارادے سے الحمد للہ کہے اگر کسی کی عطیات وبخشش پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا تو یہ خطبہ کے قائم مقام نہ ہوگا نیز امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قول فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ میں تھوڑے یا زیادہ خطبہ کی تفصیل نہیں ہے جب کہ صاحبین فرماتے ہیں کہ خطبہ پڑھنا واجب ہے جبکہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا نام عرف میں خطبہ نہیں رکھا جاتا لہٰذا اتنا خطبہ ہونا چاہیئے جس کو لوگ عرف میں خطبہ کہہ سکیں۔

تنبیہ: سعودی امام منبر پر بیٹھ کر خطبہ سے قبل سلام کرتے ہیں جس حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب منبر پر جمعہ والے دن تشریف لے جاتے لوگوں کی طرف چہرہ انور کرتے تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فرماتے علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے اور دلیل کے قابل نہیں ہے۔ (البنایہ ج3 ص71-70 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑧ جواز اس لئے ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ ہو گئے تو بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے اور عقل کا بھی تقاضا ہے کہ وضوء خطبہ کے لئے شرط نہیں ہے کیونکہ یہ ذکر ہے جس طرح رخ قبلہ بھی اس کے لئے ضروری نہیں ہے لہٰذا وضوء بھی شرط نہیں ہے لیکن یہ عمل مکروہ ہے کیونکہ اس میں خطبہ اور نماز میں فصل لازم آتا ہے اور ایسا عمل خلاف سنت ہونے کی وجہ سے برا ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص109 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

وَمِنْ شَرَائِطِهَا الْجَمَاعَةُ وَاَقَلُّهُمْ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِمَا ثَلٰثَةٌ سِوَی الْاِمَامِ وَ قَالَا اِثْنَانِ سِوَی الْاِمَامِ وَ یَجْهَرُ الْاِمَامُ بِالْقِرَاْءَةِ فِی الرَّكْعَتَیْنِ وَ لَیْسَ فِیْهِمَا قِرَاْءَةُ سُوْرَةٍ بِعَیْنِهَا، وَلَا تَجِبُ الْجُمُعَةُ عَلٰی مُسَافِرٍ وَّلَا اِمْرَاْةٍ وَّلَا مَرِیْضٍ وَّلَا صَبِیٍّ وَّلَا عَبْدٍ وَّلَا اَعْمٰی فَاِنْ حَضَرُوْا وَ صَلُّوا مَعَ النَّاسِ اَجْزَاَهُمْ عَنْ فَرْضِ الْوَقْتِ ، وَ یَجُوْزُ لِلْعَبْدِ وَالْمُسَافِرِ وَالْمَرِیْضِ وَنَحْوِهِمْ اَنْ یَّؤُمُّوْا فِی الْجُمُعَةِ وَ مَنْ صَلَّی الظُّهْرَ فِیْ مَنْزِلِهٖ یَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْاِمَامِ وَلَا عُذْرَ لَهٗ كُرِهَ لَهٗ ذٰلِكَ وَ جَازَتْ صَلٰوتُهٗ

ترجمہ: جمعہ کے شرائط میں ایک شرط با جماعت نماز پڑھنا ہے① اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام کے علاوہ تین مقتدیوں کا ہونا ضروری ہے② اور صاحبین کے نزدیک امام کے علاوہ دو آدمی ہوں اور امام دونوں رکعتوں میں قرأت تو اونچی کرے لیکن اس میں معین سورۃ نہ کرے③، اور جمعہ واجب نہیں ہے (1) مسافر، (2) عورت، (3) مریض، (4) بچے، (5) غلام، (6) اندھے پر، پھر اگر یہ آئیں اور لوگوں کے ساتھ نماز پڑھیں تو ان کو وقتی فرض نماز سے کفایت کرے گی④، غلام، مسافر، مریض کے لئے جمعہ کی امامت کرانا جائز ہے⑤ جس نے امام کی نماز سے پہلے جمعہ والے دن اپنے گھر میں ظہر پڑھ لی اور وہ معذور بھی نہ ہو تو یہ اس کے لئے مکروہ ہے لیکن ظہر کی نماز جائز ہوگی⑥

① جمعہ کی شرائط میں سے با جماعت پڑھنا ہے کیونکہ جمعہ مشتق ہے جماعت سے لہٰذا یہ جماعت کے بغیر نہ ہوگا جیسا کہ ضَارِبٌ مشتق ہے ضَرْبٌ سے لہٰذا وہ اس کے بغیر متحقق نہ ہوگا اور امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ منفرد کا نماز جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ (البنایہ ج3 ص73 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② امام کے علاوہ تین ایسے مرد شرط ہیں جو امامت کی صلاحیت رکھتے ہوں ورنہ پھر جمعہ جائز نہ ہوگا جیسا کہ عورتیں اور بچے یہی موقف تقریباً امام محمد علیہ الرحمۃ کا بھی ہے دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۃ الجمعۃ پارہ نمبر 28 آیت

نمبر 9) ترجمہ: کہ جب جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر (خطبہ) کی طرف دوڑو اس آیت کا لفظ نُودِی مُنَادِی کا تقاضا کرتا ہے اور وہ مُؤذِن ہے اور فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ (سورۃ الجمعۃ پارہ نمبر 28 آیت نمبر 9) ذاکر کا یعنی امام کا تقاضا کرتا ہے اور فاسعوا یہ جمع کا صیغہ اور خطاب ہے اور جمع کے لئے کم از کم تین افراد کا ہونا ضروری ہے اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ فرمانِ رسالت ہے اَلْاِثْنَانِ فَمَا فَوْقَھُمَا جَمَاعَۃٌ ترجمہ: کہ دو یا اس سے اوپر جماعت شمار ہوتی ہے ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ علم میراث کا اصول ہے یا یہ ابتدائے اسلام میں مسافر کے احکام پر مشتمل ہے جبکہ اکیلے شخص کو سفر کرنا منع تھا۔ آپ نے دو کو جماعت کے قائم مقام قرار دیا فقہ میں ایسا نہیں ہے۔

(حوالہ نمبر ۱ الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 227 مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔ حوالہ نمبر ۲۔، مجموعۃ الحواشی النادرۃ علی التلویح والتوضیح ص ۲۲۷، ج/۱، دارالکتب الشرعیہ والادبیہ، کوئٹہ)

③ چہرہ اس لئے کریں گے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود کیا نیز ہمارے نزدیک سورۃ متعین نہیں کریں گے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلی رکعت میں سورۃ جمعہ دوسری میں منافقین مستحب ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

④ مسافر پر جمعہ اس لئے لازم نہیں کیونکہ اس کو ادا کرنے کے ساتھ مشقت لاحق ہوتی ہے امام کبھی ملے گا کبھی نہیں لہٰذا روزے کی طرح ساقط ہوگا اور عورت کو ویسے گھر سے باہر نکلنا ممنوع ہے لہٰذا وہ شوہر کی خدمت کرے مریض اس وجہ سے کہ وہ بیماری کی وجہ سے چلنے سے معذور ہے اور غلام اس لئے کہ اس کو مولی کی خدمت کا حکم دیا گیا ہے اگر مولیٰ اس کو اجازت دے دے تو اس پر ادائیگی لازم ہے اور اندھے پر لازم نہیں اگر چہ اس کو ہاتھ پکڑنے اور لے جانے والا مل جائے صاحبین کہتے ہیں کہ اگر اس کا ہاتھ پکڑنے والا مل جائے اور چلنے پر قادر ہو جائے تو اس پر جمعہ کی ادائیگی لازم ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

⑤ یعنی بامر مجبوری ان کی امامت جائز ہے امام زفر وامام شافعی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ ان کی امامت ناجائز ہے کیونکہ ان پر جمعہ فرض نہیں ہے ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان سے شریعت نے جمعہ اس لئے معاف و ساقط کیا تھا تا کہ حرج واقع نہ ہو لیکن جب خود انہوں نے رخصت کو چھوڑ دیا اور حاضر ہو گئے اور جمعہ ان سے ساقط ہوا تھا حرج کے لئے اور عدم جواز کا قول کرنا حرج کی طرف پہنچاتا ہے لہٰذا ان کی امامت جائز ہوگی ورنہ فساد وضع لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے۔

(البنایہ ج 3 ص 85 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑥ امام کی نماز سے پہلے ظہر پڑھنے کی کراہت اس لئے ہے کہ اس میں جمعہ کی امامت کی خلاف ورزی لازم آرہی ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک نماز ظہر جائز ہوگی جب کہ امام زفر عدم جواز کے قائل ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ جمعہ والے دن دراصل جمعہ کی فرضیت ہے اور ظہر اس کا خلیفہ اور نائب ہے اور نائب کی طرف تب رجوع کیا جاتا ہے جب بندہ اصل پر قادر نہ ہو جیسا کہ تیمم وضوء کا خلیفہ ہے تب کریں گے جب وضوء کے لئے پانی نہ مل رہا ہو لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں سے ظہر ساقط ہوگئی لیکن اگر جمعہ رہ گیا تو قضا پھر بھی ظہر کی لازم آئے گی نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ظہر کا اول وقت سورج کے ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور اس میں آپ نے دن وغیرہ کی تفصیل نہ بیان فرمائی نیز ظہر تو بندہ اکیلا بھی ادا کرسکتا ہے جب کہ جمعہ کے لئے امام، خطبہ، جماعت، شہر شرط ہے۔

فَاِنْ بَدَاَلَهٗ اَنْ يَحْضُرَ الْجُمُعَةَ فَتَوَجَّهَ اِلَيْهَا بَطَلَتْ صَلٰوةُ الظُّهْرِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ بِالسَّعْيِ اِلَيْهَا وَقَالَ اَبُو يُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحْمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى لَا تَبْطُلُ حَتّٰى يَدْخُلَ مَعَ الْاِمَامِ وَ يَكْرَهُ اَنْ يُصَلِّيَ الْمَعْذُوْرُوْنَ الظُّهْرَ بِجَمَاعَةٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَكَذٰلِكَ اَهْلُ السِّجْنِ وَ مَنْ اَدْرَكَ الْاِمَامَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلّٰى مَعَهٗ مَا اَدْرَكَ وَبَنٰى عَلَيْهَا الْجُمُعَةَ وَاِنْ اَدْرَكَهٗ فِى التَّشَهُّدِ اَوْ فِيْ سُجُوْدِ السَّهْوِ بَنٰى عَلَيْهَا الْجُمُعَةَ عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ وَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهَ عَلَيْهِ اِنْ اَدْرَكَ مَعَهٗ اَكْثَرَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بَنٰى عَلَيْهَا الْجُمُعَةَ وَ اِنْ اَدْرَكَ مَعَهٗ اَقَلَّهَا بَنٰى عَلَيْهَا الظُّهْرَ

ترجمہ: پھر اگر نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد اس کے لئے نماز جمعہ کے لئے حاضر ہونے کا موقع ظاہر ہوا پھر وہ نماز جمعہ کی طرف متوجہ ہوا تو جوں ہی جمعہ کی طرف وہ سعی شروع کرے گا تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز ظہر باطل ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک اس وقت تک باطل نہ ہوگی جب

تک امام جمعہ کے ساتھ نماز جمعہ میں شریک نہ ہو① اور مکروہ ہے معذور کا نماز ظہر
کو جمعہ والے دن جماعت کے ساتھ پڑھنا اور اس طرح جیل کے قیدی کا حکم
ہے②، اور جس نے جمعہ والے دن امام کو پالیا تو جتنا حصہ امام کو پالیا اس کے
ساتھ نماز پڑھے اور بقیہ نماز کی اس پر بناء کرے③ اور اگر امام کو تشہد یا سجدہ سہو
میں پایا تو شیخین کے نزدیک اس پر بناء کرے جب کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے
فرمایا اگر امام کے ساتھ دوسری رکعت کا اکثر حصہ پالیا تب جمعہ کی بناء کرے گا
اور اگر امام کے ساتھ بہت تھوڑا حصہ پایا③ اب ظہر پر بناء کرے گا۔

① یعنی امام اعظم کے نزدیک جوں ہی سعی شروع کی نماز ظہر باطل ہوگی اب اگر جمعہ پڑھ لیا تو جائز ہے ورنہ پھر ظہر کا اعادہ کرے گا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سعی جمعہ کے فرائض اور خصائص میں سے ہے اور جوں ہی بندہ کے فرائض جو اس کے ساتھ خاص ہے اگر ان میں مشغول ہوگا تو ظہر باطل ہو جائے گی جب کہ صاحبین فرماتے ہیں کہ مکمل سعی کے بعد جب امام کے ساتھ شامل ہوگا تب ظہر باطل ہوگی کیونکہ سعی جمعہ کے لئے شرط ہے جیسا کہ ستر عورت اور وضوء شرط ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص110 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

② کیونکہ اس سے جمعہ کے اجتماع میں خلل اور کمی واقع ہوگی اور کبھی دوسرے لوگ بھی جماعت دیکھ کر شامل ہو جائیں گے ہاں دیہات میں جماعتِ ظہر جائز ہے کیونکہ ان پر جمعہ لازم نہیں ہے۔

(الاختیار بحوالہ سابقہ)

③ مطلب ہے کہ پہلی رکعت یا دوسری رکعت میں شامل ہوا تو جتنا حصہ پالیا بقیہ باقی نمازوں کی طرح مکمل کر کے پھر جب کھڑا ہوا تو اس کو اختیار ہے کہ وہ جہری قرأت کرے یا سری، لیکن دوڑ کر آنے کی کوشش نہ کرے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو تم نماز کا حصہ پالو پڑھ لو اور بقیہ فوت شدہ پوری کر لو لیکن جماعت کے کھڑے ہونے کے وقت دوڑ کر مت آؤ بلکہ پروقار طریقے سے چل کر آؤ، اور اگر تشہد یا سجدہ سہو میں پایا تو اس پر شیخین کے نزدیک بناء کرے یعنی دو رکعت نمازِ جمعہ پڑھے بظاہر یہی ہے لیکن متاخرین کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ عیدین اور نماز جمعہ میں سہو کی صورت میں سجدہ سہو نہ کرے کیونکہ فتنہ کے ڈر کے ساتھ ساتھ جاہل لوگوں کو وہم ہوگا کہ اس امام نے رکعات میں اضافہ کر لیا ہے۔

(حوالہ نمبر 1 البنایہ ج3 ص92 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ،
حوالہ نمبر 2 الجوہرۃ ج1 ص230 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ اقل کا مطلب ہے کہ دوسری رکعت کے بعد شریک ہوا بناء ظہر کا مطلب ہے ظہر کی چار رکعت پڑھے گا ظہر کی نماز کا قول امام محمد اس لئے کرتے ہیں کیونکہ یہ من وجہ جمعہ ہے کیونکہ اس نے جماعت اور امام کو پایا ہے اور من وجہ یعنی بعض اعتبار سے ظہر ہے لہٰذا ظہر پر قیاس کرتے ہوئے وہ چار رکعات ہی پڑھے گا اور دو رکعتوں پر جمعہ پر قیاس کرتے قعدہ کرے گا اور شیخین کے نزدیک یہ شخص جمعہ کی فضیلت پانے والا شمار ہوگا یہاں تک کہ اس کے لئے جمعہ کی نیت کرنا یعنی دو رکعات کی شرط ہے اور اس کے علاوہ نیت جائز نہ ہوگا جمعہ کی دو رکعت اور ظہر کی چار رکعت ہیں لہٰذا ایک کی بناء پر دوسری نماز کی بناء کی جائے گی۔

(البنایہ ج3 ص93 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَاِذَا خَرَجَ الاِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَكَ النَّاسُ الصَّلٰوةَ وَالْكَلَامَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهٖ وَ قَالَا لَا بَاْسَ بِاَنْ يَّتَكَلَّمَ مَا لَمْ يَبْدَاْ بِالْخُطْبَةِ وَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ الْاَذَانَ الْاَوَّلَ تَرَكَ النَّاسُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ وَتَوَجَّهُوْا اِلَى الْجُمُعَةِ فَاِذَا صَعِدَ الْاِمَامُ الْمِنْبَرَ جَلَسَ وَاَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَدَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ يَخْطُبُ الْاِمَامُ وَاِذَا فَرَغَ مِنْ خُطْبَتِهٖ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ

ترجمہ: اور جب جمعہ والے دن امام حجرے سے باہر خطبہ کے لئے آئے تو لوگ نماز اور گفتگو چھوڑ دیں یہاں تک کہ امام خطبہ سے فارغ ہو ① صاحبین نے فرمایا کہ کلام کرنے میں اس وقت تک حرج نہیں جب تک امام خطبہ نہ شروع کرے اور جب مؤذن جمعہ والے دن پہلی اذان دے تو لوگ خرید و فروخت کو چھوڑ دیں اور جمعہ کی طرف متوجہ ہوں ② پھر جب امام منبر پر چڑھے تو بیٹھ جائے اور مؤذن منبر کے سامنے والے دروازے میں اذان پڑھے ③ پھر امام خطبہ دے اور جب خطبہ سے فارغ ہو تو نماز (جماعت) کھڑی کرے۔

① مطلب ہے کہ خطیب جب اپنے گھر یا مسجد کے حجرے سے خطبہ کے لئے نکلے مطلب ہے کہ منبر پر بیٹھنے کے لئے تیار ہو کر آئے اب لوگوں کو چاہیے کہ خطبہ سے فارغ ہونے تک نماز اور گفتگو روک دیں بعض نے کہا کہ لوگوں کی گفتگو منع ہے لیکن تسبیح وغیرہ مکروہ نہیں ہے ہمارے احناف کے نزدیک تحیۃ المسجد وغیرہ دیگر نوافل و سنت وغیرہ نہ پڑھے لیکن جب خطیب خطبہ سے فارغ ہو جائے اب تکبیر

سے پہلے گفتگو کر سکتا ہے کیونکہ اصل کراہت تو اس لئے تھی کہ خطبہ کی سماعت میں خلل لازم آتا ہے امام صاحب کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں سرکار نے فرمایا کہ جب امام باہر نکل آئے اب نہ نماز پڑھو نہ گفتگو کرو عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ کلام کبھی طبعی طور پر لمبا ہو جاتا ہے جو نماز کے مشابہہ ہے اور نماز بالاتفاق حتی کہ نفل بھی مکروہ ہیں۔ (البنایہ ج3 ص104 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ (سورۃ الجمعۃ پارہ نمبر 28 آیت نمبر 9) ترجمہ: کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو اور کاروبار چھوڑ دو، بعض نے ذکر اللہ سے مراد امام کی تقریر لی ہے اور بعض مفسرین نے خطبہ اور نماز مراد لی ہے اور بعض مفسرین نے وذروالبیع کی تفسیر کی ہے کہ دنیا کی تجارت چھوڑ کر آخرت کی تجارت کرو۔ (البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

③ خطیب کے سامنے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ قرار دیا گیا ہے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت نور اللہ مرقدہ نے اس موضوع پر بدعقیدہ کی تردید کے لئے الشمائم العنبر یہ فیما بین یدی المبنر یہ (مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور) کتاب لکھی لہٰذا خطیب کے سامنے آخری دروازے میں اذان پڑھے۔

فائدہ عظیمہ: جس وقت خطیب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ وسلام بھیجے تو سامعین اپنے دل میں صلوٰۃ وسلام بھیجیں اور اونچی آواز سے نہ پڑھیں اور خطبہ کے وقت چار سنتیں نہ پڑھے بلکہ سب سے آخر میں پڑھے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص23 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

①بَابُ صَلٰوۃِ الْعِیْدَیْنِ

دوعیدوں (عید الفطر اور بقرہ) کی نماز کے مسائل

یُسْتَحَبُّ یَوْمَ الْفِطْرِ اَنْ یَّطْعَمَ الْاِنْسَانُ شَیْئًا قَبْلَ الْخُرُوْجِ اِلَی الْمُصَلّٰی وَ یَغْتَسِلَ وَ یَتَطَیَّبَ وَ یَلْبَسَ اَحْسَنَ ثِیَابِہٖ وَ یَتَوَجَّہَ اِلَی الْمُصَلّٰی وَلَا یُکَبِّرُ فِیْ طَرِیْقِ الْمُصَلّٰی عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَ یُکَبِّرُ عِنْدَھُمَا وَلَا یَتَنَفَّلُ فِی الْمُصَلّٰی قَبْلَ صَلٰوۃِ الْعِیْدِ فَاِذَا حَلَّتِ الصَّلٰوۃُ بِارْتِفَاعِ الشَّمْسِ دَخَلَ وَقْتُھَا اِلَی الزَّوَالِ فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ خَرَجَ وَقْتُھَا وَ یُصَلِّی الْاِمَامُ بِالنَّاسِ رَکْعَتَیْنِ یُکَبِّرُ فِی الْاُوْلٰی تَکْبِیْرَۃَ

الْاِحْرَامِ وَ ثَلَاثًا بَعْدَهَا ثُمَّ يَقْرَأُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَ سُوْرَةً مَّعَهَا
ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيْرَةً يَّرْكَعُ بِهَا ثُمَّ يَبْتَدِأُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِالْقِرَأَةِ
فَاِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَأَةِ كَبَّرَ ثَلٰثَ تَكْبِيْرَاتٍ وَّ كَبَّرَ تَكْبِيْرَةً
رَّابِعَةً يَّرْكَعُ بِهَا وَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ تَكْبِيْرَاتِ الْعِيْدَيْنِ

ترجمہ: مستحب ہے کہ عید الفطر کے دن انسان عید گاہ کی طرف نکلنے سے پہلے کچھ کھالے ② اور غسل کرے اور خوشبو لگائے ③ اور عمدہ کپڑے زیب تن کرے ④ اور عید گاہ کی طرف متوجہ ہو اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک عید گاہ کے راستہ میں ⑤ تکبیر نہ کہے اور صاحبین کے نزدیک تکبیر کہے اور عید کی نماز کی ادائیگی سے پہلے عید گاہ میں نفل مت پڑھے ⑥ پھر جب سورج کے بلند ہونے کے ساتھ نماز کا جواز ہو جائے تو اس کا وقت داخل ہو کر زوال تک رہتا ہے پھر جب سورج ڈھل جائے تو اس کا وقت نکل جاتا ہے ⑦ پھر امام لوگوں کو دو رکعت پڑھائے پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کہے اور اس کے بعد تین سے زائد تکبیریں پھر سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورۃ پڑھے پھر تکبیر کہہ کر اس کے ساتھ رکوع کرے پھر دوسری رکعت کو قرأت کے ساتھ شروع کرے پھر جب قرأت سے فارغ ہو تو تین زائد تکبیریں کہے اور چوتھی تکبیر کہہ کر اس کے ساتھ رکوع کرلے اور عیدین کی تکبیروں میں دونوں ہاتھ اٹھائے ⑧

① نیروز اور مہر جان دو غیر مسلموں کی خوشی کے دن تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں مسلمانوں کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دو خوشی کے دن عطا کئے لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ اسلام میں فقط دو عیدیں ہیں کیونکہ یوم عاشور، یوم جمعہ، یوم عرفہ کو بھی عید کہا گیا ہے لہٰذا عید میلاد النبی کہنا بھی درست ہے کیونکہ جس دن قوم عیسیٰ پر آسمان سے دستر خوان اترا تو وہ کہنے لگے تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا ترجمہ: یہ دن ہمارے اگلے پچھلے کے لئے عید کا دن ہے۔ (سورۃ المائدۃ پارہ نمبر 7 آیت نمبر 114) اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام تو نعمت عظمیٰ ہیں لہٰذا خلاصہ کلام یہ ہے کہ دو دنوں کے مقابلے میں دو عیدیں عطا ہوئیں اور ان سے دیگر کی نفی نہیں لازم آتی، نیز جمعہ کی طرح عیدین میں بھی اجتماع ہوتا ہے۔

② مطلب ہے کہ عید الفطر کی ادائیگی سے قبل تین پانچ سات طاق عدد کھجوریں کھا کر نماز پڑھیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا عید الفطر والے دن اس وقت تک ناشتہ نہ کرو جب تک تم کھجوریں نہ کھالو اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ چاہو تو کچھ کھالو چاہو نہ کھاؤ۔

تنبیہ: آج کل کچھ لوگ عید الاضحیٰ کے موقع پر روزے کا تصور جماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قربانی کے گوشت سے افطار کریں گے یہ نظریہ غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثُمَّ اَتِمُّو الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ (سورۃ بقرہ پارہ نمبر 2 آیت نمبر 187) ترجمہ: کہ روزہ رات تک مکمل کرو لہٰذا بارہ بجے روزے کی افطاری کا گوشت کے ساتھ تصور غلط ہے نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اَلَا لَا تَصُوْمُوْا فِيْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ فَاِنَّهَا اَيَّامُ اَكْلٍ وَّ شُرْبٍ وَّ بِعَالٍ (بحوالہ اصول الشاشی) ترجمہ: کہ ان دنوں میں روزہ مت رکھو کیونکہ یہ دن کھانے پینے اور بیوی کے ساتھ ہم بستری کرنے کے ہیں، لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت کے دن ہیں تو اگر بندہ شرعی روزہ بھی رکھے تو اس کا مطلب ہوگا کہ وہ ضیافت الٰہی سے منہ پھیر رہا ہے۔ (البنایہ ج3 ص116 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ یعنی عیدین کے لئے غسل کرنا مستحب ہے اور جواہر میں ہے کہ فجر کے بعد غسل کرے لیکن اگر فجر سے پہلے کر دیا تو بھی جائز ہے اور عقلی تقاضا بھی ہے کہ عید کا دن اجتماع والا ہے اس میں جمعہ کی طرح خوشبو لگانا اور غسل کرنا مستحب ہے۔ (البنایہ ج3 ص118 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ یعنی نئے یا دھلے ہوئے کپڑے پہنے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام عیدین اور جمعہ میں سرخ رنگ کا جبہ استعمال کیا کرتے تھے۔ (بحوالۃ سابقۃ)

⑤ یعنی امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک عیدگاہ کے راستہ میں باآواز بلند تکبیر نہ کہیں بلکہ آہستہ کہیں اور بعض نے ان کو عید الاضحیٰ کے ساتھ خاص کر دیا لیکن صاحبین کے نزدیک باآواز بلند بھی تکبیرات جائز ہیں بڑی عید پر قیاس کرتے ہوئے لیکن امام صاحب کا مؤقف قوی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَ خُفْيَةً۔ ترجمہ: اپنے رب سے گڑگڑا کر اور پوشیدہ یعنی پست آواز میں دعا کرو۔ (سورۃ الاعراف پارہ نمبر 8 آیت نمبر 55) نیز اس میں ادب واحترام اور تعظیم بھی زیادہ ہے۔

⑥ کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر سے باہر نکل کر نماز عید پڑھاتے نہ اس سے پہلے نماز پڑھتے نہ بعد میں، جب آپ اتنے نماز کے حریص تھے اس کے باوجود عید والے دن اشراق نہ پڑھا کرتے بلکہ صلہ رحمی کرتے۔ (البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

⑦ کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز اس وقت پڑھاتے جب سورج ایک نیزے کی مقدار بلند

ہو جاتا یعنی لفظ تکبیر اللہ اکبر نماز عید میں ضروری ہے لہٰذا اگر کسی نے اللہ اعظم اللہ اجلّ بھول کر کہہ دیا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا اور تین زائد تکبیروں میں سے ہر ایک کے درمیان تین تسبیحات کا فاصلہ ہونا چاہیے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ / هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ یا (قٓ) اور اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ الخ پھر دوسری رکعت میں چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جانا واجبات میں سے ہے جس کے بھول کر چھوڑنے پر سجدہ سہو لازم آتا ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص235 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑧ امام بدرالدین عینی نے فرمایا کہ طرفین کے نزدیک عیدین کی زائد تکبیروں میں رفع یدین کرے گا جب کہ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ رفع یدین نہیں کریں گے طرفین کا موقف معمول بہ ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ فقط سات جگہوں پر رفع یدین کرنا چاہیئے اور ان سات مقامات میں آپ نے عید کی تکبیروں کو بھی شامل کیا ہے لیکن رکوع کی تکبیر میں کسی کے نزدیک رفع یدین نہیں ہے۔ (البنایہ ج3 ص135 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ خُطْبَتَيْنِ يُعَلِّمُ النَّاسَ فِيْهَا صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاَحْكَامَهَا وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلٰوةُ الْعِيْدِ مَعَ الْإِمَامِ لَمْ يَقْضِهَا فَإِنْ غُمَّ الْهِلَالُ عَلَى النَّاسِ وَ شَهِدُوْا عِنْدَ الْإِمَامِ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ بَعْدَ الزَّوَالِ صَلَّى الْعِيْدَ مِنَ الْغَدِ فَإِنْ حَدَثَ عُذْرٌ مَنَعَ النَّاسَ مِنَ الصَّلٰوةِ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي لَمْ يُصَلِّهَا بَعْدَهٗ وَ يُسْتَحَبُّ فِيْ يَوْمِ الْاَضْحٰى أَنْ يَّغْتَسِلَ وَ يَتَطَيَّبَ وَ يُؤَخِّرَ الْاَكْلَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلٰوةِ وَ يَتَوَجَّهُ إِلَى الْمُصَلّٰى وَ هُوَ يُكَبِّرُ وَ يُصَلِّي الْاَضْحٰى رَكْعَتَيْنِ صَلٰوةَ الْفِطْرِ وَ يَخْطُبُ بَعْدَهَا خُطْبَتَيْنِ يُعَلِّمُ النَّاسَ فِيْهِمَا الْاُضْحِيَةَ وَ تَكْبِيْرَاتِ التَّشْرِيْقِ فَإِنْ حَدَثَ عُذْرٌ مَنَعَ النَّاسَ مِنَ الصَّلٰوةِ يَوْمَ الْاَضْحٰى صَلَّاهَا مِنَ الْغَدِ وَ بَعْدَ الْغَدِ وَلَا يُصَلِّيْهَا بَعْدَ ذٰلِكَ

ترجمہ: پھر عید (فطر+اضحیٰ) کی نماز کے بعد دو ایسے خطبے دے جن میں لوگوں کو صدقہ فطر اور اس کے احکام سکھائے ① اور جس کی نماز امام کے ساتھ فوت ہو گئی

ہو وہ قضا نہ کرے ⑤ پس اگر لوگوں سے چاند چھپ جائے اور امام کے پاس وہ زوال کے بعد دیکھنے کی گواہی دیں تو امام دوسرے دن عید کی نماز پڑھائے ⑥ پھر اگر کوئی ایسا عذر دوسرے دن میں پیدا ہوا جس نے لوگوں کو نماز پڑھنے سے روک دیا اب اس کے بعد نماز عید نہ پڑھیں ⑦ اور بڑی عید قربان میں مستحب ہے غسل کرنا، خوشبو لگانا اور نماز سے فارغ ہونے تک کھانے میں دیر کرنا ⑧ اور عید گاہ کی طرف تکبیر کہتے ہوئے متوجہ ہو ⑨ اور عید الاضحٰی کی عید الفطر کی طرح دو رکعتیں ہیں اس کے بعد دو ایسے خطبے دے جن میں لوگوں کو قربانی اور تکبیرات تشریق کے مسائل سکھائے ⑩ اگر کوئی ایسا عذر لاحق ہو جو لوگوں کو نماز سے روک دے تو دوسرے یا تیسرے دن نماز پڑھ لے اس کے بعد نہ پڑھے۔

① یعنی جیسے جمعہ کے دو خطبے ہیں اسی طرح عیدین کے بھی دو خطبہ ہیں لیکن عیدین اور خطبہ جمعہ میں دو طرح فرق ہے۔(1) جمعہ بغیر خطبہ کے جائز نہیں جب کہ عید کی نماز جائز ہے۔(2) جمعہ میں نماز سے پہلے دو خطبے ہیں جب کہ عید میں نماز کے بعد اگر عید میں بھی خطبہ مقدم کر دیا تب بھی جائز ہے اور نماز کے بعد دوبارہ خطبہ کی ضرورت ہوگی۔

تنبیہ: ذخیرہ کتاب میں ہے کہ عید کے دن منبر کو باہر عید گاہ نہیں نکالیں گے لیکن شیخ الاسلام نے اس کی شرح میں ذکر کیا کہ ہمارے دور میں نکالنے کے اندر کوئی حرج نہیں۔(البنایہ ج 3 ص 137 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ) صدقہ فطر کے احکام خطیب سکھائے کہ کتنا اور کس چیز کا نکالنا ہے اور کب نکالنا ہے کیونکہ خطبہ اسی مقصد کے لئے شروع کیا گیا ہے۔

② مع کے لفظ کا تعلق نماز کے ساتھ ہے فائتہ کے ساتھ نہیں ہے جس کا مطلب ہے جس نے اپنی نماز جماعت سے فوت کر دی اس کی قضا نہ ہوگی یہ مطلب نہیں کہ جس نے اپنی اور امام کی طرف سے نماز فوت کر دی یعنی امام نے عید کی نماز ادا کی لیکن اس نے ادا نہیں کی لیکن اگر امام کی نماز بھی قضاء ہو گئی اب اگر عذر کی وجہ سے فوت ہوئی تو دوسرے دن با جماعت نماز پڑھیں گے۔ (البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

③ کیونکہ چاند نظر نہ آنے کی وجہ سے نماز کو چھوڑا گیا ہے اور یہ عذر ہے دراصل عید کی نماز میں قیاس کا تو تقاضا تھا کہ یہ قضا نہ ہوتی کیونکہ جمعہ کی طرح جماعت کے ساتھ اس کی ادائیگی مختص ہے لیکن چونکہ حدیث میں دوسرے دن کی اجازت آ چکی ہے اس لئے حدیث کے مقابلے میں قیاس متروک ہوگا

ہاں اگر بلاعذر چھوڑ دی اب دوسرے دن ادائیگی جائز نہ ہوگی۔

(البنایہ ج3 ص140 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ کیونکہ یہ قربانی کے وقت کے ساتھ مقید ہے لہٰذا اس کو ان ایام کے ساتھ ہی مقید کریں گے لیکن اگر بلاعذر تاخیر کی تو گناہگار ہوگا امام کرخی نے فرمایا کہ اگر بلاعذر کے پہلے دن چھوڑ دیا تو دوسرے دن پڑھیں اور یہ بھی برا ہے اگر دوسرے دن بھی نہ پڑھ سکیں تو تیسرے دن پڑھیں اگر تیسرے دن بھی ادا نہ کر سکے اب معاف ہے خواہ عذر ہو یا نہ ہو لیکن بلاعذر تاخیر کی وجہ سے گناہگار ہوگا۔

(الجوهرة النیرۃ ج1 ص238 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑤ کھانا عید کی نماز کے بعد قربانی کے گوشت سے کھائے لیکن روزے کی نیت کرنا غلط ہے کیونکہ یہ ضیافت کے دن ہیں ان دنوں میں روزہ رکھنا گویا اللہ تعالیٰ کی ضیافت سے اعراض کرنا ہے نیز فرمان رسالت ہے ان دنوں میں روزہ نہ رکھو یہ دن کھانے پینے اور بیوی کے ساتھ ہم بستری کے ہیں، البتہ مستحب عمل ہے کہ بندہ قربانی کے گوشت سے کھانے کا آغاز کرے کیونکہ حضرت یزید حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عید الفطر کے لئے اس وقت تک نہ نکلتے تھے جب تک کوئی چیز کھانہ لیتے اور عید الاضحیٰ والے دن واپس پلٹ کر کھانا کھاتے تھے۔

تنبیہ: یہ ذہن میں رہے کہ یہ حکم شہری کے حق میں ہے کہ ان پر عید کی نماز لازمی ہے لیکن دیہاتی آدمی صبح کے وقت سے کوئی چیز چکھ سکتا ہے اور عید الفطر کی طرح کھانے پینے میں حرج نہیں کیونکہ دیہاتی آدمی صبح سے ہی قربانی شروع کر دیتے ہیں بخلاف شہری لوگوں کے کہ وہ نماز سے فارغ ہو کر کرتے ہیں۔ (البنایہ ج3 ص143 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑥ مطلب یہ ہے کہ اگر لمبا راستہ ہو تو تکبیریں بغیر وقف کے پڑھتا رہے جب عیدگاہ تک پہنچ جائے تو چھوڑ دے اور کافی کتاب میں ہے کہ جب نماز شروع کرے تو پھر تکبیرات بند کرے آخر میں اگر کہے تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَمِنْکَ (ترجمہ: اے اللہ ہماری طرف سے اس کو قبول فرما) ہمارے حنفیوں کے نزدیک اس دعا میں حرج نہیں لیکن امام مالک نے فرمایا چونکہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے لہٰذا مکروہ ہے۔

(البنایہ بحوالہ سابقہ)

⑦ یعنی قربانی کس پر واجب ہوگی اور تکبیر تشریق عرفہ کے دن یعنی نو ذوالحجہ کی فجر سے لے کر 13 کی عصر تک ہیں اور ہر فرض نماز کے بعد بآواز بلند کہنی ہیں۔

تنبیہ: تکبیرات تشریق امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز باجماعت کے فوراً بعد باآواز بلند پڑھنی ہیں اس میں بدعقیدہ لوگوں کا ذکر بالجہر روکنے کا پول کھل گیا ہے نیز حکم الٰہی ہے فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ (سورۃ نساء پارہ نمبر 5 آیت نمبر 103) ترجمہ: جب تم نماز مکمل کرو تو اللہ کا ذکر کرو نیز بخاری ج/ا، صفحہ 116 میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کُنْتُ اَعْرِفُ اِنْقِضَاءَ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ بِالتَّکْبِیْرِ، ترجمہ: کہ مسجد نبوی شریف میں نماز کا مکمل ہونا تکبیر سے پہچانتا تھا شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ تکبیر سے مراد لا الہ الا اللہ کو باآواز بلند پڑھنا ہے مزید مطالعہ کیلئے حضرت شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی کتاب ذکر بالجہر کو پڑھیں۔

وَ تَکْبِیْرُ التَّشْرِیْقِ اَوَّلُہٗ عَقِیْبَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ مِنْ یَّوْمِ عَرَفَۃَ وَآخِرُہٗ عَقِیْبَ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ مِنْ یَّوْمِ النَّحْرِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَہُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی صَلٰوۃِ الْعَصْرِ مِنْ اٰخِرِ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ وَالتَّکْبِیْرُ عَقِیْبَ الصَّلَوَاتِ الْمَفْرُوْضَاتِ :اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ واللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

ترجمہ: تکبیر تشریق کا آغاز① عرفہ یعنی نو ذوالحجہ کے دن سے ہوتا ہے اور اس کا آخر یوم نحر (قربانی کا 13 دن) کی عصر کی نماز تک ہے امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ایام تشریق عصر کی نماز کے بعد تک ہے اور یہ تکبیر فرض نمازوں کے فوراً بعد پڑھنا ہے② اور وہ یہ ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

① تشریق کا لفظ شرق اللحم سے بنا ہے یہ لفظ اہل عرب اس وقت استعمال کرتے ہیں جب وہ گوشت کو دھوپ پر خشک کرنے کے لئے رکھتے تھے پھر ان دنوں کا نام ایام تشریق اس لئے رکھتے ہیں کیونکہ اہل عرب قربانی کا گوشت منیٰ میں خشک کرتے تھے اور بعض علماء نے فرمایا کہ تشریق عید کی نماز کو ہی کہا جاتا ہے جس طرح ایک حدیث میں ہے لَا ذِبْحَ اِلَّا بَعْدَ التَّشْرِیْقِ یعنی عید کی نماز کے بعد جانور

ذبح کرنا ہوگا کیونکہ عید کی نماز سورج کے روشن اور بلند ہونے کے بعد ادا کی جاتی ہے۔

(البنایہ ج3 ص145 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② مصنف علیہ الرحمۃ نے فرض کی قید لگا کر وتر اور عید کی نماز کو نکالا ہے لیکن جمعہ کی نماز کے بعد تکبیریں کہیں گے کہ وہ فرض ہے۔

تنبیہ: یہ ذہن میں رہے کہ تکبیرات اسی پر لازم ہیں جو مقیم ہو شہر میں ہو اور جماعت مستحبہ کے ساتھ اس نے نماز پڑھی ہو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما جب اکیلے نماز پڑھتے تو تکبیر کہتے تھے تکبیرات دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی یادگار ہیں۔

تنبیہ: اللہ اکبر کو جب ملا کر پڑھیں تو را کے اوپر فتحہ یعنی زبر پڑھیں وصل کی صورت میں ضمہ یعنی پیش پڑھنا غلط العوام میں سے ہے علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے فتاویٰ شامی میں فرمایا کہ دراصل جزم تھی اللہ اکبر لیکن جب حالت وصل میں ملا کر پڑھا اب آگے اسم جلالت ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی کلمہ اصل میں ساکن ہو اس کے بعد اسم جلالت یعنی لفظ اللہ آ جائے اب اس کو فتحہ دیکر پڑھیں گے جس طرح قراء اس کی مثال میں الم اللہ (سورۃ آل عمران کا آغاز) پیش کرتے ہیں (بحوالہ فوائد مکیہ قاری عبدالرحمٰن مکی) کہ میم دراصل ساکن تھی جب اس کو آگے ملایا گیا ہے تو فتحہ اخف الحرکات دیا گیا ہے۔ فوائد مکیہ تنظیم المدارس اہل سنت کے نصاب تجوید و قرأۃ میں پڑھائی جاتی ہے۔

(البنایہ ج3 ص151 بتغیُّر مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

①بَابُ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ

(سورج گرہن والی نماز کے احکام)

اِذَا انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الْاِمَامُ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ كَهَيْئَةِ النَّافِلَةِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ رُّكُوْعٌ وَّاحِدٌ وَ يُطَوِّلُ الْقِرَاْءَةَ فِيْهِمَا وَ يُخْفِيْ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا يَجْهَرُ ثُمَّ يَدْعُوْا بَعْدَهَا حَتّٰى تَنْجَلِيَ الشَّمْسُ وَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْاِمَامُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ بِهِمُ الْجُمُعَةَ فَاِنْ لَمْ يَحْضُرِ الْاِمَامُ صَلَّاهَا النَّاسُ فُرَادٰى وَ

لَیْسَ فِیْ خُسُوْفِ الْقَمَرِ جَمَاعَةٌ وَّ اِنَّمَا یُصَلِّیْ کُلُّ وَاحِدٍ بِنَفْسِهٖ وَ لَیْسَ فِی الْکُسُوْفِ خُطْبَةٌ

ترجمہ: جب سورج کو گرہن لگے تو امام لوگوں کو دو رکعت یوں پڑھائے ② جیسے نفل نماز کا طریقہ ہوتا ہے کہ ہر رکعت میں ایک رکوع کرے ③ اور ان دو رکعتوں میں قرأت لمبی کرے ④ لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک آہستہ آواز میں اور صاحبین کے نزدیک اونچی آواز میں قرأت کرے گا ⑤ پھر بعدازاں امام اس وقت تک دعا مانگتا رہے گا جب تک سورج روشن نہ ہو ⑥ لوگوں کو وہی امام نماز کسوف پڑھائے جو جمعہ کی نماز پڑھاتا ہے پھر اگر امام موجود نہ ہو تو لوگ الگ الگ نماز پڑھ لیں ⑦ اور چاند گرہن میں جماعت نہیں ہے ⑧ ہر آدمی اپنی اپنی نماز پڑھے گا، اور نماز کسوف میں خطبہ نہیں ہے ⑨

① زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگوں نے یہ نظریہ گھڑ لیا تھا کہ سورج یا چاند گرہن کسی بڑی شخصیت کی مرگ پر لگتا ہے صحیح بخاری کی روایت کے مطابق سرکار کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت سورج گرہن لگا تو آپ نے لوگوں کے غلط نظریہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں وہ کسی کے مرنے کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے پس جب کبھی ایسا ہو تو نماز پڑھو اور دعا کرو یہاں تک کے کھل جائیں چونکہ عیدین بھی با جماعت بغیر اذان و اقامت کے ہوتی ہیں اس مناسبت سے ان کے بعد اس نماز کا مصنف نے ذکر کیا چونکہ خوشی غم پر مقدم ہوتی ہے اس لئے پہلے عید کی نماز کا ذکر کیا۔

فائدہ: اس نماز کا ثبوت قرآن وسنت اجماع امت سے ملتا ہے (1) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا (سورۃ بنی اسرائیل پارہ نمبر 15 رکوع نمبر 6 آیت نمبر 59) ترجمہ: کہ ہم جو نشانی بھیجتے ہیں وہ تمہیں ڈرانے کے لئے اور یہ کسوف بھی ڈرانے کے لئے ہے تا کہ لوگ گناہ چھوڑ کر عبادت واطاعت کی طرف راغب ہوں اور کامیابی حاصل کریں (حدیث رسول سے ثبوت (2) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم کوئی خوفناک چیز دیکھو تو نماز کی طرف رجوع کرو (اجماع امت سے ثبوت) (3) لوگوں کے انکار کے بغیر اس کی مشروعیت وجواز پر اجماع امت ہو چکا ہے، اس کی نماز کی جگہ جامع مسجد یا عیدگاہ ہے محیط میں ہے چاہے دو رکعت پڑھو چاہے چار پڑھو لیکن

مکروہ اوقات کے علاوہ ہوں۔ (البنایہ ج3 ص158 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ کسوف کا معنی ہے روشنی کا چلے جانا، اور خسوف کا معنی گول دائرہ کا چلا جانا لیکن اصح قول کے مطابق سورج گرہن کے لئے کسوف اور چاند گرہن کے لئے خسوف کا لفظ استعمال ہوتا ہے مصنف علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ لوگوں کو امام دو رکعت نماز پڑھائے گا، اس جملے میں مصنف نے اس طرف اشارہ کیا کہ اس میں نماز جمعہ والی ساری شرائط ہیں سوائے خطبہ کے اس میں خطبہ نہیں ہے جہاں خطبہ کا ذکر ہے وہاں محض تقریر اور خطاب مراد ہے۔ (الجوھرۃ النیرہ ج1 ص240 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور) نفل کی ھیئۃ کا مطلب ہے بغیر اذان و اقامۃ اور رکوع کے تکرار اور مکروہ اوقات کے علاوہ پڑھے مثلاً نماز فجر اور نماز جمعہ کے بعد پڑھے۔ (البنایہ ج3 ص159 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ ایک رکوع کہہ کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید کی جنہوں نے دو رکوع کا قول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق کیا ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت لی نیز باقی نمازوں پر قیاس کرتے ہوئے یہی قول اقویٰ ہے کیونکہ دور رسالت میں عورتوں کی صفیں پیچھے تھیں سرکار نے رکوع میں طوالت کی عورتوں نے سمجھ لیا کہ آپ نے دو رکوع کئے ہیں حالانکہ مرد زیادہ قریب تھے لہٰذا ان کی بات پر ہی فتویٰ ہوگا۔

(البنایہ ج3 ص167 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ یعنی جائز ہے کہ قرأت لمبی کرے اور دعا مختصر کرے یا اس کا عکس کرے کیونکہ مستحب عمل ہے سورج روشن ہونے تک خشوع اور خوف باقی رہے دونوں طریقے جائز ہیں طوالت کی حد پہلی رکعت میں سورۃ بقرہ کی مقدار اور دوسری رکعت میں سورۃ آل عمران کی مقدار ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

⑤ اس اعتبار سے امام صاحب نے آہستہ قرأت کا حکم دیا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دن کی نمازیں گونگی ہیں لہٰذا آہستہ قرأت کرے اور صاحبین نے فرمایا کہ اونچی قرأت کریں کیونکہ عید کی طرح یہاں بھی اجتماع ہے ہم خلاصۃً عرض کرتے ہیں کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول میں جہر کا جب کہ ابن عباس اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنھم کی روایت میں قرأت سری کا ذکر ملتا ہے ہم مردوں کے قول کو اس وجہ سے ترجیح دیں گے کہ اس کو فرمان رسالت صلوٰۃ النھار عُجماء کی تائید حاصل ہے کیونکہ گونگے کو اس لئے گونگا کہا جاتا ہے کہ وہ صحیح بولنے پر قادر نہیں لہٰذا وہ عجم ہے۔

⑥ مطلب یہ ہے کہ سورج مکمل روشن ہونہ کہ اس کی روشنی کا آغاز ہو پھر امام کو دعا میں اختیار ہے چاہے کھڑا ہو کر دعا کرے چاہے لوگوں کی طرف چہرہ کرکے دعا مانگے اور لوگ اس پر امین کہیں کیونکہ

فرمانِ رسالت ہے جب تم گھبراہٹ دیکھو تو فوراً دعا یا ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔

(الجوھرۃ النیرۃ بحوالۂ سابقہ)

⑦ چونکہ یہ نفلی نماز ہے اور اصول یہی ہے کہ نوافل الگ الگ پڑھیں آج کل صلوٰۃ التسبیح کا با جماعت رواج بن چکا ہے حالانکہ نوافل کی جماعت بلا کر لوگوں کو اکٹھا کر کے کرانا عند الفقہاء مکروہ ہے اور اگر نمازِ جنازہ بھی آ جائے اور سورج گرہن بھی ہو تو نمازِ جنازہ چونکہ فرض ہے لہٰذا پہلے اس کی ادائیگی کو ترجیح دی جائے گی نیز نعش کے بدلنے اور بدبودار ہونے کا بھی اندیشہ ہو سکتا ہے اور اگر گرہن مکروہ وقت میں شروع ہوا تو اب نماز نہ پڑھے کہ مکروہ اوقات میں نوافل کی ادائیگی کی ممانعت ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص241 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑧ کیونکہ اس میں گرہن رات کو ہوتا ہے اور رات میں اجتماع اور لوگوں کے اکٹھ میں حرج ہے اللہ تعالیٰ کرم فرمائے کہ آج کل محافلِ نعت کا انعقاد پوری رات ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نمازِ فجر جو کہ فرض ہے وہ قضا ہو جاتی ہے یا اکثر لوگوں کے اگلے دن معمولاتِ زندگی طبیعت کے ناساز ہونے کی وجہ سے معطل ہو جاتے ہیں۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۂ سابقہ)

⑨ کیونکہ صحابہ کرام کا اس میں خطبہ نہ ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کیونکہ اس کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو خطبہ دیا تھا وہ فقط لوگوں کے غلط نظریات کی تردید کے لئے تھا ورنہ تو اصل نماز دعا استغفار ہی ہے۔ (البنایہ ج3 ص172 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

بَابُ صَلٰوۃِ الْاِسْتِسْقَاءِ[1]

(بارش طلب کرنے والی نماز کے مسائل)

قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ لَیْسَ فِی الْاِسْتِسْقَاءِ صَلٰوةٌ مَّسْنُوْنَةٌ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنْ صَلَّی النَّاسُ وُحْدَانًا جَازَ وَاِنَّمَا الْاِسْتِسْقَاءُ الدُّعَاءُ وَالْاِسْتِغْفَارُ وَ قَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَّحِمَهُمَا اللّٰهُ یُصَلِّی الْاِمَامُ رَکْعَتَیْنِ یَجْهَرُ فِیْهِمَا بِالْقِرَاْءَةِ ثُمَّ یَخْطُبُ وَ یَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ بِالدُّعَاءِ وَ یَقْلِبُ الْاِمَامُ رِدَاءَهٗ وَلَا یَقْلِبُ الْقَوْمُ اَرْدِیَتَهُمْ وَلَا یَحْضُرُ اَهْلُ الذِّمَّةِ الْاِسْتِسْقَاءَ

ترجمہ: امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ استسقاء میں با جماعت نماز خلاف سنت ہے ② اگر لوگوں نے اکیلے اکیلے نماز پڑھ لی تو جائز ہے ③ اصل تو استسقاء دعا اور استغفار کا نام ہے صاحبین نے فرمایا کہ امام دو رکعت نماز پڑھائے گا ④ جس میں باآواز بلند قرأت کرے گا پھر خطبہ دے گا اور قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے دعا مانگے گا امام اپنی چادر کو پلٹے گا ⑤ لیکن قوم اپنی چادروں کو نہیں پلٹے گی اور استسقاء میں ذمی کا فر حاضر نہ ہو۔ ⑥

① استسقاء کا معنی ہے بارش طلب کرنا جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا وَاِذِا اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ (سورۃ البقرۃ پارہ نمبر 1 رکوع نمبر 7 آیت نمبر 60) ترجمہ: کہ موسی علیہ السلام کی قوم نے بارش کا مطالبہ کیا سرکار نے بھی دعا مانگی اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا اَللّٰھُمَّ اسْتَسْقِنَا اور استسقاء کا اصطلاحی معنی ہے بارش کے نزول کو طلب کرنا مخصوص کیفیت کے ساتھ سخت ضرورت کے وقت جب بارش رک چکی ہو امام المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور سے استسقاء کے چھ طریقے مروی ہیں۔

(شرح سفرالسعادت فارسی ج 1 ص 223 مکتبہ نوریہ رضویہ وکٹوریہ، سکھر)

② یعنی نماز اس میں نہیں ہے محض گویا استغفار ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ترجمہ: میں نے کہا تم اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگو کیونکہ وہ گناہوں کو بخشنے والا ہے پھر وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا۔ (سورۃ نوح پارہ نمبر 29 رکوع نمبر 9 آیت نمبر 10، 11) لیکن سنت کی نفی سے بدعت کا ثبوت لازم نہیں آتا کیونکہ کسی چیز کا خلاف سنت ہونا اس سے جواز کا احتمال بھی اور استحباب کا احتمال بھی نکلتا ہے اور منافع کتاب میں ہے کہ مطلق عمل سنت ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

(البنایہ ج 3 ص 175 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ کیونکہ بخاری کی بعض روایات میں ہے کہ آپ نے نماز پڑھی اور کبھی جمعہ والے دن دیہاتی نے آکر بارش کا مطالبہ کیا تو آپ نے فقط دست نبوۃ اٹھائے تو کثیر نزول رحمت ہوا اور آیت مذکورہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرو تو خوب بارش برسے گی۔

④ بعض روایات میں ہے کہ سرکار نے عیدین کی نماز کی طرح دو رکعات پڑھائیں پہلی میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ (سورۃ الاعلیٰ پارہ نمبر 30 رکوع نمبر 12 آیت نمبر 1) اور دوسری رکعت میں هَلْ اَتٰكَ

حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ (سورۃ الغاشیۃ پارہ نمبر 30 رکوع نمبر 13 آیت نمبر 1) آپ نے تلاوت کی اور پھر آپ نے نیک فالی کے طور پر چادر پلٹی لیکن بعض محدثین نے صاحبین کی دلیل کا جواب یوں بھی دیا ہے کہ وہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ ان میں ایک راوی محمد بن عبدالعزیز بن عمر ہے جس کی روایت امام بخاری کے نزدیک منکر ہے۔ (البنایہ ج3 ص178 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ یہ صاحبین کے قول کے مطابق ہے کہ اس میں نیک فالی ہے کہ جس طرح چادر کے کناروں کو ہم نے پلٹا ہے تو بھی قحط سالی کو خوشحالی میں بدل دے لیکن امام صاحب فرماتے ہیں کہ چادر پلٹنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بھی ایک دعا ہے جسے دوسری دعاؤں پر قیاس کیا جائے گا۔

(البنایہ ج3 ص178 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑥ کیونکہ اس نماز میں تو طلب رحمت کے لئے کوشش کی جاتی ہے اور کافر سے لعنت اترتی ہے لہٰذا دعا مردود ہوگی بحکم الٰہی وَمَا دُعَاءُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ۔ ترجمہ: اور کافروں کی دعا تو بے اثر اور بے راہ ہے۔ (سورۃ المؤمن، پارہ نمبر 24 رکوع نمبر 10 آیت نمبر 50)

①بَابُ قِیَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ
(تراویح کا بیان)

یُسْتَحَبُّ اَنْ یَّجْتَمِعَ النَّاسُ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ بَعْدَ الْعِشَاءِ فَیُصَلِّیْ بِهِمْ اِمَامُهُمْ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ فِیْ کُلِّ تَرْوِیْحَةٍ تَسْلِیْمَتَانِ وَ یَجْلِسُ بَیْنَ کُلِّ تَرْوِیْحَتَیْنِ مِقْدَارَ تَرْوِیْحَةٍ ثُمَّ یُوْتِرُبِهِمْ وَلَا یُصَلَّی الْوِتْرُ بِجَمَاعَةٍ فِیْ غَیْرِ شَهْرِ رَمَضَانَ

ترجمہ: مستحب ہے ②لوگوں کا ماہ رمضان میں بعد از نماز عشاء اکٹھا ہونا پھر امام ان کو پانچ تراویحیں پڑھائے ③اور ہر تراویح میں دو مرتبہ سلام پھیرے اور ہر دو تراویحوں کے درمیان ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھے پھر لوگوں کو وتر پڑھائے ④ لیکن ماہ رمضان کے علاوہ وتروں کو باجماعت نہیں پڑھیں گے ⑤

① یعنی ماہ رمضان کی راتوں میں نماز تراویح اور شب بیداری کا اہتمام کرنا۔
تنبیہ: آج کل کئی لوگ کہتے ہیں رمضان آگیا یہ انداز علامہ محمد اسماعیل حقی صاحب تفسیر روح البیان کی تحقیق کے مطابق درست نہیں ہے بلکہ ماہ رمضان کہنا چاہیے کیونکہ ایک روایت میں ہے لَا

تَقُوْلُوْا جَآءَ رَمَضَانُ وَ ذَهَبَ رَمَضَانُ وَ لٰكِنْ قُوْلُوْا شَهْرَ رَمَضَانَ فَاِنَّ الرَّمَضَانَ اِسْمٌ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى ۔ترجمہ:یعنی یوں نہ کہو کہ رمضان آیا اور چلا گیا لیکن یوں کہو ماہِ رمضان کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی میں سے ہے۔تفسیر روح البیان مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سر کی روڈ، کوئٹہ زیر آیت شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ (سورۃ بقرہ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 7 آیت نمبر 185)

② مصنف نے لفظ مستحب ذکر کیا حالانکہ نمازِ تراویح سُنَّت مَؤَكَّدَہ عَلَى الْكِفَايَة ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کا قیام تمہارے لئے سنت ہے لہٰذا اس عبارت کی تاویل کی جا سکتی ہے کہ مصنف کی اس سے مراد ہے کہ تراویح با جماعت پڑھنا مستحب ہے اس لئے کہا کہ لوگوں کے لئے اجتماع مستحب ہے۔ (الجوهرة النیرۃ ج1 ص243 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

③ تراویح کا مطلب ہے چار رکعات ادا کرنے کے بعد تھوڑی دیر راحت حاصل کرنا چاہے تو اس درمیان، سُبْحَانَ اللّٰهِ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یا تسبیح تراویح پڑھ لے، پانچ تراویحوں سے معلوم ہوا کہ کل بیس رکعات ہیں آٹھ رکعات والی تمام روایات نماز تہجد پر محمول ہیں مزید دلائل کے لئے بندہ کا رسالہ نماز تراویح کتنی رکعات پڑھیں؟ کا مطالعہ کریں۔مطبوعہ بیت الرفاہ مکتب جامع مسجد دارالسلام بیگم کوٹ شاہدرہ لاہور (الجوہرہ بتغیر ج1 ص244 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

فائدہ عظیمہ: افضل ہے کہ تمام تراویح ایک ہی امام کی اقتدا میں پڑھے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک امام اُبی بن کعب کے پیچھے اکٹھا کیا تھا اور اگر دو اماموں کی اقتدا میں پڑھے پھر مستحب ہے کہ ہر امام ایک ترویحہ کے بعد بدلے ورنہ ہر سلام کے بعد مستحب نہ ہوگا۔

فائدہ جلیلہ: حضرت امام نصیر بن یحییٰ سے چھوٹے بچوں کی امامت تراویح کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا جائز ہے بشرطیکہ دس سال کی عمر کے ہوں۔

فائدہ عظیمہ: بغیر عذر کے تراویح بیٹھ کر پڑھنا مستحب نہیں ہے۔

تنبیہ: کچھ نوجوان اور بوڑھے صف کے پیچھے بیٹھے رہتے ہیں پھر جب امام رکوع میں جاتا ہے کھڑے ہو جاتے ہیں اس ڈر سے کہ کہیں رکعت نہ فوت ہو جائے یہ مکروہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سستی کا اظہار ہے اور یہ منافقوں کا طریقہ قرآن نے بیان کیا ہے وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى (سورۃ النساء پارہ نمبر 6 رکوع نمبر 18 آیت نمبر 142) ترجمہ: جب وہ نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تو سستی کا مظاہرہ کرتے۔

(الجوهرة النیرۃ ج1 ص244 تا 247 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ اس سے اشارہ معلوم ہوا کہ نماز تراویح کا وقت عشاء کے بعد وتروں سے پہلے ہے عام مشائخ کا یہی فتویٰ ہے لیکن اصح بات کہ تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے لے کر رات کے آخری حصہ تک ہے کیونکہ نوافل عشاء کے بعد سنت ہیں۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص248 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑤ کیونکہ صحابہ کرام نے ماہ رمضان کے علاوہ وتر کو باجماعت نہیں پڑھا لیکن ماہ رمضان میں وتر کی ادائیگی با جماعت بہتر ہے گھر میں پڑھنے کی بنسبت کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی امامت فرماتے تھے۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالہ سابقہ)

تنبیہ: آج کل کئی حضرات فرائض با جماعت ماہ رمضان میں نہیں پڑھ سکتے لیکن وتر با جماعت پڑھتے ہیں پرانی کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ جو فرائض عشاء میں شامل نہ ہو وہ نماز وتر با جماعت نہ پڑھے کیونکہ فرض واجب سے افضل ہوتا ہے جب وہ فرض میں شامل نہ ہوا تو اب واجب یعنی وتر میں شامل ہونے سے فرض کی حقارت لازم آئے گی لہٰذا سستی کو چھوڑے کہ سرکار نے سستی سے پناہ مانگی ہے لہٰذا جلد آ کر فرائض با جماعت پڑھے مزید اس مسئلہ پر مفصل فتویٰ فتاوی العطایا الاحمدیہ میں چھپ چکا ہے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ (فتاوی نعیمیہ) اوران کے لخت جگر مفتی اقتدار احمد خان نے بھی العطایا الاحمدیہ میں اس طرح لکھا ہے۔

①بَابُ صَلٰوةِ الْخَوْفِ

(نمازِ خوف کے مسائل)

اِذَاشْتَدَّ الْخَوْفُ جَعَلَ الْإِمَامُ النَّاسَ طَائِفَتَيْنِ طَائِفَةً اِلٰى وَجْهِ الْعَدُوِّ وَطَائِفَةً خَلْفَهٗ فَيُصَلِّي بِهٰذِهِ الطَّائِفَةِ رَكْعَةً وَّ سَجْدَتَيْنِ فَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ مَضَتْ هٰذِهِ الطَّائِفَةُ اِلٰى وَجْهِ الْعَدُوِّ وَ جَاءَ تْ تِلْكَ الطَّائِفَةُ فَيُصَلِّي بِهِمُ الْإِمَامُ رَكْعَةً وَّ سَجْدَتَيْنِ وَ تَشَهَّدَ وَ سَلَّمَ وَ لَمْ يُسَلِّمُوْا وَ ذَهَبُوا اِلٰى وَجْهِ الْعَدُوِّ وَجَاءَ تِ الطَّائِفَةُ الْاُوْلٰى فَصَلَّوْا وُحْدَانًا رَكْعَةً وَّسَجْدَتَيْنِ بِغَيْرِ قِرَاءَ ةٍ وَّ تَشَهَّدُوْا وَسَلَّمُوْا وَ مَضَوْا اِلٰى وَجْهِ الْعَدُوِّ وَجَاءَ تِ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى وَصَلَّوْا

رَکْعَۃً وَسَجْدَتَیْنِ بِقِرَاءَۃٍ وَ تَشَھَّدُوْا وَسَلَّمُوْا فَاِنْ کَانَ مُقِیْماً صَلّٰی بِالطَّائِفَۃِ الْاُوْلٰی رَکْعَتَیْنِ وَ بِالثَّانِیَۃِ رَکْعَتَیْنِ وَ یُصَلِّیْ بِالطَّائِفَۃِ الْاُوْلٰی رَکْعَتَیْنِ مِنَ الْمَغْرِبِ وَ بِالثَّانِیَۃِ رَکْعَۃً وَّلَا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ حَالِ الصَّلٰوۃِ فَاِنْ فَعَلُوْا ذٰلِکَ بَطَلَتْ صَلٰوتُھُمْ وَاِنِ اشْتَدَّ الْخَوْفُ صَلُّوْا رُکْبَاناً وُّحْدَاناً یُوْمُوْنَ بِالرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ اِلٰی اَیِّ جِھَۃٍ شَاءُ وَاِذَا لَمْ یَقْدِرُوْا عَلَی التَّوَجُّہِ اِلَی الْقِبْلَۃِ

ترجمہ: جب خوف شدت اختیار کر لے تو امام لوگوں کے دو گروہ بنائے، ایک گروہ دشمن کے مقابلے میں اور دوسرا امام کے پیچھے ② پس امام اس گروہ کو ایک رکعت اور دو سجدے پڑھائے گا پھر جب دوسرے سجدے سے امام سر اٹھائے تو پہلی جماعت دشمن کے مقابلے میں روانہ ہوگی ③ اور دوسرا گروہ آئے گا تو امام ان کو ایک رکعت اور دو سجدے پڑھائے گا اور امام تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے گا لیکن دوسرا گروہ وہ سلام نہ پھیرے گا اور دشمن کے مقابلے میں چلا جائے گا اور پہلا گروہ آئے گا پھر وہ اکیلے اکیلے ایک رکعت اور دو سجدے بغیر قرأت کے ادا کریں گے ④ اور تشہد پڑھیں گے اور سلام پھیریں گے اور دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں گے پھر دوسرا گروہ آجائے گا اور وہ ایک رکعت اور دو سجدے نماز پڑھیں گے قرأت کے ساتھ اور تشہد کر کے سلام پھیر دیں پھر اگر امام مقیم ہو تو پہلی جماعت کو دو رکعت اور دوسری جماعت کو بھی دو رکعت پڑھائے گا ⑤ اور پہلے گروہ کو مغرب کی دو رکعتیں پڑھائے گا اور دوسرے کو ایک پس نماز کی حالت میں جنگ نہیں کریں گے پس اگر قتال کیا تو نماز باطل ہو جائے گی ⑥ اور خوف زیادہ ہو تو وہ سوار ہو کر اکیلے اکیلے رکوع میں اشارہ کرے گا اور سجدہ جس جانب چاہے بشرطیکہ قبلے کی جانب متوجہ ہونے کی قدرت نہ ہو ⑦

① ان دونوں بابوں کے درمیان مناسبت لازمی ہے کیونکہ دونوں نمازیں عارضہ کے سبب جائز قرار دی گئی ہیں لیکن استسقاء کو مقدم اس لئے کیا کہ اس میں عارضہ سماوی ہے کہ پانی ختم ہو گیا اور یہاں

یعنی نماز خوف میں اختیاری ہے اور وہ جہاد ہے جس کا سبب کافر کا کفر ہے، کچھ لوگوں کا نظریہ تھا کہ یہ نماز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے ساتھ خاص تھی لیکن صحابی رسول حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے صلوٰۃ خوف پڑھائی ہے جس سے بعد والوں کے لئے بھی جواز ثابت ہو گیا باوجود یہ کہ اس میں عمل کثیر پایا جاتا ہے۔ (البنایہ ج3 ص187 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(۲) مبسوط میں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ خوف سے مراد دشمن کا خوف ہے حقیقی خوف مراد نہیں کیونکہ دشمن کا موجود ہونا بھی خوف کے قائم مقام ہے جیسا کہ قصر نماز کے لئے نفس سفر کا ہونا ضروری ہے مشقت ضروری نہیں نیز ذہن میں رکھیں کہ امام دو گروہ اس وقت بنائے گا جب عوام ایک امام کے پیچھے جھگڑا کرے لیکن اگر اتفاق سے رہے پھر افضل یہی ہے کہ امام لوگوں کے دو گروہ بنائے پھر یہ دونوں گروہ اقتدا اور باڈر پر جانے میں اتفاق سے چلتے رہیں گے۔ (البنایہ بحوالہ سابقہ)

(۳) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ (سورۃ النساء پارہ نمبر 5 رکوع نمبر 12 آیت نمبر 102)

(۴) قرأت اس لئے نہیں کریں گے کیونکہ وہ لاحق ہیں اور لاحق پر قرأت نہیں ہوتی۔

(۵) چونکہ تین رکعت کا آدھا نہیں ہوتا اس لئے امام پہلے گروہ کو دو رکعتیں پڑھائے گا۔

(۶) نماز کے بطلان کی وجہ یہ ہے کہ یہ عمل کثیر ہے نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جنگ خندق میں چار نمازیں قضا ہو گئی تھیں صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آپ نے فرمایا تھا اے اللہ ان مشرکوں کے گھروں کو آگ سے بھر دے اگر حالتِ جنگ میں نماز پڑھنا جائز ہوتا تو آپ نماز میں تاخیر نہ فرماتے۔ کیونکہ جنگ خندق نماز خوف کے بعد واقع ہوئی ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز خوف غالباً پہلی مرتبہ غزوہ ذات الرقاع میں پڑھی اور یہ خندق سے پہلے کی بات ہے اور حضرت امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد یہ نماز کسی کیلئے جائز ہی نہیں ہے کیونکہ اس میں اصول کی خلاف ورزی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خطاب معین کیا وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ لیکن ہم اس کا جواب یوں دے سکتے ہیں کہ صحابہ کرام نے اصفہان طبرستان میں کثیر تعداد کے ساتھ اس کو پڑھا لیکن کسی ایک نے اس کا انکار نہیں کیا جو اجماع کی دلیل بن گئی۔

(۷) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا (سورۃ النساء پارہ نمبر 5 رکوع نمبر 12 آیت نمبر 102) ترجمہ: اگر تم کو خوف ہو تو پیدل بھی اور سوار ہو کر اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ بندے کو اس کی طاقت کے مطابق مکلف بنایا جائے اب دیر کرنے کی تو گنجائش نہیں ہے ورنہ وقت

نماز نکل جائے گا۔

نوٹ: حاشیہ نمبر 3 تا 7 علامہ محدث عبداللہ بن محمود الموصلی الحنفی کی کتاب الاختیار لتعلیل المختار جلد اول صفحہ 117-116 (مطبوعہ مکتبہ حقانیہ محلہ جنگی، پشاور) سے استفادہ کیا گیا ہے۔

①بَابُ الْجَنَائِز (نماز جنازہ کے مسائل)

اِذَا اُحْتُضِرَ الرَّجُلُ وُجِّهَ اِلَى الْقِبْلَةِ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ وَ لُقِّنَ الشَّهَادَتَيْنِ وَاِذَا مَاتَ شَدُّوْا لِحْيَتَهٗ وَ غَمَّضُوْا عَيْنَيْهِ فَاِذَا اَرَادُوْا غُسْلَهٗ وَضَعُوْهُ عَلٰى سَرِيْرٍ وَّجَعَلُوْا عَلٰى عَوْرَتِهٖ خِرْقَةً وَّ نَزَعُوْا ثِيَابَهٗ وَ وَضَّؤُهٗ وَلَا يُمَضْمَضُ وَلَا يُسْتَنْشَقُ ثُمَّ يُفِيْضُوْنَ الْمَاءَ عَلَيْهِ وَ يُجَمَّرُ سَرِيْرُهٗ وِتْراً وَّ يُغْلَى الْمَاءُ بِالسِّدْرِ اَوْ بِالْحُرُضِ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فَالْمَاءُ الْقَرَاحُ وَ يُغْسَلُ رَاْسُهٗ وَلِحْيَتُهٗ بِالْخِطْمِيِّ ثُمَّ يُضْجَعُ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْسَرِ فَيُغْسَلُ بِالْمَاءِ وَالسِّدْرِ حَتّٰى يُرٰى اَنَّ الْمَآءَ قَدْ وَصَلَ اِلٰى مَا يَلِى التَّخْتَ مِنْهُ ثُمَّ يُضْجَعُ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ فَيُغْسَلُ بِالْمَاءِ حَتّٰى يُرٰى اَنَّ الْمَاءَ قَدْ وَصَلَ اِلٰى مَا يَلِى التَّخْتَ مِنْهُ

ترجمہ: جب آدمی کی موت کا وقت قریب ہونے لگے تو اس کا رخ قبلے کی جانب دائیں پہلو پر متوجہ کر دیا جائے② اور دونوں شہادتوں کی تلقین کی جائے③ اور مرنے کے وقت داڑھی کو باندھ کر میت کی آنکھوں کو بند کر دیا جائے④ پھر جب میت کو غسل کرانے کا ارادہ کریں تو اس کی شرمگاہ پر چھوٹا سا کپڑا ڈال دیں اور اس کے کپڑوں کو اتار دیں⑤ اور میت کو وضوء اس طرح کرائے کہ اس میں نہ کلی کرائے نہ ناک میں پانی چڑھائے⑥ پھر میت پر پانی بہائیں اور طاق مرتبہ چار پائی کو دھونی دیں اور پانی کو بیری کے پتوں یا اشنان گھاس سے جوش دے⑦ پھر اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو سادے خالص پانی سے دھوئیں اور میت کا سر اور داڑھی کو گل خطمی سے دھوئے⑧ پھر بائیں پہلو پر لٹائے پھر پانی اور بیری کے پتوں

سے دھوئے یہاں تک کہ دیکھ لے کہ پانی چارپائی کے نیچے تک پہنچ چکا ہے پھر
لٹائے دائیں پہلو پر پس پانی سے دھوئے یہاں تک کہ دیکھ لے کہ پانی تختہ غسل
کے نیچے تک پہنچ چکا ہے ⑨

① جنائز جنازہ کی جمع ہے اگر جیم کی زبر کے ساتھ پڑھیں تو یہ میت کا نام ہوگا اور اگر زیر کے ساتھ پڑھیں تو پھر یہ نعش یا میت کی چارپائی کا نام ہوگا، اس باب کی صلوٰۃ الخوف کے باب سے دو طرح کی مناسبت ممکن ہے۔

(1) پچھلے باب میں صلوٰۃ خوف کا بیان تھا اور اس باب میں موت کے متعلقہ امور کا بیان ہے اور خوف کبھی بندے کو موت کی طرف پہنچا دیتا ہے کیونکہ جب جنگ میں دونوں جماعتیں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتی ہیں پھر ان میں ڈر اور گھبراہٹ کی وجہ سے بھی اموات ہوتی ہیں۔

(2) یا سابقہ باب میں زندگی کی نماز کی حالت کا بیان تھا اور اس باب میں میت کی نماز کی حالت کا بیان ہے۔ (البنایہ ج3 ص204 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② اس کا مطلب ہے کہ جب بندہ قریب المرگ ہو جس طرح قرآن مجید میں ہے اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ (سورۃ بقرہ پارہ نمبر 1 رکوع نمبر 16 آیت نمبر 132) تو اہل عرب کا طریقہ ہے کہ جب کوئی چیز قریب ہو تو اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے فلانٌ مختصرٌ جس طرح حدیث شریف سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے فرمان رسالت ہے مَنْ وَّقَفَ بِعَرَفَةَ فَقَدْ اَتَمَّ الْحَجُّ ۔ ترجمہ: کہ جس نے وقوف عرفہ کر لیا اس کا حج مکمل ہونے کے قریب ہو گیا کیونکہ ابھی طواف زیارت باقی ہے جو کہ فرائض حج میں سے ہے لہٰذا اس کا مطلب ہے کہ وہ قریب المرگ یا اس کی موت کی نشانیاں ظاہر ہو چکی ہوں۔ (1) مثلاً پاؤں اتنے ڈھیلے ہو گئے کہ ان کو زمین پر گاڑھنا مشکل ہو جائے۔ (2) ناک کا بانسہ بچک جائے۔ (3) کنپٹی اندر کو دھنس جائے۔ (4) اور اس کے چہرے اور خصتین کا چمڑہ تنک جائے۔ (5) بال چمکنا شروع ہو جائیں۔ (بحوالہ سابقہ تبغیر یسیر)

③ دونوں شہادتوں سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنا ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ تم قریب المرگ کو تلقین کیا کرو اور اس کی صورت یہ ہے کہ بوقت نزع میت کے پاس بآواز بلند اونچا اونچا اس کو سنا کر اللہ تعالیٰ کی توحید اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کی گواہی دیتا ہوا یوں کہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور اس کو مت کہے کہ تو پڑھ کیونکہ اس سے شیطان کوئی اور کلمہ بھی نکلوا سکتا ہے لہٰذا اونچا اونچا پڑھے تا کہ وہ

دنیا سے جاتے ہوئے کلمہ طیبہ پڑھ لے بفرمان رسالت کہ دنیا سے جاتے ہوئے جس کا آخری کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الخ ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا کرے گا۔

تنبیہ: علماء حقہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک میت کو دفنانے کے بعد بھی تلقین کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو قبر میں زندگی دے گا اس کی صورت یہ ہے کہ نام لے مثلاً زید بن عمر و یا کہے عبداللہ بن فلاں پھر اس کے دین کا ذکر کرے یوں رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا لیکن اگر چھوٹا بچہ ہو تو اسے فرشتہ تلقین کرتا ہے اور بعض علماء نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کو یوں الہام کرتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پنگھوڑے میں الہام کر دیا تھا اسی طرح اس کو الہام ہوتا ہے پھر یہ بچہ جواب دیتا ہے۔ (الجوھرۃ النیر ۃ ج 1 ص 52-251 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ (1) کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام جب حضرت ابو سلمہ یعنی عبداللہ بن عبدالاسد کے پاس تشریف لائے ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں آپ نے بند کر کے فرمایا کہ جب روح قبض ہوتی ہے تو نظر اس کے پیچھے دوڑتی ہے نیز آنکھیں بند کرنے میں خوبصورتی جب کہ بند نہ کرنے میں بدصورتی ہے نیز آنکھوں کے کھلا رکھنے میں کیڑے مکوڑے بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ (2) علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ میت کے پاس سورۃ یٰسین بھی پڑھے وہاں سے حیض و نفاس والی عورتیں اور جنبی کو باہر نکال دے اور پیٹ پر تلوار، شیشہ یا کوئی وزنی چیز رکھ دے اور چار پائی اٹھانے تک تلاوت قرآن جاری رکھے لیکن یہ شوافع کے نزدیک ہے حنفیوں کے نزدیک جب تک غسل نہ دے تلاوت نہ کرے اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ حائض اور جنبی کا بوقت موت میت کے پاس ہونے میں حرج نہیں اور یہ بھی مستحب عمل ہے کہ اپنے پڑوسیوں اور دوستوں کو مرنے کی خبر دی جائے تاکہ وہ نماز جنازہ اور دعا کا حق ادا کریں لیکن سڑکوں اور بازاروں میں اعلان مکروہ ہے لیکن اگر نیت یہ ہو نماز جنازہ والے زیادہ ہوں استغفار کریں تو لوگوں کو پاکیزہ رہنے کی ترغیب ملے تو کوئی حرج نہیں۔

تنبیہ: یہ مستحب عمل ہے کہ میت کے قرضہ کے اتارنے میں انتہائی جلدی کی جائے کیونکہ میت کی روح اس وقت تک قرضے سے لٹکی رہتی ہے جب تک اس کی ادائیگی نہ ہو اور کفن دفن میں جلدی کرنا مستحب ہے نیز یہ ذہن میں رکھیں کہ موت کی تمنی مکروہ ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مصیبت سے تنگ آ کر موت کی آرزو نہ کرو اگر تم نے تمنی ضروری کرنا ہی ہو تو یوں کہو اے اللہ مجھے زندہ رکھ جب تک میرا زندہ رہنا بہتر ہو اور موت دے دے اگر میرا مرنا بہتر ہو۔

(حوالہ نمبر 1 الجوھرۃ النیر ۃ ج 1 ص 253 مکتبہ رحمانیہ لاہور،
حوالہ نمبر 2 البنایہ ج 3 ص 210 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ بعض فقہاء نے فرمایا کہ زندوں پر مردہ کو غسل دینا واجب یا فرض کفایہ ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی وفات کے وقت فرشتے حاضر ہوئے اور انہوں نے خوشبو اور جنتی لباس بطور کفن کے لیا ہوا تھا پھر جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کو انہوں نے پانی اور بیری کے پتے کے ساتھ غسل دیا اور آپ کو طاق کپڑوں میں کفن دیا گیا اور میت کے پاس نماز جنازہ پڑھی گئی اور حضرت جبریل امین نے امامت کرائی اور ان کی اولاد کو کہا کہ یہ تمہارے مردوں کا غسل ہے نیز حضور نے فرمایا کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب وہ مر جائے تو اس کو غسل دے اور اس پر امت کا اجماع ہو چکا ہے۔

فائدہ عظیمہ: آج کل اکثر عوام شرمگاہ پر کپڑا ڈالنے کا اہتمام نہیں کرتے یہ غلط بات ہے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ ہر حال میں واجب ہے آدمی زندگی کی حالت میں بھی اور موت کے بعد بھی قابل احترام ہے لہٰذا شرمگاہ کا ڈھانپنا واجب ہے کیونکہ غسل دینے والے کے لئے آسانی پیدا ہو جاتی ہے زیر ناف سے لے کر گھٹنے تک ستر ہے نیز غسل دینے والا ان کو اس کے منہ میں داخل کر کے دانت بھی صاف کرے اور استنجاء بھی کرائے جیسا کہ وہ زندگی میں کرتا تھا اگر شرمگاہ کا اگلا اور پچھلا حصہ بھی ڈھانپ لے تو کافی ہے۔ (البنایہ ج3 ص210 تا213 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑥ میت کی ناک میں اور منہ میں پانی نہیں چڑھایا جائے گا کیونکہ وضوء غسل کی سنت ہے لیکن منہ اور ناک سے پانی نکالنا محال ہے لہٰذا کلی اور ناک میں پانی چڑھانے کو ترک کر دیں گے کتاب محیط اور روضہ میں ہے کہ میت اور جنبی کے غسل دینے میں پانچ طرح کا فرق ہے۔

فائدہ جلیلہ: (1) پہلا فرق یہ ہے کہ میت کو غسل میں کلی نہیں کرائی جائے گی جب کہ جنبی کے لئے یہ لازم ہے۔ (2) میت کے منہ میں تہہ تک صفائی نہ ہوگی جبکہ جنبی کے لئے غرغرہ بھی تہہ تک لازم ہے۔ (3) میت کے لئے آغاز چہرے کے دھونے سے ہوگا جب کہ جنبی کے لئے سب سے پہلے دونوں ہاتھ دھوئیں جائیں گے۔ (4) میت کے سر کا مسح نہ ہوگا امام محمد کی نوادر کی تحقیق کے مطابق بخلاف جنبی کے کہ سر کا مسح لازمی ہوگا۔ (5) فرق یہ ہے کہ میت کے غسل میں دونوں پاؤں کے دھونے میں تاخیر نہیں ہوگی بخلاف جنبی کے۔ تنبیہ: یہ مذکورہ حکم بالغ اور عقل مند کا ہے لیکن اگر غیر ذی شعور بچہ مر جاتا ہے تو اس کو نماز کی طرح وضوء نہیں کرایا جائے گا کیونکہ وہ اپنی زندگی میں نماز نہیں پڑھا کرتا تھا۔

(البنایہ ج3 ص214 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑦ مطلب ہے کہ جس طرح وہ زندگی میں غسل کرتا تھا تو پانی بہاتا تھا اسی طرح اب بھی اس پر

تین مرتبہ پانی بہائیں اور اس کی چارپائی کو تین یا پانچ مرتبہ دھونی دیں تا کہ خوشبو سے میت کی تعظیم اور اکرام ہو علامہ اسبیجابی نے فرمایا کہ پانچ سے اضافہ نہ کرے۔

فائدہ عظیمہ: مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے وتر یعنی طاق کی قید کیوں لگائی؟ (1) اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بحکم حدیث اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق عدد کو پسند کرتا ہے۔ (2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی ننانوے یعنی ایک کم سو ہیں جس نے ان کو یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہوگا کیونکہ وہ وتر یعنی طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ (3) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اہل قرآن وترا اور طاق کو اپناؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔ (البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

⑧ مطلب ہے کہ گرم پانی کا بیری کے پتوں کے ساتھ استعمال کریں کیونکہ گرم پانی کے ساتھ میل خوب دور ہوتی ہے اور میت کو غسل دینے کا مقصد ہی پاکیزگی ہے حرض اشنان بوٹی کا نام ہے جب تک اس کو پکایا نہ جائے، قراح کا مطلب ایسا پانی جس میں کوئی چیز نہ ملی ہو اور گل خطمی کا مطلب ہے ایسی عراقی بوٹی جو خوشبو دار ہو اور اس کی ضرورت اس میت کو ہوتی ہے جس کے سر پر بال ہوں ورنہ اس کی ضرورت نہیں تاہم آج کل جدید متبادل کیمیکل آچکے ہیں لہٰذا اس کی ضرورت ہی نہیں علامہ ابو اسحاق المروزی رحمتہ اللہ علیہ نے فیصلہ کن بات ارشاد فرمائی کہ غسل سے مقصود پاکیزگی ہے لہٰذا جو چیز بھی پاکیزگی میں اضافہ کرے اس سے مدد لی جا سکتی ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص254 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑨ کیونکہ سنت یہی ہے کہ بندہ دائیں جانب سے آغاز کرے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر اس کام کو پسند فرماتے جس کو دائیں جانب سے شروع کیا جائے حتیٰ کہ جوتا پہننے اور داڑھی کو کنگھی کرنے میں بھی نیز حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب سے بڑی شہزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو غسل دینے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ دائیں جانب سے شروع کرو اور مقاماتِ وضوء سے شروع کرو۔ (البنایہ ج3 ص217 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

تنبیہ: حضرت علامہ عبداللہ بن محمود الموصلی الحنفی فرماتے ہیں کہ میت کو غسل دینا واجب کفایہ ہے کہ جامع ترمذی اور امام احمد بن حنبل کی روایت کے مطابق آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں ان میں سے آپ نے یہ بھی شمار کیا کہ مرنے کے بعد اس کو غسل دینا آگے فرمایا حَتّٰی لَوْ تَرَکُوْا غُسْلَهٗ اٰثِمُوْا جَمِیْعًا وَلَوْ تَعَیَّنَ وَاحِدٌ لِغُسْلِهٖ لَا یَحِلُّ

لَهُ اَخْذُ الْاُجْرَةِ۔

ترجمہ: بالآخر اگر سب نے غسل چھوڑ دیا تو سب گناہگار ہوں گے اور اگر ایک بندے کو غسل کے لئے مقرر کرلیا اب اس کے لئے اس کی مزدوری حلال نہیں ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص119 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

ثُمَّ يُجْلِسُهُ وَ يُسْنِدُهُ اِلَيْهِ وَ يَمْسَحُ بَطْنَهُ مَسْحًا رَفِيْقًا فَاِنْ خَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ غَسَلَهُ وَلَا يُعِيدُ غُسْلَهُ ثُمَّ يُنَشِّفُهُ بِثَوْبٍ وَّ يُدْرِجُ فِيْ اَكْفَانِهِ وَ يَجْعَلُ الْحَنُوْطَ عَلٰى رَاْسِهِ وَ لِحْيَتِهِ وَالْكَافُوْرَ عَلٰى مَسَاجِدِهِ وَالسُّنَّةُ اَنْ يُّكَفَّنَ الرَّجُلُ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ اِزَارٍ وَّ قَمِيْصٍ وَّ لِفَافَةٍ فَاِنِ اقْتَصَرُوْا عَلٰى ثَوْبَيْنِ جَازَ وَاِذَا اَرَادُوْا لَفَّ اللِّفَافَةَ عَلَيْهِ اِبْتَدَاُوْا بِالْجَانِبِ الْاَيْسَرِ فَاَلْقَوْهُ عَلَيْهِ ثُمَّ بِالْاَيْمَنِ فَاِنْ خَافُوْا اَنْ يَّنْتَشِرَ الْكَفَنُ عَنْهُ عَقَدُوْهُ وَتُكَفَّنُ الْمَرْاَةُ فِيْ خَمْسَةِ اَثْوَابٍ اِزَارٍ وَّ قَمِيْصٍ وَّ خِمَارٍ وَّ خِرْقَةٍ تُرْبَطُ بِهَا ثَدْيَاهَا وَلِفَافَةٍ فَاِنِ اقْتَصَرُوْا عَلٰى ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ جَازَ عَقَدُوْهُ

ترجمہ: پھر اس میت کو بٹھائے گا اور اس کی طرف کسی چیز کا سہارا دیگا اور اس کے پیٹ کو انتہائی نرمی سے صاف کرے ① پھر اگر پیٹ سے کوئی چیز نکلے تو اس کو دھو ڈالے لیکن دوبارہ غسل نہ دے ② پھر کپڑے کے ساتھ غسل کا پانی صاف کیا جائے گا ③ اور اس کو کفن کے اندر داخل کیا جائے گا اور حنوط میت کے سر اور داڑھی پر لگایا جائے گا اور کافور کو سجدہ کی جگہ پر لگائے ④ اور مسنون ہے میت کو تین کپڑوں میں کفن (1) تہبند پہننا۔ (2) قمیص۔ (3) چادر ⑤ با مر مجبوری اگر دو کپڑوں غسل دینا اکتفاء کیا تب بھی جائز ہے اور جب غسل دینے والے میت پر لفافہ (چادر) لپیٹنے کا ارادہ کریں تو وہ آغاز بائیں طرف سے کریں تو اس پر چادر ڈال کر پھر دائیں طرف سے لپیٹے پھر اگر ان کو اندیشہ ہو کفن کے اڑنے کا تو اس پر گرہ لگا دیں عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جانا سنت ہے۔ (1)

تہبند۔(2)قمیص۔(3) دوپٹا۔(4) کپڑے کا چھوٹا ٹکڑا جس سے اس کے پستانوں کو باندھ دیا جائے گا۔(5)اور چادر لیکن بامر مجبوری اگر تین پر اکتفاء کیا تب بھی جائز ہے ان کو گرہ لگانا۔

① یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اگر پیٹ میں کوئی چیز باقی رہ گئی تو ابھی نکال لی جائے تا کہ بعد میں کفن خراب نہ ہو ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غسل دیتے وقت سینے کی طرف سہارا رکھا اور شکم اقدس کو صاف کیا تو ذرا بھر کوئی چیز نہ نکلی جب کہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ سارے گھر میں کستوری کی خوشبو پھیل گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کی ساری زندگی بھی پاکیزہ گذری اور آپ کا پردہ فرما جانا بھی پاکیزہ۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص120 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

② اس کو دھودے تا کہ نجاست ختم ہو جائے لیکن غسل دوبارہ اس لئے نہ کرائے کہ حدیث میں ایک ہی مرتبہ غسل دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

فائدہ عظیمہ: مرد مردوں کو اور عورتیں عورتوں کو غسل دیں گی لیکن اگر میت ایسا چھوٹا ہو جو قابل شہوت نہ ہو تو اس کو عورتیں بھی غسل دے سکتی ہیں یوں ہی اگر چھوٹی بچی غیر مشتہاۃ ہو تو اس کو مردوں کا غسل دینا جائز ہے لیکن جس کا عضو مخصوص کٹ جائے یا خصی ہو تو اس کا حکم زمرد کا ہے۔

(الجوہرۃ النیرۃ ج1 ص257 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

③ صاف نہ کرنے کی صورت میں مثلہ ہو جائے گا کیونکہ اگر کفن کو صاف نہیں کریں گے تو وہ تر ہوگا جب تر ہوگا تو ظاہر بات ہے کہ مثلہ ہو جائے گا اور مثلہ کی یعنی حلیہ بگاڑنے کی شریعت محمدیہ میں ممانعت آئی ہے۔ (البنایہ ج3 ص219 مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، کوئٹہ)

④ صحاح اللغۃ میں ہے کہ حنوط وہ خوشبو ہے جو پرانے دور میں مردوں کے کفن اور جسم کو لگائی جاتی تھی لیکن اگر حنوط نہ ہو تو زعفران اور ورس کے علاوہ دوسری عطریات بھی استعمال کی جاسکتی ہیں۔

تنبیہ: یہ ذہن میں رکھیں کہ مساجد سے مراد فقط پیشانی نہیں بلکہ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مساجد مسجد (جیم کی زیر) کی جمع ہے اس سے مراد، پیشانی، ناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں یعنی اعضائے سجدہ مراد ہیں، ان اعضاء کی تخصیص عظمت اور تعظیم کے پیش نظر ہے اس لئے حدیث میں آیا ہے کہ چہرے پر مت مارو کیونکہ یہ سب اعضاء سے معظم ہے کہ رب کی بارگاہ میں جھکتا ہے اور اس حکم میں مرد اور عورت برابر ہیں۔عصر حاضر کے شعبہ حفظ کے اساتذہ کے لیے لمحہ فکر یہ ہے۔ جو گدھے کی مانند طلباء

کو سزا دیتے ہیں لیکن تقوی اور آنکھ کے ڈر سے عاری ہیں۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص258 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑤ مصنف علیہ الرحمۃ نے لفظ سنت بیان کیا یہ محض کفن کی کیفیت بیان کرنے کے لئے ورنہ درحقیقت تو کفن واجب ہے کیونکہ شریعۃ نے اس کو میت کے قرض، وصیت، وراثت ہر چیز پر مقدم کیا ہے کیونکہ اگر میت نے کوئی ترکہ نہ چھوڑا ہو یا جس پر اس کا نان ونفقہ تھا اس کے پاس بھی کوئی چیز نہ ہو یا ہے لیکن تنگدستی ہے اب بیت المال سے کفن دیا جائے گا اب اگر بیت المال بھی وہاں نہ ہو اب لوگوں پر فرض ہے کفن پہنانا اگر لوگ اس پر قادر نہ ہوں تو وہ دوسروں سے سوال کریں گے زندہ اور مردہ میں فرق واضح کرنے کے لئے کیونکہ اگر کسی زندہ انسان کو حالت حیات میں کپڑا نہ ملے تو وہ انہیں میں نماز پڑھے گا لیکن لوگ اس کے بارے میں دوسروں سے سوال نہیں کریں گے کیونکہ زندہ تو خود سوال کرنے پر قادر ہے جب کہ میت اس کی قدرت نہیں رکھتا لہٰذا اس عبارت سے محض کیفیت اور طریقہ بیان کرنا مقصود ہے کیونکہ سنت کا لغوی معنی طریقہ ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص258 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

فائدہ جلیلہ: کفن کی تین اقسام ہیں۔(1) سنت وہ تین کپڑے ہیں جیسا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یمنی، سفید سحولیہ کپڑے میں کفن دیا گیا ہے۔(2) کفن کفایہ لفافہ اور ازار فقط دو کپڑے ہیں۔ (3) کفن ضرورت فقط ایک کپڑے میں غسل دینا یہ مکروہ ہے لیکن بامر مجبوری مکروہ نہیں ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو جب شہید کیا گیا تو اس وقت ان کے بدن اقدس پر ایک چادر کا ٹکڑا تھا سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا پھر آپ کے پائے اقدس پر اذخر گھاس ڈالی گئی۔ (حوالہ نمبر1 دار القطنی کتاب السیر 4/116-117،

حوالہ نمبر2 الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص260 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَيَكُوْنُ الْخِمَارُ فَوْقَ الْقَمِيْصِ تَحْتَ اللِّفَافَةِ وَيُجْعَلُ شَعْرُهَا عَلٰى صَدْرِهَا وَلَا يُسَرَّحُ شَعْرُ الْمَيِّتِ وَلَا لِحْيَتُهٗ وَلَا يُقَصُّ ظُفْرُهٗ وَلَا شَعْرُهٗ وَ تُجَمَّرُ الْاَكْفَانُ قَبْلَ اَنْ يُدْرَجَ فِيْهَا وِتْراً فَاِذَا فَرَغُوْا مِنْهُ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ اَوْلَى النَّاسِ بِالْاِمَامَةِ عَلَيْهِ السُّلْطَانُ اِنْ حَضَرَ فَاِنْ لَّمْ يَحْضُرْ فَيُسْتَحَبُّ تَقْدِيْمُ اِمَامِ الْحَيِّ ثُمَّ الْوَلِيُّ فَاِنْ صَلّٰى عَلَيْهِ غَيْرُ الْوَلِيِّ

وَالسُّلْطَانِ اَعَادَ الْوَلِیُّ وَاِنْ صَلّٰی عَلَیْهِ الْوَلِیُّ لَمْ یَجُزْ اَنْ یُّصَلِّیَ اَحَدٌ بَعْدَهٗ دُفِنَ وَ لَمْ یُصَلَّ عَلَیْهِ صُلِّیَ عَلٰی قَبْرِهٖ اِلٰی ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ وَّلَا یُصَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ

ترجمہ: اوڑھنی قمیص کے اوپر اور لفافہ کے نیچے ہوگی ①، اور عورت کے بال اس کے سینے پر ڈال دیے جائیں گے ② اور میت کے نہ تو بال نہ ہی داڑھی میں کنگھی کی جائے گی میت کے ناخن اور بال بھی نہیں کاٹے جائیں گے ③، کفن میں داخل کئے جانے سے پہلے دھونی طاق مرتبہ دی جائے ④ پھر ان معاملات سے فارغ ہونے کے بعد میت پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی ⑤ لوگوں میں امامت کے لیے سب سے زیادہ حقدار بادشاہ ہے بشرطیکہ جنازہ میں حاضر ہو ⑥ اور غیر حاضر ہونے کی صورت میں مستحب ہے محلّہ کے امام کو آگے کرنا پھر اس کے بعد ولی کا مرتبہ ہے اگر میت پر بادشاہ اور ولی کے علاوہ نے نماز پڑھی تو ولی اعادہ کرا سکتا ہے ⑦ اور اس پر ولی نے نماز جنازہ پڑھ لی تو پھر کسی ایک کے لئے جائز نہیں کہ اس پر نماز جنازہ پڑھے پھر اگر کسی کو بلا جنازہ دفنا دیا گیا تو اس کی قبر پر تین دن تک نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے اس کے بعد نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی ⑧

① کیونکہ زندگی میں جب اوڑھنی ڈالی جاتی تھی تو قمیص کے اوپر اور پشت کے پیچھے بطور زینت کے موت کے بعد بھی اسی کیفیت سے کفن دیا جائے گا کیونکہ حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں کہ کپڑے کا ٹکڑا عورت کے شکم پر رکھا جائے گا اور اس سے اس کی ران لپیٹی جائے گی کیا تم نے دیکھا نہیں جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنھما کو غسل دیا جا رہا تھا تو عورت کی اوڑھنی کے ساتھ کیا کیا؟ ہاں اوڑھنی ڈالی گئی جیسے زندوں پر اوڑھنی ڈالی گئی پھر اوڑھنی میں سے ایک ہاتھ کی مقدار بچ گئی تو اس کو نیچے بچھا دیا گیا پھر اس باقی حصہ کو لپیٹ دیا گیا اور اس سے انکا چہرہ ڈھانپ دیا گیا۔

(مصنف ابن شیبہ فی المرأۃ کیف تخمر ج 2 ص 466 حدیث نمبر 11102)

مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

② اور یہی سنت ہے حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فرماتی ہیں کہ ہم نے آپ کی صاحبزادی

(زینب رضی اللہ عنہا) کے بالوں کے تین جوڑے بنائے اوران کواس کے پیچھے ڈال دیا۔
(بخاری باب یلقی شعر المرأۃ خلفھا ص168 قدیمی کتب خانہ، کراچی)

۳ کیونکہ یہ چیزیں ظاہری زندگی میں زینت کا باعث ہوا کرتی ہیں اب فقط اعمال اور حضور کی شفاعت کی ضرورت ہے لہٰذا ان سے پرہیز کیا جائے کئی جگہوں میں داڑھی کو کنگھی کی جاتی ہے اور ناخن کاٹے جاتے ہیں، اللہ ہدایت عطا فرمائے۔امین

۴ یعنی تین یا پانچ مرتبہ اس سے زائد کی ممانعت ہے کیونکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کے متعلق یہ حکم بھی فرمایا تھا نیز فرمایا جب تم میں سے کوئی میت کو دھونی دے تو طاق مرتبہ دے۔

۵ فرض کفایہ کا مطلب ہے کہ اگر محلے میں چند بندے مل کرادا کرلیں تو سب بری الذمہ ہوں گے جب کہ نماز جمعہ فرض عین ہے یعنی اس کی ادائیگی ہر فرد پر لازم ہے لیکن عوام پر تعجب ہے جمعہ اور صبح و عشاء نہیں پڑھیں گے تعلقات نبھانے کے لئے نماز جنازہ اہتمام سے پڑھیں گے، نماز پڑھنے سے قبل اس کے کہ آپ کی نماز پڑھی جائے سے لحہ فکریہ مل رہا ہے۔

تنبیہ: اگر کوئی بندہ بے نمازی ہو تو اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جس نے بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ لیا اس کی نماز جنازہ پڑھو۔
(5 تا 13 حاشیہ البنایہ ج3 ص238 مکتبہ رشیدیہ سے استفادہ کیا گیا ہے)

۶ کیونکہ اگر بادشاہ شرعی ہوگا تو اب اس پر غیر کو مقدم کرنے میں اس کی توہین لازم آئے گی جو کہ ناجائز ہے کیونکہ حضور نے فرمایا اگر تم پر حبشی غلام بھی مقرر کردیا جائے تم اس کی عزت کرو لیکن امام محمد نے ذخیرہ کی کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ سب سے اولیٰ محلے کا امام ہے کیونکہ بادشاہ اور اس کا نائب تو ہر علاقے میں نہیں پائے جاتے نیز اگر ہوں بھی تو ہر نماز جنازہ پر موجود نہیں ہوں گے۔ (البنایہ ج3 ص 242 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ) تاہم اگر امیر شرعی موجود ہو تو وہی نماز جنازہ پڑھائے کیونکہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تھے تو آپ نے مدینہ منورہ کے امیر حضرت سعید بن وقاص رضی اللہ عنہ کو ترجیح دی تھی اگر یہ سنت نہ ہوتی تو آپ خود امامت کرواتے۔
(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص123 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

۷ یعنی اگر ولی چاہے تو اس کو اختیار ہے کیونکہ فرض نماز ولی ہی کے ساتھ ادا ہوسکتی ہے کیونکہ اگر لوگوں نے ولی کے بعد پڑھی تو وہ نفل ہوگی اور نماز جنازہ بصورت نفل جائز نہیں ہے نیز اگر ولی کے بغیر کسی کو اختیار و جواز ہوتا تو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کا نماز جنازہ دوبارہ پڑھتے حالانکہ

لوگوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میت پر نماز جنازہ کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔ (الاختیار بحوالۃ سابقۃ)

⑧ کیونکہ عام طور پر تین دن تک میت کا وجود پھٹتا نہیں ہے جیسا کہ کنوئیں کے مسئلہ میں امام صاحب نے تین دن کا وقت مقرر کیا لیکن مفتی بہ قول یہی ہے کہ اس میں لوگوں کی غالب رائے کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ میت کی حالت زمان ومکان کے اختلاف سے حکم بدلتا رہے گا حتیٰ کہ اکثر لوگوں کی رائے تین دن سے قبل پھٹنے کی ہوگئی تو نماز جنازہ نہیں ورنہ پڑھا جائے گا اور اگر میت کو دفنانے کے بعد یاد آیا کہ اس کو بلا غسل دفنا دیا ہے پھر اگر اس پر مکمل مٹی نہیں ڈالی گئی تو اس کو نکال کر غسل دیں گے اور دوبارہ نماز پڑھیں گے لیکن اگر اوپر مکمل مٹی ڈال دی گئی اب اس کو باہر نہیں نکالیں گے نماز جنازہ کا اعادہ اس کی قبر پر مستحسن شمار ہوگا۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 264 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَيَقُوْمُ الْمُصَلِّي بِحِذَاءِ صَدْرِ الْمَيِّتِ وَالصَّلٰوةُ اَنْ يُّكَبِّرَ تَكْبِيْرَةً يَّحْمَدُ اللّٰهَ تَعَالٰى عَقِيْبَهَا ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيْرَةً وَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيْرَةً ثَالِثَةً يَّدْعُوْا فِيْهَا لِنَفْسِهٖ وَلِلْمَيِّتِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيْرَةً رَّابِعَةً وَّ يُسَلِّمُ وَلَا يُصَلِّيْ عَلٰى مَيِّتٍ فِيْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ فَاِذَا حَمَلُوْهُ عَلٰى سَرِيْرِهٖ وَاَخَذُوْا بِقَوَائِمِهِ الْاَرْبَعَةِ وَ يَمْشُوْنَ بِهٖ مُسْرِعِيْنَ دُوْنَ الْخَبَبِ فَاِذَا بَلَغُوْهُ اِلٰى قَبْرِهٖ كُرِهَ لِلنَّاسِ اَنْ يَّجْلِسُوْا قَبْلَ اَنْ يُّوْضَعَ مِنْ اَعْنَاقِ الرِّجَالِ

ترجمہ: اور نماز جنازہ پڑھانے والا میت کے سینے کے مقابل کھڑا ہوگا① اور نماز جنازہ یوں پڑھے گا② پہلی تکبیر کہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد (ثناء) کرے گا پھر دوسری تکبیر کہہ کر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر درود پاک بھیجے گا پھر تیسری تکبیر کہہ کر اس میں اپنی ذات میت اور مسلمانوں کے لئے بخشش کی دعا مانگے گا پھر چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دے گا، اور جس مسجد میں با جماعت نماز ہوتی ہے اس کے اندر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے③ پھر جب لوگ میت کو چارپائی پر اٹھائیں تو اس کے چاروں پائے پکڑیں اور تیز رفتاری سے چلیں لیکن دوڑنے

کے ⑧بغیر پھر جب لوگ میت کی قبر تک پہنچ جائیں تو اب لوگوں کے لئے یہ عمل
مکروہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے ہی مَردوں کی گردنوں سے میت نیچے رکھیں ⑨

① سینہ کے مقابل اس لئے کھڑا ہوگا کہ اس میں نور ایمان ہوتا ہے وہاں کھڑا ہو کر گویا کہ نور ایمان کی گواہی دیتا ہے بعض روایت میں ہے کہ اگر مرد ہو تو بالمقابل کھڑا ہو اور اگر عورت ہو تو درمیان میں کھڑا ہو کیونکہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتدا میں ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھی جس کا نفاس کے دنوں میں انتقال ہو گیا تھا تو آپ عورت کے درمیان میں کھڑے ہوئے تھے نیز درمیان میں کھڑے ہونے میں امام عورت کے لئے ستر بھی ہوتا ہے۔

(حوالہ نمبر 1 بخاری شریف باب ابن یقوم من المرأۃ الرجل ج 1 ص 177
قدیمی کتب خانہ کراچی، حوالہ نمبر 2 الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 124 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

② چار تکبیرات کی دلیل یہ حدیث ہے کہ جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محسن اسلام نجاشی بادشاہ کی خبر سنی جس دن اس کا انتقال ہوا تو آپ نے لوگوں کو عیدگاہ کی طرف اکٹھا کیا پھر لوگوں کے ساتھ صف بنائی اور چار تکبیرات پڑھیں۔

(بخاری باب التکبیر علی الجنازہ اربعا ص 178 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

فائدہ عظیمہ: پہلی تکبیر میں رفع یدین کرے گا اور باقی میں نہیں کرے گا کیونکہ پہلی تکبیر افتتاح ہے اس کے بعد اس لئے نہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رفع یدین کے سات مقامات ذکر کئے ہیں جس میں نماز جنازہ کی تین تکبیروں میں رفیع یدین کو شمار نہیں کیا۔ پہلی میں حمد الٰہی اس لئے کرے گا کہ دعا کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد سے کرنا چاہیے جبکہ آج کل ائمہ خطباء جوش محبت میں درود شریف سے کرتے ہیں دوسری میں دورد شریف اس لئے کہ سوائے چند مقامات کے ہر جگہ ذکر الٰہی کے ساتھ ذکر مصطفیٰ متصل ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (سورۃ الم نشرح پارہ نمبر 30 رکوع نمبر 19 آیت نمبر 4) اس کی تفصیل یہ ہے ترجمہ: کہ اے محبوب جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں آپ کا بھی متصل ہوگا اور تیسری میں دعا اس لئے کہ پہلے اللہ و رسول کا ذکر ہو چکا لہٰذا اب دعا قبول ہونے کے زیادہ آثار ہیں۔

تنبیہ: چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھوں کو فوراً کھول دے کیونکہ فقہی اصول ہے جہاں تکبیر کے بعد کچھ نہ پڑھنا ہو وہاں ہاتھ باندھے رکھنا عبث اور بے فائدہ ہے۔ (الاختیار بحوالۃ سابقۃ)

③ مکمل میت باہر ہو یا آدھی عندالاحناف نماز جنازہ مکروہ ہوگی کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے نماز جنازہ مسجد میں پڑھی اس کو کوئی

ثواب نہ ملے گا آج سعودیہ میں مسجد حرام کے اندر جنازہ ہوتا ہے شوافع کے نزدیک مسجد میں مطلقاً جائز ہے ہمارے نزدیک جن روایات میں ثبوت ہے وہ مجبوری یعنی بارش یا جگہ کی تنگی پر محمول ہیں۔

(حوالہ نمبر 1 ابوداؤد شریف باب الصلوٰۃ علی الجنازہ فی المسجد ص 98،

حوالہ نمبر 2 الجوھرۃ النیرۃ ص 267 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

④ جنازہ اٹھانا بھی سنت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے جنازہ چارپائی کے چاروں پاؤں کے ساتھ اٹھایا اس کی بخشش یقینی ہے نیز سرکار نے خود حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا اٹھایا تھا۔ جلدی جلدی چلنا سنت ہے کیونکہ فرمان رسالت کے مطابق کہ اپنے مردوں کو جلد دفناؤ اگر وہ اچھے ہیں تب بھی جلدی ان کو راحت کے مقام میں پہنچاؤ اور اگر برے ہیں تو تم اپنی گردنوں سے بوجھ اُتار دو یا فرمایا اہل جہنم کو اپنے آپ سے دور کر دو والحبٌ یہ دوڑنے کی ایک قسم ہے جنازہ کے آگے چلنے میں عندالاحناف حرج نہیں لیکن پیچھے چلنا افضل ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 268 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑤ یعنی بیٹھنے میں جلدی نہ کریں کیونکہ کبھی تعاون کی ضرورت پڑھ جاتی ہے اور قیام کی حالت میں بندہ اس کی قدرت زیادہ رکھتا ہے۔

تنبیہ: ایک شہر سے دوسرے شہر میت کو لے جانا مکروہ ہے کیونکہ فرمانِ رسالت ہے کہ اپنے مردوں کو جلد دفناؤ اور اس عمل سے دفنانے میں تاخیر ہوگی کبھی مغرب کے وقت بندہ پہنچتا ہے اب کوشش ہوتی ہے کہ نماز جنازہ پڑھے لیکن افضل ہے کہ مغرب کو جلد پڑھا جائے۔

فائدہ: گاڑی کے بجائے میت کو پیدل لے کر چلنا بہتر ہے کیونکہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نکلے تو آپ نے چند لوگوں کو دیکھا جو سوار تھے آپ نے فرمایا تمہیں حیاء نہیں ہے کہ فرشتے تو آگے ہیں اور تم جانوروں کی پشتوں پر نیز سوار ہونا ایک لذت اور سکون کا ذریعہ ہے اور یہ حالت ندامت وخسارہ والی ہے، عورتوں کا میت پر نوحہ کرنا حرام ہے لہٰذا وہ تسبیحات اور اچھے کلمات کے ساتھ روانہ کریں جس سے میت کو فائدہ پہنچے ہاں غم کے آنسو بہانا جائز ہے جیسا کہ سرکار نے اپنے بڑے لخت جگر حضرت ابراہیم کے فراق میں آنسو بہائے۔ مگر پھر بھی صبر افضل ہے اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدمَةِ الْأُوْلٰی۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 269 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَيُحْفَرُ الْقَبْرُ وَ يُلْحَدُ وَ يُدْخَلُ الْمَيِّتُ مِمَّا يَلِي الْقِبْلَةَ فَإِذَا وُضِعَ فِيْ لَحْدِهٖ قَالَ الَّذِيْ يَضَعُهٗ بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَیُوَجِّھُہٗ اِلَی الْقِبْلَۃِ وَ یَحُلُّ الْعُقْدَۃَ وَیُسَوِّی اللَّبِنَ عَلَی اللَّحْدِ وَ یُکْرَہُ الْاٰجُرُ وَالْخَشَبُ وَلَا بَاْسَ الْقَصْبُ ثُمَّ یُھَالُ التُّرَابُ عَلَیْہِ وَ یُسَنَّمُ الْقَبْرُ وَلَا یُسَطَّحُ وَ مَنِ اسْتَھَلَّ بَعْدَ الْوِلَادَۃِ سُمِّیَ وَ غُسِّلَ وَ صُلِّیَ عَلَیْہِ وَاِنْ لَّمْ یَسْتَھِلَّ اُدْرِجَ فِیْ خِرْقَۃٍ وَّ دُفِنَ وَ لَمْ یُصَلَّ عَلَیْہِ

ترجمہ: اور قبر کھودی جائے اور لحد بنائی جائے ① اور میت کو قبلے کی طرف سے متصل داخل کیا جائے ② پھر جب قبر میں رکھنے والا رکھے تو یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ وَ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ③ (اللہ کے نام سے رسول اللہ کے دین شریعت کے سپرد) اور میت کا چہرہ قبلے کی طرف پھیرے اور گرہ کھول دے اور قبر پر کچی اینٹیں برابر کی جائیں ④ اور مکروہ ہے پکی اینٹ اور لکڑی اور کوئی حرج نہیں بانس کے ڈالنے میں پھر قبر پر مٹی ڈال کر اس کو کوہان نما بنا دیا جائے اور چوکور نہ بنایا جائے اور جو پیدا ہونے کے بعد رویا تو اس کا نام رکھا جائے گا اور غسل دے کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اگر رویا نہیں تو اس کو ایک کپڑے کے ٹکڑے میں ڈالا جائے گا اور نماز کے بغیر اس کو دفنایا جائے گا ⑤

① حضرت علامہ نووی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لحد لام کی زبر کے ساتھ ہے ضمہ کے ساتھ بھی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ قبلے کی جانب قبر میں ایک گڈھا کھودا جائے اور میت کو اس میں رکھا جائے اور کہا جاتا ہے کہ انسان لمبا یا زیادہ ہو قبر کے کونے میں قبلے کی جانب سے کھودائی ہو وہی لحد ہے اور شق قبر کے درمیان میں نہر کی طرح ایک گڑھا کھودنا ہے اور اس کی دونوں جانب اینٹ وغیرہ لگا کر تعمیر کرتے ہیں علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ چاروں ائمہ کرام کے درمیان لحد شق سے بہتر ہے اس لئے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ لحد ہمارے لیے اور شق ہمارے غیروں کے لئے ہے۔

فائدہ عظیمہ: آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر لحد تھی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سرکار کا انتقال ہوا اس وقت مدینہ پاک میں ایک بندہ لحد اور ایک شق بناتا تھا انہوں نے کہا کہ ہم دونوں رب سے خیر (استخارہ) طلب کرتے ہیں جو صبح پہلے آ گیا دونوں کوشش کریں گے جو پہلے آ گیا دوسرا چھوڑ دے گا اللہ کی قدرت لحد بنانے والا پہلے آ گیا تو ہم صحابہ نے لحد بنائی۔

تنبیہ: قبر کی گہرائی قد کے برابر ہواور ذخیرہ میں ہے کہ درمیانے قد کے آدمی کے سینے تک ہو اگر زیادہ ہوتو بہتر ہے کیونکہ اس میں میت کو ضائع ہونے سے بچانا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سینے تک کھودائی کا حکم دیا تھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کا صاحبزادہ ابراہیم جب فوت ہوا تو اس کی قبر کی کھودائی ناف تک کی اور گہرائی نہیں کی اور فرمایا جو زمین پر ہے وہ اس سے افضل ہے جو نیچے ہے مرد وزن دونوں حکم میں برابر ہیں۔ (البنایہ ج3 ص89-288 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ میت کو قبلے والی جانب سے اتارنا اس لئے بہتر ہے کہ اس میں قبلے کی تعظیم ہے لہٰذا اس جانب کو ترجیح دینا مستحب ہے حضرت عطاء بن ابی رباح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار کورات کے وقت دفنایا گیا پھر چراغ روشن کیا گیا پھر آپ کو قبلے والی جانب سے داخل کیا گیا ہے۔

فائدہ جلیلہ: عورت کو غیر کی نسبت رشتہ داروں کا اتارنا بہتر ہے جب تک کچی اینٹیں قبر کے برابر نہ ہوں اس وقت تک کپڑے کا پردہ اوپر سے نہ ہٹائیں کیونکہ عورت کا بدن ستر عورت ہے لہٰذا قبر میں اتارتے وقت کسی بھی وقت اتر سکتا ہے مرد کے لئے ایسے پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص271 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

③ مطلب دعا یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ وَضَعْنَاکَ ہم نے تجھے اللہ کے نام سے قبر میں رکھ دیا یا ہم نے آپ کو سپرد خدا کر دیا ایک روایت میں بِسْمِ اللّٰہِ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بھی ہے۔

ازالہ وہم: صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابی رسول حضرت ابو دجانہ کو قبر میں اتارتے وقت یہ دعا پڑھی تھی علامہ عینی فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ سے وھم اور فاحش غلطی ہوئی ہے کیونکہ حضرت ابو دجانہ جنگ یمامہ والے دن سن 12 میں خلافت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں شہید ہوئے تھے اس بات کو ابن ابوخیثمہ نے اپنی تاریخ میں لکھا۔

(البنایہ ج3 ص293 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

④ قبر کے اندر پکی اینٹ لگانے سے پرہیز کرے کیونکہ یہ تعمیرات سے تعلق رکھتی ہیں جب کہ عام بندوں کی قبر گلنے سڑنے والی ہے نیز قبر اونٹ نما یعنی چار انگلیوں یا بالشت کی مقدار بنائے اور اوپر کتبہ لگائے نام لکھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون کی قبر پر ایسا کیا تھا۔

(حوالہ نمبر 1 البنایہ ج3 ص301 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، حوالہ نمبر 2 فتاوی یورپ علامہ عبدالواحد قادری مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور)

⑤ رونے سے مراد یہاں بلند آواز سے رونا مراد ہے محض آنکھوں کا نہیں بعض کتب میں ہے کہ

رونا یا عضو کا یا آنکھ کے کنارے کا حرکت کرنا مراد ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جب کچہ بچہ اونچی آواز لگا کر روئے تو اس پر نماز پڑھی جائے اور اس کا وارث بھی ہو چھوٹے بچے کو فقط پانی بہا کر بلا وضوء دفنا دیا جائے گا۔ (البنایہ ج 3 ص 278 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

بَابُ الشَّهِيْدِ①

(جام شہادت نوش کرنیوالے کے احکام)

اَلشَّهِيْدُ مَنْ قَتَلَهُ الْمُشْرِكُوْنَ اَوْ وُجِدَ فِي الْمَعْرَكَةِ وَ بِهٖ اَثَرُ الْجَرَاحَةِ اَوْ قَتَلَهُ الْمُسْلِمُوْنَ ظُلْماً وَّلَمْ يَجِبْ بِقَتْلِهٖ دِيَةٌ فَيُكَفَّنُ وَ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَلَا يُغَسَّلُ وَاِذَا اسْتُشْهِدَ الْجُنُبُ غُسِّلَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَكَذٰلِكَ الصَّبِيُّ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمَا لَا يُغَسَّلَانِ وَلَا يُغَسَّلُ عَنِ الشَّهِيْدِ دَمُهٗ وَلَا يُنْزَعُ عَنْهُ ثِيَابُهٗ وَ يُنْزَعُ عَنْهُ الْفَرْوُ وَالْحَشْوُ وَالْخُفُّ وَالسِّلَاحُ

ترجمہ: شرعی شہید وہ ہے② کہ جس کو اہل شرک نے قتل کیا ہو یا جو میدان جنگ میں پایا گیا ہو اور اس کے جسم پر زخم کا نشان ہو یا مسلمان نے کسی کو ظلماً قتل کیا اور اس کے قتل کے سبب اس پر کوئی دیت واجب نہ ہو③ پس اس شہید کو کفن دیا جائے گا اور نماز جنازہ بغیر غسل کے پڑھی جائے گی④ اگر جنبی یا بچہ شہید ہو جائیں تو ان کو بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غسل دیا جائے گا⑤ اور صاحبین نے کہا کہ نہ غسل دیا جائے گا اور نہ ہی شہید سے اس کا خون دھویا جائے گا اور اس سے اس کے کپڑے بھی نہیں اتارے جائیں گے⑥ لیکن پوستین اور فالتو کپڑے اور موزے اور ہتھیار نکال دیئے جائیں گے⑦

① اس سے قبل موت کا باب علیحدہ اس لئے ذکر کیا گیا کیونکہ غسل اور کفن کے اعتبار سے شہید اور عام انسان کا الگ حکم ہے نیز اس سے قبل اس کا ذکر تھا جو طبعی موت مر گیا بلا سبب اب اس کا ذکر ہو رہا ہے جو کسی سبب سے مر گیا ہو شہید کی اصطلاحی تعریف چونکہ مصنف خود بیان کر رہے ہیں اس لئے ہم وجہ

تسمیہ کو بیان کرتے ہیں شہید (1) کو اس لئے شہید کا نام دیا گیا کیونکہ اس کے جام شہادت نوش کرنے کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (2) اس لئے کہ اس کے جنتی ہونے کی گواہی دی جاتی ہے۔ (3) کیونکہ وہ اللہ کی بارگاہ میں زندہ ہو کر حاضر ہوتا ہے۔ (البنایہ ج3 ص307 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ یوں تو شہید حکمی کی ساٹھ (60) سے بھی زائد اقسام ہیں لیکن اس جگہ مصنف نے شہید حقیقی کا بیان کیا ہے مصنف علیہ الرحمۃ نے شہید حقیقی کی تین اقسام شمار کی ہیں۔ (1) جس کو مشرکوں نے قتل کیا ہو مشرک سے مراد ایسا بندہ جو غیر کی اس طرح پوجا کرے جس طرح اللہ تعالیٰ کی جاتی ہے نیز سرکار نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میرے بعد شرک نہیں ہوگا لہٰذا آج کل کئی لوگ تعظیم اور عبادت میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے دوسرے پر شرک کا فتوی لگا دیتے ہیں تعظیم اللہ کے رسول اور اللہ والوں کی ہے عبادت فقط اللہ تعالیٰ کی لہٰذا میدان جنگ میں تو مشرک ہو سکتے ہیں حالت امن میں ہر ایک مشرک نہیں ہو سکتا۔ (2) میدان جنگ میں مرا لیکن اس پر زخم کے آثار بھی ہیں مثلاً خون کا غیر معتاد جگہ مثلاً آنکھ یا کان سے نکلنا لیکن اگر ناک، دبر، یا عضو مخصوص سے نکلا تو غسل دیا جائے گا کیونکہ کبھی نکسیر پھوٹ سکتی ہے یا پیشاب میں خون آ سکتا ہے اور اگر منہ سے سر والی جانب سے نکلا تو غسل دیا جائے گا اور اگر پیٹ والی جانب سے نکلا پھر غسل نہ دیا جائے گا۔ (3) ظلماً کی قید اس لئے لگائی گئی کیونکہ سنگسار یا قصاص کے طور پر سزا دی جا سکتی ہے۔

③ دیت واجب نہ ہونے کی قید لگا کر شبہ عمد اور قتل خطاء کو نکال دیا۔

④ ان کو غسل اس لئے نہیں دیا جائے کیونکہ یہ شہداء احد کے حکم میں ہیں کیونکہ مذکور، تین اوصاف ان میں بھی پائے جاتے ہیں کیونکہ سرکار نے شہداء احد کے متعلق فرمایا تھا کہ ان کو کفن پہناؤ زخموں اور خونوں کے ساتھ لیکن ان کو غسل نہ دو۔

⑤ کیونکہ اس پر غسل تو واجب ہو گیا لیکن وہ خود موت کی وجہ سے عاجز ہے جیسا کہ غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو فرشتوں نے غسل دیا تھا اور بچے کو بھی غسل دیا جائے گا کیونکہ تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے حالانکہ ان دونوں پر گناہ نہیں ہیں لہٰذا وہ یوں ہوں گے جیسا کہ کوئی طبعی موت مرے تو اس کو غسل دیا جاتا ہے۔

⑥ صاحبین فرماتے ہیں کیونکہ ان کی شہادت قائم مقام غسل کے ہے جیسے بکری کو ذبح کیا جائے تو وہ قائم مقام پاکیزہ دباغت والے چمڑے کے ہو جاتی ہے۔

⑦ فَرْو کا مطلب ہے چمڑے کا لباس، حشو سے مراد ایسا کپڑا جس میں روئی ڈالی گئی ہو لیکن یہ

لوگوں کی اصطلاح اہل لغت کی نہیں خف موزہ جو کہ چمڑے کا موٹا ہو، سلاح سے مراد ہتھیار ہے کیونکہ یہ چیزیں تو فوجی اس لئے پہنتا ہے تا کہ دشمن کا خوف ختم ہو جائے اب ان چیزوں کی ضرورت ہی نہیں۔
نوٹ ان مذکورہ سب حواشی کا استفادہ۔ (حوالہ نمبر 1۔البنایہ ج3 ص 307 تا 320 اور حوالہ نمبر 2۔
الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص 275 تا 277، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، مکتبہ رحمانیہ لاہور سے کیا گیا ہے)

وَمَنِ ارْتُثَّ غُسِّلَ وَالْاِرْتِثَاثُ اَنْ يَّاْكُلَ اَوْ يَشْرَبَ اَوْ يُدَاوِىْ اَوْ يَبْقٰى حَيًّا يَّمْضِىَ عَلَيْهِ وَقْتُ صَلٰوةٍ وَ هُوَ يَعْقِلُ اَوْ يُنْقَلُ مِنَ الْمَعْرَكَةِ حَيًّا وَّ مَنْ قُتِلَ فِىْ حَدٍّ اَوْ قِصَاصٍ غُسِّلَ وَصُلِّىَ عَلَيْهِ وَمَنْ قُتِلَ مِنَ الْبُغَاةِ وَ قُطَّاعِ الطَّرِيْقِ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ

ترجمہ: جس نے فائدہ اٹھایا اس کو غسل دیا جائے گا① فائدہ اٹھانے کا مطلب ہے کہ اس نے زخمی ہونے کے بعد کھایا، یا پیا یا علاج کروایا یا اتنی دیر زندہ ہو کر باقی رہا کہ اس پر ایک کامل نماز کا وقت اس طرح گذر گیا اس حال میں کہ اس کو سمجھ اور ہوش تھی یا اس کو زندہ میدانِ جنگ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل کر دیا گیا②، اور جو قتل یا قصاص کی سزا میں مارا گیا اس کو غسل دیکر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی③ جو شخص بغاوت کی یا ڈکیتی کی حالت میں مارا گیا اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی④

① اُرْتُثَّ ماضی مجہول کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے جو شخص میدان جنگ سے زخمی حالت میں پایا گیا اس کو بھی غسل دیا جائے گا کیونکہ الرث کا معنی ہے پرانا اور یہ بھی حکم شہادت میں پرانا ہو چکا ہے کیونکہ اس نے بھی زندگی کی کچھ راحت وسکون کو پالیا لہٰذا ظلم کے نشان اس کے جسم پر کم ہو گئے اسی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (سورۃ التوبہ پارہ 11 آیت نمبر 110) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے جان ومال کے بدلے جنت کو خرید لیا ہے۔ (البنایہ ج3 ص 325 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② کیونکہ ایسا شخص زندگی کے کچھ فوائد حاصل کر لیتا ہے جبکہ شہداء احد تو پیاسے اور بھوکے شہید ہو گئے تھے اور پیالہ ان کے پاس گھومتا رہا لیکن انہوں نے شہادت کا مرتبہ پانے کے لئے پانی کا گھونٹ

نہ پایا نماز کا اس لئے حکم بیان کیا گیا ہے کیونکہ وہ اس کے ذمے باقی ہے اور یہ زندگی کے احکام میں سے ہے لیکن امام ابو یوسف علیہ الرحمتہ نے شرط لگائی ہے کہ دن کی دو تہائی وہ زندہ رہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص279 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

۳ غسل اور نماز جنازہ اس لئے ہوگا کیونکہ وہ ظلماً قتل نہ ہوا۔ (الجوھرۃ بحوالہ سابقہ)

۴ یہ مسئلہ متفق علیہ اور اس پر اجماع امت ہے کیونکہ اس نے اپنی جان کو بچانے میں ساری طاقت صرف کر دی جب کہ شہید اپنی ساری طاقت رضائے الٰہی کے حصول کے لئے صرف کرتا ہے لہٰذا ان دونوں میں فرق ہے بُغَاۃَ باغ کی جمع ہے جیسے قُضَاۃٌ قَاضٍ کی جمع ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص امام کی اطاعت سے نکل جائے وہ باغی ہے اصل بغی یبغی کا معنی ہوتا ہے حد سے تجاوز کرنا لہٰذا ان مذکورہ پر جب یہ میدان جنگ میں مارے جائیں نماز جنازہ ادا نہ کی جائے گی لیکن خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی لیکن جس شخص کو درندے نے قتل کیا یا دیوار کے نیچے مر گیا تو اس کو غسل دیکر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ (حوالہ نمبر 1۔ الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص279 مکتبہ رحمانیہ، لاہور، حوالہ نمبر 2۔ البنایہ ج3 ص327، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

فائدہ عظیمہ: اسلام کے اندر جنگ ضرور ہے لیکن اگر اللہ کے کلمہ کی بلندی کے لئے ہو تو عبادت اور لڑنے والا وہ شہید ہے یعنی زندہ ہے جب امتی زندہ ہے تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام بدرجہ اولٰی ہمیشہ ہمیشہ زندہ ہیں اس لئے حدیث میں ہے اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ، ترجمہ: کہ ہر نبی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہے اور نماز ادا کرتا ہے قاضی عیاض مالکی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر اطہر کے پاس آواز اونچی نہ کرو کیونکہ آپ زندہ ہیں۔

(بحوالہ کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی، ملتان)

بَابُ الصَّلٰوةِ فِی الْکَعْبَةِ (خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا حکم)

اَلصَّلٰوةُ فِی الْکَعْبَةِ جَائِزَةٌ فَرْضُهَا وَ نَفْلُهَا فَاِنْ صَلَّی الْاِمَامُ فِیْهَا بِجَمَاعَةٍ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ ظَهْرَهٗ اِلٰی ظَهْرِ الْاِمَامِ جَازَ وَ مَنْ جَعَلَ مِنْهُمْ وَجْهَهٗ اِلٰی وَجْهِ الْاِمَامِ جَازَ وَ یُکْرَهُ وَ مَنْ جَعَلَ مِنْهُمْ ظَهْرَهٗ اِلٰی وَجْهِ الْاِمَامِ لَمْ تَجُزْ صَلٰوتُهٗ وَاِذَا صَلَّی الْاِمَامُ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تَحَلَّقَ النَّاسُ حَوْلَ

الْكَعْبَةِ وَ صَلَّوْا بِصَلٰوةِ الْإِمَامِ فَمَنْ كَانَ مِنْهُمْ اَقْرَبُ اِلَى الْكَعْبَةِ جَازَتْ صَلٰوتُهٗ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْ جَانِبِ الْاِمَامِ وَ مَنْ صَلّٰى عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ جَازَتْ عَلَيْهِ

ترجمہ: کعبۃ اللہ کے اندر فرض اور نفل دونوں نمازیں پڑھنا جائز ہے① اگر امام نے خانہ کعبہ میں باجماعت نماز پڑھی اور بعض مقتدیوں نے اپنی پیٹھ امام کی پیٹھ کی طرف کی تب بھی نماز جائز ہو جائے گی② اور جس نے اپنا چہرہ امام کے چہرے کی طرف کر لیا تب بھی نماز جائز ہو گی لیکن مکروہ ہو گی اور مقتدیوں میں سے جس مقتدی نے اپنی پیٹھ امام کے چہرے کی طرف کی تو اس کی نماز نا جائز ہو گی اگر امام مسجد حرام میں نماز پڑھائے تو لوگ خانہ کعبہ شریف کے ارد گرد حلقہ بنالیں اور امام کے ساتھ نماز پڑھیں تو جو ان میں سے کعبۃ اللہ کے زیادہ قریب ہے اس کی نماز جائز ہو گی③ بشرطیکہ امام کی جانب نہ ہو اور جس نے کعبۃ اللہ شریف کی چھت پر نماز پڑھی اس کی نماز بھی جائز ہو گی④

① یعنی فرض و نفل تمام اقسام کے ساتھ جائز ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام فتح مکہ کے موقعہ پر تشریف لائے اور کعبۃ اللہ کے صحن میں بیٹھے تو حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ کعبۃ اللہ کی چابیاں لائے آپ نے دروازہ کھولا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت بلال، اسامہ، حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم نے اندر نماز پڑھی پھر آپ نے تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد دروازہ بند کر لیا۔　(البنایہ ج3 ص332 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② کیونکہ وہ قبلے کی طرف متوجہ ہے اور یہ عقیدہ بھی نہیں رکھتا کہ اس کا امام غلطی پر ہے اور دوسری صورت میں نا جائز ہونے کا حکم اس لئے لگایا کہ وہ امام سے آگے بڑھ گیا جو کہ بے ادبی ہے۔

(البنایہ ج3 ص336 بحوالۃ سابقۃ)

③ کیونکہ آگے اور پیچھے ہونا تو تب ظاہر ہو گا جب جانب اور پہلو کا اتحاد ہو گا۔

④ ظہر سے مراد کعبۃ اللہ کی سطح ہے ظہر کا لفظ اس لئے استعمال کیا کہ حدیث میں یہی آیا ہے یہی حکم کعبۃ اللہ کی دیواروں کا بھی ہے کیونکہ ایک صحن اور ہوا آسمان کے بادل تک ہے لیکن پھر بھی نہ پڑھنا افضل ہے۔　(البنایہ ج3 ص336 بحوالۃ سابقۃ)

کِتَابُ الزَّکٰوۃ ①

(زکوٰۃ نکالنے کے مسائل)

اَلزَّکٰوۃُ واجبَۃٌ عَلَی الْحُرِّ الْمُسْلِمِ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ اِذَا مَلَكَ نِصَاباً کَامِلاً مِّلْکًاتَا مًّا وَّحَالَ عَلَیْہِ الْحَوْلُ وَلَیْسَ عَلٰی صَبِیٍّ وَّلَا مَجْنُوْنٍ وَّلَا مُکَاتَبٍ زَکٰوۃٌ وَمَنْ کَانَ عَلَیْہِ دَیْنٌ مُّحِیْطٌ بِمَالِہٖ فَلَا زَکٰوۃَ عَلَیْہِ وَاِنْ کَانَ مَالُہٗ اَکْثَرَ مِنَ الدَّیْنِ زَکَّی الفَاضِلَ اِذَا بَلَغَ نِصَاباً۔

ترجمہ: زکوٰۃ فرض ہے ②(واجب بمعنی فرض ہے) ③ ہر اس پر جو آزاد ہو مسلمان ہو بالغ ہو عقل مند ہو بشرطیکہ نصاب کا مالک ہو ④ اور اس پر سال بھی گذر چکا ہو ⑤ بچے پر پاگل اور مکاتب غلام پر زکوٰۃ نہیں ہے ⑥ اور اسی طرح جس شخص پر اتنا قرض ہو کہ اس نے اس کے مال کو گھیرا ہو لہٰذا اس پر زکوٰۃ نہ ہوگی ⑦ اور اگر اس کا مال قرض سے زیادہ ہو تو زیادہ مال کی زکوٰۃ دے گا اگر نصاب کو پہنچا۔

① مصنف علیہ الرحمۃ ''کتاب الصلوٰۃ'' سے فارغ ہونے کے بعد ''کتاب الزکوٰۃ'' کو لائے ہیں حالانکہ عقل کا تقاضا تو تھا کہ وہ نماز کے بعد روزے کا ذکر کرتے جیسا کہ فتاوی قاضیخان نے اس ترتیب کو لیا ہے کیونکہ دونوں بدنی عبادتیں ہیں لیکن اکثر علماء نے زکوٰۃ کو روزے سے اس لئے مقدم کیا تاکہ قرآن مجید کی پیروی ہو جائے کیونکہ قرآن مجید میں کم وبیش بیاسی 82 آیات میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہے ''اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُو الزَّکٰوۃ'' (سورۃ بقرہ پارہ 1) نیز نماز کے بعد سب سے فضیلت والی عبادت ہے اور یہ ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے دوسرے سال میں فرض ہوئی اسی وجہ سے روزوں کے مسائل پر بھی اس کو ترجیح دی گئی اور انبیاء علیہم السلام پر بالاتفاق زکوٰۃ واجب نہیں ہے کیونکہ یہ میل کچیل کا مال ہے جب کہ انبیاء علیہم السلام اس سے پاک اور صاف ہیں باقی اللہ تعالیٰ کا جو قول ہے ''وَاَوْصَانِی بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ'' اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ 1۔ نفس کی زکوٰۃ یعنی

نفس کو ان قبائح سے پاک کرنا جو انبیائے علیہم السلام کے مقامات کے مناسب نہیں ہیں۔2۔یا مطلب یہ ہے کہ مجھے تاکیدی حکم ملا کہ تم زکوٰۃ کی تبلیغ کرو۔

(المظہر النوری ج 1 ص 99 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

④ زکوٰۃ کا لغوی معنی ہے پاکیزگی چونکہ زکوٰۃ دینے سے مال چوری ہونے سے بچ جاتا ہے اس لئے زکوٰۃ کہا جاتا ہے یا زکوٰۃ کا معنی ہے بڑھنا چونکہ اللہ کی راہ میں زکوٰۃ دینے سے مال بڑھتا ہی جاتا ہے اس لئے زکوٰۃ کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں زکوٰۃ کی یوں تعریف کی جاتی ہے۔

هِيَ تَمْلِيْكُ الْمَالِ مِن فَقِيرٍ مُسْلِمٍ غَيرِ هَاشِمِيٍ وَلَا مولا بِشَرْطِ قَطْعِ الْمَنْفَعَةِ عَنِ الْمِلكِ مِن كُلِّ وَجْهٍ لِلّٰه تَعالىٰ ـ

ترجمہ: مخصوص مال کا ایسے فقیر کو مالک بنانا جو مسلمان ہو اور نہ تو سید ہو نہ سید کا غلام ہو لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اپنی ملکیت سے رضائے الٰہی کے لئے مکمل نفع ختم کردے۔

(تنویر الابصار مع الدر المختار ص 203 تا 206 ج 3 دار المعرفۃ بیروت)

فائدہ جلیلہ: عبادت کی تین اقسام ہیں۔(1) محض بدنی مثلاً نماز، روزہ، جہاد۔(2) محض مالی مثلاً زکوٰۃ۔(3) جو ان دونوں سے مرکب ہو مثلاً حج چونکہ حج عبادت مرکبی ہے اس لئے اسکو آخر میں ذکر کیا اور زکوٰۃ کی فرضیت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے حضور کے زمانہ اقدس سے لے کر آج تک۔

(الجوہرۃ النیرۃ ج 1 ص 283 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

③ علامہ کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہاں وجوب سے مراد فرضیت ہے کیونکہ اس کا ثبوت دلیل قطعی سے ملتا ہے لیکن اس کا نصاب خبر احاد سے ثابت ہے۔

(البنایہ ج 3 ص 341 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ آزاد کی قید احترازی ہے اس سے غلام خارج ہو گیا کیونکہ اسکی اپنی ملکیت ہوتی ہی نہیں مسلم کی قید لگا کر غیر مسلم کو نکال دیا کیونکہ اصول کے مطابق کافر فروع کا مخاطب ہی نہیں ہے اور عاقل کی قید سے پاگل اور بالغ کی قید سے نابالغ نکال دیا کیونکہ یہ دونوں عبادت کے مخاطب ہی نہیں ہیں حالانکہ زکوٰۃ تو اسلام کی بنیادی چیزوں اور ارکان میں سے ہے جب کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ تین شخص مرفوع القلم ہیں۔(1) بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے۔(2) پاگل جب تک اس کا ذہنی توازن درست نہ ہو۔(3)

سونے والا جب تک نیند سے بیدار نہ ہو اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ زکوٰۃ اس پر لازم ہوگی جس پر نماز لازم ہے۔

نصاب کامل؟ یہ ذہن میں رکھیں کہ زکوٰۃ کی فرضیت کے لئے حاجتِ اصلیہ کے علاوہ (7½) ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ (52½) چاندی یا ساڑھے باون تولہ (52½) چاندی کی قیمت کے برابر سامانِ تجارت ہو اس پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ دینا واجب ہوگا لہٰذا سونے کا نصاب بیس مثقال اور چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے جن میں سے ہر دس درہم کا وزن سات مثقال ہے مال تجارت میں اس کی قیمت نصاب کے برابر ہو (درمختار ص 267 تا 270 ج 3 دار المعرفۃ بیروت)

یعنی زکوٰۃ ڈھائی فیصد ادا کی جائے گی یعنی چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے گا کلکیو لیٹر سے چالیس حصہ یوں (0.025) لکھا جائے گا۔ اس طرح سو روپیہ میں ڈھائی روپے زکوٰۃ بنے گی جو حساب اوپر مذکور ہوا اس کی اصل وہ حدیث ہے جسے امام ابوداؤد نے سنن ابوداؤد میں نقل کیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

هَاتُوْا صَدَقَةَ الرِّقَةِ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَماً دِرْهَمٌ وَلَيْسَ فِيْ تِسْعِيْنَ وَمِائَةٍ شَيْءٌ فَاِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ۔

ترجمہ: چاندی کی زکوٰۃ ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم ادا کرو اور ایک سو نوے (190) میں کچھ نہیں جب دو سو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) ہو تو اس میں پانچ درہم دو۔ (سنن ابوداؤد جلد 1 ص 462 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

زکوٰۃ نکالنے کا جدید فارمولا: جتنی بھی رقم ہو اسے (40) پر تقسیم کر دیں جو حاصل جواب ہوگا وہ اس رقم کی زکوٰۃ ہوگی۔

⑤ یعنی ایک سال انگریزی مہینوں کے بجائے اسلامی قمری مہینے کا معتبر ہوگا نیز زکوٰۃ کی ادائیگی میں تکمیلِ نصاب کے حوالے سے سال کے اول و آخر کا اعتبار ہے درمیان کا نہیں یعنی ابتدائے سال نصاب موجود تھا مگر درمیانِ سال کم ہو گیا لیکن اختتام سال پر پھر نصاب پورا ہو گیا تو بھی زکوٰۃ واجب ہوگی لیکن اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت والمسلمین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں یہاں اتنا ضرور ہے کہ اصل مال سے کوئی پارہ محفوظ رہے سب بالکل فنا نہ ہو جائے ورنہ مِلک اول سے شمار سال جاتا

رہے گا اور جس دن سے مِلک جدید ہوگی اس دن سے حساب لیا جائے گا لہٰذا زکوٰۃ کا سال جس دن پورا ہوگا اس دن آپ تمام اموال پر زکوٰۃ نکالیں گے۔ (حوالہ جات: (1) تنویر الابصار مع الدر المختار ج 3 ص 278 دار المعرفۃ بیروت۔ (2) فتاوی رضویہ ج 10 ص 89 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ازالہ وہم: زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے کوئی مہینہ معین نہیں ہاں ماہ رمضان میں نیکیوں کا درجہ بڑھ جاتا ہے نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض ستر فرائض کے برابر ہو جاتا ہے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں جب سال تمام ہو فوراً پورا ادا کردے ہاں اولیت چاہے تو سال تمام ہونے سے پہلے پیشگی ادا کرے اس کے لئے بہتر ماہ مبارک رمضان ہے جس میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ستر فرضوں کے برابر ملتا ہے۔

(فتاوی رضویہ ج 10 ص 183 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(۶) کیونکہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ زکوٰۃ اس پر واجب ہوگی جس پر نماز روزہ واجب ہے اور مکاتب اسے کہا جاتا ہے کہ جس کو مالک کہے تم مجھے اتنا مال ذے دو اس بدل کتابت تمہیں آزادی ہے اب جب تک وہ مال ادا نہ کرے گا اس کی آزادی نہ ہوگی لہٰذا مکاتب پر زکوٰۃ اس لئے واجب نہ ہوگی کہ وہ مکمل مال کا مالک ہی نہیں ہے کیونکہ اس کی آزادی مولیٰ کے اختیار میں ہے لہٰذا مِلک کے منافی چیز غلامی پائی گئی لہٰذا جب وہ خود کلیۃً مال کا مالک نہیں تو دوسرے کو کس طرح مالک بنائے گا۔ (البنایہ ج 3 ص 54-353 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(۷) زکوٰۃ اس صورت میں اس لئے نہ ہوگی کیونکہ ابھی اس میں اس کی ملک ناقص ہے لہٰذا زکوٰۃ نہ ہوگی ہاں مال بچ گیا اب چونکہ ملکیت کامل ہوگئی لہٰذا زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی اس کی صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک بندہ نے ایک گھر انیس لاکھ (19,00,000) کا خریدا ہے جس میں سے نو لاکھ اس نے ادا کر دیئے باقی دس لاکھ ادا کرنا ہے گھر ابھی زیر تعمیر ہے اور اس پر قبضہ آٹھ ماہ بعد ملے گا اب بندہ کے پاس بیس لاکھ روپے ہیں اب اس صورت میں چونکہ دس لاکھ روپے قرض ہے لہٰذا دس لاکھ روپے کی زکوٰۃ دینا ہوگی کیونکہ آپ خود اس وقت دس لاکھ روپے کے قرض دار ہیں اور جو شخص قرض دار ہو اس پر قرض کے علاوہ جو مال بچے اس کی زکوٰۃ ہوتی ہے لہٰذا قرض کی رقم منہا کر کے آپ زکوٰۃ ادا کریں گے چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے جس کا ترجمہ اختصار کے پیش نظر پیش کیا جاتا ہے۔

زکوٰۃ لازم ہونے کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مال دَین سے فارغ ہو ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ ہر وہ دین جس کا بندوں کی جانب سے مطالبہ ہو زکوٰۃ کے وجوب کو مانع ہے برابر ہے کہ وہ

دین بندوں کی طرف سے ہو جیسے قرض، زرِ ثمن، یا کسی چیز کا تاوان، وہ دین چاہے نقد رقم ہو یا مکیلی، یا موزونی چیز ہو یا کپڑے یا حیوان ہوں یا وہ واجب ہوا ہو خلع کی وجہ سے یا قتل میں صلح کی وجہ سے چاہے وہ فی الحال لازم ہو یا ایک معینہ مدت تک ہو یا اللہ تعالیٰ کا قرض ہو مثلاً زکوٰۃ۔

(فتاوی عالمگیری ج 1 ص 172 دار الفکر بیروت)

وَلَيْسَ فِيْ دُوْرِ السُّكْنٰى وَ ثِيَابِ الْبَدَنِ وَاَثَاثِ الْمَنْزِلِ وَدَوَابِّ الرُّكُوْبِ وَ عَبِيْدِ الْخِدْمَةِ وَ سَلَاحِ الْاِسْتِعْمَالِ زَكٰوةٌ وَلَا يَجُوْزُ اَدَاءُ الزَّكٰوةِ اِلَّا بِنِيَّةٍ مُّقَارَنَةٍ لِلْاَدَاءِ اَوْ مُقَارَنَةٍ لِعَزْلِ مِقْدَارِ الْوَاجِبِ وَمَنْ تَصَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَالِهٖ وَلَا يَنْوِى الزَّكٰوةَ سَقَطَ فَرْضُهَا عَنْهُ۔

ترجمہ: اور زکوٰۃ لازم نہ ہوگی رہائشی گھروں، بدن کے کپڑوں، گھر کے سامان، سواری کے جانوروں، خدمت کے نوکروں میں اور استعمال کے اوزاروں میں①، اور زکوٰۃ کی ادائیگی جائز نہ ہوگی مگر ایسی نیت کے ساتھ جو ادائیگی کے ساتھ ملی ہوئی ہے② یا واجب زکوٰۃ کی مقدار کے الگ کرنے کے وقت ملی ہوئی تھی③ اور جس نے سارے مال کو خیرات کر دیا لیکن اس وقت زکوٰۃ کی نیت نہ کی تو اس کی طرف سے فرض ساقط ہو جائے گا④

① کیونکہ یہ ساری چیزیں حوائج اصلیہ کے ساتھ مشغول ہیں۔

حاجتِ اصلیہ کا تعین: صدر الشریعہ امام الفقہاء علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ حاجت اصلیہ کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: حاجتِ اصلیہ یعنی جس کی طرف زندگی بسر کرنے میں آدمی کو ضرورت ہے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں جیسے رہنے کا مکان، جاڑے گرمیوں میں پہننے کے کپڑے، خانہ داری کے سامان، سواری کے جانور، خدمت کے لئے لونڈی، غلام، آلاتِ حرب، پیشہ وروں کے اوزار، اہل علم کے لئے حاجت کی کتابیں، کھانے کے لئے غلہ، مذکورہ چیزیں مثلاً دو گاڑیاں، دو ٹیپ، نعت و بیان کی کیسٹیں، کتابیں یہ چیزیں تجارت کی نیت سے نہ خریدیں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

فائدہ: نیز صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اہل علم کے لئے کتابیں حاجتِ اصلیہ سے ہیں اور غیر اہل کے پاس ہوں جب بھی کتابوں کی زکوٰۃ واجب نہیں جب کہ تجارت

کے لئے نہ ہوں فرق اتنا ہے کہ اہل علم کے پاس ان کتابوں کے علاوہ اگر مال بقدر نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ لینا جائز ہے اور غیر اہل کے لئے ناجائز جب کہ دو سو درہم قیمت کی ہوں، اہل وہ ہے جسے پڑھنے پڑھانے کے لئے یا تصحیح کے لئے ان کتابوں کی ضرورت ہو۔

(بہار شریعت مخرج ج1 ص881 -880 مکتبۃ المدینہ کراچی)

② کیونکہ زکوٰۃ عبادت ہے اور عبادت میں نیت شرط ہے جیسے نماز روزہ میں ادائیگی کے ساتھ ملنے کا مطلب ہے فقیر کو دیتے وقت یا کسی کو اپنی طرف سے وکیل بناتے وقت۔

تنبیہ: نیت کا مطلب یہ ہے کہ فقیر کو زکوٰۃ دیتے وقت زبان سے کہنا کہ یہ رقم زکوٰۃ کی ہے ضروری نہیں بلکہ دل میں زکوٰۃ کی نیت کر لی تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، لَا اِعْتِبَارَ لِتَسْمِيَةٍ فَلَوْ سَمَّاهَا هِبَةً اَوْ قَرْضاً تُجزئُ فِي الْاَصَحِّ۔

ترجمہ: نام لینے کا اعتبار نہیں اگر کسی نے اس مال کو تحفہ یا قرض کہہ دیا تب بھی اصح قول کے مطابق زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (درالمختار علی الدر المختار ج3 ص222 دار المعرفۃ بیروت)

صدر الشریعۃ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں یونہی نذر یا ہدیہ یا پان کھانے یا بچوں کے مٹھائی کھانے یا عیدی کے نام سے دی ادا ہو گئی بعض ضرورت مند زکوٰۃ کا روپیہ نہیں لینا چاہتے انہیں زکوٰۃ کہہ کر دیا جائے گا تو نہیں لیں گے لہٰذا زکوٰۃ کا لفظ نہ کہے۔

(بہار شریعت ج1 ص890 مخرج مکتبۃ المدینہ کراچی)

③ علامہ شامی اس کی وجہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کیونکہ دینا مختلف اوقات میں ہوتا ہے تو ہر دفعہ دیتے وقت نیت کو حاضر رکھنے میں بندہ حرج میں پڑ جائے گا لہٰذا حرج کی بناء پر اس یعنی مال علیحدہ کرتے وقت نیت کر لینے پر اکتفاء کیا جائے گا۔ (ردّ المختار علی الدر المختار ج3 ص222 دار المعرفۃ بیروت)

④ یعنی زکوٰۃ کا فرض اس کی طرف سے ادا ہو جائے گا اس کے بعد اس پر ادائیگی لازم نہ ہو گی لیکن یہ حکم بطور استحسان ہے ورنہ قیاس کا تقاضا ہے کہ زکوٰۃ ساقط نہ ہو جیسے امام زفر امام مالک شافعی واحمد رحمۃ اللہ علیہم اس کے قائل ہیں چونکہ تمام مال میں سے جو حصہ اس نے زکوٰۃ ادا کرنی تھی وہ متعین ہے لہٰذا متعین کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ تعین کی وہاں ضرورت ہوتی ہے جہاں دوسرے اجزاء کی مزاحمت اور ٹکراؤ ہو جب کہ یہاں ایسا نہیں لہٰذا جب عبادت کی نیت کر کے فریضہ ادا کیا تو ٹکراؤ ختم ہو گیا اور فرض بھی ساقط ہو گیا کیونکہ واجب کی جز کی ادائیگی پائی گئی ہے اب یہ ماہ رمضان کے روزے کی مانند ہو گیا کیونکہ ماہ

رمضان کا روزہ مطلق نیت سے ادا ہو جاتا ہے متعین کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تعین منجانب اللہ ہے۔
(البنایہ ج3 ص370-369 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

①بَابُ زَکٰوةِ الْإِبِلِ
(اونٹ کی زکوٰۃ کے مسائل)

لَيْسَ فِيْ اَقَلِّ مِنْ خَمْسِ ذَوْدٍ مِّنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْساً سَائِمَةً وَّحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا شَاةٌ اِلٰى تِسْعٍ فَإِذَا كَانَتْ عَشْراً فَفِيْهَا شَاتَانِ اِلٰى اَرْبَعَ عَشَرَةَ فَإِذَا كَانَتْ خَمْسَ عَشْرَةَ فَفِيْهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ اِلٰى تِسْعَ عَشَرَةَ فَإِذَا كَانَتْ عِشْرِيْنَ فَفِيْهَا اَرْبَعُ شِيَاهٍ اِلٰى اَرْبَعٍ وَّ عِشْرِيْنَ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْساً وَّعِشْرِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ مُخَاضٍ اِلٰى خَمْسٍ وَّ ثَلَاثِيْنَ فَإِذَا بَلَغَتْ سِتّاً وَّثَلَاثِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ اِلٰى خَمْسٍ وَّاَرْبَعِيْنَ فَإِذَا بَلَغَتْ سِتّاً وَّاَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا حِقَّةٌ اِلٰى سِتِّيْنَ فَإِذَا بَلَغَتْ اِحْدٰى وَ سِتِّيْنَ فَفِيْهَا جَذَعَةٌ اِلٰى خَمْسٍ وَّ سَبْعِيْنَ فَإِذَا بَلَغَتْ سِتّاً وَّ سَبْعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتَا لَبُوْنٍ اِلٰى تِسْعِيْنَ وَإِذَا كَانَتْ اِحْدٰى وَ تِسْعِيْنَ فَفِيْهَا حِقَّتَانِ اِلٰى مِائَةٍ وَّ عِشْرِيْنَ ثُمَّ تَسْتَاْنِفُ الْفَرِيْضَةُ فَيَكُوْنُ فِي الْخَمْسِ شَاةٌ مَّعَ الْحِقَّتَيْنِ وَ فِي الْعَشْرِ شَاتَانِ وَفِيْ خَمْسِ عَشْرَ ثَلَاثُ شِيَاهٍ وَ فِيْ عِشْرِيْنَ اَرْبَعُ شِيَاهٍ وَ فِيْ خَمْسٍ وَّ عِشْرِيْنَ بِنْتُ مُخَاضٍ اِلٰى مِائَةٍ وَّ خَمْسِيْنَ فَيَكُوْنُ فِيْهَا ثَلٰثُ حِقَاقٍ ثُمَّ تَسْتَاْنِفُ الْفَرِيْضَةُ فَفِي الْخَمْسِ شَاةٌ وَفِي الْعَشْرِ شَاتَانِ وَ فِيْ خَمْسَ عَشْرَ ثَلَاثُ شِيَاهٍ وَ فِيْ عِشْرِيْنَ اَرْبَعُ شِيَاهٍ وَفِيْ عِشْرِيْنَ اَرْبَعُ شِيَاهٍ وَ فِيْ خَمْسٍ وَّ عِشْرِيْنَ بِنْتُ مَخَاضٍ وَّ

فِيْ سِتٍّ وَ ثَلٰثِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ فَإِذَا بَلَغَتْ مِائَةً وَّ سِتًّا وَّتِسْعِيْنَ فَفِيْهَا اَرْبَعُ حِقَاقٍ اِلٰى مِائَتَيْنِ ثُمَّ تَسْتَأْنِفُ الْفَرِيْضَةَ اَبَدًا كَمَا تَسْتَأْنِفُ فِي الْخَمْسِيْنَ الَّتِيْ بَعْدَ مِأَةٍ وَالْخَمْسِيْنَ ، وَالْبُخْتُ وَالْعِرَابُ سَوَاءٌ۔

ترجمہ: پانچ سے کم (1,2,3,4) اونٹوں میں زکوٰۃ نہیں ہے[1] جب کہ چرنے والے اونٹوں کی تعداد پانچ کو پہنچ جائے اس حال میں کہ ان پر ایک سال بھی گذر چکا ہو تو اس میں (9) نو تک ایک بکری زکوٰۃ ہوگی پھر جب تعداد (10) دس کو پہنچ جائے تو اس میں (14) چودہ تک دو بکریاں زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی پھر جب (15) کو تعداد پہنچ جائے تو اس میں تین بکریاں زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی (19) انیس تک پھر جب تعداد (20) بیس کو پہنچ جائے اس میں (24) چوبیس تک چار بکریاں ہوں گی[2] پھر جب پچیس کو تعداد پہنچ جائے تو ان اونٹوں پر ایک بنت[3] مخاض پینتیس (35) تک پھر جب چھتیس (36) تک پہنچ جائیں تو ان میں پینتالیس تک ایک بنت لبون ہے پھر جب اونٹوں کی تعداد چھیالیس کو پہنچ جائے تو ساٹھ (60) تک ان میں ایک حِقّہ ہوگا پھر جب تعداد اکسٹھ (61) ہو جائے تو اس میں ایک جذعہ ہے پچھتر (75) تک پھر جب چھہتر (76) اونٹ ہو جائیں تو ان میں نوے (90) تک دو بنت لبون ہوں گے پھر جب اکانوے (91) ہو جائیں تو اس میں ایک سو بیس (120) تک دو حقے ہیں پھر فریضہ زکوٰۃ از سر نو شروع ہو جائے گا بایں طور پر کہ پانچ (5) اونٹ میں ایک بکری لازم ہوگی ساتھ دو حقہ کے اور دس (10) اونٹ میں دو بکریاں اور پندرہ (15) اونٹ میں تین بکریاں اور بیس (20) میں چار بکریاں اور پچیس (25) اونٹ میں ایک بنت مخاض ایک سو پچیس (125) تک پھر ایک سو پچاس (150) اونٹ میں تین حقے ہوں گے پھر فریضہ زکوٰۃ از سر شروع ہو جائے گا پس پانچ (5) اونٹ میں ایک بکری دس (10) میں دو بکریاں اور پندرہ میں تین بکریاں بیس میں چار بکریاں اور پچیس میں ایک بنت مخاض اور چھبیس (26) میں ایک

بنت لبون پھر جب اونٹوں کی تعداد ایک سو چھیانوے (196) کو پہنچ جائے تو
اس میں چار حقے ہیں دوسو اونٹ تک پھر فریضہ زکوۃ از سرنو شروع کیا⑧ جائے گا
جیسا کہ ایک سو پچاس میں پچاس کے اندر شروع کیا گیا تھا بختی نسل اور عربی
زکوۃ میں برابر ہیں⑨

① اِبِل اسم جنس ہے بعید کی طرح مذکر و مونث دونوں میں مساوی استعمال ہوتا ہے حضرت امام سیبویہ نے فرمایا کہ (فا+عین) مکسور کا وزن اس کی مثال فقط اِبِل ہے ان عجائبات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ (سورت غاشیہ پارہ نمبر 30 رکوع 13 آیت نمبر 12) ترجمہ: دیکھتے نہیں کہ اونٹ کی اللہ تعالیٰ نے عجیب پیدائش کی ہے ابل کی جمع ابال ہے اس کا نام ابل اس لئے رکھا گیا ہے کہ ابل بول سے بنا ہے جس کا مطلب پیشاب ہے کیونکہ یہ رانوں پر پیشاب کرتا ہے یہ وجہ تسمیہ اشتقاق اکبر یا کبیر کی بناء پر ہی ہوسکتی ہے کیونکہ اِبل مہموز الفاء اور بول معتل العین ہے فقہاء فرماتے ہیں کہ اونٹوں کے اصطبل میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ایک روایت میں لَا تُصَلُّوْا فِی مُبَارَکِ الْاِبِلِ فَاِنَّھَا مَاْوَی الشَّیٰطِنِ۔ ترجمہ: اونٹ کے ٹھہرانے کی جگہ میں نماز مت پڑھو کیونکہ وہ شیطان کا ٹھکانہ ہے۔

چونکہ سونا چاندی سے بھی زیادہ عرب میں اونٹ پائے جاتے ہیں اس لئے مصنف نے اس کی زکوۃ کے مسائل کو سونا چاندی پر مقدم کیا۔

(اثمار التکمیل لمافی انوار التنزیل ج 1 ص 188 مکتبہ امدادیہ ملتان)

② پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ نہیں ہوگی چنانچہ حدیث شریف میں ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ نہیں ہے اور پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں زکوۃ نہیں ہے۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 487 حدیث نمبر 979 دار ابن حزم بیروت)

نیز زینت المحدثین حضرت علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں لَیْسَ فِیْ اَقَلَّ مِنْ خَمْسٍ مِّنَ الْاِبِلِ زَکٰوۃٌ، ترجمہ: پانچ سے کم اونٹوں میں زکوۃ نہیں ہے لیکن ذہن میں رکھیں کہ ان میں یہ مذکورہ زکوۃ اس وقت لازم ہوگی جب کہ وہ سال کا اکثر حصہ باہر چر کر گذارتے ہوں اور گھر پر کم کھاتے ہوں لیکن اگر وہ پالتو ہوں اور کاروبار کے لئے بھی نہ ہوں تو ان میں زکوۃ واجب نہ ہوگی۔ (مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر ج 1 ص 292 دار الکتب العلمیہ بیروت)

③ اس ساری تفصیل کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے آپ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔
(جامع ترمذی باب ما جاء فی زکوٰۃ الابلش ا/ج ص135
حدیث نمبر 621 بمع تحفۃ الاخوذی وعارضۃ الاخودی)

④ اصطلاحات فقہیہ کی تعریفات بمعہ وجوہ تسمیہ": یہ خاص فقہی اصطلاحات میں سے ہر ایک کا مطلب بمع وجہ تسمیہ ذہن میں رکھ لیں بقیہ تفصیل ترجمہ سے واضح ہے۔ بنت مخاض کا لفظی و لغوی معنی ہے حامل اونٹنی کی بیٹی: یہ اونٹنی کی اس بچی کو کہا جاتا ہے جس پر ایک سال گذر چکا ہو اور دوسرے سال میں داخل ہو چکے، بنت لبون: لبون لبن سے ہے جس کا معنی دودھ اب بنت لبون کا معنی ہے دودھ دینے والی اونٹنی کا بچہ یعنی وہ بچہ جس پر دو سال گذر چکے ہوں اور تیسرا شروع ہو چکا ہو۔ حقہ یعنی جس کے تین سال گذر چکے ہوں اور چوتھے میں داخل ہو چکا ہو، وہ بچہ جس پر سوار ہونے کا حق ثابت ہو چکا ہو۔ جذعہ: یعنی جس کے اگلے دونوں دانت ٹوٹ گئے ہوں یعنی چار سال گذار کر پانچویں سال میں قدم رکھا ہو چونکہ اس کا ایک دانت نکل کر دوسرا نکل آتا ہے اور بالغ ہو جاتا ہے اس لئے اس کو جذعہ کہا جاتا ہے
(عام کتب فقہ وقاموس الفقہ)

⑤ یعنی پچیس (25) میں چھتیس 36 تک بنت مخاض ہوگی پھر چھیالیس (46) تک بنت لبون ہوگی پھر پچاس (50) تک حقہ ہوگا یہی عبارت بالا کا مطلب ہے۔
(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص291 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑥ بخت بختی کی جمع ہے جو عرب وعجم دونوں کے ملاپ سے پیدا ہو بخت نصر کی طرف یہ منسوب ہے عراب عین کی زیر سے ہے یعنی جنہوں نے دیہات اور شہر دونوں کو وطن بنالیا ہو اس نسبت میں اختلاف ہے لیکن صحیح ترین بات یہی ہے کہ یہ عربیہ یعنی تہامہ کی طرف منسوب ہے کیونکہ ان کے والد حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام تھے چونکہ مطلق لفظ ابل ان دونوں کو شامل ہے اس لئے دونوں کا مسئلہ ہے۔
(البنایہ ج3 ص33 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

①بَابُ صَدَقَةِ الْبَقَرِ
(گائے کی زکوٰۃ کے مسائل)

لَيْسَ فِيْ أَقَلَّ مِنْ ثَلٰثِيْنَ مِنَ الْبَقَرِ صَدَقَةٌ فَإِذَا كَانَتْ ثَلَاثِيْنَ سَائِمَةً وَّحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا تَبِيْعٌ أَوْ تَبِيْعَةٌ وَفِيْ

اَرْبَعِیْنَ مُسِنٌّ اَوْ مُسِنَّۃٌ فَاِذَا زَادَتْ عَلَی الْاَرْبَعِیْنَ وَ جَبَ فِی الزِّیَادَۃِ بِقَدْرِ ذٰلِکَ اِلٰی سِتِّیْنَ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فَفِی الْوَاحِدَۃِ رُبُعُ عُشْرِ مُسِنَّۃٍ وَفِی الْاِثْنَیْنِ نِصْفُ عُشْرِ مُسِنَّۃٍ وَفِی الثَّلَاثِ ثَلٰثَۃُ اَرْبَاعِ عُشْرِ مُسِنَّۃٍ وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَہُمَا اللّٰہُ لَا شَیْءَ فِی الزِّیَادَۃِ حَتّٰی تَبْلُغَ سِتِّیْنَ فَیَکُوْنُ فِیْہَا تَبِیْعَتَانِ اَوْ تَبِیْعَانِ وَ فِیْ سَبْعِیْنَ مُسِنَّۃٌ وَ تَبِیْعٌ وَ فِیْ ثَمَانِیْنَ مُسِنَّتَانِ وَفِیْ تِسْعِیْنَ ثَلَاثَۃُ اَتْبِعَۃٍ وَفِیْ مِاَۃٍ تَبِیْعَتَانِ وَ مُسِنَّۃٌ وَعَلٰی ھٰذَا یَتَغَیَّرُ الْفَرْضُ فِیْ کُلِّ عَشَرٍ مِّنْ تَبِیْعٍ اِلٰی مُسِنَّۃٍ وَّالْجَوَامِیْسُ وَالْبَقَرُ سَوَاءٌ۔

ترجمہ: تیس (30) گائے سے کم میں زکوٰۃ لازم نہ ہوگی جب چرنے والی تیس (30) گائے ہو جائیں اور ان پر سال بھی گذر جائے تو اس میں ایک بچھڑا یا ایک بچھڑی ہے② اور چالیس (40) گائے میں ایک مُسِنٌّ (نر) یا مُسِنَّہ (مادہ) ہے پھر جب گائے کی تعداد چالیس (40) سے بڑھ جائے تو اضافی میں واجب ہوگا اس کی مقدار کے مطابق ساٹھ (60) تک امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ③ کے نزدیک لہٰذا ایک گائے میں مسنہ کا ایک چالیسواں حصہ ہوگا اور دو گائے میں مسنہ کا دو چالیسواں حصہ اور تین گائے میں تین چالیسواں حصہ ہوگا، اور صاحبین نے کہا زیادتی کی صورت میں کوئی چیز نہیں ہے یہاں تک کہ تعداد ساٹھ (60) کو پہنچ جائے پھر ساٹھ (60) میں دو بچھڑے یا دو بچھڑیاں ہوں گی اور ستر (70) میں سے ایک مسنہ اور ایک تبیعہ ہوگی اور اسی (80) میں دو مسنہ اور نوے (90) میں تین بچھڑے ہوں گے اور ایک سو گائے میں دو بچھڑے اور ایک مسنہ لازمی ہوں گے④ اس طرح فرض بدلتا رہے گا ہر دس میں بچھڑا سے مسنہ کی طرف، زکوٰۃ کے مسئلہ میں⑤ بھینس اور گائے برابر ہیں۔

① مصنف علیہ الرحمۃ نے گائے کے مسائل کو بھیڑ بکری کے مسائل پر مقدم کیا کیونکہ گائے اونٹ کی جسامت اور قیمت میں قریب قریب ہے نیز گائے کی قربانی میں بھی سات 7 بندے شریک ہوتے ہیں اور اونٹ کا بھی یہی حکم ہے بقرۃ کا لفظ اسم جنس ہے قلیل وکثیر سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے نمرۃ اور نمر اور بعوضۃ اور بعوض لیکن امام مبرد نے فرمایا جب فرق کرنا ہو تو مذکر کے لئے ھذا بقر اور مونث کے لئے ھذہ بقرۃ سے کر سکتے ہیں اس کی جمع بقرات ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

سَبْعُ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ (سورت یوسف پارہ نمبر 12 رکوع نمبر 16 آیت نمبر 43) اور بقر کا لغوی معنی ہوتا ہے چیرنا ہے اس کو اس لئے بقر کہتے ہیں کہ گائے بھی زمین کو چیرتی ہے تو کھیتی باڑی ہوتی ہے حضرت محمد بن علی زین العابدین ابن حسین کا لقب باقر بھی اس لئے تھا گویا کہ آپ علم میں بلیغ طریقے سے داخل ہو جاتے تھے۔ بقرہ کو باقورہ بھی کہتے ہیں جس طرح آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے فِيْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ بَاقُوْرَةٌ بَقَرَةٌ، کہ ہر تیس گائے میں ایک گائے بطور زکوٰۃ ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی کیا کرتے تھے اور آپ قربانی کا گوشت ضرور تناول کیا کرتے تھے لہٰذا امت کے لئے بھی اس کا کھانا سنت قرار پایا۔ (اثمار التکمیل ج1 ص191 مکتبہ امدادیہ ملتان)

② (30) تیس گائے سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے، عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهُ اِلَى الْيَمَنِ اَمَرَهُ اَنْ يَّاْخُذَ مِنَ الْبَقَرِ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ تَبِيْعًا اَوْ تَبِيْعَةً وَمِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةً۔ ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ ہر تیس گائے سے ایک تبیع یا تبیعہ لیں اور ہر چالیس میں سے ایک مسنہ۔

(ابوداؤد شریف ج2 ص145 حدیث نمبر 1576 دار احیاء التراث العربی، بیروت)

فائدہ: تَبِيْع تبيعة، بچھڑا یا بچھڑی جو ایک سال پورا گذار کر دوسرے سال میں قدم رکھ چکا ہو۔ مُسِنٌّ/مُسِنَّةٌ ایسا بچھڑا یا بچھڑی جو دو سال مکمل گذار کے تیسرے سال میں داخل ہو چکے ہوں۔

③ یعنی چالیس (40) سے اوپر ساٹھ (60) تک نہ تو دوسرے تیس گائے بنتی ہیں اور نہ چالیس گائے بنتی ہیں ساٹھ میں جا کر دو تین بنتی ہیں اس لئے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چالیس تا ساٹھ ہر گائے میں ایک مسنہ کا چالیسواں حصہ لازم ہوگا۔ (1) میں (1) چالیسواں (2) میں (2) چالیسواں (3) میں (3) چالیسواں۔

④ کیونکہ اس پر علماء کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور اسی کے متعلق احادیث وارد ہوئی ہیں چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک اثر ہے کہ حضرت مکحول سے منقول ہے کہ چالیس سے جو زیادہ ہو تو اس کے حساب سے ہوگا۔ (حوالہ نمبر 1 مُصَنَّفُ اِبْنِ اَبِيْ شَيبه فِي الزِّيَادَةِ فِي الْفَرِيْضَةِ ج2 ص364 حوالہ نمبر 2 الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص139 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

⑤ یعنی زکوٰۃ اور قربانی کے اعتبار سے دونوں کے حکم میں مساوات ہے یہی وجہ ہے کہ فقہاء

فرماتے ہیں اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ گائے کا گوشت نہ کھائے گا اب اگر اس نے بھینس کا گوشت کھالیا اب اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ یہ عرف کے خلاف ہے اور ہمارے یعنی صاحب الجوھرۃ کے علاقے میں بہت کم ہوتا ہے یوں ہی قسم اٹھائی کہ گائے نہیں خریدے گا اب یہ بھینس کو شامل نہ ہوگا۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص292 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

①بَابُ صَدَقَةِ الْغَنَمِ (بکری بھیڑ کی زکوٰۃ کے مسائل)

لَيْسَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ اَرْبَعِيْنَ شَاةً صَدَقَةٌ فَاِذَا كَانَتْ اَرْبَعِيْنَ شَاةً سَائِمَةً وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا شَاةٌ اِلٰى مِائَةٍ وَّ عِشْرِيْنَ فَاِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيْهَا شَاتَانِ اِلٰى مِائَتَيْنِ فَاِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيْهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ فَاِذَا بَلَغَتْ اَرْبَعَ مِائَةٍ فَفِيْهَا اَرْبَعُ شِيَاهٍ ثُمَّ فِيْ كُلِّ مِاءةٍ شَاةٌ وَالضَّأْنُ وَالْمَعْزُ سَوَاءٌ۔

ترجمہ: چالیس سے کم بکریوں میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے② پھر جب چالیس چرنے والی بکریاں ہوں اور ان پر سال گذر جائے تو اس میں ایک سو بیس (120) تک ایک ہی بکری ہوگی پھر جب اس میں ایک زیادہ ہو جائے (121) بکریاں ہوجائیں تو اس میں دوسو تک دو بکریاں ہوں گی پھر جب اس میں ایک زیادہ ہوجائے (201) تو اس میں تین بکریاں ہیں پھر جب تعداد چار سو (400) تک پہنچ جائے تو اس میں چار بکریاں ہیں پھر ہر سینکڑے میں ایک بکری لازم ہوگی بھیڑ اور بکری برابر ہیں③

① مصنف علیہ الرحمۃ نے خیل یعنی گھوڑوں کے مسائل پر بکری کی زکوٰۃ کے احکام کو اس لئے مقدم کیا کیونکہ ان کی تعداد زیادہ ہے نیز بکریوں کی زکوٰۃ میں اتفاق ائمہ ہے جب کہ گھوڑوں کی زکوٰۃ میں اختلاف ہے غنم کا اطلاق مذکر و مونث سب پر ہوتا ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص293 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② غنم کا لفظ اگرچہ کثیر الاستعمال بھیڑ کے لئے ہے لیکن اس کا استعمال شاۃ یعنی بکری کے لئے بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ (پارہ نمبر 16 رکوع نمبر 10 آیت نمبر 18) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس لاٹھی کا سہارا بھی لیتا ہوں اور درختوں

سے بکری کے لئے پتے بھی جھاڑتا ہوں۔

③ یعنی چالیس سے کم اگر ایک بکری بھی ہوگی تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی یاد رہے کہ یہاں بکری میں دنبہ اور بھیڑ بھی شامل ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ چالیس ہوں تو ایک بکری (120) میں دو اور (201) میں تین اور (400) میں چار پھر ہر سو پر ایک اور جو دو نصابوں کے درمیان ہے وہ معاف ہے۔ (فتاوی عالمگیری ج1 ص(178) دارالفکر، بیروت)

فائدہ: اوپر والی تعداد بظاہر عقل کے خلاف معلوم ہوتی ہے لیکن جہاں حدیث آجائے وہاں عقل کا فیصلہ اگر مخالف خبر و حدیث ہو تو وہ قابل قبول نہیں ہوتا بخاری شریف میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ خط لکھا جب امیر کو بحرین کی طرف روانہ کیا تو مذکورہ ساری تفصیل لکھ کر روانہ کیا مفصل وہاں دیکھ لیں۔

(بخاری شریف باب زکوٰۃ الغنم ص195 قدیمی کتب خانہ، لاہور)

④ یعنی زکوٰۃ کے واجب ہونے اور قربانی میں دونوں کا حکم ایک ہے لہذا اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ ضأن کا گوشت نہیں کھائے گا پھر اس نے بکری کا گوشت کھالیا تو قسم نہ ٹوٹے گی۔

(الجوھرۃ ج1 ص293 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

①بَابُ زَكٰوةِ الْخَيْلِ (گھوڑے وغیرہ کی زکوٰۃ کا مسئلہ)

اِذَا كَانَتِ الْخَيْلُ سَائِمَةً ذُكُوْراً اَوْ اِنَاثاً وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَصَاحِبُهَا بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ اَعْطٰى مِنْ كُلِّ فَرَسٍ دِيْنَاراً وَاِنْ شَاءَ قَوَّمَهَا فَاَعْطٰى عَنْ كُلِّ مِائَتَىْ دِرْهَمٍ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ، وَلَيْسَ فِىْ ذُكُوْرِهَا مُنْفَرِدَةً زَكٰوةٌ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ عَلَيْهِمَا لَا زَكٰوةَ فِى الْخَيْلِ، وَلَا شَىْءَ فِى الْبِغَالِ وَالْحَمِيْرِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ لِلتِّجَارَةِ۔

ترجمہ: جب گھوڑے چرنے والے ہوں خواہ مذکر ہوں یا مؤنث ان پر سال گذر چکا ہو تو اس کے مالک کو اختیار ہے ②اگر چاہے تو ہر گھوڑے کے بدلے ایک دینار دے اور اگر چاہے تو اس کی قیمت لگائے ہر دو سو درہم کے بدلے یا پانچ

درہم، اکیلا مذکر گھوڑوں میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک زکوٰۃ واجب نہیں ہے جب کہ صاحبین کے نزدیک گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے ہی نہیں③،

خچر اور گدھے میں زکوٰۃ نہیں ہے مگر یہ کہ تجارت (کاروبار) کے لئے ہوں (تب زکوٰۃ ہوگی)④

① علامہ بدرالدین عینی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس باب کو یہاں اس لئے ذکر کیا کہ اس کا بھی چرنے والے جانوروں کے ساتھ تعلق ہے لہٰذا بکری بھیڑ گائے کی طرح یہ بھی یعنی گھوڑا بھی چرنے والوں میں سے ہے لیکن اس کو سب سے آخر میں اس لئے ذکر کیا کہ اس کا وجود کم ہے۔

فائدہ: خیل اسم جمع ہے رَکْبٌ کی طرح مذکر ومؤنث میں یکساں مستعمل ہوتا ہے۔ اس کا واحد اس کے لفظ سے نہیں ہے بغیر لفظ اس کا واحد فرسٌ ہے قرآن مجید میں بھی ہے وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ (سورۃ اسراء پارہ 15 رکوع نمبر 7 آیت نمبر 64) اور یا قوم اقوام کی طرح اسم جمع ہے۔

(البنایہ ج3 ص396 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ جہاد اور خدمت کے گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے البتہ تجارت کے گھوڑوں میں ہر دو درہم میں پانچ درہم لازم ہیں۔

② مصنف نے اختیار کو مالک کی طرف سونپ کر امام طحاوی علیہ الرحمۃ کا رد کیا ہے کیونکہ انہوں نے اختیار کو عامل کی طرف منسوب کیا ہے ہر اس میں جس میں بادشاہ کی حمایت کی ضرورت ہو۔

(البنایہ بحوالہ سابقہ)

③ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ مسلمان کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ (سورۃ التوبہ پارہ 11 آیت نمبر 103) ترجمہ: کہ تم ان کے مال سے صدقہ وزکوٰۃ لو تا کہ آپ ان کے مال پاک کریں لہٰذا گھوڑا بھی اموال میں سے ہے جس طرح آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ ہر گھوڑے میں جو کہ چرنے والا ہے اس میں دینار یا دس درہم زکوٰۃ ہے اس کو باقی چرنے والوں پر قیاس کریں گے، صاحبین کی دلیل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضرت زید بن ثابت نے فرمایا کہ اس سے مراد غازی کا گھوڑا ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص140 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

④ کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب ان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ان کے

متعلق مجھ پر کوئی جامع آیت نازل نہیں ہوئی سوائے ایک جامع آیت کے اور وہ ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ (سورۃ زلزال پارہ 30 رکوع نمبر 24 آیت نمبر 7) (الاختیار لتعلیل المختار بحوالۃ سابقۃ)

لَيْسَ فِي الْفُصْلَانِ وَلَا الْحُمْلَانِ وَالْعَجَاجِيْلِ زَكٰوةٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رحمة الله تعالٰى عليهما اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَعَهَا كِبَارٌ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ تَجِبُ فِيْهَا وَاحِدَةٌ مِّنْهَا ، وَمَنْ وَّجَبَ عَلَيْهِ مُسِنٌّ فَلَمْ يُوْجَدْ اَخَذَ الْمُصَدِّقُ اَعْلٰى مِنْهَا وَرَدَّ الْفَضْلَ اَوْ اَخَذَ دُوْنَهَا وَاَخَذَ الْفَضْلَ وَيَجُوْزُ دَفْعُ الْقِيَمِ فِي الزَّكٰوةِ ، وَلَيْسَ فِي الْعَوَامِلِ وَالْحَوَامِلِ وَالْعَلُوْفَةِ زَكٰوةٌ۔

ترجمہ: اونٹنی①، بکری، گائے کے بچوں میں طرفین کے نزدیک کوئی زکوٰۃ نہیں مگر جب بچوں کے ساتھ بڑے بھی ہوں تب زکوٰۃ ہوگی، اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ان میں ایک بچہ لازمی ہوگا اور جس پر① زکوٰۃ میں مسن واجب تھا مگر اس نے اس کو نہ پایا زکوٰۃ لینے والا اس سے اعلیٰ لے لے گا اور جو زیادہ لیا اس کے پیسے واپس کرے یا مسن سے کم لے اور جو زیادہ ہوا وہ مالک سے لے لے اور زکوٰۃ میں اصل جانور کی جگہ قیمت دینا بھی جائز ہے②، اور کام کرنے والے اور بوجھ اٹھانے والے اور گھر میں گھاس کھانے والے جانوروں پر زکوٰۃ نہیں ہے③

① مصنف علیہ الرحمۃ جب بڑے گھوڑوں وغیرہ کے احکام سے فارغ ہوئے اب چھوٹوں کے احکام مصنف نے شروع کر دیئے ہیں، الفصلان فاء کی پیش کے ساتھ جو کہ فصیل کی جمع ہے اس سے مراد اونٹ کی اولاد یعنی چھوٹے بچے ہیں اور الحملان حاء کی پیش اور کسرہ دونوں کے ساتھ جائز ہے یہ حمل کی جمع ہے اس سے بکری کی اولاد یعنی چھوٹے بچے مراد ہیں اور العجاجیل یہ عجول کی جمع جیسے ابابیل ابول کی جمع ہے طرفین کے نزدیک ان میں اس صورت میں زکوٰۃ ہوگی جب ساتھ بڑے ہوں لہٰذا بچوں کو بڑوں کے تابع کر کے زکوٰۃ لازم ہوگی کیونکہ اگر بڑے نہ ہوں گے تو نسل میں اضافے کا امکان نہیں لہٰذا بچے بڑے ہوں گے لیکن تعداد میں اضافہ نہ ہوگا اس لئے ان میں زکوٰۃ نہیں ہے لیکن یہ

ذہن میں رکھیں علامہ طحاوی علیہ الرحمتہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں چار روایات ہیں۔ (البنایہ ج3 ص403 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② اس سے معلوم ہوا کہ قیمت دینا بھی جائز ہے مثال کے طور پر ایک سال کا اونٹنی کا بچہ لازم تھا لیکن مالک کے پاس دو سال کا بچہ تھا جس کی قیمت ایک سال والے سے تقریباً تیس درہم زیادہ ہوتی ہے تو زکوٰۃ لینے والا مالک سے دو سال والی لے لے اور جو تیس درہم ایک سال والی سے زیادہ آئے تو ان کو مالک کی طرف واپس لوٹا دے دوسری صورت میں ایک سال والی اونٹنی لے لے هٰكَذَا عَلَى الْقِيَاسِ فَافْهَمْ۔

③ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قیمت دینا اصل کی جگہ جائز ہے یہی موقف حضرت عبداللہ بن مسعود کا بھی ہے اسی طرح کفارۂ مالیہ صدقہ فطر عشر نذر و منت وغیرہ میں قیمت دینا جائز ہے امام اعظم دلیل دیتے ہیں کہ مقصود تو زکوٰۃ کی ادائیگی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے فقیر کو بھی رزق دینا ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (سورۃ ھود پارہ 12 رکوع نمبر 1 آیت نمبر 6) لہٰذا اس کو قیمت دی جائے تا کہ وہ اپنی ضرورت بہتر طریقے سے پوری کر سکے۔

(البنایہ ج3 ص409 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ ان میں زکوٰۃ اس لئے نہیں ہے کہ زکوٰۃ کے لئے باہر چرنا ضروری ہے نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا حوامل عوامل اور گائے جو بوجھ اٹھانے والی ہو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ زکوٰۃ کے لئے بڑھنے والا مال ضروری ہے اور بڑھنے کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ وہ باہر چرتا ہے اور جب چرتا ہے تو بڑھتا ہے یا پھر تجارت کے لئے ہو یہاں دونوں باتیں نہیں ہیں لہٰذا زکوٰۃ لازم نہ ہوگی۔

(البنایہ ج3 ص412 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَلَا يَاْخُذُ الْمُصَدِّقُ خِيَارَ الْمَالِ وَلَا رُزَالَتَهٗ وَ يَاْخُذُ الْوَسْطَ وَمَنْ كَانَ لَهٗ نِصَابٌ فَاسْتَفَادَ فِيْ اَثْنَاءِ الْحَوْلِ مِنْ جِنْسِهٖ ضَمَّهٗ اِلٰى مَالِهٖ وَزَكَّاهُ بِهٖ وَالسَّائِمَةُ هِيَ الَّتِيْ تَكْتَفِيْ بِالرَّعْيِ فِيْ اَكْثَرِ الْحَوْلِ فَاِنْ عَلَفَهَا نِصْفَ الْحَوْلِ اَوْ اَكْثَرَ فَلَا زَكٰوةَ فِيْهَا وَالزَّكٰوةُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ اَبِيْ يُوْسُفَ فِي النِّصَابِ دُوْنَ الْعَفْوِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَ زُفَرُ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى تَجِبُ

فِيْهَا وَاِذَا هَلَكَ الْمَالُ بَعْدَ وُجُوْبِ الزَّكٰوةِ سَقَطَتْ وَاِنْ قَدَّمَ الزَّكٰوةَ عَلَى الْحَوْلِ وَهُوَ مَالِكٌ النِّصَابِ جَازَ۔

ترجمہ: زکوٰۃ وصول کرنے والا نہ تو انتہائی اعلیٰ درجے کا ہو نہ ہی انتہائی کمزور مال لے گا بلکہ درمیانہ مال لے گا① اور جس کے پاس نصاب ہو پھر اس کو درمیان سال اسی کی جنس سے نفع حاصل ہو تو وہ اس کو اصل مال کے ساتھ ملا کر اس کی بھی زکوٰۃ دے② اور چرنے والا جانور وہ ہوگا کہ وہ سال کے اکثر حصہ میں چرا ہو③ پس اگر جانور کو آدھا سال یا زیادہ گھاس کھلایا تو اس میں زکوٰۃ نہ ہوگی④ اور شیخین کے نزدیک نصاب میں زکوٰۃ ہے عفو میں نہیں ہے اور امام محمد اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا کہ دونوں میں زکوٰۃ واجب ہوگی⑤، واجب مال ہلاک ہو جائے زکوٰۃ کے واجب ہونے کے بعد تو زکوٰۃ معاف ہوگی⑥ اور اگر زکوٰۃ سال مکمل ہونے سے پہلے دے دی اس حال میں کہ وہ نصاب کا مالک تھا تو جائز ہے⑦

① کیونکہ اس صورت میں فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی عمل ہے کہ خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا ترجمہ: کہ تمام کاموں میں بہترین کام درمیانہ ہے، نیز اس میں غریب و امیر دونوں پر شفقت پائی جاتی ہے کیونکہ بہت اعلیٰ کے مطالبہ کی صورت میں دینے کی صورت میں مالداروں کو ضرر (نقصان) ہوگا اور بہت ردی مال دینے کی صورت میں فقیر کو نقصان ہوگا اسی وجہ سے مال کو تین قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (جید یعنی عمدہ اور ردی (کھوٹا) اور درمیانہ) (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص297 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② آگے تعمیم ہے جو مال حاصل ہوا ہے اس میں بڑھنے والی یعنی نامی صفت پائی گئی یا نہیں یا وہ میراث یا ھبہ یا اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے حاصل ہوا ہو لیکن یہ شرط ہے کہ اس کی جنس سے ہو اس لئے اگر غیر جنس ہوگا مثلاً بکری کو اونٹ کے ساتھ اکٹھا کر دیا تو اب نہ ملایا جائے گا چنانچہ حضرت امام زھری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آدمی مال کا استفادہ کرے پھر ارادہ کرے کہ زکوٰۃ کا مہینہ آنے سے پہلے خرچ کرے تو اس کی زکوٰۃ دے پھر خرچ کرے اور اگر خرچ نہیں کرنا چاہتا تو پھر مال مُستفاد کی بھی زکوٰۃ دے۔ (حوالہ نمبر 1 مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص387 حوالہ نمبر 2 الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

③ اکثر کی قید اس لئے مصنف نے لگائی ہے کہ کبھی لامحالۃ گھر چارہ کھلانا پڑ جاتا ہے لہٰذا اقل کو اکثر کے تابع کر دیا جائے گا لیکن یہ اس صورت پر محمول ہوگا جب مقصود نسل میں اضافہ ہو اگر تجارت یا

سامان اٹھانے یا سواری کے لئے ہوں تو اس میں بالکل زکوٰۃ لازم نہ ہوگی۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص298 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ ظاہر بات ہے فقہی اصول ہے حکم الاکثر حکم الکُلِّ لہٰذا جب اکثر حصہ گھر کے چارہ پر وہ جانور پلا تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ وہ پورا سال ہی گھر میں چارہ کھاتا رہا۔

⑤ مطلب یہ ہے کہ اگر مال نصاب میں اور عفو میں اکٹھا ہو جائے تو وجوب زکوٰۃ کا تعلق نصاب کے ساتھ ہوگا نہ کہ عفو کے ساتھ مثال کے طور پر سال میں دوسو درہم پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اس کے پاس عفو یعنی تین سو درہم ہو گئے تو امام صاحب اور امام ابو یوسف کے نزدیک زکوٰۃ فقط دوسو درہموں پر لازماً نکالنی پڑے گی شیخین کی دلیل یہ ہے کہ فرمان رسالت ہے چرنے والے پانچ اونٹوں پر ایک بکری زکوٰۃ لازم ہوگی اوپر میں زکوٰۃ نہ ہوگی جب تک اونٹوں کی تعداد دس کو نہ پہنچ جائے اور امام محمد وزفر رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ بندہ زکوٰۃ اس لئے نکالتا ہے کہ مال اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس پر شکر ادا کرنا واجب ہے جتنی نعمت ہوگی اس کے مطابق ہی شکر ادا کیا جائے گا۔ (البنایہ ج3 ص418 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑥ مصنف علیہ الرحمۃ نے ہلاکت کی قید اس لئے لگائی کیونکہ اگر جان بوجھ کر مال ہلاک کر دیا اب زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی پہلی صورت کی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ تو مال پر لازم ہوتی ہے جب مال ہی ہلاک ہو گیا اب زکوٰۃ ساقط یعنی معاف ہوگی جیسے جرم کرنے والا غلام مر جائے تو اب آقا کس کو سپرد کرے گا لہٰذا آقا سے چٹی یعنی ضمان ساقط ہو جائے گی لیکن امام شافعی فرماتے ہیں کہ صدقہ فطر کی طرح زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی کہ جس طرح مال ضائع بھی ہو جائے صدقہ فطر پھر بھی ساقط نہیں ہوتا۔

(البنایہ ج3 ص424 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑦ جواز کی وجہ یہ ہے کہ وجوب کا سبب نصاب ہے وہ جب پایا گیا تو اب زکوٰۃ کی ادائیگی جائز ہے نیز اگر کسی نے قرضہ دینے کی تاریخ فکس کر دی ہو اب اگر جلدی دے دے تو بہتر ہے یہی مسئلہ زکوٰۃ کا ہے نیز ابوداؤد شریف بَابُ مَا فِي تَعْجِيلِ الزَّكٰوةِ ص236 پر ہے کہ یہی مسئلہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور سے پوچھا تو فَرَخَّصَ لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ۔ آپ نے اس کی اجازت دی تھی قرینہ تخصیص نہ ہونے کی وجہ سے حکم میں عموم آ گیا۔ (البنایہ ج3 ص426 مکتبہ رشیدیہ)

①بَابُ زَكٰوةِ الْفِضَّةِ (چاندی کی زکوٰۃ کا حکم)

لَيْسَ فِيْ مَادُوْنَ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ صَدَقَةٌ فَاِذَا كَانَتْ مِائَتَيْ

دِرْهَمٍ وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ وَلَا شَيْءَ فِي الزِّيَادَةِ حَتّٰى تَبْلُغَ اَرْبَعِيْنَ دَرَاهِمَ فَيَكُوْنُ فِيْهَا دِرْهَمٌ ثُمَّ فِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَماً دِرْهَمٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ مَا زَادَ عَلَى الْمِأَتَيْنِ فَزَكٰوتُهٗ بِحِسَابِهٖ وَاِنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الْوَرْقِ الْفِضَّةُ فَهُوَ فِيْ حُكْمِ الْفِضَّةِ وَاِنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَيْهِ الْغِشُّ فَهُوَ فِيْ حُكْمِ الْعُرُوْضِ وَ يُعْتَبَرُ اَنْ تَبْلُغَ قِيْمَتُهَا نِصَاباً۔

ترجمہ: دوسو سے کم درہم میں زکوٰۃ نہیں ہے پھر جب دوسو درہم ہو جائیں اس حال میں کہ ان پر سال بھی گذر جائے تو ان میں پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی ② اور زائد میں کوئی چیز نہیں ہے یہاں تک کہ چالیس درہم کی مقدار کو پہنچ جائے پھر چالیس درہموں میں ایک درہم امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لازم ہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ 200 سے زائد جتنا بھی ہوگا اس کی مقدار سے زکوٰۃ لازم ہوگی ③ پھر اگر اس پر غلبہ چاندی کا ہے تو وہ چاندی کے حکم میں ہوگا ④ اور اگر چاندی یا سونے پر کھوٹ غالب ہے تو وہ سامان کے حکم میں ہوگا ⑤ اب اس میں اس چیز کا اعتبار ہوگا کہ اس کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے۔

① اس باب میں مصنف علیہ الرحمۃ چاندی کی زکوٰۃ کا مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں حضور سیدی امام اہلسنت والمسلمین اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نور اللہ مرقدہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں، سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے (7½) ہے اور چاندی ساڑھے باون تولے (52½)۔

(فتاویٰ رضویہ ص 85 ج 10 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

② اصل مسئلہ سمجھنے سے پہلے درہم و دینار کی مقدار معلوم کرنا انتہائی ضروری ہے یہ ذہن میں رکھیں درہم چاندی کا اور دینار سونے کا ہوتا ہے دینار و مثقال دونوں ہم وزن ہم نام ہیں ایک درہم کا وزن (70) ستر جو اوزان مروجہ میں درہم کی مقدار ہے تین ماشہ ایک رتی دو جو شریعت میں چاندی کا نصاب زکوٰۃ دوسو درہم ہے جو تقریباً ساڑھے باون تولہ چاندی بنتا ہے بعض فقہاء نے اس میں تھوڑا سا اختلاف کیا ہے چنانچہ فارسی مالابدّ منہ ص (91) پر مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم متوفی 1225ء

میں لکھتے ہیں نصاب زر بست مثقال است کہ ہفت و نیم تولہ شد و نصاب سیم دو صد درہم است کہ پنجاہ و شش روپیہ سکہ دہلی وزن آں فی شود۔ ترجمہ: سونے کا نصاب بیس مثقال ہے جو کہ ساڑھے سات تولہ ہوگا اور چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے جو کہ دہلی کے وزن کے مطابق چھپن روپیہ سکہ ہوگا۔ چونکہ چاندی سونے کی نسبت زیادہ رائج بھی ہے اور کثیر النفع بھی ہے چنانچہ حق مہر میں بھی فرمایا کہ دس درہموں سے کم نہ ہوگا اور یوں نصاب سرقہ میں بھی اس لئے مصنف علیہ الرحمۃ نے اس کو مقدم کیا چونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ پانچ سے کم اوقیہ میں کوئی صدقہ یعنی زکوٰۃ نہ ہوگی اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا بنتا ہے پھر جب سو ہوگا اور اس پر سال گذر جائے تو فرمان رسالت کے مطابق اس میں پانچ درہم ہیں لہٰذا فقہاء نے بھی یہی فیصلہ کیا اور یہ فیصلہ سرکار نے بطور خط کے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف بھی روانہ کیا تھا۔ (البنایہ ج3 ص430 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ یعنی جو زائد ہوگا اس کے حساب سے زکوٰۃ ہوگی اور بعض نسخوں میں بِحِسَابِهِمَا ہے اور بعض نے لکھا کہ دو سو کے حساب کے مطابق یہاں تک کہ اگر دو سو سے ایک درہم بھی زائد ہوگا تو اس میں درہم کے چالیسویں حصہ کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی صاحبین اور امام صاحب کی دلیل پہلے عفو کے مسئلہ میں گزر چکی۔ (البنایہ بحوالہ سابقہ)

④ کیونکہ ملاوٹ جب تھوڑی ہوگی تو اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا کیونکہ چاندی کو جب چھاپا جاتا ہے تو تھوڑا کھوٹ اس وقت ساتھ لگ جاتا ہے لہٰذا قلیل کو معاف قرار دیا جائے گا لہٰذا دونوں کے درمیان حد فاصل غلبہ ہوگا جس کا غلبہ ہوگا اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

⑤ عروض عَرْضٌ کی جمع ہے اس کے دو مطلب ہیں۔(1) جو نقد نہ ہو۔(2) مطلب ہے کہ اگرچہ کھوٹ غالب آنے کی وجہ سے سامان کے حکم میں ہے لیکن اندر کی اگر چاندی نکالی جائے تو وہ نصاب کو پہنچ رہی ہے تو حقیقت کے لحاظ سے زکوٰۃ واجب ہوگی لہٰذا اس میں تجارت کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ بلا تجارت کے ارادے کے بھی سونا اور چاندی کا شمار بڑھنے والے مال میں ہوتا ہے۔ (البنایہ ج3 ص437 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

بَابُ زَكٰوةِ الذَّهَبِ (سونے کی زکوٰۃ کا بیان)

لَيْسَ فِيْ مَادُوْنَ عِشْرِيْنَ مِثْقَالًا مِّنَ الذَّهَبِ صَدَقَةٌ فَاِذَا كَانَتْ عِشْرِيْنَ مِثْقَالًا وَ حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا نِصْفُ

مِثْقَالٍ ثُمَّ فِیْ کُلِّ اَرْبَعَةِ مَثَاقِیْلَ قِیْرَاطَانِ وَلَیْسَ فِیْ مَادُوْنَ اَرْبَعَةِ مَثَاقِیْلَ صَدَقَةٌ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَقَالَا مَازَادَ عَلَی الْعِشْرِیْنَ فَزَکٰوتُهٗ بِحِسَابِهٖ وَ فِیْ تِبْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَحُلِیِّهِمَا وَالْاٰنِیَةِ مِنْهُمَا زَکٰوةٌ۔

ترجمہ: نہیں ہے بیس سونے کے مثقال سے کم میں زکوٰۃ پھر جب بیس مثقال ہو جائیں① اوران پر سال گذر جائے تو اس میں آدھا مثقال زکوٰۃ لازم ہوگی پھر ہر چار مثقالوں میں دو قیراط زکوٰۃ لازم ہوگی اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار مثقالوں سے کم میں زکوٰۃ نہ ہوگی اور صاحبین نے یہ موقف اختیار کیا کہ بیس سے جتنا اضافہ ہوگا اس کے حساب سے زکوٰۃ لازم ہوگی اور سونے چاندی کی ڈلی اوران دونوں کے زیورات اوران کے برتنوں میں زکوٰۃ ہوگی②

① یہ ذہن میں رکھیں بہت سارے مسائل اوزانِ شرعیہ پر موقوف ہوتے ہیں لہٰذا اوزانِ ضروریہ کا ہم اکابر کی تصریحات کے مطابق ذکر کرتے ہیں۔ دینار یعنی مثقال سو100 جو کا ہوتا ہے اور یہ مکمل ساڑھے چار ماشہ کا بنتا ہے، فتح القدیر میں علامہ ھمام ذکر کرتے ہیں، اَلدِّیْنَارُ بِسَنْجَةِ اَهْلِ الْحِجَازِ عِشْرُوْنَ قِیْرَاطاً وَالْقِیْرَاطُ خَمْسُ شَعِیْرَاتٍ فَالدِّیْنَارُ عِنْدَهُمْ مِائَةُ شَعِیْرَةٍ (فتح القدیر ج 1 ص 523) ترجمہ: دینار اہل حجاز کے اندازے کے مطابق بیس قیراط کا ہوتا ہے اور ایک قیراط (یہ بھی وزن کا پیمانہ ہے) پانچ جو کا ہوتا ہے لہٰذا دینار ان کے نزدیک سو 100 جو کا ہوگا۔ علامہ شامی نے معمولی اختلاف سے ذکر کیا ہے اَلدِّیْنَارُ عِشْرُوْنَ قِیْرَاطاً وَالدِّرْهَمُ اَرْبَعَةَ عَشَرَ قِیْرَاطًا فَیَکُوْنَ الدِّرْهَمُ الشَّرْعِیُّ سَبْعِیْنَ شَعِیْرَةً وَالْمِثْقَالُ مِائَةُ شَعِیْرَةٍ۔ (شامی ج 4 ص 30 بحر الرائق ج 2 ص 23) ترجمہ۔ ایک دینار بیس قیراط کا ہوتا ہے اور درہم چودہ 14 قیراط کا ہوتا ہے لہٰذا شرعی درہم اس تحقیق کے مطابق ستر 70 جو کا ہوگا اور مثقال سو جو کا ہوگا اب اس تفصیل کے بعد رائج الوقت تولوں کا حساب لگانا آسان ہوگا ایک تولہ کی مقدار بارہ ماشہ کی ہوگی اور ایک ماشہ آٹھ رتی کا ہوتا ہے لہٰذا بیس مثقال تقریباً (7½) ساڑھے سات تولہ کے برابر ہوگا۔

② مطلب یہ ہے کہ ان میں تجارت کی نیت ہو یا نہ ہو جب نصاب کو پہنچ جائیں تو زکوٰۃ لازم

ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مقام وعید میں فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (سورہ توبہ پارہ 10 رکوع نمبر 11) ترجمہ۔ جو لوگ سونا چاندی کے خزانے بناتے ہیں اور راہ الٰہی میں خرچ نہیں کرتے ان کے لئے دردناک عذاب کی خبر ہے)

اس آیت میں کنز سے مراد زکوٰۃ نہ نکالنا ہے کیونکہ حضرت جابر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ نہ نکالی جائے وہ کنز ہے اگرچہ ظاہر ہو اور جس مال کی زکوٰۃ ادا کی گئی ہو وہ کنز نہیں ہے اگرچہ اس کو زمین میں دفنا دیا گیا ہو نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ میں سونے کے زیورات پہنتی ہوں میں نے عرض کیا کہ یہ بھی کنز (خزانہ) کے حکم میں ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے اس کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے تو کنز نہیں ہے نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو عورتوں کو سونے کے کنگن پہنے دیکھا تو فرمایا کیا تم جہنم کے کنگن پہننے کو پسند کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا کہ ان کی زکوٰۃ ادا کرو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چونکہ سخت وعید کو زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے کے ساتھ ملایا ہے لہٰذا یہ ان چیزوں میں زکوٰۃ کے وجوب کی دلیل ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص 44-143 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

بَابُ زَكٰوةِ الْعُرُوْضِ (سامان تجارت کی زکوٰۃ)

اَلزَّكٰوةُ وَاجِبَةٌ فِيْ عُرُوْضِ التِّجَارَةِ كَائِنَةً مَا كَانَتْ اِذَا بَلَغَتْ قِيْمَتُهَا نِصَابًا مِّنَ الْوَرَقِ اَوِ الذَّهَبِ يُقَوِّمُهَا بِمَا هُوَ اَنْفَعُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ مِنْهُمَا وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُقَوِّمُ مِمَّا اشْتَرَاهُ بِهٖ فَاِنِ اشْتَرَاهُ بِغَيْرِ الثَّمَنِ يُقَوِّمُ بِالنَّقْدِ الْغَالِبِ فِي الْمِصْرِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ بِغَالِبِ النَّقْدِ فِي الْمِصْرِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ۔

ترجمہ: زکوٰۃ واجب ہے کاروبار کے سامان میں خواہ سامان کوئی بھی ہو بشرطیکہ سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے ⑦ سونا اور چاندی کی قیمت ایسی چیز کے ساتھ لگائی جائے گی جو فقیروں اور مسکینوں کے حق میں زیادہ نافع ہو اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر ایسی چیز کے ساتھ قیمت لگائی جائے گی جس

سے اس کو خریدا ہے لہٰذا اگر ثمن کے علاوہ سے خریدا ہو تو اس سے قیمت لگائے ہر
ایسی کرنسی کے ساتھ جو شہر میں عام و رائج ہو اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بہر
صورت شہر کی غالب کرنسی سے قیمت لگائے۔

① سامان تجارت کے مسائل اس باب میں بیان کئے جائیں گے (1) عصر حاضر کے مطابق قبلہ فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ نے خلاصۃ فرمایا زکوٰۃ تین قسم کے مال پر ہے ثمن یعنی سونا چاندی (نوٹ اور روپیہ) (2) مالِ تجارت، (3) سائمہ یعنی چرائی پر چھوڑے جانور اور کرایہ پر چلنے والے ٹرکوں اور بسوں کی قیمت مذکور چیزوں میں سے کوئی نہیں لہٰذا زکوٰۃ صرف ان گاڑیوں کی آمدنی پر واجب ہے قیمت پر نہیں اس لئے قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں کہ کرائے پر چلانے کے سامان کمانے کے آلے ہیں اور ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ (فتاوی فقیہ ملت ص 7-306 ج 1 شبیر برادرز لاہور)

اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مکانات پر زکوٰۃ نہیں اگرچہ پچاس کروڑ کے ہوں کرایہ سے جو سال تمام پر پس انداز ہوگا اس پر زکوٰۃ آئے گی اگر خود یا اور مال سے مل کر قدر نصاب ہو۔ (فتاوی رضویہ ج 10 ص 161 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

② یعنی سامان کے اندر کوئی خاص نصاب مقرر نہیں کیونکہ شریعت میں واضح نص وارد نہیں ہوئی لہٰذا اس کو قیمت کی طرف لوٹایا جائے گا امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک قیمت اس چیز کے ساتھ لگائیں گے جس سے فقیر کو زیادہ نفع پہنچے اس میں فقیر پر زیادہ شفقت ہے کیونکہ فرمانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو نرمی سے محروم ہوا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سامان کی قیمت اس ثمن کے ساتھ لگائیں گے جس کے ساتھ خریداری کی تھی اگر ثمن نقد یعنی درہموں و دینار ہوں تو بہتر ہے کیونکہ یہ مالیت کی پہچان میں زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اس میں ایک ہی مرتبہ قیمت واضح ہو جائے گی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شہر کی غالب نقدی کا اعتبار ہے کیونکہ اس میں زیادہ آسانی ہے اور یہی قول حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 44-143 حقانیہ مکتبہ، پشاور)

وَاِذَا كَانَ النِّصَابُ كَامِلاً فِىْ طَرَفَىِ الْحَوْلِ فَنُقْصَانُهٗ فِيْمَا بَيْنَ ذٰلِكَ
لَا يُسْقِطُ الزَّكٰوةَ وَ يُضَمُّ قِيْمَةُ الْعُرُوْضِ اِلَى الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَكَذٰلِكَ
يُضَمُّ الذَّهَبُ اِلَى الْفِضَّةِ بِالْقِيْمَةِ حَتّٰى يَتِمَّ النِّصَابُ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ

رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَقَالَا لَا یُضَمُّ الذَّھَبُ اِلَی الْفِضَّۃِ بِالْقِیْمَۃِ وَ یُضَمُّ بِالْاَجْزَاءِ۔

ترجمہ: اور جب نصاب سال کے دونوں کناروں (ابتدا انتہا) میں مکمل ہو پھر نصاب کا درمیان سال کم ہونا زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرے گا① (بلکہ ادائیگی لازمی ہوگی) اور سامان تجارت کی قیمت سونے اور چاندی کی طرف ملائی جائے گی اور یوں ہی سونے کو چاندی کی طرف قیمت کے ساتھ متصل کیا جائے گا یہاں تک کہ نصاب مکمل ہو② یہ امام اعظم کا مؤقف ہے اور صاحبین نے کہا کہ سونے کو چاندی کے ہمراہ نہیں ملایا جائے گا بطور قیمت لیکن وزن اجزاء کے ساتھ ملایا جائے گا۔

① کیونکہ سال کے درمیان میں مکمل مال کا ہونا مشکل ہوتا ہے سامانِ تجارت میں تو بالکل واضح ہے کیونکہ تاجر ہمیشہ مال میں تصرف کرتا رہتا ہے اور کبھی تو اس سے نفع حاصل کرتا ہے اور کبھی بھاؤ میں اضافہ نہیں ہوتا یوں ہی چرنے والوں میں کبھی کوئی مر رہا ہے کبھی کوئی پیدا ہو رہا ہے کبھی کوئی جانور غائب ہے لہٰذا ابتداء میں نصاب کا ہونا اس لئے ضروری ہے تا کہ انعقاد ہو سکے لیکن سال کے آخر میں پورا ہونا وجوب کے لئے ضروری ہے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نقصان کی قید اس لئے لگائی کیونکہ اگر کل نصاب ہلاک ہو گیا تو تمام ائمہ کے نزدیک بالاتفاق سال ختم ہو جائے گا نقصان کا مطلب ہے کم ہونا اور کچھ کا باقی رہنا۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص305-6 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② مثال کے طور پر جب اس کے پاس سو درہم ہوں اور پانچ مثقال ہوں جن کی قیمت سو درہم ہوں تو ثمرہ اختلاف یوں ظاہر ہوگا اس پر امام صاحب کے نزدیک زکوٰۃ لازم ہوگی بخلاف صاحبین کے۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

بَابُ زَکوٰۃِ الزُّرُوْعِ و الثِّمَارِ (کھیتوں اور پھلوں کا عشر)

قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فِیْ قَلِیْلِ مَا اَخْرَجَتْہُ الْاَرْضُ وَ کَثِیْرِہٖ الْعُشْرُ وَاجِبٌ سَوَاءٌ سُقِیَ سَیْحاً اَوْسَقَتْہُ السَّمَاءُ اِلَّا الْحَطَبَ وَالْقَصَبَ وَالْحَشِیْشَ وَقَالَ اَبُوْیُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ عَلَیْھِمَا لَا یَجِبُ الْعُشْرُ اِلَّا فِیْمَا لَہٗ

ثَمَرَۃٌ بَاقِیَۃٌ اِذَا بَلَغَتْ خَمْسَۃَ اَوْ سُقٍ وَالوَسْقُ سِتُّوْنَ صَاعاً بِصَاعِ النَّبِی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَلَیْسَ فِی الْخَضْرَوَاتِ عِنْدَھُمَا عُشْرٌ وَمَا سُقِیَ بِغَرْبٍ اَوْ دَالِیَۃٍ اَوْسَانِیَۃٍ فَفِیْہِ نِصْفُ الْعُشْرِ عَلَی الْقَوْلَیْنِ وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فِیْمَا لَا یُوْسَقُ کَالزَّعْفَرَانِ ، وَالْقُطْنِ یَجِبُ فِیْہِ الْعُشْرُ اِذَا بَلَغَتْ قِیْمَتُہٗ قِیْمَۃَ خَمْسَۃِ اَوْسُقٍ مِّنْ اَدْنٰی مَا یَدْخُلُ تَحْتَ الْوَسْقِ۔

ترجمہ: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا زمین تھوڑا اناج نکالے یا زیادہ① اس میں عشر واجب ہے برابر ہے پانی سے سیراب کی گئی ہو یا اسے آسمان کے پانی نے سیراب کیا ہو② سوائے جلانے کی لکڑی اور بانس اور گھاس کے③ اور صاحبین نے فرمایا عشر واجب نہیں ہے مگر اس پھل میں جو باقی رہنے والا ہو بشرطیکہ پانچ وسق کو پہنچ گیا ہو④ وسق ساٹھ صاع کا ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے صاع نبوی کے مطابق اور سبزیوں میں صاحبین کے نزدیک دسواں حصہ نہیں ہے اور جس زمین کو سیراب کیا گیا ہو بڑے ڈول، رہٹ اور اونٹنی کے ذریعے اس میں دونوں قولوں کے مطابق بیسواں حصہ ہوگا⑤ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ان چیزوں میں جو وسق میں آتی ہوں مثلاً زعفران، اور روئی تو ان میں عشر واجب ہوگا بشرطیکہ ان کی قیمت ادنیٰ درجہ کے غلہ کی قیمت کو پہنچ جائے جو وسق کے نیچے داخل ہوتا ہو۔

① اس جگہ زکوٰۃ سے مراد عشر ہے پھر مصنف نے اس کو زکوٰۃ دو وجہ سے کہا ہے (1) صاحبین کے نزدیک نصاب اور سال تک باقی رہنے میں دونوں کے لئے شرط ہے۔ (2) دونوں کا مصرف بھی ایک ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 306 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور)

تنبیہ: عشری زمین کا عشر نکالنا واجب ہے اگر پہلے ادا نہ کیا تو اب بھی ادا کرنا ضروری ہے اور گھر کے افراد کے لئے وہ فصل کھانا جائز ہے اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں کیونکہ عشر نہ نکالنے کا گناہ صاحب فصل پر ہے نہ کہ سب افراد پر "صاحب تنویر الابصار و در مختار" لکھتے ہیں کہ زکوٰۃ و عشر کی ادائیگی

میں یہ شرط ہے کہ خرچ بطور تملیک ہو لہٰذا مسجد بنانے اور کفن میت میں خرچ نہیں کر سکتے اگر ان کاموں میں ضرورتاً استعمال کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کسی فقیر کی شرعی ملک کرے اور وہ پھر ان کاموں میں خرچ کرے، عشر کے سارے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں۔

(تنویر الابصار مع الدر المختار ج3 ص43-343 دار المعرفۃ، بیروت)

④ مطلب یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک پانچ وسق وغیرہ کی بھی شرط نہیں ہے بخلاف صاحبین کے لہٰذا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سبزیوں اور پھلوں میں عشر واجب نہ ہوگا امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاٰتُوا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (سورۃ انعام پارہ 8) ترجمہ: اور اس کا حق دو جس دن کٹے، حکیم الامۃ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت امام صاحب کی قوی دلیل ہے کہ ہر پیداوار میں زکوٰۃ ہے کم ہو یا زیادہ اس کے پھل سال تک رہیں یا نہ رہیں کیونکہ رب نے بغیر قید سب پر وَاٰتُوا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (سورۃ الاعراف پارہ نمبر 8 رکوع نمبر 4) فرما کر بتایا کہ سونے چاندی کی طرح پیداوار کی زکوٰۃ میں سال بھر تک مالک کے پاس رہنا ضروری نہیں کاٹتے ہی زکوٰۃ دینا واجب ہے خیال رہے کہ کھیت کے دانے سال بھر تک ٹھہر جاتے ہیں مگر باغوں کے پھل نہیں ٹھہرتے لیکن ان سب کے متعلق فرمایا کہ ان کی پیداوار کی زکوٰۃ دو۔

(تفسیر نور العرفان ص232 پیر بھائی کمپنی لاہور)

③ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے فیصلہ کن بات ارشاد فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے جو کھیت بارش یا نہر کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر واجب ہے اور جس کی سیرابی چرسے یا ڈول سے ہو اس میں نصف عشر واجب ہے اور اگر نہر اور ڈول چرسے دونوں سے سیراب کیا گیا تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنی اکثر اگر نہر کا پانی استعمال ہوا تو عشر واجب ہوگا اور اگر اکثر ڈول چرسے کا پانی استعمال ہوا تو نصف عشر واجب ہوگا اور اگر نہر اور ٹیوب ویل سے پانی خریدا جاتا ہے تو نصف عشر واجب ہے۔

(تنویر الابصار مع الدر المختار ج3 ص313 تا316 دار المعرفۃ، بیروت)

④ یعنی اگر جانوروں کا چارہ باقاعدہ کاشت کیا تو اس میں بھی عشر ہوگا چاہے اسے بیچے یا نہ بیچے چنانچہ ''صاحب تنویر الابصار'' قاعدہ کلیہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ ان چیزوں میں عشر نہیں جن سے زمین کے منافع مقصود نہیں ہوتے جیسا کہ ایندھن، نرکل، گھاس لیکن اگر بالقصد انہیں زمین میں کاشت کیا تو ان میں بھی عشر واجب ہوگا۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار ص315 تا316 ج3 دار المعرفۃ، بیروت)

اسی کے تحت علامہ شامی نے لکھا وَاَنَّ الْمَدَارَ عَلَى الْقَصْدِ حَتّٰى لَوْ قَصَدَ بِذٰلِكَ

وَجَبَ العُشْرُ۔ترجمہ۔بلاشبہ دارومدار نیت پر ہے اگر گھاس وغیرہ کو اگانے کا ارادہ کیا تو ان میں بھی عشر واجب ہوگا۔ (فتاوی شامی ج3 ص315 دارالمعرفۃ،بیروت)

⑤ یعنی امام ابو یوسف ومحمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک جو سبزیاں زیادہ دیر تک رہیں ان میں عشر ہوگا بشرطیکہ وہ پانچ وسق کی مقدار کو پہنچ جائیں،''الصحاح''میں ہے کہ وسق واؤ کی زیر کے ساتھ ہے پانچ من اوراڑھائی سیر ایک من چالیس سیر کے برابر ہوتا ہے یہ وہ من ہے جورائج الوقت ہے۔

فائدہ جلیلہ: اصل مسئلہ علی وجہ البصیرت سمجھنے کے لئے صاع اور وسق کی معلومات ضروری ہے پہلے دور میں صاع تین طرح کا مستعمل تھا۔

(1) صاع عراقی،عمری،حجازی اور یہ آٹھ رطل کا تھا اور رطل صاع کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے صاع 270 تولہ کا ہوتا ہے۔

(2) صاع حجازی ہے اور وہ پانچ رطل اور ثلث رطل کے برابر یعنی 3/1۔5 رطل ہے۔

(3) صاع ہاشمی اور وہ بتیس رطل کا ہے اور یہ سب سے بڑا ہے باتفاق ائمہ یہ صاع متروک اور غیر معتبر ہے کفارات وصدقہ فطر وعشر وغیرہ احکام شرع میں اسی طرح وضوء وغسل کی احادیث میں مذکور صاع سے صاع ہاشمی مراد نہیں ہے اور صاع کی پہلی دوقسموں میں اختلاف ہے اور اختلاف اس بات میں ہے صاع نبوی کونسا تھا عندالاحناف صاع عراقی ہی صاع نبوی ہے اور عندالشوافع صاع حجازی صاع نبوی ہے احناف کی دلیل یہ ہے کہ ابوداؤد اور دارقطنی کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے برتن سے وضوء کرتے تھے جس میں دو رطل پانی سماجاتا ہے اور غسل ایک صاع سے کیا کرتے تھے مد صاع کا چوتھائی حصہ ہوتا ہے لہٰذا لازم ہے کہ صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے۔رائج الوقت کے مطابق یہ صاع دوسوستر 270 تولے کا ہوتا ہے تو ایک صاع تین سیر چھے چھٹانک کا ہوا کیونکہ ایک سیر اسی 80 تولے کا ہوتا ہے اور ایک چھٹانک پانچ تولے کا ہوتا ہے۔

فائدہ عظیمہ: اوزان شرعیہ کی مقادیر پر علامہ شیخ محمد ہاشم سندھی نے''فاکھۃ التبیان''کے نام سے کتاب لکھی ہے اور اس میں لکھا ہے کہ سلطان اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے مقدار صاع شرعی معلوم کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے صاع طلب کیا پھر اس کی مقدار کی تحقیق کی گئی تو وہ صاع دوسو ستر تولے کا تھا۔

⑥ دونوں قولوں سے مراد امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ اور صاحبین ہیں کیونکہ امام صاحب کے نزدیک عشر میں نہ نصاب شرط ہے نہ باقی رہنا شرط ہے جب کہ صاحبین کے نزدیک دونوں چیزیں شرط

ہیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ جو چیزیں جو کیل نہیں کی جاتیں مثلاً زعفران روئی ان میں عشر واجب ہوگا جب کہ ان کی قیمت پانچ وسق کو پہنچ جائے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص309 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَجِبُ الْعُشْرُ اِذَا بَلَغَ الْخَارِجُ خَمْسَةَ اَمْثَالٍ مِّنْ اَعْلٰى مَا يُقَدَّرُ بِهٖ نَوْعُهٗ فَاعْتُبِرَ فِي الْقُطْنِ خَمْسَةُ اَحْمَالٍ وَ فِي الزَّعْفَرَانِ خَمْسَةُ اَمْنَاءٍ وَ فِي الْعَسَلِ الْعُشْرُ اِذَا اُخِذَ مِنْ اَرْضِ الْعُشْرِ قَلَّ اَوْ كَثُرَ وَ قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَا شَيْءَ فِيْهِ حَتّٰى يَبْلُغَ عَشَرَةَ اَزْقَاقٍ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ خَمْسَةُ اَفْرَاقٍ وَّالْفَرْقُ سِتَّةٌ وَّثَلَاثُوْنَ رِطْلًا بِالْعِرَاقِيِّ وَلَيْسَ فِي الْخَارِجِ مِنْ اَرْضِ الْخَرَاجِ عُشْرٌ۔

ترجمہ: اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عشر اس وقت واجب ہوگا جب نکلنے والا غلہ پانچ مثل کو پہنچ جائے اعلیٰ پیمانہ کے اعتبار سے جس کے سبب اس قسم کا غلہ ہوتو ناپا جاتا ہے تو اعتبار کیا جائے گا روئی میں پانچ بنڈلوں (گانٹھ) کا اور زعفران میں پانچ من کا، اور شہد میں عشر ہے [۲] بشرطیکہ عشری زمین سے حاصل کیا جائے کم ہو یا زیادہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس میں کوئی عشر نہیں یہاں تک کہ دس من تک کی مقدار کو پہنچ جائے [۳] اور امام محمد علیہ نے پانچ فرق تک پہنچنے کا قول کیا ہے اور عراقی رطل کے اعتبار سے ایک فرق چھتیس رطل کا ہوگا [۴] اور خراجی زمین کی پیداوار میں کوئی عشر نہیں ہے [۵]

① امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا مطلب ہے جو غلہ وسق میں نہیں سماتا تو اب دیکھیں گے کہ اس کے ناپنے کا بڑے سے بڑا پیمانہ کیا ہوسکتا ہے اس سب سے بڑے پیمانے سے پانچ پیمانہ وہ غلہ ہو جائے تو یوں سمجھا جائے گا کہ وہ پانچ وسق ہے لہٰذا اب اس میں عشر کو لازم کردیں گے ہر گانٹھ تین سو من کا ہے اور زعفران میں پانچ من کا ایک من چھبیس اوقیہ کا ہوتا ہے اور ایک اوقیہ سات مثقال کا ہوتا ہے جو کہ مکمل دس درہم بنتے ہیں۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص308 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

(۲) عشری زمین کی قید اس لئے لگائی ہے کیونکہ اگر خراجی زمین میں ہوگا تو اس میں زکوٰۃ و عشر کچھ بھی نہیں ہوگا عشری زمین میں شہد میں عشر عقل کے تقاضے کے مطابق بھی ہونا چاہیے کیونکہ شہد کی مکھی پھول شگوفے چوستی ہے ان میں سے ہر ایک کے اندر عشر ہے تو اس طرح جو چیز ان سے پیدا ہوگی اس میں بھی عشر ہوگا اور عشر کے وجوب کی اصلی دلیل ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ قبیلہ متعان کا ایک ھلال نامی آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں شہد کا عشر نکال کر لایا اور یہ دریافت کیا کہ ایک سلبہ نامی وادی ہے اس کو ان کے لئے محفوظ کر دیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وادی کو ھلال کے لئے محفوظ کر دیا پھر جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین کے منصب پر فائز ہوئے تو سفیان بن وہب نے ان کو اس بارے میں مکتوب لکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کہ شہد کا جتنا عشر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ادا کیا کرتے تھے اتنا ہی ادا کر دیں اور حضرت ہلال کے لئے سلبہ وادی محفوظ کر دیں ورنہ تو وہ بارش کا گھاس ہے جو چاہے اس کو کھائے۔

(ابوداؤد شریف باب زکوٰۃ العسل ص232 البنایہ ج3 ص505 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(۳) امام اسبیجابی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ جب تک دس قرب (مشکیزہ) کو نہ پہنچ جائے اس میں کوئی عشر نہیں ان کی دلیل وہی سابقہ قبیلہ متعان والی روایت ہے۔

(البنایہ بحوالہ سابقہ)

(۴) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ افراق کا قول کیا ہے کیونکہ فرق اس مقام میں سب سے اعلیٰ ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن بن زیاد کی روایت ذکر کی ہے کہ جو شہد پہاڑوں اور پھلوں میں پایا جاتا ہے اس میں عشر ہے کیونکہ سبب وجوب کا نہیں پایا جا رہا اور وہ ہے زمین کا نامی ہونا۔

(البنایہ ج3 ص507 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(۵) خراجی زمین سے مراد وہ زمین ہے جو شہر کے فتح ہونے کے بعد مجاہدین پر تقسیم نہ کی گئی ہو بلکہ وہی لوگ برقرار رہے ہوں یا وہاں کفار بس گئے ہوں جیسا کہ صدر الشریعۃ امام الفقہاء حضرت العلام امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جو شہر بطور صلح ہو یا جو لڑ کر فتح کیا گیا مگر مجاہدین پر تقسیم نہ ہوا ہو بلکہ وہاں کے لوگ برقرار رکھے گئے ہوں یا دوسری جگہ کے کافر وہاں بسا دیئے گئے ہوں یہ سب خراجی ہیں یہاں مطلب ہے خراجی زمین سے جو شہد یا دانے پھل نکلتے ہوں ان میں عشر نہیں ہے۔

(بہار شریعت ج2 ص446 مخرج مکتبۃ المدینہ)

فائدہ جلیلہ: خوب ذہن میں راسخ کر لیں کہ عشر زمین کی پیداوار پر ہوتا ہے اب وہ زمین

خواہ کسی کی بھی ہو خواہ بچہ یا فقیر ہی کیوں نہ ہو عشر واجب ہونے کے لئے جس طرح عاقل بالغ ہونا شرط نہیں ہے اسی طرح غنی ہونا بھی شرط نہیں ہے جیسا کہ عنایہ شرح ھدایہ میں ہے۔ اِنَّ الْغِنِیَّ صِفَۃُ الْمَالِکِ وَالْمَالِکُ فِیْ بَابِ الْعُشْرِ غَیْرُ مُعْتَبَرٍ حَتّٰی یَجِبَ فِیْ اَرَاضِیْ الْمُکَاتَبِ وَالصَّبِیِّ وَالْمَجْنُوْنِ وَالْاَرَاضِی الْمَوْقُوْفَۃِ عَلَی الْمَسَاجِدِ فَکَیْفَ بِصِفَۃٍ وَھُوَ الْغِنِیُّ۔ ترجمہ: غنی ہونا زمین کے مالک کی صفت ہے اور عشر میں تو مالک ہونے کا بھی اعتبار نہیں ہے (یعنی عشر واجب ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ زمین کا مالک ہو) یہاں تک کہ مکاتب اور بچہ اور پاگل کی زمین میں اور جو زمینیں مساجد پر وقف کی گئی ہوں ان پر بھی عشر واجب ہوتا ہے تو مالک کی صفت یعنی غنی ہونے کا اعتبار کیسے کیا جائے گا۔ (عنایہ شرح ھدایہ علی ھامش فتح القدیر ج2 ص188 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

① بَابُ مَنْ یَجُوْزُ دَفْعُ الصَّدَقَۃِ اِلَیْہِ وَمَنْ لَّا یَجُوْزُ

(کس کو زکوٰۃ دینا جائز اور کس کا ناجائز)

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْنَ وَالْعَامِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغَارِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَابْنِ السَّبِیْلِ فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ فَھٰذِہٖ ثَمَانِیَۃُ اَصْنَافٍ فَقَدْ سَقَطَتْ مِنْھَا الْمُؤَلَّفَۃُ قُلُوْبُھُمْ لِاَنَّ اللّٰہَ اَعَزَّ الْاِسْلَامَ وَاَغْنٰی عَنْھُمْ، وَالْفَقِیْرُ مَنْ لَّہٗ اَدْنٰی شَیْءٍ وَّالْمِسْکِیْنُ مَنْ لَّا شَیْءَ لَہٗ وَالْعَامِلُ یَدْفَعُ اِلَیْہِ الْاِمَامُ اِنْ عَمِلَ بِقَدْرِ عَمَلِہٖ وَفِی الرِّقَابِ اَنْ یُّعَانَ الْمُکَاتِبُوْنَ فِیْ فَکِّ رِقَابِھِمْ وَالْغَارِمُ مَنْ لَّزِمَہُ الدَّیْنُ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مُنْقَطِعُ الْغُزَّاۃِ وَابْنُ السَّبِیْلِ مَنْ کَانَ لَہٗ مَالٌ فِیْ وَطَنِہٖ وَھُوَ فِیْ مَکَانٍ اٰخَرَ لَا شَیْءَ لَہٗ فِیْہِ فَھٰذِہٖ جِھَاتُ الزَّکوٰۃِ۔

ترجمہ: (کنز الایمان): زکوٰۃ تو انہیں لوگوں کے لئے ہے محتاج اور نرے نادار اور جو اسے تحصیل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے

اور گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں کو اور اس کی راہ میں اور مسافر کو یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم و حکمت والا ہے (پارہ 10 التوبہ 60 رکوع نمبر 14)

پس یہ آٹھ اقسام ہیں جن میں سے مؤلفۃ قلوب ساقط ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت عطا کی اور ان سے بے نیاز کر دیا①، فقیر وہ ہے جس کے پاس معمولی چیز ہو، اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کوئی چیز بھی نہ ہو② عامل جتنا کام کرے گا اس کے مطابق امام اس کو دے گا اور غلام آزاد کرنے کا مطلب ہے کہ مکاتب غلاموں کی گردن چھوڑانے (آزاد کرنے) میں مدد کی جائے گی③ اور غارم یعنی مقروض وہ ہے کہ جس پر قرضہ لازم ہو گیا ہو④ اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی مسافر کا مطلب ہے جو غازیوں سے پیچھے رہ گیا ہو⑤ اور راستے کا بیٹا (مسافر) اس کا مطلب ہے⑥ ایسا شخص جس کے پاس اپنے دیس میں تو مال ہو لیکن دوسری جگہ میں اس کے پاس کوئی چیز نہ ہو یہ زکوٰۃ کے مصارف ہیں۔

① کل مصارف میں سے باجماع صحابہ مؤلفۃ قلوب ساقط ہے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اپنے دین میں ان کمزوروں کو کچھ نہ دیں گے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے حق میں نرمی کرتے تھے لیکن آج تو اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو عزت اور غلبہ دے دیا اگر تم اسلام پر ثابت قدم رہو تو اچھا ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہے تو اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ نے اجماع کر لیا، حضرت محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جَوَازُ نَسْخِ الْكِتَابِ بِالْإِجْمَاعِ بِنَاءً عَلٰى اَنَّهٗ حُجَّةٌ قَطْعِيَّةٌ الْكِتَابِ۔ ترجمہ: بعض لوگوں نے حضور کی زندگی کے بعد بھی کتاب اللہ کے نسخ کو اجماع صحابہ کی وجہ سے جائز قرار دیا بنابریں اجماع صحابہ بھی کتاب اللہ کی طرح قطعی دلیل ہے۔

(شرح النقایہ للملا علی قاری ج 1 ص 85-384 مطبوعہ ایچ ایم سعید، کراچی)

② شرعی فقیر وہ ہوتا ہے جس کے پاس کچھ ہوتا تو ہے لیکن نصاب سے کم یا نصاب کی مقدار غیر نامی ہو جو اس کی ضرورت میں مستغرق ہو، اور مسکین وہ ہوتا ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ وہ کھانے اور بدن چھپانے کے لئے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور اسے سوال مسجد سے باہر حلال ہے اور فقیر کو سوال ناجائز کہ جس کے پاس کھانے اور بدن چھپانے کو ہو اسے بغیر ضرورت و مجبوری سوال حرام ہے۔

③ یعنی عامل وہ ہے جسے بادشاہ اسلام نے زکوٰۃ اور عشر وصول کرنے کے لئے مقرر کیا اسے کام کے لحاظ سے اتنا دیا جائے کہ اس کو اور اس کے مددگاروں کو متوسط طور پر کافی ہو مگر اتنا نہ دیا جائے کہ جو وصول کر کے لایا ہے اس کے نصف سے زیادہ ہو۔

④ مکاتب غلام اسے کہا جاتا ہے جسے آقا کہے کہ مجھے اتنی دولت جمع کر دو پھر میں تمہیں آزاد کرتا ہوں لہٰذا مکاتب غلام کو زکوٰۃ دینا کہ اس مالِ زکوٰۃ سے بدل کتابت ادا کرے اور غلامی سے اپنی گردن رہا کرے لیکن عصر حاضر میں رقاب کی کوئی صورت ایک قول کے مطابق نہیں پائی جاتی کیونکہ اب کوئی لونڈی وغلام نہیں تو ان کو چھڑانے میں بھی ادائیگی زکوٰۃ کی صورت نہیں۔

⑤ غارم سے مراد مدیون ہے یعنی اس پر اتنا قرضہ ہو کہ اسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے اگر چہ اس کا اوروں پر باقی ہو مگر لینے پر قادر نہ ہو لیکن شرط یہ ہے مدیون ہاشمی نہ ہو۔

(ملخص از فتاوی عالمگیری ج1 ص88-187 دار الفکر، بیروت)

⑥ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ھُوَ مُنْقَطِعُ الْغُزَاۃِ وَ قِیلَ الْحَاجُّ وَ قِیْلَ طَلَبَۃُ الْعِلْمِ وَ فُسِّرَ فِی الْبَدَائِعِ بِجَمِیْعِ الْقُرَبِ وَفِیْ رَدِّ الْمُحْتَارِ وَ قَدْ قَالَ فِی الْبَدَائِعِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ جَمِیْعُ الْقُرَبِ فَیَدْخُلُ مِنْہُ کُلُّ مَنْ سَعٰی فِی طَاعَۃِ اللّٰہِ وَسَبِیْلِ الْخَیْرَاتِ اِذَا کَانَ مُحْتَاجًا۔ ترجمہ: راہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، اس کی چند صورتیں ہیں۔ (1) مثلاً کوئی شخص محتاج ہے کہ جہاد میں جانا چاہتا ہے سواری اور زادراہ اس کے پاس نہیں تو اسے مالِ زکوٰۃ دے سکتے ہیں کہ یہ راہ خدا میں دینا ہے۔ (2) یا کوئی حج کو جانا چاہتا ہو اور اس کے پاس مال نہیں ہے تو اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں مگر اس کو حج کے لئے سوال کرنا جائز نہیں۔ (3) یا طالب علم کہ علم دین پڑھنا چاہتا ہے یا پڑھتا ہے اسے دے سکتے ہیں کہ یہ بھی راہ خدا میں دینا ہے۔ (4) یونہی ہر نیک بات میں زکوٰۃ صرف کرنا فی سبیل اللہ ہے جب کہ بطور تملیک ہو کہ بغیر تملیک زکوٰۃ ادا کرنا جائز نہیں ہو سکتی۔

(در مختار ورد المحتار ج3 ص339۔340 ملتقطاً، دار المعرفۃ، بیروت)

⑦ ابن سبیل یعنی مسافر جس کے پاس مال نہ رہا زکوٰۃ لے سکتا ہے اگر چہ اس کے گھر میں مال موجود ہو مگر اسی قدر جس سے حاجت پوری ہو جائے زیادہ کی اجازت نہیں۔

(فتاوی عالمگیری ج1 ص188 دار الفکر، بیروت)

وَلِلْمَالِکِ اَنْ یَّدْفَعَ اِلٰی کُلِّ وَاحِدٍ مِنْھُمْ وَلَہٗ اَنْ یَّقْتَصِرَ عَلٰی

صِنْفٍ وَّاحِدٍ وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَّدْفَعَ الزَّكٰوةَ اِلٰى ذِمِّيٍّ وَّلَا يُبْنٰى بِهَا مَسْجِدٌ وَّلَا يُكَفَّنُ بِهَا مَيِّتٌ وَّلَا يُشْتَرٰى بِهَا رَقَبَةٌ يُعْتَقُ وَلَا تُدْفَعُ اِلٰى غَنِيٍّ وَّلَا يَدْفَعُ الْمُزَكِّىْ زَكٰوتَهٗ اِلٰى اَبِيْهِ وَجَدِّهٖ وَاِنْ عَلَا وَلَا اِلٰى وَلَدِهٖ وَوَلَدِ وَلَدِهٖ وَاِنْ سَفَلَ وَلَا اِلٰى اُمِّهٖ وَجَدَّاتِهٖ وَاِنْ عَلَتْ وَلَا اِلٰى اِمْرَاَتِهٖ۔

ترجمہ: اور مالک کے لئے جائز ہے ان زکوٰۃ کے مصارف میں سے چاہے تو ہر ایک کو دے دے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک ہی قسم پر اکتفا کرے ① اور یہ جائز نہیں کہ ذمی کو زکوٰۃ دے ② اور نہ ہی اس کے ساتھ مسجد کی تعمیر جائز ہے ③ اور نہ ہی میت کو کفن پہنانا اور نہ ہی مالِ زکوٰۃ سے غلام خرید کر اسے آزاد کیا جائے ④ اور زکوٰۃ صاحب حیثیت (امیر) کو بھی نہ دے اور نہ ہی زکوٰۃ ادا کرنے والا زکوٰۃ اپنے والد اور دادا کو دے اگر چہ اوپر تک ہو ⑤ اور نہ ہی اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو اگر چہ نیچے تک ہو اور نہ ہی والدہ اور دادی کو دے اگر چہ اوپر تک ہوں اور نہ ہی بیوی کو دے ⑥

① مقصد ہے کہ مالک کو اختیار ہے کیونکہ ہمارے احناف کے نزدیک اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ الخ (سورۃ التوبہ پارہ نمبر 10 رکوع نمبر 14 آیت نمبر 60) میں لام اس بات کو بیان کرنے کے لئے ہے کہ یہ سارے مصارف زکوٰۃ ہیں نہ کہ اس بات کو بیان کرنے کے لئے کہ یہ سارے زکوٰۃ کے مستحق ہیں دراصل ہمارے نزدیک علت حاجت کا دفع کرنا ہے اور یہ معنی سب کو شامل ہے اور یہ بعض کو دینے کے ساتھ بھی حاصل ہو جاتا ہے لہٰذا حاجت تمام افراد اور صنف واحد کے درمیان مشترک ہے جس طرح تمام مصارف صَدَقات کے محتاج ہیں اسی طرح فرد واحد بھی محتاج ہے علامہ حسامی فرماتے ہیں جس طرح نماز کے لئے کعبہ ہے مطلب یہ ہے کہ کعبہ نماز کا مستحق نہیں ہے بلکہ اس کی صلاحیت رکھتا ہے کہ کعبہ کی سمت رخ کیا جائے اور کعبہ پورے کا پورا بھی نماز کے لئے قبلہ ہے اور اس کا ہر ہر جز بھی قبلہ ہے لہٰذا اس طرح تمام اصناف و مصارف کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اور ایک صنف بلکہ ایک فقیر یا مسکین، یا مقروض کو بھی دی جاسکتی ہے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ میں لام عاقبت کے لئے ہے اَلْمَالُ لِزَيْدٍ کی طرح لام تملیک کے لئے نہیں کہ اعتراض لازم آئے۔

(حوالہ نمبر 1 الحسامی مع شرحہ المسمیٰ النامی ج 2 ص 20 تا 21 مطبوعہ کتب خانہ

مجیدیہ ملتان، حوالہ نمبر 2 الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 154 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

(۲) ذمی اور حربی دونوں کو زکوٰۃ وعشر دینا منع ہے ذمی تو اس لئے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تم مسلمانوں کے امیروں سے مال زکوٰۃ لے کر غریبوں کی طرف لوٹا دوں البتہ نفلی صدقات کی گنجائش ہے اور حربی کے لئے ممانعت اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ فِی الدِّیْنِ (سورۃ الممتحنہ آیت 9 رکوع نمبر 8 پارہ نمبر 28) ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے روکتا ہے جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔

(الاختیار لتعلیل المختار بحوالۃ سابقۃ)

(۳) کیونکہ زکوٰۃ کا رکن ہے تملیک یعنی دوسرے کو مالک بنانا اور وہ یہاں نہیں پایا گیا اور نہ ہی میت کو کفن دیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ شخص مر چکا ہے اب اس کی طرف سے تملیک نہیں پائی جائے گی یوں ہی پل بنانا کنوئیں کھدوانا وغیرہ جن میں ملکیت معدوم ہوتی ہے۔

(البنایہ ج 3 ص 544 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(۴) کیونکہ آزادی کا مطلب ہے زیرِ ملک کو ساقط کرنا لہٰذا یہاں بھی تملیک معدوم ہے، یوں امیر کو بھی زکوٰۃ نہ دی جائے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لَا تَحِلُّ الصَّدَقَۃُ لِغَنِیٍّ، ترجمہ: کہ امیر کو زکوٰۃ دینا حلال نہیں۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 313 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

(۵) اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاد والدین کے ساتھ صلہ رحمی اور ہمدردی کرتے ہوئے نان ونفقہ کا ذمہ اٹھاتی ہے لہٰذا اب یہ رشتے دوسری جہت سے استحقاق نہیں رکھیں گے جیسا کہ چھوٹا بچہ نیز بیٹے کا مال والد کی طرف منسوب ہوتا ہے چنانچہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو فرمایا تھا اَنْتَ وَمَالُکَ لِاَبِیْکَ۔ ترجمہ: کہ تیرا مال تیرے باپ کا ہے اس طرح عشر اور دوسرے واجبات بھی والدین کو دینا جائز نہیں ہے سوائے رکاز کے نیز مال زکوٰۃ میل کچیل ہوتا ہے جو والدین کے شایانِ شان نہیں۔

(الجوھرۃ النیرۃ بتغیر یسیر ج 1 ص 314 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

(۶) کیونکہ بیوی اور خاوند کے درمیان بھی منافع اکٹھے ہوتے ہیں اور وہ خاوند غنی شمار ہوگا بیوی کے مال کے سبب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا وَوَجَدَکَ عَائِلًا فَاَغْنٰی مفسرین کرام نے ایک قول کے مطابق اس کی تفسیر یوں کی کہ حضور کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین خاتونِ اول حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اس سے مراد ہیں کہ انہوں نے حضور کو غنی کر دیا لیکن صاحبین نے فرمایا کہ عورت خاوند کو زکوٰۃ

دے سکتی ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضور سے پوچھا کہ میں اپنے خاوند پر صدقہ کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا تیرے لئے دوگنا اجر و ثواب ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ نفلی صدقہ و خیرات پر محمول ہے اور یہ جائز ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص155 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

وَلَا تَدْفَعُ الْمَرْأَةُ اِلٰى زَوْجِهَا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَالَا تَدْفَعُ اِلَيْهِ وَلَا يَدْفَعُ اِلٰى مُكَاتَبِهٖ وَلَا مَمْلُوْكِهٖ وَلَا مَمْلُوْكِ غَنِيٍّ وَّوَلَدِ غَنِيٍّ اِذَا كَانَ صَغِيْرًا وَّلَا يَدْفَعُ اِلٰى بَنِىْ هَاشِمٍ وَّ هُمْ اٰلُ عَلِيٍّ وَّاٰلُ عَبَّاسٍ وَّاٰلُ جَعْفَرٍ وَّاٰلُ عَقِيْلٍ وَّاٰلُ حَارِثِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ وَ مَوَالِيْهِمْ وَ قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى اِذَا دَفَعَ الزَّكٰوةَ اِلٰى رَجُلٍ يَظُنُّهٗ فَقِيْرًا ثُمَّ بَانَ اَنَّهٗ غَنِيٌّ اَوْ هَاشِمِيٌّ اَوْ كَافِرٌ اَوْ دَفَعَ فِىْ ظُلْمَةٍ اِلٰى فَقِيْرٍ ثُمَّ بَانَ اَنَّهٗ اَبُوْهُ اَوْ اِبْنُهٗ فَلَا اِعَادَةَ عَلَيْهِ وَ قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِ الْاِعَادَةُ۔

ترجمہ: اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت اپنے شوہر کو زکوٰۃ نہ دے صاحبین نے جواز کا قول کیا ہے ① اور زکوٰۃ نہ دے اپنے مکاتب ② اور مملوک کو اور نہ ہی امیر کے غلام کو اور مالدار کی اولاد کو زکوٰۃ نہ دے جب کہ وہ بچپن میں ہوں ③ اور زکوٰۃ نہ دے بنو ہاشم کو ④ بنی ہاشم یہ ہیں، آل علی، آل عباس، آل جعفر، آل عقیل اور آل حارث بن عبد المطلب اور ان کے آزاد کردہ غلام ہیں اور طرفین نے فرمایا کہ جب کسی نے زکوٰۃ ایک ایسے آدمی کو دی جس کو وہ فقیر گمان کر رہا تھا پھر ظاہر ہوا کہ وہ تو امیر تھا یا ہاشمی یا کافر یا اندھیرے میں فقیر کو دیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ اس کا باپ ہے یا اس کا بیٹا ہے تو اس پر دوبارہ زکوٰۃ نکالنا لازم نہیں ہے اور بقول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس پر اعادہ لازمی ہے ⑤

① تفصیل پہلے گذر چکی ہے اور عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ بیوی اگر شوہر کو دے گی پھر اس کو نان و نفقہ کی ضرورت پڑھے گی تو اس سے مانگے گی ورنہ بحکم قرآن مردوں کی عظمت کی دلیل میں کہا گیا

کہ وہ عورتوں پر حاکم اس وجہ سے بھی ہیں وَبِمَا اَنْفَقُوا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (سورۃ النساء پارہ نمبر 5 رکوع نمبر 3 آیت نمبر 34)۔ ترجمہ: کہ وہ اپنے مال کو بیوی پر خرچ کرتے ہیں تو اگر مرد نے وہی مال عورت کو نان و نفقہ میں دے دیا تو گویا یہ تو اپنے مال کو اپنی جیب میں رکھنا ہے البتہ نفلی صدقہ و خیرات عورت شوہر کو دے سکتی ہے صاحبین فرماتے ہیں چونکہ شوہر بیوی کے عیال میں شامل نہیں ہوتا لہٰذا بیوی پر شوہر کا نان ونفقہ لازم نہیں ہے لہٰذا شوہر کو بیوی زکوٰۃ دے سکتی ہے امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنھما کی بیوی والا صدقہ نفل پر محمول ہوگا۔

④ مکاتب چونکہ اس کی ملکیت میں ہے وہ خود مستقل مالک نہیں ہے جب کہ زکوٰۃ میں مستقل مالک بنانا ہوتا ہے مملوک اور امیر کے غلام کی بھی یہی وجہ ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 154 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

⑤ چونکہ مالدار کی اولاد والد کے امیر ہونے کی وجہ سے عرف میں امیر شمار ہوتی ہے یہاں تک کہ تمام خرچہ والد پر لازم ہوتا ہے لہٰذا جب وہ والد کے تابع ہے تو ان کو دینا گویا والد کو دینا شمار ہوا اور امیر کو زکوٰۃ دینے سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے۔ (الاختیار بحوالہ سابقہ)

⑥ چنانچہ ابو نعیم کی روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے بنو ہاشم اللہ تعالیٰ نے تم پر لوگوں کی میل کچیل کو حرام قرار دیا ہے اور اس کے بدلے تمہیں خمس (پانچواں حصہ) عطا کیا اور پر متن والی فہرست بنو ہاشم اس لئے کہلاتے ہیں کیونکہ وہ ہاشم بن عبد مناف کی طرف منسوب ہیں نیز ان کو خمس دینا ہوگا وَاعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی (سورۃ الانفال پارہ نمبر 10 رکوع نمبر 1 آیت نمبر 41) کہاہاں نفلی صدقہ ہاشمی کو دینا جائز ہے کیونکہ وہ میل کچیل کی مانند نہیں بلکہ ایسے ہے جیسے کوئی وضوء ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے اور یوں ہی ہاشمی کے مولیٰ کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 155 تا 156 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

⑤ طرفین کے نزدیک اس کی زکوٰۃ کی ادائیگی ہو جائے گی کیونکہ اعمال کے ثواب کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے اب جو چیز اس پر واجب تھی اس نے کوشش کر کے فقیر سمجھ کر ادا کر دی کیونکہ کسی کی حقیقت پر آگاہی تو مشکل ہے کیونکہ کسی کے قبضہ میں مال غیر کا بھی ہو سکتا ہے اور مغصوبہ بھی ہو سکتا ہے جب اس نے اپنی وسعت کے مطابق تحقیق کر کے زکوٰۃ دے دی تو ادائیگی ہو جائے گی جیسا کہ حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے والد نے کچھ دنانیر صدقہ کے لئے نکالے اور ان کو مسجد میں ایک آدمی کے پاس رکھے تو میں گیا ان کو لے لیا اس کو لے کر آیا تو والد نے کہا، قسم بخدا آپ کو دینے کی نیت نہ

تھی تو میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس والد کو لے گیا تو آپ نے فرمایا اے یزید تم نے جو نیت کی وہ مل گئی اور اے معن تم نے جو لیا وہ ٹھیک ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی دوبارہ ضروری ہے کیونکہ خطا یقین کے ساتھ واضح ہو چکی ہے جیسا کہ پانی سے وضوء کرنے کے بعد پتہ چلے وہ پلید ہے تو دوبارہ وضوء کرنا ضروری ہے جب کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ دوبارہ ادائیگی لازمی نہ ہوگی جیسا کہ ایک بندے نے جنگل میں تحری کر کے قبلے کا تعین کیا بعد میں خطا کا پتہ چلا تو اعادہ لازمی نہیں ہے۔ (الاختیار لتعلیل المختار بحوالہ سابقہ)

وَلَوْ دَفَعَ اِلٰی شَخْصٍ ثُمَّ عَلِمَ اَنَّہٗ عَبْدُہٗ اَوْمُکَاتَبُہٗ لَمْ یَجُزْ فِیْ قَوْلِھِمْ جَمِیْعاً وَلَا یَجُوْزُ دَفْعُ الزَّکٰوۃِ اِلٰی مَنْ یَّمْلِکُ نِصَاباً مِّنْ اَیِّ مَالٍ کَانَ وَ یَجُوْزُ دَفْعُھَا اِلٰی مَنْ یَّمْلِکُ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِکَ وَاِنْ کَانَ صَحِیْحًا مُّکْتَسِباً ، وَ یُکْرَہُ نَقْلُ الزَّکٰوۃِ مِنْ بَلَدٍ اِلٰی بَلَدٍ اٰخَرَ وَاِنَّمَا یُفَرَّقُ صَدَقَۃُ کُلِّ قَوْمٍ فِیْھِمْ اِلَّا اَنْ یَّحْتَاجَ اَنْ یَّنْقُلَھَا الْاِنْسَانُ اِلٰی قَرَابَتِہٖ اَوْ اِلٰی قَوْمٍ ھُمْ اَحْوَجُ اِلَیْہِ مِنْ اَھْلِ الْبَلْدَۃِ۔

ترجمہ: اگر کسی شخص کو زکوٰۃ کسی نے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ اس کا عام غلام یا مکاتب غلام تھا تو سب ائمہ کے قول کے مطابق یہ جائز نہ ہوگی① اور صاحب نصاب کو زکوٰۃ دینا بہر صورت جائز نہیں ہے خواہ وہ کسی مال سے صاحب نصاب ہوا ہو② اور اس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے جو نصاب سے کم کا مالک ہو اگرچہ وہ تندرست ہو اور کمائی کرنے والا ہو③ مکروہ ہے زکوٰۃ کو ایک شہر (مثلاً لاہور سے) دوسرے شہر (کراچی تک) منتقل کرنا بلکہ ہر ایک قوم کی زکوٰۃ اس میں ہی تقسیم کی جائے④ لیکن اگر قریبی رشتہ داران سے زیادہ محتاج ہوں یا ایسے لوگوں کی طرف بھی منتقل کر سکتا ہے جو شہری لوگوں سے زیادہ محتاج ہوں⑤

① کیونکہ غلام کی ملکیت آقا کی ملکیت شمار ہوتی ہے گویا کہ وہ مال اپنے ہی قبضہ میں رہا اس پر کامل ملکیت نہیں پائی گئی اور اس پر اجماع امت ہو چکا ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 158 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

② مطلب یہ ہے کہ صاحب نصاب ہو وہ امیر شمار ہوتا ہے جب کہ زکوٰۃ فقیروں کا حق ہے عام ازیں کہ وہ مال نامی ہو یا غیر نامی یہاں تک کہ اس کے پاس اگر ایسا فالتو گھر ہو جس میں اس نے رہائش نہیں رکھی لیکن وہ دوسو 200 درہموں کے برابر کا ہے تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا ناجائز ہے یہی نصاب صدقہ فطر اور قربانی کے وجوب میں معتبر ہوگا علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ اگر کسی کے پاس پانچ ایسے اونٹ ہوں جن کی قیمت دوسو (200) درہموں سے کم ہو تو اس کو بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص318 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

③ کیونکہ ایسا شخص شرعاً فقیر ہے اور اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ کے تحت فقراء ہی مصارف زکوٰۃ ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لہٰذا حکم دلیل کے مطابق گھومتا رہے گا لہٰذا جب نصاب مکمل نہ پایا گیا تو وہ فقیر ہی سمجھا جائے گا لہٰذا نصاب کا نہ ہونا ظاہری دلیل ہے جس کو حاجت کے قائم مقام قرار دے دیا ہے جیسا کہ ایک شخص نے بیوی کی محبت کے بارے میں خبر دی کہ اگر تو مجھ سے محبت کرے گی تو تجھے طلاق ہوگی اس نے کہا میں تجھ سے محبت کرتی ہوں تو وقوع طلاق ہوگا نیز علامہ عینی فرماتے ہیں اس لیے اگر کوئی شخص علم میں مشغول ہوا اور کمانا چھوڑ دیا اور اس سے نفع کی امید ہے تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔　(البنایہ ج3 ص563 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے امیروں سے مال زکوٰۃ لے کر غریبوں کو دینا نیز اپنے شہر کے فقیر قریب ہیں اور پڑوسی بھی ہیں انہیں مالوں کے بارے میں علم بھی ہوگا اور ان کو لالچ بھی ہوگی کہ ہمیں مالِ زکوٰۃ ملے گا لہٰذا ان کو دینا بہتر ہے۔

⑤ کیونکہ اس میں دو فائدے ہیں۔(1) صلہ رحمی۔(2) فرض کی ادائیگی اور اگر دوسرے شہر والے زیادہ محتاج ہیں تو ان کو زکوٰۃ دی جائے گی کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن سے مدینہ منورہ زکوٰۃ بھیجا کرتے تھے کیونکہ مدینہ منورہ کے فقراء زیادہ محتاج تھے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص158 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

فائدہ عظیمہ: زکوٰۃ، فطرانہ، نذر محض میں افضل یہ ہے کہ سب سے پہلے بھائی بہنوں کو مستحق ہونے کی صورت میں پھر ان کی اولاد کو پھر چچا اور چچیوں کو پھر ان کی اولاد کو پھر ماموں اور ممانی کو پھر ان کی اولاد کو پھر ان کے بعد دیگر رشتہ داروں کو پھر پڑوسیوں اور پھر صاحب پیشہ کو پھر شہری یا دیہاتی کو۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص320 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

① بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ (صدقہ فطر کے مسائل)

صَدَقَةُ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى الْحُرِّ الْمُسْلِمِ إِذَا كَانَ مَالِكًا لِّمِقْدَارِ النِّصَابِ فَاضِلًا عَنْ مَسْكَنِهِ وَ ثِيَابِهِ وَ أَثَاثِهِ وَ فَرَسِهِ وَسِلَاحِهِ وَ عَبِيْدِهِ لِلْخِدْمَةِ يُخْرِجُ ذٰلِكَ عَنْ نَفْسِهِ وَ عَنْ أَوْلَادِهِ الصِّغَارِ وَ عَبِيْدِهِ لِلْخِدْمَةِ وَلَا يُؤَدِّيْ عَنْ زَوْجَتِهِ وَلَا عَنْ أَوْلَادِهِ الْكِبَارِ وَإِنْ كَانُوْا فِيْ عِيَالِهِ وَلَا يُخْرِجُ عَنْ مُكَاتَبِهِ وَلَا عَنْ مَمَالِيْكِهِ لِلتِّجَارَةِ وَالْعَبْدُ بَيْنَ الشَّرِيْكَيْنِ لَا فِطْرَةَ عَلٰى وَاحِدٍ مِّنْهُمَا۔

ترجمہ: صدقہ فطر لازمی ہے② ہر ایسے آزاد پر جو مسلمان ہو بشرطیکہ نصاب کی مقدار کا مالک ہو اس کے پاس رہنے کے مکان پہننے کے کپڑے گذارے کا سامان گھوڑا③ اور ہتھیار اور خدمت کے غلاموں سے زائد ہو اور صدقہ فطر مالک نصاب اپنی ذات اور چھوٹی اولاد اور خدمت کے غلاموں کی طرف سے نکالے گا④ اور صدقہ فطر بیوی اور اپنی بڑی اولاد کی جانب سے نہیں نکالے گا اگرچہ وہ اس کی اعیال میں ہوں صدقہ فطر نہیں نکالے گا اپنے مکاتب غلام کا اور اُن غلاموں کا جو تجارت کے لیے ہیں⑤ اور جو غلام دو افراد کے درمیان مشترک ہو کسی پر بھی صدقہ فطر کی ادائیگی نہ ہوگی⑥

① شرعی اعتبار سے صدقات دو طرح کے ہیں۔(1) صدقہ نافلہ۔(2) صدقہ واجبہ اور دونوں کے مصارف میں فرق ہے صدقہ نافلہ فقیر وغنی، سید وغیر سید ہر عام وخاص کو دینا جائز ہے اگرچہ زیادہ حقدار فقیر ہی ہے اور صدقات واجبہ جیسے زکوٰۃ صدقہ فطر اور وہ مال جس کی منت مانی جائے، روزے کے کفارے میں جو کھانا کھلایا جائے قسم کے کفارے میں جو کھانا کھلایا جائے وغیرہ یہ ان کو دے سکتے ہیں جن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں حضرت شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان قادری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صدقہ واجبہ مالدار کو لینا حرام اور دینا حرام اور اس کے دیئے ادا نہ ہوگا اور نا فلہ مالدار کو لینا حرام اور بے مانگے مناسب نہیں جب کہ دینے والا مالدار جان کر دے اور اگر وہ محتاج سمجھ کر دے تو لینا حرام، اور اگر لینے کے لئے اپنے آپ کو محتاج ظاہر کیا تو دوہرا حرام، ہاں وہ صدقات

نافلہ کہ عام خلائق کے لئے ہوتے ہیں اوران کے لینے میں کوئی ذلت نہیں وہ غنی کو بھی جائز ہے جیسے حوض کا پانی سقایہ کا پانی، نیاز کی شیرینی سرائے کا مکان، پل پر سے گذرے۔

(فتاویٰ رضویہ ج10 ص261 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فائدہ عظیمہ: صدقہ واجبہ قریبی رشتہ دار کو دینا افضل ہے جب کہ اس کا مستحق ہو اور صدقہ نافلہ بھی ان کو دینا افضل ہے، جس طرح آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مسکین پر صدقہ فقط صدقہ ہے اور قریبی رشتہ دار پر صدقہ، صدقہ بھی اور صلہ رحمی بھی ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح شریف ج1 ص367 دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۲) چونکہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر دونوں کا تعلق عبادات مالیہ سے ہے اس مناسبت سے زکوٰۃ کے بعد مصنف نے صدقہ فطر کے احکام ذکر کئے اور مبسوط میں صدقہ فطر کو روزے کے احکام کے بعد ذکر کیا وجودی ترتیب کا لحاظ کرتے ہوئے، صدقہ فطر واجب اس لئے ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ تم صدقہ فطر ادا کرو ہر آزاد اور چھوٹے یا بڑے غلام کی طرف سے آدھا صاع گندم کا اور ایک صاع جو کا اور امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے آزادی کی قید اس لئے لگائی کیونکہ غلام میں ملکیت نہیں پائی جاسکتی اور مسلمان کی قید اس لئے کہ یہ عبادۃ مالیہ ہے اور کافر اس کا اہل نہیں ہے، نصاب کی مقدار کو پہنچنے کی قید اس لیے لگائی کہ صدقہ فطر مالداروں سے لیا جائے گا اور مالدار اس کو کہتے ہیں کہ حاجتِ اصلیہ سے مقدار نصاب مال زائد ہو۔ (البنایہ ج3 ص570 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(۳) کیونکہ اگر ایک مکان ہو تو وہ ضرورت میں داخل ہے علامہ عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اگر کسی کے پاس دو گھر ہوں ایک رہائشی دوسرا غیر رہائشی جس کا وہ کرایہ وصول کرتا ہے تو اگر اس کا کرایہ اتنا ہو کہ دو سو درہم کو پہنچتا ہے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے یوں ہی شرح الطحاوی میں ہے کہ اگر گھر کا سامان بلاضرورت ہو اور اس کی قیمت دو سو درہم کو پہنچتی ہے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔

(البنایہ ج3 ص567 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(۴) اصل ضابطہ یہ ہے کہ وجوب کا سبب کیا ہے؟ کہ دوسرے کا بوجھ اٹھانا اور کفالت کرنا ان مذکورہ کا بندہ کفیل ہوتا ہے لہٰذا ان کا فطرانہ بھی بحکم رسالت اس پر ہے کیونکہ فرمانِ رسالت ہے ادُّوْا عَمَّنْ تَمُوْنُوْنَ ترجمہ: کہ تم ان کی طرف سے صدقہ دو جن کی تم کفالت کرتے ہو لہٰذا بیوی یا بڑی اولاد یا والدین کا صدقہ فطر ادا کرنا اس پر لازم نہیں ہے لیکن اگر پاگل فقیر ہو تو اب مؤنہ وکفالت کے پائے جانے کی وجہ سے اس پر صدقہ فطر واجب ہوگا اگر بڑی اولاد یا بیوی کی طرف سے ان کی اجازت کے بغیر صدقہ فطر ادا کر دیا تو

بھی جائز ہے کیونکہ عرف اور عادت میں ان کی اجازت ہی سمجھی جاتی ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص159 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

⑤ مکاتب کی طرف سے بھی صدقہ فطر مالک ادا نہ کرے گا کیونکہ اس میں بھی ولایت معدوم ہے۔

⑥ یعنی ایسا غلام جو دو بندوں کے درمیان بطور خدمت کے مشترک ہے نہ کے بطور تجارت کیونکہ کسی ایک کو نہ تو اس کی مکمل ولایت حاصل ہے نہ کفالت لہٰذا کسی ایک پر زکوٰۃ لازم نہ ہوگی۔

وَيُؤَدِّي الْمُسْلِمُ الْفِطْرَةَ عَنْ عَبْدِهِ الْكَافِرِ وَالْفِطْرَةُ نِصْفُ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ اَوْ صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ اَوْ زَبِيْبٍ اَوْ شَعِيْرٍ وَالصَّاعُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهِ تَعَالٰى ثَمَانِيَةُ اَرْطَالٍ بِالْعِرَاقِيِّ وَ قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهِ تَعَالٰى خَمْسَةُ اَرْطَالٍ وَّ ثُلُثُ رِطْلٍ وَّ وُجُوْبُ الْفِطْرِ يَتَعَلَّقُ بِطُلُوْعِ الْفَجْرِ الثَّانِيْ مِنْ يَوْمِ الْفِطْرِ فَمَنْ مَّاتَ قَبْلَ ذٰلِكَ لَمْ تَجِبْ فِطْرَتُهُ وَمَنْ اَسْلَمَ اَوْ وُلِدَ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ لَمْ تَجِبْ فِطْرَتُهُ وَ الْمُسْتَحَبُّ اَنْ يُّخْرِجَ النَّاسُ الْفِطْرَةَ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوْجِ اِلَى الْمُصَلّٰى فَاِنْ قَدَّمُوْا قَبْلَ يَوْمِ الْفِطْرِ جَازَ وَاِنْ اَخَّرُوْهَا عَنْ يَوْمِ الْفِطْرِ لَمْ تَسْقُطْ وَ كَانَ عَلَيْهِمْ اِخْرَاجُهَا۔

ترجمہ: اور مسلمان آقا اپنے کافر غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے گا①، صدقہ فطر گندم کا آدھا صاع یا کھجور، کشمش، یا جو کا ایک مکمل صاع ادا کرنا ہوگا②، اور صاع طرفین کے نزدیک آٹھ رطل کا عراقی رطل کے اندازہ کے ساتھ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پانچ رطل اور ایک تہائی (5-1/13) اور صدقہ فطر③ کے واجب ہونے کا تعلق دوسری فجر (صبح صادق) یعنی عید الفطر کے دن صبح سے ہوگا لہٰذا جو اس سے پہلے مرگیا اس کا صدقہ فطر واجب نہ ہوا اور یوں ہی جو اسلام لایا یا طلوع فجر کے بعد بچہ پیدا ہوا اس کا بھی صدقہ فطر لازم نہ ہوگا اور مستحب عمل ہے④ لوگوں کا صدقہ فطر نکالنا فطر والے دن عید گاہ کی

طرف نکلنے سے پہلے اگر عید الفطر کے دن سے پہلے ہی انہوں نے ادا کر دیا تب بھی جائز ہے اور اگر عید الفطر سے بھی تاخیر کر دی تب بھی معاف نہ ہوگا اور ان پر اس کی ادائیگی یعنی نکالنا لازمی ہوگا۔

① کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں فرمان رسالت ہے کہ تم صدقہ فطر آزاد اور غلام کی طرف سے ادا کرو چاہے یہودی یا عیسائی ہو یا آتش پرست ہو۔
(البنایہ ج3 ص578 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② اس سے قبل بھی بتایا جا چکا ہے کہ صاع تین طرح کا ہے (1) صاع عراقی یہ آٹھ رطل، (2) صاع حجازی پانچ رطل اور ثلث رطل یعنی 3/1-5 رطل، (3) صاع ہاشمی یہ بتیس 32 رطل کا ہوتا ہے اور مؤخر الذکر صاع تو بالکل متروک ہے باقی اس میں اختلاف ہے کہ حضور کا صاع کون سا تھا امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضور کا صاع حجازی تھا جب کہ امام اعظم و محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک آپ کا صاع عراقی تھا کیونکہ

(1) نسائی کی روایت کے مطابق ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ و انس رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ آپ غسل ایک صاع سے جو آٹھ رطل کا تھا اس کے ساتھ کرتے تھے۔ (2) صدقہ فطر وغیرہ سے مقصود دفع حاجتِ فقراء ہے اور فقراء کا فائدہ صاع عراقی میں ہی ہے جو کہ بڑا ہے نہ کہ حجازی میں جو کہ بہت چھوٹا ہے۔ (3) امام طحاوی علیہ الرحمۃ کو حسن بن صالح نے کہا صَاعُ عُمَرُ ثَمَانِيَةُ اَرْطَالٍ، کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا صاع آٹھ رطل کا تھا باقی ائمہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ پچاس اہل مدینہ جو صاع لائے تھے وہ امام ابو یوسف کی پیمائش کے مطابق 3/1-5 رطل تھا ہم کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ وہ صاع عراقی ہو یعنی آٹھ رطل ہو لیکن 3/1-5 رطل اس لئے ہوا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی پیمائش برطل اہل مدینہ کی تھی نہ کہ برطل بغدادی رطل اہل مدینہ بڑا ہے رطل بغدادی سے بغدادی آٹھ ارسال تقریباً 3/1-5 ارطال برطل اہل مدینہ اور آٹھ رطل موجودہ رائج الوقت کے مطابق یہ صاع دو سو ستر 270 تولے کا ہوتا ہے۔

③ یعنی صدقہ فطر کے وجوب کا ثبوت فطر والے دن صبح صادق سے ہو جاتا ہے کیونکہ (صدقہ الفطر) لفظ کی اضافت تخصیص کا فائدہ دیتی ہے اور فطر کا اختصاص دن کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ رات کے ساتھ کیونکہ فطر روزہ کے متضاد ہے اور وہ دن میں ہی ہوتا ہے کیونکہ اس دن میں روزہ رکھنا حرام ہے

کیونکہ فرمانِ رسالت ہے کہ ان دنوں میں روزہ نہ رکھو یہ دن کھانے پینے اور بیوی کے ساتھ ہم بستر ہونے کے ہوتے ہیں۔ (البنایہ ج3 ص592 تا593 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام غریبوں کا خیال رکھتے تھے اگر عیدگاہ کی طرف جانے سے پہلے نکال دیا جائے گا تو غریب بھی عید کی خوشیوں میں شامل ہوں گے لیکن اگر عید سے پہلے دے دیا تو بھی جائز ہے لیکن تاخیر سے معاف بھی نہ ہوگا کیونکہ یہ عبادت مالیہ ہے اور اس کا معقول معنی ہے لہٰذا یہ زکوٰۃ کی طرح تاخیر کے سبب ساقط نہ ہوگی بخلاف قربانی کے کیونکہ قربانی کا معنی ہے خون بہانا اور یہ خلاف عقل معنی ہے۔
(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص160 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

①کِتَابُ الصَّوْمِ

(روزے کے مسائل)

اَلصَّوْمُ ضَرْبَانِ وَاجِبٌ وَ نَفْلٌ فَالْوَاجِبُ ضَرْبَانِ مِنْهُ مَا يَتَعَلَّقُ بِزَمَانٍ بِعَيْنِهٖ كَصَوْمِ رَمَضَانَ وَالنَّذْرِ الْمُعَيَّنِ فَيَجُوْزُ صَوْمُهُ بِنِيَّةٍ مِّنَ اللَّيْلِ فَاِنْ لَّمْ يَنْوِ حَتّٰى اَصْبَحَ اَجْزَءَ تْهُ النِّيَّةُ مَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الزَّوَالِ ، وَالضَّرْبُ الثَّانِيْ مَا يَثْبُتُ فِي الذِّمَّةِ كَقَضَاءِ رَمَضَانَ وَالنَّذْرِ الْمُطْلَقِ وَالْكَفَّارَاتِ فَلَا يَجُوْزُ صَوْمُهُ اِلَّا بِنِيَّةٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَ كَذٰلِكَ صَوْمُ الظِّهَارِ وَالنَّفْلُ كُلُّهُ يَجُوْزُ بِنِيَّةٍ قَبْلَ الزَّوَالِ۔

ترجمہ: ②روزہ کی دو قسمیں ہیں (1) ③واجب۔ (2) نفل پھر واجب کی بھی دو قسمیں ہیں (1) بعض ان میں سے وہ ہیں جن کا تعلق ایک معین وقت کے ساتھ ہوتا ہے جیسے ④ ماہ رمضان اور مخصوص ⑤ منت کا روزہ یہ روزہ رات کے وقت نیت کرنے سے بھی جائز ہو جاتا ہے اور اگر رات کو نیت نہ کر سکا بالآخر صبح ہو گئی تو اس کو وہ نیت کفایت کرے گی جو رات اور زوال کے وقت کے درمیان کی ⑥۔ (2) قسم وہ ہے جو انسان کے ذمہ میں ثابت ہے جیسے ماہ رمضان کے قضاء روزے اور نذر مطلق اور کفاروں کے پس ان کا روزہ جائز نہ ہوگا مگر رات کے وقت ⑦ نیت کرنے سے اور اسی طرح کا حکم ظہار کے روزوں کا ہے اور نفل ⑧ سب روزے جائز ہیں نیت کے ساتھ زوال سے پہلے پہلے۔

① محدث ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ روزوں کی فرضیت تحویل قبلہ کے بعد ہوئی اور ہجرت کا اٹھارواں (18) مہینہ تھا اس کی ادائیگی لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (سورۃ البقرۃ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 7 آیت نمبر 185) ترجمہ: کہ تم میں جو ماہ رمضان

کو پائے تو روزے لازمی رکھے اور اس کی فرضیت پر اجماع امت ہو چکا ہے اسی وجہ سے ان کا منکر کافر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 2 آیت نمبر 183 رکوع نمبر 7) اسی طرح کفارات اور ظہار کے روزے بھی فرض ہیں اللہ نے فرمایا فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ جو مذکورہ کفارہ نہ پائے اس کو چاہیے دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے اور قسم کے کفارے روزے بھی لازم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَیْمَانِكُمْ (سورۃ المائدہ پارہ نمبر 7 رکوع نمبر 2 آیت نمبر 89) ترجمہ: جو مذکورہ کفارہ نہ پائے اس کو چاہیے تین دن روزے رکھے یہ تمہاری قسم کا کفارہ ہے اسی طریقے سے منت کے روزے بھی لازم ہیں فرمان ربی ہے وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (سورۃ الحج پارہ نمبر 17 رکوع نمبر 11 آیت نمبر 29) ترجمہ: اپنی نذروں کو پورا کرو۔ کہ لازماً اپنی نذروں کو پورا کرو ہر ہر دن کا موجود ہونا روزہ کے لازم ہونے کا سبب ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی بچہ ماہ رمضان میں بالغ ہو گیا تو اس پر باقی مہینہ روزے رکھنا لازم ہے گذشتہ دنوں کے روزے لازم نہ ہوں گے۔

(شرح النقایہ ج 1 ص 404 تا 405 ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

② روزے کو عبادت بدنی نماز وغیرہ سے بعد میں ذکر کیا اور زکوٰۃ کو بھی اس سے پہلے ذکر کیا قرآن مجید کی اتباع کرتے ہوئے اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور حدیث رسول کی اتباع کرتے ہوئے چنانچہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَ صَوْمُ رَمَضَانَ۔ ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی، گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود حق نہیں اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرنا ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

روزہ کی تعریف: روزہ کا لغوی معنی ہے کسی چیز سے کسی وقت رک جانا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَقُوْلِیْۤ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا (سورۃ مریم پارہ نمبر 16 رکوع نمبر 5 آیت نمبر 26) تو یہاں صوماً کا اس آیت میں معنی ہے بات کرنے سے رک جانا یوں ہی اھل عرب کہتے ہیں، صَامَتِ الشَّمْسُ، جب سورج آسمان کے درمیان رک جائے اور زوال کے وقت چلنے سے رک جائے اور شرعی طور پر امساک خاص مراد ہے اور وہ یوں ہے تَرْكُ الْاَكْلِ وَ الشُّرْبِ وَالْوَطْیِ مِنَ الصُّبْحِ اِلَى الْمَغْرِبِ مَعَ النِّیَّةِ، ترجمہ: شرعاً مخصوص امساک مراد ہے اور وہ یہ کھانا پینا اور بیوی سے ہم بستری کو چھوڑ دینا صبح سے لے کر غروب آفتاب تک نیت کے ساتھ۔ (شرح النقایہ بحوالہ سابقہ)

③ بدر یہ کتاب میں ہے کہ محققین اقسام کی حد بندی اس لئے کرتے ہیں تا کہ تقسیم کا معاملہ آسان ہو جائے مصنف علیہ الرحمۃ نے لفظ واجب کو اس لئے استعمال کیا تا کہ یہ اللہ کے واجب اور بندے کے وجوب دونوں کو شامل ہو جائے اور یا واجب سے یہاں مراد فرض ہے یا واجب سے مراد وہ چیز ہے جو ہمارے لئے ثابت ہے۔ (البنایہ ج 3 ص 598 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ رمضان سے پہلے شہر کا لفظ محذوف ہے جیسا کہ قرآن مجید میں شہر رمضان ہے نیز شہر کا لفظ محذوف اس لئے ہے کہ رمضان اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی میں سے ہے اس لئے تفسیر روح البیان میں ہے لَا تَقُوْلُوا جَاءَ رَمَضَانُ وَ ذَهَبَ رَمَضَانُ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا شَهْرَ رَمَضَانَ فَإِنَّ الرَّمَضَانَ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ ترجمہ: یوں مت کہو کہ رمضان آیا اور چلا گیا لیکن یوں کہو کہ ماہ رمضان آیا اور چلا گیا کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی میں سے ہے رمضان کا لفظ رمضاء سے بنا ہے اس کا معنی ہے گرم پتھر چونکہ یہ بھی گرمی کے موسم میں آتا ہے اس لئے اس کو ماہ رمضان کہا جاتا ہے امام فراء نے فرمایا کہ اس کی جمع رَمَاضِيْن آتی ہے جیسے سلاطین سراجین اور امام جوھری نے فرمایا اس کی جمع اَرْمَاضٌ اور رَمَضَانَاتٌ آتی ہے۔ (البنایہ بحوالہ سابقہ)

⑤ نذر اور مخصوص منت ایک دن کی بھی ہو سکتی ہے اور ایک مہینے کی بھی ماہ رمضان اور منت کے روزے میں اتنا فرق ہے کہ ماہ رمضان خود شارع کی طرف سے متعین ہے لہٰذا بندہ اس کو باطل نہیں کر سکتا اور نذر معین نذر ماننے والے کی طرف سے متعین ہوتی ہے۔

فائدہ عظیمہ: حضرت ملا جیون علیہ الرحمۃ نے تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے کہ بزرگانِ دین کے مزارات پر لوگ گائے ذبح کر کے نذریں پوری کرتے ہیں یہ درست ہے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ فرمانِ رسالت ہے جو بھی تمہاری مشکل ہو حضرت نفیسہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے نام کی نذر مانو اگر چہ ایک روپیہ کی ہو تمہارا کام ہو جائے گا۔

(فتاوی رضویہ کتاب النذ ور رضا فاؤنڈیشن لاہور)

⑥ اور نیت یوں کی جائے گی نَوَيْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰهِ تَعَالٰى مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ، ترجمہ: میں نے کل کے ماہ رمضان کے فرض روزہ رکھنے کی نیت کر لی اور نیت آدھے دن سے قبل کرے جامع الصغیر میں امام محمد علیہ الرحمۃ نے اس پر فتوی دیا ہے کیونکہ اس طرح نیت دن کے اکثر حصے میں پائی جائے گی اور اصول ہے حُكْمُ الْاَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ ترجمہ: جب اکثر حصہ میں نیت پائی جائے گی تو وہ کل کا حکم لے گی۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 329 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

⑦ کیونکہ قضائے رمضان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مطلق فرمایا فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ترجمہ: دوسرے دونوں میں گنتی پوری کرنی ہے۔ لہٰذا وہ غیر معین ہیں اب ضروری ہے کہ ان کی ابتداء سے تعیین کیا جائے۔ (البنایہ ج3 ص610 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑧ یعنی آدھے دن سے پہلے نفل کی نیت کرنا جائز ہے کیونکہ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ بنت طلحہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے روایت کرتی ہیں کہ ایک دن آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کوئی چیز موجود ہے میں نے عرض کی نہیں آپ نے فرمایا چلو میں اب روزے دار ہوں پھر آپ ہمارے پاس دوسرے دن تشریف لائے ہم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں حسیس (حلوہ) تحفہ دیا گیا ہے آپ نے فرمایا کہ اس کو قریب کرو میں روزے کی حالت میں صبح کر چکی تھی پھر آپ نے اس کو کھایا، استدلال یوں ہے کہ آپ نے دن کو کھا کر روزہ رکھا۔ ہاں اگر زوال کے بعد نیت کرے گا تو روزہ متصور نہ ہوگا۔

(البنایہ ج1 ص610 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَيَنْبَغِي لِلنَّاسِ اَنْ يَلْتَمِسُوْا الْهِلَالَ فِي الْيَوْمِ التَّاسِعِ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ شَعْبَانَ فَاِنْ رَاَوْهُ صَامُوْا وَاِنْ غُمَّ عَلَيْهِمْ اَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامُوْا وَمَنْ رَاٰى هِلَالَ رَمَضَانَ وَحْدَهٗ صَامَ وَاِنْ لَّمْ يَقْبَلِ الْاِمَامُ شَهَادَتَهٗ وَاِذَا كَانَ فِي السَّمَاءِ عِلَّةٌ قَبِلَ الْاِمَامُ شَهَادَةَ الْوَاحِدِ الْعَدْلِ فِيْ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ رَجُلًا كَانَ اَوِ امْرَاَةً حُرًّا كَانَ اَوْ عَبْدًا فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِي السَّمَاءِ عِلَّةٌ لَمْ تُقْبَلِ الشَّهَادَةُ حَتّٰى يَرَاهُ جَمْعٌ كَثِيْرٌ يَقَعُ الْعِلْمُ بِخَبْرِهِمْ۔

ترجمہ: اور لوگوں کے لئے مناسب ہے انتیس (29) شعبان المعظم کو کہ وہ چاند کی تلاش کریں ① اگر دیکھ لیا تو روزہ رکھیں اور اگر اس پر بادل ہوں تو شعبان المعظم کے تیس دن مکمل کرلیں پھر روزہ رکھ لیں ②، اور جس نے ماہ رمضان کا چاند دیکھا اور وہ بھی اکیلے تو وہ روزہ رکھے گا اگرچہ امام نے اس کی گواہی قبول نہ کی ہو ③ اور اگر آسمان میں کوئی علت (مطلع صاف نہ ہو) ہو تو چاند کے دیکھنے میں

امام ایک عادل کی گواہی چاند کے دیکھنے میں قبول کرے خواہ مرد، عورت، آزاد ہوں یا غلام ④ اور اگر آسمان میں کوئی علت نہ ہو تو ان کی گواہی تب قبول ہوگی جب بڑی جماعت ⑤ گواہی دے گی تاکہ ان کی خبر کے ساتھ یقین حاصل ہو۔

① مناسب اس لئے ہے کہ مہینہ کبھی انتیس کا بھی ہوتا ہے جس طرح آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو اشارہ کرتے ہوئے انگلیوں کو کھول کر فرمایا الشہرُ ھکذا الشہر ھکذا الشہر ھکذا کہ مہینہ اتنے کا بھی ہوتا ہے یعنی تیس (30) اور پھر آپ نے ایک انگلی کو کھینچ لیا یعنی انتیس کا بھی۔

(البنایہ ج3 ص612 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② کیونکہ مہینہ تیس (30) سے اوپر کا نہیں ہوتا چنانچہ صحیح بخاری کی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم چاند کو دیکھو تو روزہ رکھو اور چاند کو ہی دیکھ کر افطار کرو پھر اگر بادل تم پر غبار آلود ہو جائیں تو تم شعبان کی گنتی تیس دن مکمل کرو، اور اگر تیسواں (30) دن یوم شک ہو تو اب فقط نفلی روزہ ہی رکھا جا سکتا ہے۔ (البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

③ کیونکہ اس نے اپنے علم کے مطابق عبادت کرنی ہے پھر اگر اس نے روزہ نہ رکھا تو اس پر بغیر کفارہ کے فقط قضا لازم ہوگی۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص331 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ کیونکہ یہ دینی معاملہ ہے لہٰذا لوگوں پر روزہ رکھنا واجب ہوگا جب تک اس کی خبر میں جھوٹ نہ ہو اس وقت تک اس کی خبر روایت حدیث کے مشابہ ہے لیکن جب آسمان صاف ہوگا پھر یہ حکم نہ ہوگا کیونکہ بظاہر اس کی تکذیب ہو رہی ہے چونکہ یہ دینی خبر ہے لہٰذا لفظ شہادت کے ساتھ یہ خاص نہ ہوگا لیکن عدالت کی شرط اس لئے ضروری ہے کیونکہ فاسق کا قول دینی معاملات میں مقبول نہیں بلکہ بحکم قرآنی تحقیق کے قابل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنْ جَاءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ (سورۃ الحجرات پارہ نمبر 28 رکوع نمبر 13)

ترجمہ: اگر تمہارے پاس فاسق کی خبر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

(البنایہ ج3 ص625 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ چونکہ موسم صاف ہے لہٰذا اگر ایک نے خبر دی تو اس سے دوسروں کو غلطی کا وہم ہوگا لہٰذا توقف کیا جائے گا جماعت کثیر کے لئے، جماعت کثیر کی حد بعض نے اہل محلہ قرار دی ہے اور بعض نے مسئلہ قسامۃ پر قیاس کرتے ہوئے پچاس آدمیوں کی گواہی دینا لازمی قرار دیا۔

(البنایہ ج3 ص629 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَوَقْتُ الصَّوْمِ حِيْنَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ الثَّانِيْ إِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ، وَالصَّوْمُ هُوَ الْإِمْسَاكُ عَنِ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالْجِمَاعِ نَهَاراً مَّعَ النِّيَّةِ فَإِنْ اَكَلَ الصَّائِمُ اَوْ شَرِبَ اَوْ جَامَعَ نَاسِياً لَّمْ يُفْطِرْ وَ اِنْ نَامَ فَاحْتَلَمَ اَوْنَظَرَ اِلَى امْرَأَةٍ فَاَنْزَلَ اَوِادَّهَنَ اَوِ احْتَجَمَ اَوِ اكْتَحَلَ اَوْ قَبَّلَ لَمْ يُفْطِر فَاِنْ اَنْزَلَ بِقُبْلَةٍ اَوْ لَمْسٍ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: روزہ کا وقت فجر ثانی (صبح صادق) کے طلوع ہونے سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک ہے① اور روزہ کی شرعی یہ تعریف ہے کہ اپنے آپ کو روک دینا خورد و نوش سے اور بیوی سے ہم بستری کرنے سے دن کو نیت کے ساتھ② پھر اگر روزے دار نے کوئی چیز بھول کر کھا پی لی یا بھول کر ہم بستری کر لی تو اس کا روزہ افطار (ٹوٹے) نہ ہوگا③ اور اگر کوئی سویا پھر اس کو نیند میں احتلام ہو گیا یا اس نے کسی عورت کی طرف دیکھا جس کی وجہ سے اس کو انزال (خروج منی) ہوا یا تیل لگایا یا سینگی لگوائی یا سرمہ لگایا یا بیوی کو بوسہ دیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا④ پھر اگر بیوی کو بوسہ دیا یا چھوا تو اس پر روزے کی قضا بلا کفارہ لازم ہوگا۔

① روزے کا یہ وقت اس لئے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 7 آیت نمبر 187) ترجمہ: کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے یہ سحری کے ابتدائی وقت کی طرف اشارہ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ترجمہ: تم رات تک روزہ مکمل کرو۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اختیار کلی عطا کیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سورج طلوع ہونے کے بعد روزے کا آغاز کرتے تھے کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے محبوب نے اختیار دیا تھا خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی شیخ زکریا صاحب فضائل اعمال (تبلیغی جماعت) کا شاگرد کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتنا اختیار دیا حتیٰ میّز رق الحر، ترجمہ: آپ چاہیں تو آزاد کو بھی اپنا

غلام بنالیں (حوالہ بذل المجہود فی حل ابی داؤد) اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام رضا خان علیہ الرحمۃ نے اس موضوع پر الامن والعلی کتاب لکھ دی ہے۔

② نیت کی قید اس لئے لگائی ہے کبھی بندہ عادۃً بھی دیر تک نہیں کھاتا گویا نیت کی قید لگا کر عادۃ اور عبادت میں فرق کر دیا۔ امساک سے بھی مراد شرعی امساک ہے لہٰذا بھول کر کھانا کھانے سے روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کو کھلایا اور پلایا ہے اس کا دلی ارادہ نہ تھا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ فِیْمَا اَخْطَاْتُمْ بِہٖ (سورۃ الاحزاب پارہ نمبر 21 آیت نمبر 5 رکوع نمبر 17) ترجمہ: اور تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں خود انستہ تم سے صادر ہو۔ (البنایہ ج3 ص634 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوا کہ میں نے بھول کر روزے کی حالت میں کھا پی لیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم روزہ مکمل کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے کھلایا اور پلایا ہے لہٰذا عقل و قیاس کے مقابلے میں حدیث رسول کو ترجیح دی جائے گی معلوم ہوا کہ نسیان کی معافی ہے اس لئے صحابہ یوں دعا کرتے تھے رَبَّنَا لَاتُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا (سورۃ البقرۃ پارہ 3 رکوع 8 آیت 286) جب بھول کر کھانے پینے والے کے متعلق روایت آ گئی تو اسی پر ہم بستری کو بھی قیاس کر کے یہی حکم لگائیں گے کیونکہ رکنیت اور فرضیت میں دونوں کے درمیان برابری ہے کیونکہ ہر ایک رکن ہونے میں ایک دوسرے کی مثل ہے لیکن نماز میں کوئی بھول کر بھی بات کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ رکوع و سجود وغیرھا ہر چیز اس میں یاد دلاتی ہے کہ تم حالت نماز میں ہو بخلاف روزے کے کیونکہ یہ باطنی چیز ہے لہٰذا یہاں نسیان کا غلبہ ہے صورۃ مذکورہ میں نفلی اور فرضی روزے میں کوئی تفریق نہیں ہے۔

(البنایہ ج3 ص638 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تین چیزیں روزے کو نہیں توڑتیں (1) سنگی لگوانا۔ (2) قے کرنا۔ (3) احتلام اور عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ یہاں نہ تو کوئی جماع والی صورت (یعنی شرمگاہ میں دخول کرنا) پائی گئی اور نہ ہی معنا کوئی یہاں صورت پائی گئی کیونکہ اس کا معنی ہے بندہ کا شہوت کے ساتھ ہم بستری کا مرتکب ہونا اور انزال کا پایا جانا یہی حکم اوپر مذکورہ صورتوں کا بھی ہے اور اگر بوسہ دینے، شہوت کے ساتھ چھونے سے انزال ہو گیا اب قضاء کفارہ نہ ہوگا کیونکہ کفارہ تو مکمل جرم سے لازم ہوتا ہے۔ (البنایہ ج3 ص648 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَلَا بَاْسَ بِالْقُبْلَةِ اِذَا اَمِنَ عَلٰی نَفْسِہٖ وَ یُکْرَہُ اِنْ لَّمْ یَاْمَنْ وَاِنْ ذَرَعَہُ الْقَیُّ لَمْ یُفْطِرْ وَاِنِ اسْتَقَاءَ عَامِدًا مِلْاَءَ الْفَمِ فَعَلَیْہِ الْقَضَاءُ وَ مَنِ ابْتَلَعَ الْحَصَاۃَ اَوِ الْحَدِیْدَ اَوِ النَّوَاۃَ اَفْطَرَ وَ قَضٰی وَ مَنْ جَامَعَ عَامِداً فِیْ اَحَدِ السَّبِیْلَیْنِ اَوْ اَکَلَ اَوْ شَرِبَ مَا یَتَغَذّٰی بِہٖ اَوْ یَتَدَاوٰی بِہٖ فَعَلَیْہِ الْقَضَاءُ وَالْکَفَّارَۃُ وَالْکَفَّارَۃُ مِثْلُ کَفَّارَۃِ الظِّھَارِ وَ مَنْ جَامَعَ فِیْمَا دُوْنَ الْفَرْجِ فَاَنْزَلَ فَعَلَیْہِ الْقَضَاءُ وَلَا کَفَّارَۃَ عَلَیْہِ وَ لَیْسَ فِیْ اِفْسَادِ الصَّوْمِ فِیْ غَیْرِ رَمَضَانَ کَفَّارَۃٌ۔

ترجمہ: بوسہ لینے میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ اپنے نفس پر کنٹرول حاصل ہو اور مکروہ ہے اگر کنٹرول نہ ہو① اور اگر کسی کو قے خود بخود آ گئی روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر جان بوجھ کر قے کر دی اور ہو بھی منہ بھر کر تو اس صورت میں اس پر قضا لازم ہوگی② اور جس نے کنکری نگلی یا لوہا یا گھٹلی تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا کرے گا③ اور جس نے جان بوجھ کر دو راستوں (قبل و دبر) میں سے کسی ایک سے ہم بستری کی یا ایسی چیز کو کھایا پیا جس کو غذا بنایا جا سکتا ہے یا اس کے ساتھ علاج کیا جا سکتا ہے تو اس پر قضا اور کفارہ لازم ہوگا اور کفارہ ظہار کے کفارے کی مانند ہے اور جس نے شرمگاہ کے علاوہ (ران وغیرہ) کی جگہ میں ہم بستری کی جس سے انزال ہوا تو اس پر قضا لازم ہے اور اس پر کفارہ نہیں ہے⑧، اور ماہ رمضان کے علاوہ روزہ توڑنے میں کفارہ نہیں ہے⑨

① یعنی نوجوان اور بوڑھے کے حساب سے فرق کیا جائے گا چنانچہ ابو داؤد شریف کی روایت ہے ایک شخص نے جو کہ بوڑھا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روزے کی حالت میں بیوی سے بغل گیر ہونے کا پوچھا آپ نے اجازت دے دی پھر یہی مسئلہ نوجوان نے پوچھا آپ نے منع فرما دیا کیونکہ نوجوان دواعی جماع کی وجہ سے جماع تک پہنچ جاتا ہے اس لئے سرکار نے یہ حکم نامہ جاری فرمایا اسی بات کی تائید کرتے ہوئے علامہ عینی نے متن کی عبارت کے تحت فرمایا کہ متن کی عبارت میں اعتراض

ہے کیونکہ وجیز کتاب میں ذکر کیا گیا ہے کہ نوجوان کو بوسہ دینا مکروہ ہے کیونکہ نوجوان کو کنٹرول نہیں ہوتا۔

(البنایہ ج 3 ص 650 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(۲) قے خود آنے کا مطلب ہے کہ جلد اس کے منہ کی طرف آ کر غالب ہوئی پھر باہر نکل آئی اور دوسرا مطلب ہے کہ بغیر ارادے کے جلد باہر نکلی اس سے روزہ ٹوٹے گا کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس نے قے کی اس پر قضا لازم نہیں ہے، استقاء مدّ کے ساتھ قَاءَ يَقِيُّ سے ہے اس میں سین طلب کے لئے ہے اس میں عقل کا تو تقاضا تھا کہ روزہ فاسد نہ ہو کیونکہ جو چیز بدن سے نکلتی ہے وہ چیز روزے کو فاسد نہیں کرتی جیسے بول و براز اسی طرح قے عامداً بھی ہے لیکن یہ قیاس ہم نے حدیث (ابوداؤد ترمذی) کی وجہ سے چھوڑ دی ہے لیکن عقل و قیاس خبر و حدیث کے مقابلے میں متروک ہے ریح سے وضوء لازم ہونا عقل کے خلاف ہے لیکن حدیث کو ہم نے ترجیح دی ہے۔

(البنایہ ج 3 ص 654 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(۳) محدث ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ چیزیں اور ہر ایسی چیز جو اس کے ہم معنی ہو اور جیسے بطور غذا اور علاج استعمال نہ کیا جاتا ہو جیسے لوہا اب اس میں روزہ صورتاً ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس میں بھی منہ سے گویا پیٹ کی طرف چیز کا جانا احتمال سے خالی نہیں اور اگر اس نے بھول کر لقمہ چبا لیا پھر اس کو یاد آیا پھر اس نے نگلا فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ اگر اس کو نکالنے کے بعد چبایا تو اس پر کوئی کفارہ نہیں لیکن اگر اس کو باہر نکالنے سے پہلے چبا لیا تو اب اس پر کفارہ ہے۔

(شرح النقایہ ج 1 ص 415 ایچ۔ ایم، سعید کراچی)

(۴) قضاء کے واجب ہونے میں بھی اتفاق ائمہ ہے اور جماع کے سبب کفارہ کے وجوب پر بھی اجماع ہو چکا ہے نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دیہاتی کو جس نے ماہ رمضان میں جان بوجھ کر بیوی سے ہم بستری کر لی تھی اس کو فرمایا تھا کہ تو غلام آزاد کر یہ کفارہ کی طرف اشارہ تھا نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جس نے ماہ رمضان کے دن میں روزہ توڑ دیا تو اس پر وہی کفارہ لازم ہے جو ظہار کرنے والے پر ہوتا ہے۔

فائدہ عظیمہ: مظاہر ظہار سے ہے ظہار کا مطلب ہے کہ محرمات ابدیہ میں سے کسی ایک کے کل یا جز کے ساتھ تشبیہ دینا مثلاً یوں کہنا اَنْتِ عَلَيَّ مِثْلُ اُمِّي، ترجمہ: بیوی کو مخاطب کر کے کہ تم میری ماں کی طرح ہو اب مطلب پوچھا جائے گا کہ حرام ہونے میں یا تعظیم میں بصورت اول ظہار ہوگا

اٹھائیسواں (28 پارہ رکوع 1 آیت نمبر 3 سورۃ المجادلہ) میں اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم بیان کیا کہ جو ظہار کرتا ہے اس کی بیوی اس پر اس وقت تک حرام ہو جاتی ہے جب تک وہ کفارہ ظہار ادا نہیں کرتا، روزے کا کفارہ ظہار کی مانند ہے یعنی غلام آزاد کرنا یا ساٹھ (60) مسکینوں کو دو ٹائم کا درمیانہ کھانا کھلانا یا پھر دو ماہ کے روزے رکھنا۔

فائدہ جلیلہ: اگر روزے کی حالت میں عورت کو حیض آ گیا یا آدمی بیمار ہو گیا تو ان کے لئے روزہ توڑنا مباح ہے اور کفارہ بھی ساقط ہوگا۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 169 مکتبہ حقانیہ قصہ خوانی بازار، پشاور)

⑤ یعنی بلا کفارہ قضا لازم ہوگی قضا کی وجہ تو یہ ہے کہ جماع معنوی طور پر پایا گیا ہے اور وہ انزال ہے اور کفارہ اس لئے لازم نہ ہوگا کیونکہ صورۃً جماع نہیں پایا گیا ہے اور وہ دخول ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 341 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑥ کیونکہ ماہ رمضان میں روزہ توڑنا مکمل درجے کا جرم ہے کیونکہ اس میں روزے کی بھی اور ماہ رمضان کی بھی توہین ہے لہٰذا غیر رمضان کا حکم ماہ رمضان کے برابر نہ ہوگا۔

(البنایہ ج 3 ص 671 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَمَنْ اَوْجَرَ اَوِ احْتَقَنَ اَوْ اسْتَعَطَ اَوْ اَقْطَرَ فِیْ اُذُنَیْهِ اَوْ دَاوٰی جَائِفَةً اَوْ اٰمَّةً بِدَوَاءٍ رَطْبٍ وَّصَلَ اِلٰی جَوْفِهٖ اَوْ دِمَاغِهٖ اَفْطَرَ وَاِنْ اَقْطَرَ فِیْ اِحْلِیْلِهٖ لَمْ یُفْطِر عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی وَ قَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ یُفْطِرُ، وَ مَنْ ذَاقَ شَیْأً بِفَمِهٖ لَمْ یُفْطِرْ وَیُکْرَهُ لَهٗ ذٰلِكَ وَ یُکْرَهُ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَمْضَغَ لِصَبِیِّهَا الطَّعَامَ اِذَا کَانَ لَهَا مِنْهُ بُدٌّ وَّ مَضْغُ الْعِلْكِ لَا یُفْطِرُ الصَّائِمُ وَ یُکْرَهُ وَ مَنْ کَانَ مَرِیْضًا فِیْ رَمَضَانَ فَخَافَ اِنْ صَامَ زَادَ مَرْضُهٗ اَفْطَرَ وَ قَضٰی وَاِنْ کَانَ مُسَافِراً لَّا یَسْتَضِرُّ بِالصَّوْمِ فَصَوْمُهٗ اَفْضَلُ وَاِنْ اَفْطَرَ وَ قَضٰی جَازَ۔

ترجمہ: اور جس نے گھونٹ گھونٹ کر کسی چیز کو حلق میں ڈالا اور جس کسی نے حقنہ

کیا① یا ناک میں دوا ڈالی یا کان میں ڈراپ (قطرہ) ٹپکایا یا پیٹ کے زخم کا علاج کیا یا دماغ کے زخم کی تر دوا کی پھر وہ پیٹ تک پہنچ گئی یا دماغ تک پہنچ گئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا اگر پیشاب کی جگہ میں قطرہ ٹپکا تو طرفین کے نزدیک روزہ فاسد نہ ہوگا اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک روزہ فاسد ہوگا②، اور اگر کسی نے منہ سے کوئی چیز چکھی تو روزہ فاسد تو نہ ہوگا لیکن مکروہ ہوگا③ اور عورت کے لئے مکروہ ہے چھوٹے بچے کے لئے کھانا چبانا جب کہ اس بچے کے لئے اس کے علاوہ چھٹکارے کی راہ موجود ہو④ اور بے ذائقہ بل کے چبانے سے عورت کا روزہ نہیں ٹوٹے گا لیکن مکروہ ہوگا⑤، اور جو شخص ماہ رمضان میں بیمار ہوگا پھر اس کو ڈر ہو کہ اگر روزہ رکھے گا تو اس کی بیماری بڑھ جائے گی تو وہ روزہ توڑ دے اور قضا کرے⑥ اور اگر وہ مسافر تھا اور روزہ رکھنا اس کو نقصان بھی نہیں دیتا تو اس کا روزہ رکھنا افضل ہے اگر اس نے روزہ توڑ کر قضا کی تو بھی جائز ہے۔

① (1) حقنہ کا مطلب دبر یعنی پاخانہ کی جگہ سے اندر دوا ڈالنا، خاء کے فتحہ کے ساتھ درست لفظ ہے اور علامہ ابن الاثیر نے فرمایا اس کا مطلب ہے کہ مریض کو نیچے سے دوا دی جائے اور یہ طریقہ حکیموں کے نزدیک مشہور ہے ہمارے احناف نے فرمایا کہ بوقت ضرورت حقنہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (2) استعط یہ بھی دواء کا نام ہے جس کو مریض کی ناک کے ذریعے ڈالا جاتا ہے جائفہ جوف سے بنا ہے اس کا معنی ہوتا ہے خالی پیٹ جس طرح آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِهٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ۔ ترجمہ: بلا شبہ جس سینے (پیٹ) میں قرآن نہ ہو وہ ویران گھر کی طرح ہے یہاں مطلب ہے ایسی دوائی ڈالنا جو پیٹ تک پہنچ جائے، آمۃ، ایسا گہرا زخم جو دماغ کے اندر تک پہنچ جائے ان مذکورہ صورتوں میں روزہ اس لئے ٹوٹ جائے گا کہ فرمانِ رسالت ہے اَلْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ۔ ترجمہ: روزہ اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو اندر داخل ہوتی ہے۔

(حوالہ نمبر 1 الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص 170 مکتبہ حقانیہ، پشاور،

حوالہ نمبر 2 البنایہ ج3 ص 671 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② طرفین کا اصول یہ ہے کہ جو دوا یا غذا دماغ تک پہنچ گئی وہ روزے کے ٹوٹنے کا ذریعہ ہے طرفین کے نزدیک چونکہ پیشاب کی جگہ کے سوراخ کا آگے آنت تک تعلق نہیں ہے بلکہ بیچ میں مثانہ

رکاوٹ بنتا ہے لہذا کوئی چیز آنت تک نہیں پہنچ سکتی اس لئے روزہ برقرار رہے گا اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کی تحقیق کے مطابق چونکہ سوراخ براہ راست آنت تک پہنچتا ہے اس لئے روزہ برقرار نہ رہے گا بلکہ فاسد ہو جائے گا۔ (شرح النقایہ لملا علی قاری ج 1 ص 415 ایچ۔ایم سعید، کراچی)

④ صاحب نہایہ نے فرمایا یہ چکھنے کی کراہیت فرض روزے کے متعلق ہے لیکن نفلی روزے میں بالکل حرج نہیں کیونکہ نفلی روزے کو عذر کے تحت توڑنا مباح ہے اور محیط میں ہے کہ شہد یا غلہ کے چکھنے میں کوئی حرج نہیں تا کہ بندہ چکھ کر دھوکے سے بچ جائے اور منہ کے ساتھ چکھنے کی قید اس لئے لگائی کہ چکھنا اس کے ساتھ مخصوص نہیں کیونکہ حدیث عُسَیْلَۃ میں حضور نے اِمْرَأۃِ رِفَاعَہ کو فرمایا کہ تو جب تک اپنے موجودہ شوہر کا ذائقہ نہیں چکھے گی اس وقت تک پہلے کیلئے حلال نہ ہوگی۔

فائدہ: فتاوی قاضی خان میں ہے اگر شوہر بدمزاج ہو پھر عورت کے لئے کوئی حرج نہیں کہ وہ سالن کو زبان کے ساتھ چکھے۔ (حوالہ نمبر 1 الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 341، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، حوالہ نمبر 2 البنایہ ج 3 ص 678 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ مطلب یہ ہے کہ مکروہ اس صورت میں ہوگا جب اس کی ضرورت نہ ہو مثلاً دودھ وغیرہ ہو لیکن اگر مجبوری ہو تو کوئی مضائقہ اس لئے نہیں کیونکہ یہ بچے کی حفاظت کے لئے جائز ہے کیونکہ اگر بچے کا خدشہ ہو تو روزہ توڑنے کی اجازت ہے تو اس میں بدرجہ اولیٰ اجازت ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما کا فرمان ہے روزہ دار عورت اگر بچے کے لیے کھانا چبائے تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔

(البنایہ ج 3 ص 676 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ عِلْکٌ عین کے کسرہ کے ساتھ اس سے مراد وہ چیز ہے جس کو چبایا جائے اور اگر عین کے فتحہ کے ساتھ ہو پھر عَلَکَ یَعْلُکُ سے مصدر ہوگا اس سے مراد بَل کا چبانہ ہوگا اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ محض دانتوں کو صاف کرتی ہے پیٹ تک نہیں پہنچتی اور اگر اس کو اتنا چباتا رہا یہاں تک کہ اس کے اجزاء باہم مل گئے اب روزہ فاسد ہو جائے گا کیونکہ اب یہ پیٹ تک پہنچ جائے گی اور بعض فقہاء نے فرمایا کہ اگر یہ چغم کالی ہوئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا کیونکہ یہ پگھل کر پیٹ تک پہنچ جاتی ہے بہر صورت اس کے چبانے سے بچ کر رہے کیونکہ اس میں روزے کو فساد کی دعوت دینے کے مترادف ہے۔

(البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

⑥ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (سورۃ البقرۃ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 7 آیت نمبر 184) اس کا مطلب ہے کہ اگر افطار بھی کر دیا تب

بھی بعد میں رکھے لیکن مسافر کے لئے روزہ رکھنا افضل ہے کیونکہ یہ عزیمت ہے اور عزیمت (اصل حکم پر عمل کرنا) افضل ہے رخصت کے مقابلے میں کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے مسافر روزہ افطار کرے تو یہ رخصت ہے اور روزہ رکھنا افضل ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص173 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

وَاِنْ مَاتَ الْمَرِيْضُ اَوِ الْمُسَافِرُ وَهُمَا عَلٰى حَالِهِمَا لَمْ يَلْزَمْهُمَا الْقَضَاءُ وَاِنْ صَحَّ الْمَرِيْضُ اَوْ اَقَامَ الْمُسَافِرُ ثُمَّ مَاتَا لَزِمَهُمَاالْقَضَاءُ بِقَدْرِ الصِّحَّةِ وَالْاِقَامَةِ وَ قَضَاءُ رَمَضَانَ اِنْ شَاءَ فَرَّقَهٗ وَاِنْ شَاءَ تَابَعَهٗ وَاِنْ اَخَّرَهٗ حَتّٰى دَخَلَ رَمَضَانُ اٰخَرَ صَامَ رَمَضَانَ الثَّانِيْ وَ قَضَى الْاَوَّلَ بَعْدَهٗ وَلَا فِدْيَةَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: اگر حالت مرض میں مریض اور سفر کی حالت میں مسافر مر گیا تو ان دونوں پر روزوں کی قضا لازم نہیں① اور اگر مریض تندرست ہوگیا یا مسافر مقیم ہوگیا پھر یہ دونوں فوت ہوئے تو ان دونوں پر قضا لازم ہوگی تندرستی اور اقامت پذیر ہونے کی مقدار② اور ماہ رمضان کی قضا کا اختیار ہے چاہے کوئی الگ الگ دن روزہ رکھے چاہے لگا تار رکھ کر قضا پوری کرے③ اور اگر اتنی دیر کردی کہ دوسرا ماہ رمضان داخل ہوگیا تو دوسرے ماہ رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد پہلے کی قضا کرے④ اس پر کوئی فدیہ نہ ہوگا۔

① مسافر مریض پر روزہ اس لئے نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مریض اور مسافر کے متعلق ارشاد فرمایا فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (سورۃ البقرۃ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 7 آیت نمبر 184) ترجمہ: کہ یہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کریں اب ان دونوں کی مرگ ہوگئی گویا انہوں نے دوسرے ایام پائے ہی نہیں کہ وہ گنتی پوری کرتے نیز جب بیماری اور سفر کو عذر شمار کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے حرج کو ساقط کرنے کے لئے ادا ساقط کردی جاتی ہے تو موت قضا کے ساقط کرنے میں بدرجہ اولیٰ عذر ہوگا۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص173 مکتبہ حقانیہ قصہ خوانی بازار، پشاور)

② مطلب یہ ہے کہ مریض اور مسافر جتنے گنتی کے دن پانے کے بعد زندہ رہے اتنے دن اگر

انہوں نے ورثاء کو وصیت کی کہ ان کی طرف سے تہائی مال میں ہر دن مسکین کو اتنی مقدار خیرات کر دیں جتنی مقدار صدقہ فطر کی مقدار یومیہ صدقہ کرتے رہیں تو بھی جائز ہے اور اگر ورثاء نے بھی احسان نہ کیا تو ادائیگی لازم نہ ہوگی اور دینوی حکم احناف کے نزدیک ساقط ہو جائے گا۔

(البنایہ ج3 ص690 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقا فرمایا فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (سورۃ البقرۃ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 7 آیت نمبر 184) اس میں لگاتار رکھنے کی کوئی قید نہیں آئی اور فقہی اصول کے مطابق اَلْمُطْلَقُ يَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِهٖ۔ ترجمہ: مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہتا ہے جب فقہاء کی اس صراحت کو سارے مانتے ہیں تو پھر صلوٰۃ وسلام جب کوئی پڑھے تو اسے منع نہ کیا جائے کیونکہ صلوٰۃ وسلام کا حکم مطلق ہے۔

(اصول الشاشی ودیگر کتب اصول)

④ کیونکہ دوسرے ماہ رمضان کا وقت آ گیا ہے لہٰذا اس کے روزے رکھے پھر پہلے کے قضا کرے کیونکہ سارا سال ہی قضاء کا وقت ہے سوائے پانچ مکروہ ایام کے اور اس پر فدیہ بھی نہیں ہوگا کیونکہ قرآن وحدیث نے کسی چیز کو لازم نہیں کیا۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص175 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

وَالْحَامِلُ وَالْمُرْضِعُ اِذَا خَافَتَا عَلٰی وَلَدَيْهِمَا اَفْطَرَتَا وَقَضَتَا وَلَا فِدْيَةَ عَلَيْهِمَا وَالشَّيْخُ الْفَانِی الَّذِیْ لَا يَقْدِرُ عَلَی الصِّيَامِ يُفْطِرُ وَ يُطْعِمُ لِكُلِّ يَوْمٍ مِّسْكِيْنًا۔ كَمَا يُطْعِمُ فِی الْكَفَّارَاتِ وَ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ قَضَاءُ رَمَضَانَ فَاَوْصٰی بِهٖ اَطْعَمَ عَنْهُ وَلِيُّهٗ لِكُلِّ يَوْمٍ مِّسْكِيْنًا نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ اَوْصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ وَ مَنْ دَخَلَ فِیْ صَوْمِ التَّطَوُّعِ ثُمَّ اَفْسَدَ قَضَاهُ وَاِذَا بَلَغَ الصَّبِیُّ اَوْ اَسْلَمَ الْكَافِرُ فِیْ رَمَضَانَ اَمْسَكَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا وَصَامَا بَعْدَهٗ وَلَمْ يَقْضِيَا مَا مَضٰی۔

ترجمہ: اور حمل والی اور دودھ پلانے والی عورت اگر ان کو اپنے بچے کا اندیشہ ہو تو دونوں روزہ فاسد کر دیں اور بعد میں قضا کریں اور ان پر کوئی فدیہ وغیرہ نہیں ہے ①، شیخ فانی وہ ہے جو روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو وہ افطار کر کے ہر دن مسکین کو یوں کھانا کھلائے گا جیسا کہ کفارات کے مسئلہ میں کھانا کھلایا جاتا ہے ② اور جو

شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس پر ماہ رمضان کی قضا لازم تھی اس نے اس کی وصیت کر دی پھر اس کی طرف سے اس کا ولی یومیہ مسکین کو آدھا صاع گندم، یا کھجور یا جو کا مکمل صاع دے گا③، اور جو شخص نفلی روزے میں شروع ہوا پھر اس کو درمیان میں توڑ دیا تو اس پر قضا لازم ہوگی④، اور اگر نابالغ بچہ ماہ رمضان میں حد بلوغ کو پہنچ گیا یا کافر نے اسلام قبول کر لیا ماہ رمضان کے اندر تو دونوں دن کا بقیہ حصہ اپنے آپ کو (کھانے پینے) سے روکے رکھیں گے اور بعد والے دن کا روزہ رکھیں گے⑤ لیکن دونوں پر ماضی (گذشتہ دنوں) کی قضا نہ ہوگی۔

① ان دونوں کو مریض پر قیاس کریں گے اور دونوں کے درمیان علت مشترکہ وہ حرج اور ضرر کو ختم کرنا ہے چنانچہ شریعت محمدیہ کا یہ امتیاز ہے کہ مَاجَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ (سورۃ الحج پارہ نمبر 17 رکوع نمبر 17 آیت نمبر 78) کہ پس دین میں تنگی اور حرج ساقط ہے اس کی امثلہ بہت ہیں مثلاً جو شخص بغرض سفر روانہ ہوا اور شہر کی آبادی سے باہر ہوا تو اس کے لئے شریعت نے چار رکعتوں میں تخفیف کر کے دو رکعت لازم کر دی ہیں، یوں ہی اگر کوئی شخص ماہ رمضان میں اس حد تک بیمار ہو گیا کہ روزہ رکھنے سے اس کو بیماری بڑھنے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے یہ تخفیف ہے کہ روزہ افطار کر کے بعد میں قضا کر لے۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 174 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

② چونکہ فدیہ شیخ فانی کے لئے مثل غیر معقولی شرعی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ (سورۃ البقرۃ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 7 آیت نمبر 184) ترجمہ: جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ان پر مسکین کو کھانا کھلانے کا فدیہ دینا لازم ہے نیز عقل کا بھی تقاضا ہے کہ وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہے اور اس سے روزے کی قضا کی امید نہیں کی جا سکتی لہٰذا اس کا فرض میت کی طرح کھانا کھلانے یعنی فدیہ دینے کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ (الاختیار بحوالہ سابقہ)

③ موت سے مراد قریب المرگ ہے کیونکہ موت کے بعد تو وصیت کا تصور نہیں کیا جا سکتا لہٰذا قریب المرگ اس نے وصیت کر دی کیونکہ اب آخری عمر وہ ادائیگی سے عاجز ہے لہٰذا یہ بھی شیخ فانی کی مانند ہو گیا لہٰذا مکمل عجز کی وجہ سے اس کی طرف سے فدیہ دینا جائز ہے۔

(البنایہ ج 3 ص 697 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ یعنی نفل نماز یا روزہ شروع کر کے توڑ دیا تو اس پر حنفیوں کے نزدیک قضا لازم ہے حالانکہ نفل کی قضا نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس بندے نے خود اپنے اوپر ایک چیز کو لازم کیا لہٰذا اللہ تعالیٰ

کے قول لَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ، ترجمہ: کہ اپنے اعمال کو ضائع مت کرو لہٰذا ابطال عمل کی نہی اتمام (مکمل ہونے) کو واجب کرتی ہے لہٰذا جب اس اتمام کو چھوڑا جو لازم تھا تو پھر اس پر قضا نذر کی مانند واجب ہوگی۔ (البنایہ ج3 ص700 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ یعنی اس دن کا روزہ بچے اور کافر پر لازم نہیں ہے لیکن اگر انہوں نے روزہ رکھ لیا تو جائز نہ ہوگا کیونکہ ابتدا میں ان کی اہلیت ہی نہ تھی اور دن کا بقیہ دن یہ اپنے آپ کو اس لئے کھانے پینے سے روکیں گے تاکہ لوگ تہمت نہ لگائیں اور مقام تہمت سے بچنا لازم ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو مقام تہمت پر نہ ٹھہرائے۔ (الاختیار ج3 ص174 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

وَمَنْ اُغْمِيَ عَلَيْهِ فِيْ رَمَضَانَ لَمْ يَقْضِ الْيَوْمَ الَّذِيْ حَدَثَ فِيْهِ الْاِغْمَاءُ وَقَضٰى مَا بَعْدَهٗ وَاِذَا اَفَاقَ الْمَجْنُوْنُ فِيْ بَعْضِ رَمَضَانَ قَضٰى مَا مَضٰى مِنْهُ وَ صَامَ مَا بَقِيَ وَاِذَا حَاضَتِ الْمَرْاَةُ اَوْنَفَسَتْ اَفْطَرَتْ وَ قَضَتْ اِذَا طَهُرَتْ وَاِذَا قَدِمَ الْمُسَافِرُ اَوْ طَهُرَتِ الْحَائِضُ فِيْ بَعْضِ النَّهَارِ اَمْسَكَا عَنِ الطَّعَامِ وَ الشَّرَابِ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا۔

ترجمہ: اور جس پر ماہ رمضان میں غشی طاری ہوگئی تو وہ اس دن کی قضا نہیں کرے گا جس میں اس کو بیہوشی لاحق ہوئی ہے اور اس کے بعد قضا کرے گا① اور جب پاگل ماہ رمضان کے کچھ حصہ میں ٹھیک ہوگیا تو جو دن گذر گئے ان کی قضا کرے گا اور جو دن باقی رہ گئے ہیں ان کے روزے رکھے گا② اور جب عورت کو حیض و نفاس آئے تو وہ روزہ توڑ کر قضا کرے جب اس کے پاکیزگی کے دن آجائیں③، اور جب مسافر سفر سے واپس ہوا یا حیض والی عورت دن کے کچھ حصہ میں پاک ہوگئی تو دونوں اپنے آپ کو کھانے اور پینے سے دن کا بقیہ حصہ روک کر رکھیں گے④۔

① یعنی جس دن بیہوشی ہوئی اس دن کی قضا نہ ہوگی کیونکہ اغماء سے پہلے ہی نیت پائی گئی تھی اور اس کے بعد کی قضا اس لئے ہوگی کہ اس میں نیت نہیں پائی گئی کیونکہ غشی نیت کے موجود ہونے کے

لئے رکاوٹ ہے جب کہ نیت کے بغیر روزے کا تحقق نہیں ہوسکتا۔

(البنایہ ج 3 ص 708 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② یعنی ماہ رمضان جو کہ روزے کا سبب ہے وہ پایا گیا اور اللہ تعالٰی کا فرمان ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنكُم الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ ترجمہ: کہ تم میں جو بھی ماہ رمضان کو پائے وہ روزہ رکھے اس سے مراد ہے کہ اگر آدھا پالے تب بھی روزہ رکھے اور اگر سارا مہینہ جنون طاری رہا اب اس پر قضا نہیں ہے کیونکہ روزے کا سبب شہود شھر یعنی مہینہ کا پانا ہے اور جب اس نے اس مہینے کو نہیں پایا یعنی سبب نہیں پایا تو پھر قضا بھی نہ ہوگی اور یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ جنون اصلی اور عارضی میں حکم کے اعتبار سے کوئی فرق نہ ہوگا اصلی کا مطلب ہے کہ حالت جنون میں ہی پایا گیا اور عارضی کا مطلب ہے پہلے افاقہ تھا پھر بعد میں جنون عارض ہوا۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 711 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ حیض و نفاس کی حالت میں عورت چونکہ روزے کے قابل نہیں رہتی اس لئے بعد میں قضا کرے گی جس طرح بخاری شریف کی مشہور روایت میں ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ان کی دین اور عقل ناقص ہے عورت کے استفسار پر آپ نے فرمایا کیا حائض نہ نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے (بخاری شریف بَابُ الْحَائِضِ تَرْكُ الصَّوْمِ وَ الصَّلٰوةِ ص 261 قدیمی کتب خانہ، کراچی) اور قضا کرنے کی دلیل جامع ترمذی کی روایت ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ ہم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں حیض والی ہوتی پھر ہمارے پاکیزگی کے دن آتے تو آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیتے اور نماز کے بارے میں حکم نہ فرماتے تھے۔

(جامع ترمذی بَابُ مَاجَاءَ فِي قَضَاءِ الْحَائِضِ ص 163 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

④ مطلب ہے کہ ماہ رمضان کی تعظیم کریں ہوسکتا ہے کہ اس تعظیم کے سبب بخشش ہو جائے جس طرح کہ ایک مجوسی کے بیٹے کے متعلق روایت ہے کہ اس نے ماہ رمضان میں سرِ بازار کھایا والد نے اس کو طمانچہ مارا کہ مسلمانوں کی عبادت کا مہینہ ہے تم سرعام کیوں کھا رہے ہو اس سبب اس کی بخشش ہوگئی کہ مرتے وقت کلمہ شہادت نصیب ہوا پھر وہ جنت میں ٹہلتا پایا گیا جب مجوسی کو یہ مقام مل سکتا ہے تو مؤمن تعظیم کرے تو بدرجہ اولٰی یقین کامل ہے کہ یہ بخشش کا ذریعہ ہو۔

وَمَنْ تَسَحَّرَ وَهُوَ يَظُنُّ اَنَّ الْفَجْرَ لَمْ يَطْلُعْ اَوْ اَفْطَرَ وَ هُوَ

يَرٰى اَنَّ الشَّمْسَ قَدْ غَرَبَتْ ثُمَّ تَبَيَّنَ اَنَّ الْفَجْرَ كَانَ قَدْ طَلَعَ اَوْ اَنَّ الشَّمْسَ لَمْ تَغْرُبْ قَضٰى ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ وَ مَنْ رَاٰى هِلَالَ الْفِطْرِ وَحْدَهٗ لَمْ يُفْطِرْ وَاِذَا كَانَتْ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ لَمْ يَقْبَلِ الْاِمَامُ فِيْ هِلَالِ الْفِطْرِ اِلَّا شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ اَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ وَاِنْ لَمْ تَكُنْ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ لَمْ تَقْبَلْ اِلَّا شَهَادَةُ جَمَاعَةٍ يَقَعُ الْعِلْمُ بِخَبَرِهِمْ۔

ترجمہ: اور جس نے سحری کی یہ گمان کرتے ہوئے کہ فجر طلوع نہ ہوئی یا روزہ افطار کر دیا یہ سمجھتے ہوئے کہ بلا شبہ سورج غروب ہو چکا ہے پھر ظاہر ہوا کہ بلا شبہ فجر طلوع ہو چکی ہے یا بلا شبہ سورج غروب نہیں ہوا تو وہ اس دن کی قضا کرے گا اور اس پر کوئی کفارہ نہیں ① اور جس نے عید الفطر کا چاند اکیلے دیکھا وہ روزہ افطار نہیں کرے گا اور اگر آسمان پر کوئی علت (گرد و غبار والے بادل) کو دیکھا تو چاند کے سلسلہ میں امام گواہی قبول نہیں کرے گا بلکہ دو مردوں یا ایک مرد ② اور دو عورتوں کی لیکن اگر آسمان پر کوئی علت نہ تھی (مطلع صاف تھا) اب امام گواہی قبول نہ کرے گا مگر ایسی جماعت کی کہ جن کی خبر دینے کے ساتھ علم بھی واقع ہو جائے ③

① ان دونوں صورتوں میں اس پر قضا ہوگی لیکن کفارہ نہیں ہوگا قضا اس لئے ہوگی کہ روزے کا رکن یعنی اپنے آپ کو کھانے پینے سے روکنا اور کفارہ اس لئے لازم نہ ہوگا کیونکہ عذر موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کا ارادہ نہ تھا اور کفارہ تو جرم و جنایت کا ارادہ کرنے والے پر ہوتا ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 175 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

② یعنی وہ اکیلا روزہ رکھے گا لیکن اگر اس نے روزہ توڑ دیا تو اس پر قضا لازم ہے لیکن کفارہ نہیں بعض نے کہا ادبا اگر روزہ نہ بھی رکھے تو چھپ کر کھائے۔

(الجوہرۃ النیرۃ ج 1 ص 350 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

③ قرآن مجید نے بھی یہی حکم بیان کیا وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 3 رکوع نمبر 7 آیت نمبر 282) ترجمہ: دو انصاف والے مرد گواہی دیں اگر دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں، اس سے قبل میں واحد اور

یہاں جماعت کی قید میں وجہ فرق یہ ہے کہ اس میں بندوں کا فائدہ ہے یعنی افطار کرنا لہٰذا یہ دوسرے حقوق العباد کے مشابہ ہوگیا اور عید الاضحیٰ بھی عید الفطر کے حکم میں ہے کیونکہ اس کا تعلق بھی بندوں کے نفع کے ساتھ ہے کیونکہ اس میں بھی قربانیوں کے گوشت کے ساتھ لوگوں کو کشادگی دی جاتی ہے گواہ ایسے ہوں جو عادل ہوں اور وہ تہمت زدہ بھی نہ ہوں۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالہ سابقہ)

①بَابُ الْاِعْتِكَافِ (اعتکاف بیٹھنے کے مسائل)

اَلْاِعْتِكَافُ مُسْتَحَبٌّ وَّهُوَ اللَّبْثُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ الصَّوْمِ وَ نِيَّةِ الْاِعْتِكَافِ وَ يَحْرُمُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ الْوَطْئُ، وَاللَّمَسُ وَالْقُبْلَةُ وَاِنْ اَنْزَلَ بِقُبْلَةٍ اَوْ لَمْسٍ فَسَدَ اِعْتِكَافُهٗ وَ عَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَلَا يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ مِنَ الْمَسْجِدِ اِلَّا لِحَاجَةِ الْاِنْسَانِ اَوْلِلْجُمُعَةِ وَلَا بَاْسَ بِاَنْ يَّبِيْعَ وَ يُبْتَاعَ فِي الْمَسْجِدِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّحْضَرَ السِّلْعَةُ وَلَا يَتَكَلَّمُ اِلَّا بِخَيْرٍ وَّ يُكْرَهُ لَهُ الصَّمْتُ۔

ترجمہ: اعتکاف بیٹھنا مستحب ہے② اور اس کا مطلب ہے روزے اور نیت عبادۃ واعتکاف کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنا اور اعتکاف کرنے والے پر حرام ہے③ ہم بستری کرنا، چھونا، اور بیوی کو بوسہ دینا، اور اگر بوسہ دینے یا چھونے کے ساتھ انزال منی ہوگیا تو اس کا اعتکاف فاسد ہوگا، اور اس پر روزے کی قضا لازم ہوگی، اور معتکف مسجد سے باہر نہیں نکل سکتا سوائے اس کے کہ اس کو انسانی (طبعی) حاجت ہو④ یا نماز جمعہ (شرعی حاجت) کے لئے اور مسجد کے اندر خرید و فروخت میں اس وقت تک حرج نہیں جب تک سامان مسجد میں حاضر نہ کرے⑤ اور جب بھی حالتِ اعتکاف میں بات کرے تو بھلائی کی کرے⑥ اور بالکل خاموش رہنا بھی مکروہ ہے⑧

① اعتکاف سنت مؤکدہ ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اس پر ہمیشگی فرمائی ہے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف ہمیشہ بیٹھا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ انتقال تک

اعتکاف بیٹھتے رہے ہیں۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 176 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

(۲) اعتکاف باب افتعال کا مصدر ہے جو کہ عکف سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے نفس کو روکنا چونکہ بندہ اپنی خواہشات کو روک کے مسجد میں اپنے آپ کو ٹھہرا دیتا ہے اس لئے اس کو اعتکاف کہا جاتا ہے اور شریعت کی اصطلاح میں اپنے آپ کو عبادت اور اعتکاف کی نیت سے مسجد میں ٹھہرانا اس کا حکم امام قدوری نے مستحب بیان کیا ہے جبکہ علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں وَالصَّحِيْحُ اَنَّهُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ وَقَوْلُهُ وَالصَّحِيْحُ اَحْتِرَازٌ عَنْ قَوْلِ الْقُدُوْرِیْ اَنَّهُ مُسْتَحَبٌّ۔ ترجمہ: علامہ عینی فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ صحیح قول یہی ہے کہ سنت مؤکدہ ہے اور صاحب ہدایہ کا والصحیح کہنا یہ امام قدوری کے قول مستحب سے بچنا ہے۔ (البنایہ ج 3 ص 724 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۳) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ (سورۃ البقرۃ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 7 آیت نمبر 187) کہ اعتکاف کی حالت میں تم ہم بستری مت کرو اسی طرح دواعی جماع مثلاً چھونا، بوسہ دینا جیسا کہ حج میں حرام ہیں بخلاف روزے کے کیونکہ اس کا رکن ٹھہرنا ہے لہٰذا اس کو دواعی کی طرف متعدی نہیں کیا جاسکتا۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 178 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

(۴) فقہی اصول اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ۔ ترجمہ: کہ ضرورتیں ممنوعہ کاموں کو بھی مباح اور جائز قرار دے دیتی ہیں (بحوالہ الاشباہ والنظائر لابن نجیم حنفی) لہٰذا بول و براز جو کہ انسانی حاجت ہے اس کے لئے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے کیونکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام جائے اعتکاف سے باہر تب ہی نکلتے تھے جب انسانی حاجت ہوتی نیز عقل کا تقاضا ہے کہ ان کا واقع ہونا تو یقینی ہے لہٰذا ضرورت کے تحت ان کا مستثنیٰ کیا جائے گا اور اس کے بعد لیٹرین میں زیادہ ٹھہرنا نہیں ہے کیونکہ اصول ہے مَاثَبَتَ بِالضَّرُوْرَةِ يَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهَا (بحوالہ الاشباہ والنظائر لابن نجیم حنفی) ترجمہ: کہ جو چیز ضرورت کے تحت ثابت ہو اس کا اندازہ اس کی ضرورت کے مطابق ہوتا ہے اور جب مسجد سے باہر ضرورت کے تحت نکلے تو مسجد کے علاوہ چھت کا سہارا نہ لے اگر سہارا غیر مسجد کے چھت کا لے لیا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا کیونکہ اس کی ضرورت نہ تھی۔

(البنایہ ج 3 ص 748 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اسی طریقے سے جمعہ بھی حاجت میں سے ہے لیکن یہ حاجت شرعیہ ہے لہٰذا اس کے لئے بھی معتکف جامع مسجد کی طرف جاسکتا ہے کیونکہ بندہ گناہ چھوڑ کر قرب الٰہی کے حصول کے لئے اعتکاف

بیٹھنا ہے اور جمعہ کا چھوڑنا تو گناہ ہے اور یہ اعتکاف کے منافی ہے اور اتنی دیر جمعہ سے قبل جائے کہ چار سنت ادا کر سکے بعض نے چھ رکعات کی مقدار بیان کی ہے دو رکعت تحیۃ المسجد بھی اور جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھے سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ پہلے ہی جامع مسجد میں بیٹھنے کی کوشش کرے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 178 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

⑤ یعنی فقط معتکف مسجد میں خرید و فروخت کر سکتا ہے لیکن سامان تجارت مسجد میں نہ لائے اور صاحب ہدایہ کی کتاب التجنیس میں ہے یہ اس صورت میں ہے جب وہ بیع وشرا کرے حاجت اصلیہ کے لئے نہ کہ تجارت کے لئے کیونکہ بطور تجارت مکروہ ہے کیونکہ مسجد نماز کے لئے بنائی گئی ہے اور ذخیرہ میں ہے مسجد میں خرید و فروخت غلہ وغیرہ اشیاء ضروریہ کی بیع کر سکتا ہے لیکن جب کاروبار کی نیت کر لے گا پھر مکروہ ہوگا۔ (البنایہ ج 3 ص 752 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑥ یعنی قرآن و حدیث، علم، تدریس دینی اور لکھنا اور علم کی باتیں سننا وغیرہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَا اَذًی (سورۃ البقرہ رکوع نمبر 4 پارہ نمبر 3 آیت نمبر 263) ترجمہ: اچھی بات نیکی اور بخشش کا ذریعہ ہے اور اس صدقے سے بہتر ہے جو لگاتار تکلیف پہنچا کر کیا جائے لیکن جوامع الفقہ میں ہے اجرت لے کر تعلیم دینا اسی طرح اجرت لے کر کتاب لکھنا اس کا حکم بھی اچھی بات والا ہے۔ (البنایہ ج 3 ص 754 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑦ یعنی لوگوں کے ساتھ باتیں بالکل چھوڑ دینا اور امام حمید المضر یر نے فرمایا کہ خاموشی اس صورت میں مکروہ ہے جب کہ اس سے مراد عبادت ہو لیکن اگر عبادت کی نیت نہ ہو تو مکروہ بھی نہیں ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مَنْ صَمَتَ نَجٰی، ترجمہ: جس نے خاموشی اختیار کی اس نے نجات حاصل کی نیز خاموشی کا روزہ مجوسی یعنی آتش پرستوں کا ہے نیز ایک روایت میں ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصال کے روزے یعنی دن رات روزہ رکھنے اور خاموشی کے روزے سے منع فرمایا اور علامہ کاکی نے فرمایا خاموشی کا مطلب ہے کہ اس بات کی نذر مان لی کہ وہ بالکل کسی سے بات نہیں کرے گا۔ (البنایہ ج 3 ص 754 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

فَاِنْ جَامَعَ الْمُعْتَكِفُ لَيْلًا اَوْ نَهَارًا نَاسِيًا اَوْ عَامِدًا بَطَلَ اِعْتِكَافُهٗ وَلَوْ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ سَاعَةً بِغَيْرِ عُذْرٍ فَسَدَ اِعْتِكَافُهٗ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَالَا رَحِمَهُمَا

اللّٰہُ لَا یَفْسُدُ حَتّٰی یَکُوْنَ اَکْثَرَ مِنْ نِصْفِ یَوْمٍ وَمَنْ اَوْجَبَ عَلٰی نَفْسِہٖ اِعْتِکَافَ اَیَّامٍ لَزِمَہٗ اِعْتِکَافُھَا بِلَیَالِیْھَا وَ کَانَتْ مُتَتَابِعَۃً وَاِنْ لَمْ یَشْتَرِطِ التَّتَابُعَ فِیْھَا۔

ترجمہ: پس اگر اعتکاف کرنے والے نے ہم بستری کی خواہ رات کو یا دن کو کی بھول کر یا جان بوجھ کر اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا①، اور اگر معتکف مسجد سے ایک گھڑی بھی بغیر عذر کے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فاسد ہوگا② اور صاحبین نے فرمایا کہ اس وقت تک فاسد نہ ہوگا جب تک آدھے دن سے زیادہ وقت نہ نکلے، اور اگر کسی نے اپنی ذات پر چند دنوں کا اعتکاف واجب کیا تو اس کے اعتکاف میں دن کے ساتھ رات بھی لازمی شمار ہوگی لگاتار اعتکاف ہوگا اگرچہ لگاتار کی شرط نہ لگائی ہو③

① یعنی معتکف نے رات میں یا دن میں ہم بستری کی بھولنے کی حالت میں یا قصد وارادہ کی حالت میں تو اعتکاف باطل ہو جائے گا کیونکہ اصل ضابطہ یہ ہے کہ کُلُّ مَا کَانَ مِنْ مَّحْظُوْرَاتِ الْاِعْتِکَافِ لَا یَخْتَلِفُ فِیْہِ حُکْمُ السَّھْوِ وَالْعَمَدِ وَاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ۔ ترجمہ: ہر وہ چیز جو اعتکاف کے ممنوعات میں سے ہو اس میں سہو اور جان بوجھ کا اور رات اور دن کا حکم نہیں بدلتا لہٰذا بہر صورت اعتکاف باطل ہو جائے گا اور وہ چیز جو روزے کے ممنوعات میں سے ہو اس میں سہو اور عمد کا حکم بدل جائے گا یہ ذہن میں رکھیں کہ روزے اور اعتکاف میں فرق ہے کہ اگر روزے کی حالت میں کسی نے کھایا یا پیا رات کو بھول کر یا جان بوجھ کر تو اس کو کوئی نقصان نہ ہوگا اور اگر دن کو روزے کی حالت میں بھول کر کھایا تو بھی نقصان نہ ہوگا اسی طریقے سے اگر دن کو بھول کر جماع کیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر حالتِ اعتکاف میں دن کو جان بوجھ کر کچھ کھا لیا تو روزے کے فاسد ہونے کی وجہ سے اعتکاف بھی فاسد ہو جائے گا۔ (البنایہ فی شرح الھدایہ ج3 ص756 تا757 مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، کوئٹہ)

② امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف قیاس اور عقل کے مطابق ہے کیونکہ اعتکاف کے متضاد چیز پائی گئی لہٰذا اعتکاف فاسد ہوگا جب کہ صاحبین فرماتے ہیں کہ چونکہ قلیل یعنی تھوڑے وقت کے لئے نکلنے میں ضرورت ہے اور شہر میں ضرورت نہیں ہے اور اگر مسجد سے اس لئے باہر نکلا کہ غرق ہونے والے کو بچالے یا جلنے والے کو آگ سے بچالے یا کسی کے معاملہ میں گواہی دینے کے لئے یا

جنازہ یا مریض کی عیادت کے لئے تو اس کا اعتکاف فاسد ہوگا اور قضا کرنی پڑے گی چنانچہ علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب ہدایہ نے فرمایا اگر مسجد سے باہر بیماری کی وجہ سے نکلا تب بھی اعتکاف باطل ہو جائے گا کیونکہ کسی کی بیماری کا وقت معلوم نہیں ہے لہٰذا اس کا استثناء نہ ہوگا۔

فائدہ جلیلہ: مصنف علیہ الرحمۃ نے خرج کی قید لگائی تو اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ اگر کسی کو جبراً مسجد سے مجبور کر کے نکالا گیا جیسا کہ بابری مسجد سے ایک سال ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں پندرہ سو (1500) معتکفین کو نکالا گیا تو اس سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا اور اگر کوئی عذر کی وجہ سے نکلا مثلاً بھول گیا یا مسجد گر گئی دوسری مسجد جانا پڑا تو اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا اور اسی اعتکاف پر شرعاً بناء ہوگی۔

(شرح النقایہ للملا علی قاری ج 1 ص 434 ایچ۔ایم سعید، کراچی)

③ مثلاً معتکف یعنی جس نے اعتکاف کا ارادہ کیا پھر نذر مان لی لِلّٰهِ عَلَیَّ اَنْ اَعْتَكِفَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ، ترجمہ: کہ مجھ پر تین دنوں کا اعتکاف لازم ہے جب ایام جمع کے لفظ کو ذکر کریں تو یہ راتوں کو بھی شامل ہوتا ہے جیسے کسی سے ایک دن کے بعد ملاقات ہو تو اہل عرب کہتے ہیں، مَارَأَيْتُكَ مُنْذُ اَيَّامٍ، ترجمہ: کہ میں نے تجھے کئی ایام یعنی راتوں سے نہیں دیکھا معلوم ہوا کہ لفظ ایام جمع ذکر کریں تو اس میں لیالی یعنی راتیں بھی داخل ہیں جیسا کہ راتوں کے ذکر میں ایام داخل ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا (سورۃ آل عمران پارہ نمبر 3 رکوع نمبر 13 آیت نمبر 41) ترجمہ: کہ تم نے تین دن اشارے سے بات کرنی ہے۔ اس میں حضرت زکریا علیہ السلام کے قصے کی طرف اشارہ ہے جب انہوں نے اولاد کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اولاد دوں گا عرض کی اس کی نشانی کیا ہے فرمایا تم تین دن اشارۃً سے کلام کرو گے یہاں راتیں مراد ہیں اور یہی واقعہ دوسری آیت میں بیان ہوا تو فرمایا ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا (سورۃ مریم پارہ نمبر 16 رکوع نمبر 4 آیت نمبر 10) کہ تم تین راتیں یعنی دن تندرست ہونے کے باوجود اشارہ کلام کرو گے معلوم ہو گیا دنوں کے ذکر سے رات یوں ہی اس کا عکس بھی ہو سکتا ہے۔

(شرح النقایہ للملا علی قاری ج 1 ص 436 ایچ۔ایم سعید، کراچی)

نیز جو نذر مانی ہے اس کے دن لگا تار ہوں گے اگر چہ نذر ماننے والے نے اس کی یعنی پے در پے رکھنے کی شرط نہیں لگائی تھی کیونکہ اعتکاف کا دارومدار تسلسل پر ہے امام زفر اور امام شافعی کے نزدیک اختیار ہے چاہے الگ الگ رکھیں۔ (البنایہ ج 3 ص 758 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

❁❁❁

کِتَابُ الْحَجِّ①
(حج کے مسائل)

اَلْحَجُّ وَاجِبٌ عَلَى الْاَحْرَارِ الْمُسْلِمِيْنَ الْبَالِغِيْنَ الْعُقَلَاءِ الْاَصِحَّاءِ اِذَا قَدَرُوْا عَلَى الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ فَاضِلاً عَنِ الْمَسْكَنِ وَمَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَ عَنْ نَفَقَةِ عِيَالِهٖ اِلٰى حِيْنَ عَوْدِهٖ وَ كَانَ الطَّرِيْقُ اٰمِنًا۔

ترجمہ: حج واجب (فرض)① ہے ان آزادلوگوں پر② جو مسلمان، بالغ، عقل مند اور تندرست ہوں بشرطیکہ وہ قدرت رکھتے ہوں توشہ اور کجاوے پر جو ان کی رہائش اور ضروریات سے فارغ ہو اور اپنی اولاد کے اخراجات سے بھی زائد ہوں حاجی کے واپس گھر پلٹنے تک اور حج کا راستہ محفوظ ہو۔

① یہ کتاب حج کے احکام کے بیان میں ہے اس کو باقی چار عبادات سے بعد میں اس لئے ذکر کیا کیونکہ نماز تو دین کا ستون ہے اور ایسی عبادت ہے جسے بار بار کیا جاتا ہے لہٰذا اس کو سب سے پہلے ذکر کیا گیا زکوٰۃ کو اس کے بعد کہ قرآن مجید میں ایسے ہی آیا ہے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ پھر روزے کو کہ وہ مخصوص نماز کی طرح بدنی عبادت ہے اور حج کو بعد میں ذکر کیا کیونکہ یہ بدنی اور مالی دونوں عبادتوں کا مجموعہ ہے اور روزے سے مؤخر ذکر کیا کیونکہ مفرد مرکب سے پہلے ہوتا ہے دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ روزہ بار بار رکھا جاتا ہے جب کہ حج ایک ہی مرتبہ فرض ہے لہٰذا روزے کی طرف زیادہ محتاجگی تھی۔ حج اسلام کے فرائض میں سے ہے لہٰذا اس کا منکر کافر ہے اس کا ثبوت قرآن مجید سے بھی ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (سورۃ آل عمران پارہ نمبر 4 رکوع نمبر 1 آیت نمبر 10) ترجمہ: جس کی طاقت بیت اللہ شریف تک جانے کی ہو اس پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا ہے، اور حدیث شریف میں ہے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے جن میں سے حج بیت اللہ بھی ہے نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا حُجُّوا بَيْتَ رَبِّكُمْ۔ ترجمہ: کہ تم اپنے

رب کے گھر کا حج کرو اور حج کی فرضیت پر اجماع امت بھی منعقد ہو چکا ہے حج کا سبب بیت اللہ شریف ہے کیونکہ کہا جاتا ہے حِجُّ الْبَیْتِ یعنی حج کی اضافت البیت کی طرف ہو رہی ہے اور اس میں تکرار نہیں ہے لہٰذا حج بھی زندگی میں ایک دفعہ فی الفور اس لئے لازم ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو شخص زادراہ کا مالک ہو گیا کہ وہ اس کو بیت اللہ شریف تک پہنچا سکتا ہے پھر اس نے حج نہ کیا اب یہودی یا عیسائی کی موت مرے اسے کوئی پرواہ نہیں۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 180 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

حج کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ: حج کا لفظ حاء کی زبر اور زیر دونوں طرح مستعمل ہے لغت میں اس کا معنی ہے ارادہ کرنا، یہ تو تیمم کا معنی بھی ہے لیکن فرق ہے کیونکہ حج کا اصطلاحی معنی ہے ایسا ارادہ جو ایک جگہ کے ساتھ مخصوص ہو تعظیم کے طور پر مخصوص اوقات میں اس حج کے اعلان کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انتخاب کرتے ہوئے فرمایا وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ (سورۃ الحج پارہ نمبر 17 رکوع نمبر 11 آیت نمبر 27) ترجمہ: کہ آپ لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔

تاریخ حج اور مقام قبور انبیاء: حضرات انبیاء نے بھی حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انبیاء پیدل چل کر حج کرتے تھے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے بھی پیدل چل کر حج کیا ہے اور جب کسی نبی کی قوم ہلاک ہو جاتی تھی وہ مکۃ المکرمہ میں آجاتا اور اللہ تعالیٰ کی یہاں عبادت کرتا بالآخر یہاں ہی انتقال ہو جاتا چنانچہ نوح علیہ السلام، ھود علیہ السلام، صالح علیہ السلام، شعیب علیہ السلام کا انتقال مکہ ہی میں ہوا اور ان کی قبریں بیر ماء زمزم اور حجر اسود کے درمیان ہیں اور ہر نبی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حج کیا ہے۔

(البنایہ ج 4 ص 3 مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، کوئٹہ)

تنبیہ: متن میں واجب فرض کے معنی میں ہے واجب مصنف نے اس لئے ذکر کیا کیونکہ واجب میں تعمیم ہے کیونکہ ہر فرض واجب ہے لیکن ہر واجب فرض نہیں، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حج میں تاخیر جائز ہے کیونکہ حج کی فرضیت سن چھ میں ہوئی اور آقا علیہ السلام نے دس ہجری میں حج کیا اگر فی الفور حج فرض ہوتا تو آپ دیر نہ کرتے پس اس کے جواب میں امام ابو یوسف نے فرمایا کہ وحی کے ذریعے آپ کو اس کا بتلا دیا گیا تھا لہٰذا آپ کے حج کے فوت ہونے میں کوئی خدشہ نہ تھا جبکہ عام بندے کی زندگی موہوم ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 359 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

(۲) آزاد کی قید لگا کر غلاموں کو نکال دیا کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ غلام نے اگر دس سال تک حج کیا پھر اس کو آزادی ملی تو اس پر حج اسلام لازمی ہے اور مسلمان کی قید سے کافروں

کو نکال دیا کیونکہ حج عبادت ہے اور وہ کافر عبادت کے اہل نہیں ہیں، اور بالغ کی قید لگا کر بچہ نکال دیا کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ بچہ اگر دس سال بھی حج کرے پھر وہ بالغ ہو تو اس پر حج اسلام لازم ہے (بیہقی ۔ مصنف ابن ابی شیبہ) اور عقل مند ہونے کی شرط اس لئے ہے کیونکہ مجنون مرفوع القلم ہے اور غیر مکلف ہے مکلف بنانے کے لئے عقلمند ہونا ضروری ہے اور تندرست ہونا اس لئے ضروری ہے کہ اس کے بغیر قدرت نہیں ہو سکتی ہے، اور قدرت یعنی استطاعت بھی ہو کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استطاعۃ کے بارے میں سوال کیا گیا تو جامع ترمذی کی روایت کے مطابق آپ نے تفسیر کی زاد یعنی توشہ راہ اور راحلہ یعنی کجاوہ مراد سواری ہے اور حاجات اصلیہ سے زائد مال کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ بیوی بچے کے اخراجات وغیرھم حقوق العباد میں داخل ہیں اور حقوق العباد حقوق اللہ پر مقدم ہوتے ہیں اور امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ واپسی تک ایک ماہ کا لازمی خرچہ دے کر جائے اور راستے کا پر امن ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ راستے کے ذریعے مقصودِ اصلی حاصل کرے گا اگر راستہ پر خطر ہوگا تو کیسے فریضہ حج ادا کرے گا۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص 181 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

وَيُعْتَبَرُ فِيْ حَقِّ الْمَرْأَةِ اَنْ يَّكُوْنَ لَهَا مَحْرَمٌ يَّحُجُّ بِهَا اَوْزَوْجٌ وَّلَا يَجُوْزُ لَهَا اَنْ تَحُجَّ بِغَيْرِ هِمَا اِذَا كَانَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ مَكَّةَ مَسِيْرَةَ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فَصَاعِداً۔

ترجمہ: اور عورت کے حق میں معتبر بات یہی ہے کہ اس کے لئے اس کا محرم یا شوہر ہو جو اس کو حج کروائے ① اور عورت کے لئے ان دونوں کے بغیر حج کرنا جائز نہیں بشرطیکہ عورت اور مکۃ المکرمہ کے درمیان تین دن یا اس سے زائد کا فاصلہ (مسافت) ہو۔

① محرم کا مطلب ہے عورت ہر اس مرد کے ساتھ حج کر سکتی ہے جس کے ساتھ اس کا ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو علامہ فخر الدین عثمان بن علی حنفی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ ہر اس مرد کے ساتھ سفر کو نکلے کہ جس سے اس کا نکاح نسب / رضاعت یا سسرالی رشتہ کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے حرام ہو لہٰذا جس عورت کو شرعی سفر (تین دن) کرنا پڑے اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم نہ ہو تو اس پر حج فرض نہیں۔

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج2 ص243 کتاب الحج مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

فائدہ جلیلہ: دراصل عند الفقہاء سفر کی دو قسمیں ہیں۔(1) اضطراری۔(2) اختیاری۔ دونوں کا احادیث سے ثبوت ملتا ہے سفر اضطراری کا حکم یہ ہے کہ اس کے لئے محرم یا شوہر کی قید نہیں جیسا کہ مبسوط میں ہے علامہ شمس الدین سرخسی فرماتے ہیں کہ ہجرت کرنے والی عورت کا مسئلہ جدا ہے کیونکہ وہ اختیاراً نہیں بلکہ اضطراراً نجات حاصل کرنے کے لئے جارہی ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ اگر اس کو راستہ میں مسلمانوں کا لشکر مل جائے اور اس کو پناہ اور امن حاصل ہو جائے تو اب بغیر محرم کے جانا اس کے لئے جائز نہیں ہے اور پہلے اپنی جان بچانے کے لئے اس کا جانا اضطراراً تھا۔ (المبسوط ج 4 ص 111 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی) اور اختیاری سفر کا حکم یہ ہے کہ بغیر محرم یا شوہر کے عورت تین دن یا اس سے زائد کا سفر نہیں کر سکتی اور حج کا سفر اختیاری ہے اضطراری نہیں چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہے اس کے لئے اس کے،(1) والد،(2) بیٹے،(3) بھائی،(4) شوہر یا کسی اور محرم کے بغیر تین دن کا سفر حلال نہیں۔(صحیح مسلم ص 501) اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکماً بھی اس پر عمل کرایا چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری بیوی حج پر جارہی ہے اور میرا نام فلاں فلاں جہاد میں لکھا ہوا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جاؤ تم اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو (صحیح مسلم ص 501) لہٰذا معلوم ہوا کہ حج کا سفر اختیاری ہے لہٰذا عورت نوجوان ہو یا بوڑھی اسکے ساتھ محرم کا ہونا یا شوہر کی موجودگی ضروری ہے ہاں اگر عورت بغیر محرم سفر حج کر لیتی ہے تو گناہگار ہوگی مگر اس کا حج ادا ہو جائے گا چنانچہ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو بکر صاحب الجوہرۃ النیرۃ لکھتے ہیں عورت بغیر محرم یا شوہر کے حج کو گئی تو گناہگار ہوئی مگر حج کرے گی تو حج ادا ہو جائے گا۔

(حوالہ نمبر 1 بہار شریعت حصہ ششم وجوب ادا کی شرائط ص 12 حوالہ نمبر 2 الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 363 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

اہم فتوی: جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہو اور بھی کوئی نہ ہو اب وہ حج کیسے کرے؟
صاحب فتاوی بحر العلوم لکھتے ہیں کہ عورت بغیر محرم یا شوہر کے حج کو گئی تو گناہگار ہوگی عورت کا نہ شوہر ہو نہ محرم تو اس پر واجب نہیں کہ حج پر جانے کے لئے نکاح کرے لیکن جب اس کا محرم نہیں تو اب چارہ کار یہی ہے کہ نکاح کرے اور یہ شرط لگادے کہ تو اگر اس سال میرے ساتھ حج کو نہ جائے تو مجھ پر ایک طلاق بائن ہو جائے تو جب بعد حج واپس آؤں اور اپنے مکان میں قدم رکھوں تو فوراً مجھ پر طلاق بائن ہو۔

(فتاوی بحر العلوم ج 2 ص 280 مکتبہ شبیر برادرز اردو بازار، لاہور)

وَالْمَوَاقِیْتُ الَّتِیْ لَا یَجُوْزُ اَنْ یَّتَجَاوَزَهَا الْاِنْسَانُ اِلَّا مُحْرِمًا، لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ذُوالْحُلَیْفَةِ وَلِاَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتُ عِرْقٍ وَلِاَ هْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةُ وَلِاَهْلِ النَّجْدِ قَرْنٌ وَلِاَهْلِ الْیَمَنِ یَلَمْلَمُ فَاِنْ قَدَّمَ الْاِحْرَامَ عَلٰی هٰذِهِ الْمَوَاقِیْتِ جَازَ وَمَنْ کَانَ مَنْزِلُهٗ بَعْدَ الْمَوَاقِیْتِ فَمِیْقَاتُهُ الْحِلُّ وَ مَنْ کَانَ بِمَکَّةَ فَمِیْقَاتُهٗ فِی الْحَجِّ الْحَرَمُ وَفِی الْعُمْرَةِ الْحِلُّ۔

ترجمہ: میقات وہ مقامات ہیں کہ احرام کے بغیر آگے تجاوز کرنا جائز نہیں ① اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ اہل عراق کے لئے ذات عرق، اہل شام کے لئے جحفہ، اہل نجد کے لئے قرن اور اہل یمن کے لئے یلملم ② ہوگا پس اگر ان مواقیت پر احرام کو مقدم کر دیا (پہلے باندھ دیا) تو بھی جائز ہے ③ اور جس کا گھر مواقیت کے بعد ہو تو اس کا میقات حل ہوگا اور جو مکۃ المکرمہ ہی کا رہائشی ہو تو حج میں اس کا میقات حرم اور عمرہ میں حل ہوگا ④

① یعنی حج کے واجبات میں سے ہے کہ میقات سے احرام کی ابتداء ہو مطلب یہ ہے کہ مواقیت وہ مقامات ہیں جہاں سے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ رکھنے والے انسان کو حج و عمرہ میں سے کسی ایک کے احرام کے بغیر گذرنا جائز نہیں ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔ لَا یُجَاوِزُ اَحَدُ الْمِیْقَاتِ اِلَّا مُحْرِمًا۔ ترجمہ: کوئی شخص بھی میقات سے بغیر احرام کے نہ گذرے۔

(اللباب شرح الکتاب ج 1 ص 193 کتاب الحج قدیمی کتب خانہ کراچی)

② یہ پانچ مقامات بیت اللہ کی تعظیم کے لئے ہیں اور اگر احرام باندھے بغیر آگے گذرا اس کو دم دینا لازم ہوگا جس طرح مسجد میں آنے والا مسجد کی تعظیم کی خاطر پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتا ہے پھر دوسرا کام کرتا ہے ایسے ہی حکم ہے پہلے بیت اللہ کی تعظیم کریں پھر بقیہ کام کریں اب ہم تسہیل کے لئے نقشہ ذکر کرتے ہیں جس سے حرم مکہ کی حدود اور مسجد الحرام سے قرب و جوار کے اعتبار سے فاصلہ کتنا ہے اور میقات کا بھی مکۃ المکرمہ سے کتنا دور ہے معلوم ہو جائے گا اب حرم کی حد کا فاصلہ عصر حاضر کی پیمائش کے اعتبار سے ذکر کیا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ کی جانب سے۔3 میل	عراق کی جانب سے۔7 میل
طائف کی جانب سے۔7 میل	جدہ کی جانب سے۔10 میل
جعرانہ کی جانب سے۔9 میل	یمن کی جانب سے۔7 میل

میقات برائے حج

نام	تعین	مسافت
ذُوالحلیفہ	یہ مقام اہل مدینہ کے لئے	مکۃ المکرمہ سے 410 کلومیٹر دور شمال کی جانب ہے
ذاتِ عرق	یہ مقام اہل عراق کے لئے	مکۃ المکرمہ سے 90 کلومیٹر دور مشرق کی جانب ہے
نام میقات	ملک کا نام	مسافت
جحفہ	یہ مقام اہل شام کے لئے	مکۃ المکرمۃ سے 180 کلومیٹر دور جانب جنوب ہے
قرن	یہ مقام اہل نجد کے لئے	مکۃ مکرمہ سے 80 کلومیٹر دور جنوب کی سمت ہے
یلملم	یہ مقام اہل یمن کے لئے	مکۃ المکرمہ سے تقریباً 130 کلومیٹر جانب جنوب ہے

فائدہ: اہلِ پاکستان کہاں سے احرام باندھیں گے بالخصوص خواتین حضرات چنانچہ حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں احرام کی نیت میقات سے قبل ہی کرنی ہوگی چاہے اپنے گھر سے احرام باندھ کر نیت کرلے یا کراچی ائیر پورٹ سے کرے یا جہاز میں سوار ہو کر احرام باندھ کر نیت کرے یا جہاز اڑنے کے بعد احرام باندھنے کی نیت کرے مگر دوران سفر ہی چونکہ ہوائی جہاز میقات سے گذرتا ہے اور میقات کے گذرنے کا صحیح پتہ نہیں چلے گا لہٰذا اسے جہاز کے پرواز کرنے سے پہلے یا پرواز کرنے کے تھوڑی دیر بعد احرام کی نیت کر لینی چاہیئے۔
(العروۃ فی الحج والعمرۃ ج1 ص71 اشاکسٹ دارالسلام، کراچی)

③ یعنی تقدیم احرام ممنوع نہیں ہے لیکن اگر تقدیم حج کے مہینوں سے پہلے کی اب وہ عند الاحناف گناہگار ہوگا۔ (البنایہ ج4 ص30 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ یعنی حل کا مطلب ہے خارج حرم کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ حج کا احرام مکہ سے باندھیں اور دوسری عقلی وجہ بھی ہے کہ جب تک وقوف عرفہ نہیں ہوگا حج مکمل نہ ہوگا اور عرفہ حل ہی میں واقع ہے لہٰذا جب اس نے حج کا احرام حرم سے باندھا تو ایک قسم کا سفر بھی ہوگیا اور عمرے میں مقام حل اس لئے ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ ان کو مقام تنعیم (مسجد عائشہ رضی اللہ

عنھا) سے عمرہ کرائیں اور مقام تنعیم حل کے اندر ہے اور عقلی وجہ بھی ہے کہ عمرہ کی ادائیگی تو اصل مکۃ المکرمہ میں ہے جب وہ مقام تنعیم یعنی حل کی طرف جائے گا تو سفر بھی ہو جائے گا مقام تنعیم سے احرام باندھنا افضل ہے ورنہ جس جگہ سے بھی باندھ لیں درست ہوگا۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص184 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

وَإِذَا أَرَادَ الْإِحْرَامَ إِغْتَسَلَ أَوْ تَوَضَّأَ وَالْغُسْلُ أَفْضَلُ وَ لَبِسَ ثَوْبَيْنِ جَدِيْدَيْنِ أَوْغَسِيْلَيْنِ إِزَاراً وَّرِدَاءً وَّ مَسَّ طِيْباً إِنْ كَانَ لَهُ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُرِيْدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِيْ وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّيْ ثُمَّ يُلَبِّيْ عَقِيْبَ صَلٰوتِهِ فَإِنْ كَانَ مُفْرِدًا بِالْحَجِّ نَوٰى بِتَلْبِيَةِ الْحَجِّ وَالتَّلْبِيَةُ أَنْ يَّقُوْلَ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَلَا يَنْبَغِيْ أَنْ يُّخِلَّ بِشَيْءٍ مِّنْ هٰذِهِ الْكَلِمَاتِ فَإِنْ زَادَ فِيْهَا جَازَ۔

ترجمہ: اور جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو غسل کرے یا وضوء لیکن غسل کی زیادہ فضیلت ہے① اور دو نئے کپڑے (چادریں) یا دھوئے ہوئے پہنے، لنگی ہو یا تہبند ہو② اور خوشبو لگائے بشرطیکہ خود اس کے پاس ہو③ اور دو رکعت نماز پڑھ کر یوں④ دعا کرے۔ اے اللہ میں حج کا ارادہ کر رہا ہوں تو اس میں آسانی پیدا کر اور تو میری طرف سے اس کو قبول فرما⑤ پھر دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد تلبیہ پڑھے⑥ پھر اگر حج افراد (نہ کہ تمتع + قران) کر رہا ہو تو حج کے تلبیہ کی نیت کرے⑧ اور یوں تلبیہ کہے۔ اے اللہ⑦ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں بیشک تمام تعریفیں اور نعمتیں تیری ذات کے لئے ہیں اور بادشاہت بھی تیرے لئے ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں ان مذکورہ کلمات میں کمی کرنا غیر مناسب ہے⑨ اگر کچھ زیادہ کرلے (معنوی) تو جائز ہے۔

① بعض علماء نے احرام باندھنے کو حج کا فرض قرار دیا کیونکہ جس طرح نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد بقیہ تمام کام حرام ہو جاتے ہیں اسی طریقے سے احرام باندھنے کے بعد بھی بقیہ کام حرام ہو جاتے ہیں

احرام کی حرمت وتعظیم کے لئے پہلے غسل یا پانی کی قلت کی صورت میں وضوء کرے لیکن غسل کرنا افضل ہے بلکہ حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ غسل سنت ہے کیونکہ جامع ترمذی کی روایت کے مطابق سرکار کو غسل کرتے دیکھا گیا یہ غسل محض پاکیزگی اور نظافت کے لئے ہے اور بدبو کو دور کرنے کے لئے ہے نیز امام حاکم کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما نے بیان کیا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غسل فرمایا پھر کپڑے پہنے۔

(شرح النقایہ ملاعلی قاری ج1 ص453 ایچ۔ایم سعید، کراچی)

② یعنی دو دھلی ہوئی چادریں ہوں شیخ ابو بکر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جدیدین او غسیلین کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ بعض سلف صالحین احرام کے وقت نئے کپڑوں کو ناپسند جانتے تھے مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے اگر تمہارے پاس نئے کپڑے نہ ہوں تو پرانے ہی اچھے طریقے سے دھولو لنگی یا تہبند کا مطلب ہے کہ ان سلے کپڑے ہوں کیونکہ سلے ہوئے کپڑے محرم کو پہننا ممنوع ہے میت پر قیاس کرتے ہوئے ان سلے پہنے جیسے میت زینت سے بے نیاز ہوجاتا ہے اور کفن سادہ پہنتا ہے چونکہ شرمگاہ کو ڈھانپنا اور گرمی سردی سے بچنا ضروری ہے اس لئے دو چادریں رکھی گئی ہیں۔

(البنایہ ج4 ص40 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ یعنی اگر اپنے پاس ہو تو ٹھیک ورنہ دوسرے سے مانگنے کی کوشش نہ کرے اس لئے وقت احرام خوشبو کے استعمال کو فقہاء نے مستحب قرار دیا ہے۔ (البنایہ بحوالہ سابقہ)

④ یعنی اس وقت دو رکعتیں پڑھے جب مکروہ وقت نہ ہو اور بعض روایات میں ان کو مستحب قرار دیا گیا ہے دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احرام کے وقت مقام ذوالحلیفہ پر دو رکعتیں ادا کی تھیں لہٰذا ان کو پڑھنا چاہیئے۔

(البنایہ ج4 ص43 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ یہ دعائے یُسر و (آسانی) مانگے کیونکہ حج کی ادائیگی عبادت ہے اور عبادت میں آسانی کی دعا مانگنی چاہیئے کیونکہ حج ایسی عبادت ہے جو مختلف مقامات واوقات میں ادا ہوتا ہے لہٰذا اس صورت میں عادۃ مشقت ہوجاتی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے آسانی کا سوال کرے نماز چونکہ روزمرہ بندہ عادۃً پڑھتا ہے لہٰذا اس میں آسانی کا سوال نہیں کیا جاتا۔ (البنایہ ج4 ص44 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑥ نماز کے بعد یا اونٹنی کے سیدھا کھڑا ہونے کے بعد تلبیہ پڑھے دونوں طرح جائز ہے لیکن افضلیت والا پہلا قول ہے افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ وہ عمل کے اعتبار سے کثرت کو مستلزم ہے کیونکہ جو نماز

کے بعد تلبیہ کی کثرت کرے گا وہ اونٹنی کو سیدھا کرنے اور اس پر بیٹھنے کے بعد بھی پڑھے گا۔
(البنایہ ج4 ص44 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑦ یعنی حج مفرد کی صورت میں دل سے ارادہ کر لے کیونکہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کے تحت حج عبادت ہے اور عبادت کے لئے نیت ضروری ہے اور تلبیہ بآواز بلند پڑھے کیونکہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے بہترین حَجِّ الْعَجُّ وَالثَّجُّ ہے صحابہ کرام نے اس کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا العج کا معنی ہے ایسا تلبیہ جس میں آواز اونچی ہو اور ثج کا معنی ہے جانوروں کو ذبح کر کے خون بہانا۔
(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص186 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

⑧ تلبیہ کی تشریح: لبیک لبیک ان مصادر میں سے شامل ہوتا ہے جس کے فعل کو خلاف کرنا واجب ہے کیونکہ یہ تنبیہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس لفظ کا معنی کیا ہے؟

پہلا قول۔ یہ مشتق ہے اَلَبَّ الرَّجُلُ سے جب کوئی بندہ ایک جگہ پر کھڑا ہو تو اب مطلب یہ بنے گا کہ میں تیری عبادت کے لئے کھڑا ہوں ایک مرتبہ کھڑا ہونے کے بعد دوبارہ کھڑا ہوں کیونکہ لبیک تثنیہ کا صیغہ یہاں تکرار اور کثرت کے لئے استعمال ہو رہا ہے اور

(2) قول یہ ہے کہ میں تیری بارگاہ میں عجز وانکساری کرتے ہوئے حاضر ہوں، اِنَّ الْحَمْدَ میں ان ھمزہ کے کسرہ یعنی زیر کے ساتھ ہے اب اس صورت میں نیا کلام ہوگا جس سے کلام کا آغاز ہو رہا ہے اور اگر ان فتحہ کے ساتھ پڑھیں اس صورت میں یہ ما قبل لبیک کی صفت ہوگا لیکن اس سے بخوبی صفت مراد نہیں ہے بلکہ مراد حقیقی صفت ہے یعنی جو ذات کے ساتھ قائم ہو اب مطلب یہ ہے کہ میں حاضر ہوں اس لئے کہ تمام تعریفیں تیری ذات کے ساتھ قائم ہیں پہلا قول قوی ہے کہ آغازِ ثناء کو شامل ہے۔
(البنایہ ج4 ص45 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑨ یعنی جو مشہور روایات کے مطابق بالاتفاق تلبیہ ہے اس میں کوئی کمی نہ کرے لیکن اگر معنوی طور پر اس میں کوئی خلل نہ ہو تو اس اضافہ میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ صحیح مسلم کی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنھما آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا مذکورہ تلبیہ پڑھ کر چند الفاظ اپنی طرف سے بڑھا کر یوں کہا کرتے تھے لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ وَ سَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ۔ لَبَّیْكَ وَ رَغْبَتِیْ اِلَیْكَ وَالْعَمَلُ۔

فائدہ جلیلہ: حضرت علامہ محدث بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ چھ کلمے، ایمان مجمل و مفصل دیگر بعض دعاؤں میں مثلاً روزے کی دعا لمبی مانگی جاتی ہے جب کہ

حدیث شریف میں یہی ہے اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ یوں ہی فرائض نماز کے بعد لمبی دعا مانگتے ہیں جب کہ حدیث شریف میں اتنی ہے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ یَا ذُالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام کے الفاظ ہیں لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کہ معانی درست ہیں لہٰذا اکابر پر شرک وکفر کا فتویٰ لگانا غیر مناسب ہوگا۔ تلبیہ ایک مرتبہ شرط ہے اور زیادہ سنت ہے لیکن اس کو چھوڑنے والا گناہگار ہے۔ (بحوالہ الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 186 مکتبہ حقانیہ پشاور)

فَاِذَا لَبّٰى فَقَدْ اَحْرَمَ فَلْيَتَّقِ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مِنَ الرَّفَثِ وَالْفُسُوْقِ وَالْجِدَالِ وَلَا يَقْتُلُ صَيْداً وَلَا يُشِيْرُ اِلَيْهِ وَلَا يَدُلُّ عَلَيْهِ وَلَا يَلْبَسُ قَمِيْصًا وَّلَا سَرَاوِيْلَ وَلَا عِمَامَةً وَّلَا قَلَنْسُوَةً وَّلَا قَبَاءً وَلَا خُفَّيْنِ اِلَّا اَنْ لَّا يَجِدَ نَعْلَيْنِ فَيَقْطَعُهُمَا مِنْ اَسْفَلِ الْكَعْبَيْنِ وَلَا يُغَطِّيْ رَأْسَهٗ وَلَا وَجْهَهٗ وَلَا يَمَسُّ طِيْبًا۔

ترجمہ: پھر جب وہ تلبیہ کہہ لے اب وہ محرم ہوگیا ہے ① لہٰذا اب اس چیز سے پرہیز رکھے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے یعنی ہم بستری ② کی باتیں، گناہ کبیرہ کی باتیں، اور جھگڑے ③ کی باتیں، اور شکار کو نہ قتل کرے نہ اس کی طرف اشارہ کرے اور نہ ہی اس پر کسی کی راہنمائی کرے ④ اور محرم نہ تو قمیص پہنے اور نہ ہی پائجامہ، نہ عمامہ، نہ ٹوپی، نہ جبہ نہ موزے ⑤ مگر اس صورت میں جب جوتا (چپل) نہ پائے تو دونوں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے اور محرم نہ سر ⑥ کو ڈھانپے نہ ہی چہرے کو اور نہ چھوئے کسی خوشبو کو ⑦

① یعنی جب تلبیہ کہے اور نیت کرے اب وہ احرام میں داخل ہو جائے گا نیت کی قید اس لئے محذوف ہے کیونکہ محض تلبیہ کہنے سے بندہ محرم نہیں ہوتا جب تک اس نے نیت نہ کی ہو لیکن امام قدوری نے اس جگہ نیت کا ذکر نہیں کیا دو وجہ سے (1) پہلے جملے فَاِنْ كَانَ الْفَرْدُ بِالْحَجِّ نَوٰى بتلبیۃ الحج پر اکتفاء کیا۔ (2) سابقہ دعا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ میں ضمناً نیت کا تحقق ہو گیا لہٰذا دونوں چیزیں ضروری ہیں تلبیہ یا اس کے قائم مقام ذکر اور نیت بھی اسی وجہ سے محیط میں ہے اگر احرام کا ارادہ کرے تو حج وعمرہ کی پہلے نیت کرے پھر تلبیہ پڑھے اور الایضاح میں ہے کہ محض نیت کے ساتھ بھی

احرام میں داخل نہ ہوگا جب تک ہدی کو یا تلبیہ کو اس کے ساتھ نہ ملائے جیسا کہ نماز کے تحریمہ میں ابتداء ذکر یعنی اللہ اکبر کہنا ضروری ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر ایسا ذکر جس کے ساتھ شروع کرنے میں تعظیم ہو خواہ وہ تلبیہ ہو یا اس کے علاوہ عربی زبان میں ہو یا فارسی زبان میں۔

(البنایہ ج4 ص49 تا51 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② یعنی ان چیزوں سے بچے جن کی قرآن نے نفی کی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ (سورۃ البقرۃ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 9 آیت نمبر 197) ترجمہ: (کہ نہ جماع ہو نہ اعلانیہ گناہ کبیرہ ہو اور نہ دوران حج جھگڑا ہو) رفث سے مراد جماع اور ہم بستری ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ (سورۃ البقرۃ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 7 آیت نمبر 187) ترجمہ: کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے ماہ رمضان میں عورتوں سے جماع کرنا حلال قرار دیا گیا ہے یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق ہے اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر عورتوں کی موجودگی میں فحش گوئی یا جماع کے متعلق باتیں کرنے سے کی ہے۔

فسوق فسق کی جمع ہے یعنی ایسا کام کرنا جس سے بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جائے یہ تو مطلقاً ہی حرام ہے لیکن حالتِ احرام میں اور سخت ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ (سورۃ التوبہ پارہ نمبر 10 رکوع نمبر 11 آیت نمبر 36) ترجمہ: کہ اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔

③ جدال کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ (1) اپنے دوستوں سے جھگڑنا اور غصہ میں آگ بگولہ ہو جانا۔ (2) مشرکین کے ساتھ حج کے وقت کے تقدم وتاخر میں جھگڑا کرنا چنانچہ زمخشری نے یہ قول کیا ہے کہ قریش دوسرے عرب کی مخالفت کرتے ہوئے مشعر حرام کے پاس ٹھہرتے اور دوسرے عرب عرفۃ میں ٹھہرتے تھے یوں سال کا حج میں فرق نظر آتا پھر اللہ تعالیٰ نے سب کو عرفہ میں اکٹھا ہونے کا حکم دے دیا۔

(البنایہ ج4 ص52 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ یعنی خشکی کا شکار بھی نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ (سورۃ المائدۃ پارہ نمبر 7 رکوع نمبر 3 آیت نمبر 95) ترجمہ: حالتِ احرام میں تم شکار کو نہ مارو، اور ارشاد ربانی ہے وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا (سورۃ المائدۃ پارہ نمبر 7 رکوع نمبر 3 آیت نمبر 96) ترجمہ: کہ جب تک تم حالتِ احرام میں ہو خشکی کا شکار تم پر حرام قرار دیا گیا ہے اور اس شکار کی طرف دوسرے کے ہاتھ سے اشارہ کرنا اور زبان سے راہنمائی کرنا کہ فلاں جگہ میں شکار ہے یہ سب منع ہے کیونکہ

حضرت حارث المعروف حضرت ابوقتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ نے وحشی گدھے کا اس وقت شکار کیا جب آپ غیر محرم تھے اور صحابہ کرام حالتِ احرام میں تھے انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کے کھانے کے متعلق پوچھا؟ صحابہ کے استفسار پر آپ نے فرمایا کیا تم نے اس طرف اشارہ، راہنمائی کی تھی؟ صحابہ نے عرض کی نہیں آپ نے فرمایا پھر تم کھالو، نیز اشارہ اور راہنمائی بھی معناً قتل کے حکم میں ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص187 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

⑤ یعنی جو عادتاً قمیص پہنی جاتی ہے وہ نہ پہنے یعنی سلی ہوئی قمیص لیکن یہ حکم مرد کے لئے ہے عورت کے لئے موزے اور جو بھی سلے ہوئے کپڑے ہیں وہ پہن سکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ چہرے کو ڈھانپنے سے گریز کرے بلکہ کھلا رکھے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے، مذکورہ تمام چیزوں سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا لہٰذا ان کے استعمال سے گریز کرے البتہ اگر کٹے ہوئے جوتے میسر نہ ہوں تو اس صورت میں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے کیونکہ اب یہ سلے ہوئے حکم سے خارج ہو جائے گا اور اگر کندھے پر قباء کو ڈال لیا تو جائز ہے جب تک اس کے ہاتھ آستین میں داخل نہ ہوں کیونکہ اس صورت میں یہ اس چادر کو اٹھانے والا ہو گا نہ کہ پہننے والا اور اصل ممانعت پہننے کی ہے۔ (حوالہ نمبر 1۔الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص186 مکتبہ حقانیہ، پشاور۔ حوالہ نمبر 2۔الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص367 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑥ کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ آدمی کا احرام اس کے سر میں ہے اور سر میں جب حکم ثابت ہو گا تو چہرہ میں بدرجہ اولیٰ ہو گا اور عقل کا بھی تقاضا یہی ہے کہ جب عورت پر چہرے کو ڈھانپنا حرام قرار دے کر منع کیا گیا تو مرد کے لئے بدرجہ اولیٰ ہو گا۔

اہم فتویٰ عصر حاضر کے مسئلہ میں: اگر کوئی شخص حالتِ احرام میں پوری رات منہ ڈھانپ کر سوتا رہا کیا اب اس پر دم لازم ہو گا؟ جواب۔صورت مسئلہ میں اس شخص پر دم لازم ہے کیونکہ محرم کو منہ چھپانا ممنوع ہے چنانچہ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں اَمَّا تَغْطِيَةُ وَجْهِهٖ فَحَرَامٌ كَالْمَرْاَةِ عِنْدَنَا وَبِهٖ قَالَ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ فِي رِوَايَةٍ۔ترجمہ۔مگر محرم کو منہ چھپانا تو وہ ہمارے نزدیک عورت کی مثل حرام ہے یعنی جس طرح عورت کو منہ چھپانا حرام ہے اس طرح مرد کو بھی امام مالک اور ایک روایت میں امام احمد کا بھی قول بھی ھیکہ منہ چھپانا مرد کو حرام ہے۔

(المسلک المتقسط باب الجنایات فصل فی تغطیۃ الرأس والوجہ ص307)

اور مزید مکمل مسئلہ اس طرح ہے کہ حضرت علامہ ابو منصور محمد بن مکرم فرماتے ہیں ہمارے

نزدیک دم لازم ہونے کا اندازہ مقرر ہے جب تک ایک دن یا ایک رات نہ ہو تو اس پر دم لازم نہ ہوگا اور اگر اس سے کم ہو تو اس پر صدقہ لازم ہوگا اور اگر دن یعنی چار پہر سے کم ہو تو نصف صاع گندم صدقہ کرنا واجب ہے جیسا کہ صدقہ فطر میں واجب ہے۔ (حوالہ نمبر 1 المسالک فی المناسک ج 2 ص 707 حوالہ نمبر 2 العروۃ فی الحج والعمرۃ ج 1 ص 90 مطبوعہ اسٹاکسٹ دارالاسلام نوری مسجد دکان نمبر 9 علی آباد، کراچی)

⑥ یعنی خوشبو اور تیل اور مہندی نہ لگائے کیونکہ ان چیزوں کے لگانے سے فقیرانہ حالت ختم ہو جاتی ہے حالانکہ مقصود اصلی یہی ہے کہ اس عاجزانہ حالت میں رب کا مقبول بندہ بن جائے اور عورت کو بوسہ دینا یا اس کے ساتھ لیٹنا مکروہ ہے البتہ ایسا سرمہ لگانا جائز ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 367 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَلَا يَحْلِقُ رَأْسَهٗ وَلَا شَعْرَ بَدَنِهٖ وَلَا يَقُصُّ مِنْ لِّحْيَتِهٖ وَلَا مِنْ ظُفُرِهٖ وَلَا يَلْبَسُ ثَوْباً مَّصْبُوْغًا بِوَرْسٍ وَّلَا بِزَعْفَرَانَ وَلَا بِعُصْفُرٍ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ غَسِيْلاً وَّلَا يَنْفُضُ الصِّبْغَ وَلَا بَأْسَ بِاَنْ يَّغْتَسِلَ وَ يَدْخُلَ الْحَمَّامَ وَ يَسْتَظِلَّ بِالْبَيْتِ وَالْمَحْمَلِ وَ يَشُدَّ فِيْ وَسَطِ الْهِمْيَانِ وَلَا يَغْسِلُ رَأْسَهٗ وَلَا لِحْيَتَهٗ بِالْخِطْمِيِّ وَ يُكْثِرُ مِنَ التَّلْبِيَةِ عَقِيْبَ الصَّلَوَاتِ كُلَّمَا عَلَا شَرَفًا اَوْهَبَطَ وَادِيًا اَوْلَقِيَ رُكْبَانًا وَّبِالْاَسْحَارِ۔

ترجمہ: اور نہ سر کو مونڈے اور نہ جسم کے بال کاٹے ① اور نہ ہی داڑھی اور ناخن میں سے کچھ کم کرے اور نہ ہی ایسے کپڑے کو پہنے جس کو رنگا گیا ہو ورس نامی بوٹی سے ② اور نہ زعفران سے رنگی ہوئی اور نہ ہی کسم سے رنگا ہوا کپڑا پہنے مگر یہ کہ دھویا ہوا ہو اور نہ ہی رنگ کو جھاڑے ③ اور کوئی حرج نہیں کہ محرم غسل کرے اور حمام میں داخل ہو ④ اور سایہ طلب کرسکتا ہے گھر اور کجاوے سے اور محرم کمر کے درمیان تھیلی باندھ سکتا ہے اور سر اور داڑھی کو گل خطمی سے نہ دھوئے اور نمازوں کے بعد تلبیہ کی کثرت کرے ⑤ جب کبھی کسی بلندی پر چڑھے یا کسی وادی میں اترے ⑥ یا کسی سوار سے ملے اور سحری کے وقت خصوصی طور پر تلبیہ پڑھے۔

① کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 8 آیت نمبر 196) ترجمہ: اس وقت تک سر مت منڈانا جب تک ھدی اپنے محل تک نہ پہنچ جائے اور نہ ہی جسم کے بال کاٹے جیسے بغل یا زیر ناف بال کا کٹوانا اور نہ ہی داڑھی کا مونڈنا اور موچھوں کو لسبا پکڑنا یوں ہی سر کے بال ان کو بھی نہ مونڈے کیونکہ سر کے بال اس لئے ہیں کہ ان کو ختم نہ کیا جائے کیونکہ وہ بڑھنے والی چیز ہے۔ نیز اس سے فقیرانہ حالت ختم ہو جائے گی اور مقصد حج فوت ہو جائے گا۔ (البنایہ ج 4 ص 61 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② ورس خوشبودار بوٹی کو کہا جاتا ہے اور صاحب قاموس نے لکھا کہ یہ ایک سرخ رنگ کی چیز ہے جو زعفران کے مشابہ ہے جس کو یمن سے لایا جاتا ہے اور صحاح اللغۃ میں ہے ورس زرد رنگ کی بوٹی ہے جو یمن میں دستیاب ہے محرم ان مذکورہ چیزوں سے پرہیز کرے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ محرم ایسے کپڑے نہ پہنے جن کو زعفران یا ورس کی بوٹی سے رنگا گیا ہو مگر یہ کہ دھو یا ہوا ہو۔

(البنایہ ج 4 ص 62 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ یعنی کسم کی بو نہ پائی جائے اور نہ ہی زعفران کی یوں ہی فتاوی قاضی خان میں ہے اور امام محمد سے مروی ہے کہ اس کا مطلب ہے رنگ کا اثر عنبر کی طرف تجاوز نہ کرے خلاصہ کلام یہ ہے کہ اصل ممانعت خوشبو کی ہے نہ کہ رنگ کی۔ (البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

④ کیونکہ جنبی ہو جانے کی وجہ سے وہ غسل کا محتاج ہے نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حالت احرام میں غسل کیا لہٰذا سنت صحابی ہے کہ غسل کر سکتا ہے، سایہ بھی لے سکتا ہے گھر کا کیونکہ وہ اس کے سر تک نہیں پہنچ سکتا لہٰذا سر ڈھانپا نہ گیا نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حالتِ احرام میں خیمہ گاڑھا تھا نیز عصر حاضر میں پرس وغیرہ بھی کمر کے ساتھ باندھ سکتا ہے کیونکہ اسے پیسوں اور ٹکٹ کو محفوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 188 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

⑤ یعنی فرض نمازیں مراد ہیں نہ کہ قضا نمازوں کے بعد اور یہی افضل ہے ظاہر الروایۃ کے مطابق اور اسی پر اجماع امت ہے ان اوقاتِ مذکورہ میں تلبیہ کثرت سے کہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ ان احوال میں تلبیہ کہا کرتے تھے کیونکہ تلبیہ احرام میں ایسا ہے جیسا کہ نماز میں تکبیر کہی جاتی ہے چنانچہ حضرت ابن جریج حضرت سابط سے روایت کرتے ہیں کہ سلف صالحین چار مقامات پر تلبیہ کو مستحب قرار دیتے تھے۔ (1) ہر فرض نماز کے بعد (2) یا جب وہ کسی وادی میں اترے (3) یا بلندی پر چڑھے (4) دوستوں کی ملاقات کے وقت اور سحری کا خصوصی ذکر کیا کہ وَبِالْاَسْحَارِهُمْ

یَسْتَغْفِرُوْنَ، کہ وہ سحری کے وقت استغفار پڑھتے تھے۔

(البنایہ ج4 ص 67 تا 68 مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، کوئٹہ)

فَاِذَا دَخَلَ بِمَکَّۃَ اِبْتَدَأَ بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَاِذَا عَایَنَ الْبَیْتَ کَبَّرَ وَ ھَلَّلَ ثُمَّ اِبْتَدَءَ بِالْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فَاسْتَقْبَلَہٗ وَکَبَّرَ وَھَلَّلَ وَ رَفَعَ یَدَیْہِ مَعَ التَّکْبِیْرِ وَ اسْتَلَمَہٗ وَ قَبَّلَہٗ اِنِ اسْتَطَاعَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّؤْذِیَ مُسْلِمًا ثُمَّ اَخَذَ عَنْ یَّمِیْنِہٖ مِمَّا یَلِی الْبَابَ وَ قَدِ اضْطَجَعَ رِدَاءَہٗ قَبْلَ ذٰلِکَ فَیَطُوْفُ بِالْبَیْتِ سَبْعَۃَ اَشْوَاطٍ یَجْعَلُ طَوَافَہٗ مِنْ وَّرَاءِ الْحَطِیْمِ وَ یَرْمُلُ فِی الْاَشْوَاطِ الثَّلٰثِ الْاُوَلِ وَ یَمْشِیْ فِیْ مَا بَقِیَ عَلٰی ھِیْنَتِہٖ وَ یَسْتَلِمُ الْحَجَرَ کُلَّمَا مَرَّبِہٖ اِنِ اسْتَطَاعَ وَ یَخْتِمُ الطَّوَافَ بِالْاِسْتِلَامِ۔

ترجمہ: پھر جب مکۃ المکرمہ میں داخل ہو تو آغاز کرے مسجد حرام ① سے پھر جب بیت اللہ شریف کا مشاہدہ کرے تو اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہے ② پھر طواف کعبہ کا آغاز حجر اسود کے سامنے پٹی سے کرے پھر اس کا استقبال کرتے ③ ہوئے تکبیر و تہلیل کہے اور تکبیر کے ساتھ ہی دونوں ہاتھوں کو بلند کرے اور استلام کرے ④ اور ہو سکے تو بوسہ دے بشرطیکہ کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچائے پھر بیت اللہ شریف کے دروازے کے متصل دائیں جانب سے شروع ہو اور اس سے پہلے اپنی چادر ⑤ کا اضطباع کرلے پھر بیت اللہ شریف کے اردگرد سات چکر طواف کرے اور طواف حطیم ⑥ کعبہ کے پیچھے سے کرے اور پہلے تین چکروں میں پہلوان کی طرح خوب دوڑے اور باقی چار چکروں میں پر وقار طریقے سے ⑧ چلے اور جب بھی حجر اسود کے سامنے سے گذرے اگر استطاعت رکھتا ہے تو اس کو استلام کرے ⑥ اور طواف کعبہ کا اختتام استلام کے ساتھ کرے۔

① یعنی محرم جب حرم کعبہ میں داخل ہو تو اور کسی کام میں مشغول ہونے سے پہلے مسجد حرام میں

داخل ہو کیونکہ بیت اللہ بھی اسی مسجد میں ہے اور مقصود کعبۃ اللہ کی زیارت ہے اور سنت ہے باب بنی شیبہ سے داخل ہونا اور اس پر اجماع امت بھی ہے داخلہ میں دن رات کی کوئی قید نہیں تاہم دن کو داخل ہونا افضل ہے کیونکہ صحابہ رات کے وقت داخل ہونے کو مکروہ جانتے تھے لیکن کہا جاسکتا ہے کہ وہ پرانے دور کی بات ہے جب انتظامات نہیں تھے اور چوری کا خدشہ تھا اب کوئی حرج نہیں کئی ممالک کی فلائٹ رات ایک بجے آتی ہے صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مکۃ المکرمہ میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے وضوء سے آغاز کرتے پھر طواف کعبہ کرتے۔

فائدہ جلیلہ: کعبۃ اللہ شریف کی حدود میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُکَ وَمَا مُنُکَ قُلْتَ قَوْلُکَ الْحَقُّ وَ مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا اَللّٰھُمَّ فَحَرِّمْ لَحْمِیْ وَ دَمِیْ عَلَی النَّارِ وَ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تُبْعَثُ عِبَادَکَ۔ ترجمہ: اے اللہ یہ تیرا حرم (زمین) اور محفوظ جگہ ہے اور جو تو نے کہا وہ سچی بات ہے کہ جو اس گھر میں داخل ہو گیا وہ امن والا ہو گیا اے اللہ تو میرا گوشت اور خون آتش دوزخ پر حرام کر دے اور تو مجھے اس دن کے عذاب سے بچا دے جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 189 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

② جب بیت اللہ شریف کا دیدار کرے تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور مستحب ہے یوں کہے اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَکَ ھٰذَا تَشْرِیْفًا وَمَھَابَۃً وَ تَعْظِیْماً اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ وَاَقِلْنِیْ عِثْرَتِیْ وَاغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ۔ ترجمہ اے اللہ اس گھر کی بزرگی اور جلال میں اور عظمت و تعظیم میں اضافہ فرما اے اللہ میری توبہ کو قبول فرما کر میری لغزشیں کم کر دے میری غلطی معاف فرما دے اے پیار کرنے والے اور اے احسان والے۔ (الاختیار بحوالہ سابقہ)

③ کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی آغاز حجر اسود سے کیا تھا پھر کعبۃ اللہ کا استقبال کرے اس سے یعنی فا سے اشارہ ملتا ہے یعنی استقبال سے پہلے طواف کی نیت کرے ورنہ طواف نہ ہوگا کیونکہ نیت کرنا فرائض حج میں سے ہے اور استقبال کا طریقہ یہ ہے کہ رکن یمانی سے متصل بیت اللہ شریف کے سامنے یوں کھڑا ہو کہ حجر اسود اس کی دائیں جانب ہو اور اس کے دائیں کندھے کو حجر اسود کے پاس رکھنا مستحب ہے۔ (المظہر النوری ج 1 ص 127 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

④ یعنی دونوں ہاتھوں کو یوں اٹھائے جیسے نماز کے لئے اُٹھائے جاتے ہیں کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ فقط سات جگہ رفع یدین یعنی ہاتھوں کو اٹھایا جائے اور ان میں سے آپ نے استلام

حجر کا بھی ذکر فرمایا اور اس وقت دعا یہ پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، استلام کا مطلب ہے حجر اسود کو چوم کر طواف کرنا ورنہ ہجوم کی صورت میں اس کی طرف ہاتھ یا چھڑی سے اشارہ کر دے آگے چومنا واجب نہیں لیکن مسلمان کو تکلیف سے بچانا واجب ہے جب کہ تقبیل یا استلام سنت ہے اور واجب کو ادا کرنا اولیٰ ہوتا ہے۔

فائدہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجر اسود کو چوما اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا آپ مضبوط آدمی ہیں لہٰذا حجر اسود پر مزاحمت عوام الناس نہ کرنا اگر تم کشادہ جگہ پاؤ تو چوم لو ورنہ اس کی طرف منہ کر کے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لو اور تکبیر کہہ دو اور ایک روایت میں ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کجاوے پر طواف کیا اور ارکان کا استلام کیا چھڑی کے ساتھ۔

فائدہ عظیمہ: علامہ موصلی عبداللہ بن محمود حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حجر اسود کو چومتے ہوئے یہ کلمات کہنا مستحب ہے، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ تَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِنَبِيِّكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَكَفَرْتُ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ۔

ترجمہ: اے اللہ میں تیری ذات پر ایمان لایا ہوں اور تیری کتاب کی تصدیق کرتا ہوں تیرے عہد کا وفادار ہوں اور تیرے نبی کا متبع ہوں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلا شبہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور رسول ہیں میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور میں انکار کرتا ہوں بتوں اور شیطانوں کا۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص189 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

⑤ علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ اضطبع رداہ سھو ہے دراصل عبادت ہے قَدْ اِضْطَبَعَ بِرِدَاءٍ، ہے ضطبع ضبع سے مشتق ہے اس کا معنی ہے اوپر کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈالیں اور دایاں کندھا ننگا کریں یہ اضطباع کہلاتا ہے اور رمل کا مطلب ہے کہ نسبتاً چھوٹے چھوٹے قدم تیزی سے اٹھا کر چلیں اور کندھے ملا کر چلیں صحیح مسلم کی روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام مکۃ المکرمہ میں تشریف لائے تو حجر اسود سے آغاز کے بعد استلام فرمایا پھر آپ دائیں جانب ہوئے تو آپ نے تین چکروں میں رمل کیا اور چار چکروں میں پر وقار طریقے سے چلے، اضطباع سنت ہے لہٰذا جمہور ائمہ کے نزدیک اضطباع اور رمل چھوڑنے کی صورت میں کوئی دم وغیرہ لازم نہیں ہے۔

(البنایہ ج4 ص72 تا 73 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑥ حطیم کا معنی ہے ایسی جگہ جس میں میزابِ رحمت ہے اس کا نام حطیم اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ حطیم حطم سے بنا ہے اس کا معنی ہے توڑنا اور محطوم معنی للمفعول کا معنی ہے جس کو توڑا گیا ہو اس کو اس لئے حطیم کہا گیا ہے کیونکہ بیت اللہ شریف کو جب اونچا کیا گیا تھا اور یہ نیچے ہی رہ گیا تھا اور صاحب نہایہ کی تحقیق کے مطابق حطیم ایسی جگہ کا نام ہے کہ اس کے درمیان اور بیت اللہ شریف کے درمیان جگہ کشادہ ہے۔ (البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

⑦ تین اور چار چکروں میں فرق اس لئے کیا جاتا ہے کیونکہ حدیبیہ کے موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عمرہ کرنے کے لئے آئے تو مشرکین نے آپ کو روک لیا پھر آپ صحابہ کے ساتھ اگلے سال تشریف لائے لیکن غیر مسلح تھے عمرہ کیا آپ دوسرے سال تین دن حرم کعبہ میں رہے اور صفا و مروہ کی پہاڑی پر چڑھ کر آپ نے طواف کیا صحابہ کرام نے بھی آپ کے ساتھ طواف کیا کچھ مشرکین سے سنائی دیا کہ یہ تیز نہیں دوڑتے اور ان کے صحابہ بھی کیونکہ ان کو مدینہ کے بخار نے کمزور کر دیا، پھر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چادر کے ساتھ اضطباع کیا اور خوب پہلوانوں کی طرح دوڑنا شروع کر دیا اسلام کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے آپ نے یہ عمل کیا اب اگر چہ وہ علت نہیں ہے لیکن صحابہ کرام نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت سمجھ کر یہ عمل کیا تھا کیونکہ روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یوم نحر کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر طواف کیا تو پہلے تین چکروں میں آپ نے رمل ہی کیا حالانکہ اس وقت مشرکین مکہ سے نکل چکے اور ختم ہو چکے تھے معلوم ہوا اسلام یادگاروں کے برقرار رکھنے کا حکم دیتا ہے جس طرح آج بھی شیطان کو کنکریاں ماری جاتی ہیں حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو روندنے اور رسوا کرنے کے لئے یہ عمل کیا تھا اب اگر چہ وہ سبب باقی نہیں ہے لیکن حکم باقی رہے گا۔

(البنایہ ج4 ص75۔76 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑧ اگر طاقت ہو تو ہر دفعہ حجر اسود کو چومے کیونکہ طواف کعبہ کے چکر نماز کی رکعتوں کی مانند ہیں جیسے نمازی ہر رکعت کا آغاز اللہ اکبر سے کرتا ہے اسی طرح ہر چکر کا آغاز بھی حجر اسود کو چومنے سے کیا جائے اور طواف کا اختتام استلام حجر سے کرے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ایسا ہی کیا تھا۔ (البنایہ ج4 ص78 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ثُمَّ يَأْتِي الْمَقَامَ فَيُصَلِّيْ عِنْدَهٗ رَكْعَتَيْنِ اَوْ حَيْثُ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهٰذَا الطَّوَافُ طَوَافُ الْقُدُوْمِ وَهُوَ سُنَّةٌ وَّ لَيْسَ

بِوَاجِبٍ وَّ لَيْسَ عَلٰى اَهْلِ مَكَّةَ طَوَافُ الْقُدُوْمِ ثُمَّ يَخْرُجُ اِلَى الصَّفَا فَيَصْعَدُ عَلَيْهِ وَيَسْتَقْبِلُ الْبَيْتَ وَ يُكَبِّرُ وَ يُهَلِّلُ وَ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَ يَدْعُوا اللّٰهَ تَعَالٰى لِحَاجَتِهٖ ثُمَّ يَنْحَطُّ نَحْوَ الْمَرْوَةِ وَ يَمْشِيْ عَلٰى هِيْنَتِهٖ فَاِذَا بَلَغَ اِلٰى بَطْنِ الْوَادِيْ سَعٰى بَيْنَ الْمِيْلَيْنِ الْاَخْضَرَيْنِ سَعْيًا حَتّٰى يَاْتِيَ الْمَرْوَةَ فَيَصْعَدُ عَلَيْهَا وَ يَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا وَ هٰذَا شَوْطٌ فَيَطُوْفُ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ يَبْتَدِئُ بِالصَّفَا وَ يَخْتِمُ بِالْمَرْوَةِ۔

ترجمہ: پھر طواف کے بعد مقام ابراہیم پر آ کر اس کے پاس دو رکعت پڑھے ① یا کسی مسجد کے حصہ میں جہاں آسانی رہے اور یہ طواف طواف قدوم کہلاتا ہے اور یہ سنت ہے اور واجب نہیں ہے ② اور مکہ والوں پر طواف قدوم لازم نہیں ہے پھر صفا پہاڑی کی طرف نکلے گا ③ پھر اس پر چڑھ کر بیت اللہ شریف کی طرف منہ کرے اور تکبیر و تہلیل پڑھے اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ④ پر درود پاک پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے ضرورت کی دعا مانگے پھر مروہ کی طرف نیچے اتر آئے ⑤ اور پر وقار طریقے سے چلے پھر جب بطن وادی تک پہنچے تو میلین اخضرین (دو سبز بتیاں) کے درمیان سعی کرے یہاں تک کہ مروہ کو آ جائے پھر اس کے اوپر چڑھ کر یوں ہی عمل کرے جیسا کہ صفا پر کیا تھا ① یہ ایک چکر ہے پھر سات چکر طواف یوں کرے کہ صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے ⑧

① پھر مقام ابراہیم پر آ کر دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دو رکعت واجب ہیں بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو یا ایسا وقت نہ ہو جس میں نفل پڑھنا مکروہ ہوتا ہے وجوب پر دلیل یہ ہے کہ فرمان رسالت ہے يُصَلِّ الطَّائِفُ لِكُلِّ اُسْبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ۔ ترجمہ: کہ ہر سات چکر کے بعد طواف کرنے والے کے لیے دو رکعت ہیں نیز حضرت فاروق اعظم کی رائے پر یہ آیت نازل ہوئی وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 15) اس سے مراد طواف کی دو رکعتیں ہیں۔

تنبیہ: یہ ذہن میں رکھیں اگرچہ دو رکعت طواف واجب ہے لیکن اس کے چھوڑنے پر دم لازم

نہیں آئے گا جیسا کہ تعدیل ارکان واجب ہیں لیکن ترک پر سجدہ سہو لازم نہیں دو رکعت چھوڑنے پر دم کے عدم لزوم کی وجہ یہ ہے کہ یہ حج یا عمرہ کے واجبات میں سے نہیں ہے بلکہ طواف کے واجبات میں سے ہے اس کی دلیل (1) یہ ہے کہ نماز اس طواف کرنے والے پر بھی واجب ہے جو حج یا عمرہ کے طواف کے علاوہ اور کوئی طواف کرے اور (2) دوسری وجہ یہ بھی ہے ان کی ادائیگی کا وقت ساری زندگی ہے اس لئے جب تک زندگی ہے انکا ترک متصور نہ ہوگا۔

فائدہ جلیلہ: اگر یہ دو رکعات کسی نے مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ یا غیر مکہ میں بھی پڑھ لئے تب بھی جائز ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھول گئے تھے اور آپ نے مقام ذی طوی پر ادا فرمائے تاہم مقام ابراہیم پر ادا کرنا افضل ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام طواف سے فارغ ہوئے تو آپ نے مقام ابراہیم پر نماز پڑھی اور قرآن مجید کی آیت وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی تلاوت کی اور فرمایا جس نے مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی اللہ تعالیٰ اسکے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دے گا اور قیامت کے دن اس کو امانت دار لوگوں میں شامل فرمائے گا ان دو رکعتوں میں پہلی رکعت میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھے پھر فارغ ہو کر اپنے لئے اور والدین اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے، مقام ابراہیم مقام میم کی زبر کے ساتھ ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم نبوت لگے اسی جگہ آپ کی حضرت ہاجرہ علیہما السلام اور حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 372 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(۲) اس طواف کو قدوم/طواف تحیۃ/طواف لقاء اور طواف اول کہا جاتا ہے اس طواف کا حکم یہ ہے کہ یہ سنت ہے واجب نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے اس کو چھوڑ دیا تو اس پر دم وغیرہ کوئی چیز بھی لازم نہ ہوگی۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالہ سابقہ)

مزید طواف کی اقسام بمعہ حکم نقشہ میں دیکھیں۔

اقسام طواف کے نام اور حکم: طواف کی مجموعی سات اقسام ہیں جن کے مندرجہ ذیل اسماء ہیں۔ (1) طواف قدوم۔ (2) طواف زیارت۔ (3) طواف وداع۔ (4) طواف عمرہ۔ (5) طواف نذر۔ (6) طواف تحیۃ المسجد۔ (7) طواف نفل۔

احکام	اسماء
یہ طواف اس حاجی کے لئے سنت ہے جس نے صرف حج کیا اور اس کا احرام باندھا۔	1۔طواف قدوم
اسے طواف افاضہ اور طواف حج بھی کہتے ہیں یہ دس ذوالحج کو کیا جاتا ہے اور یہ حج کا فرض ہے۔	2۔طواف زیارت
اس کا دوسرا نام طواف صدر بھی ہے یہ طواف مکہ سے رخصتی کے وقت کیا جاتا ہے یہ صرف باہر سے آنے والے یعنی آفاقی پر واجب ہے نہ تو عمرہ کرنے والوں پر نہ اہل مکہ پر ہے ان تینوں طواف کا تعلق حج سے ہے۔	3۔طواف وداع
یہ عمرہ کا ایک فرض ورکن ہے کیونکہ عمرہ نام ہے احرام کے ساتھ طواف اور سعی کے مجموعہ کا اس میں اضطباع، رمل اور سعی بھی ہے۔	4۔طوافِ عمرہ
اس کی ادائیگی لازم ہے یہ کسی وقت کے ساتھ معین نہیں ہے اگر وقت معین ہو تو اس میں ادا کرنا لازم ہوگا اس میں رمل، اضطباع کچھ بھی نہیں ہے۔	5۔طوافِ نذر
یہ طواف ہر اس شخص کے لئے مستحب ہے جو مسجدِ حرام میں داخل ہو بشرطیکہ اس کے ذمہ کوئی دوسرا واجب طواف نہ ہو جیسا کہ عمرہ کرنے والا کہ اس پر پہلے طواف عمرہ کرنا فرض ہے پہلے داخل ہوتے ہی اس کو ادا کرنا ہوگا یہی طواف تحیۃ المسجد کی جگہ بھی ہو جائے گا۔	6۔طوافِ تحیۃ المسجد
جب تک مکۃ المکرمہ میں رہے طوافِ نفل کثرت سے کرتا رہے نماز کے مکروہ اوقات میں بھی طوافِ نفل ادا کرنا جائز ہے۔	7۔طوافِ نفل

④ پھر صفا کی طرف نکلے بہتر یہ ہے کہ باب الصفا سے نکلے یعنی باب بنی مخزوم سے لیکن اگر کسی اور دروازے سے بھی نکلا تب بھی جائز ہے اس پہاڑی کا نام صفا اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا لقب صفی اللہ ہے کیونکہ جب آپ اس مقام پر آئے تھے تو کہا گیا تھا اِرْحَبْ یَا صَفِیَّ اللّٰہِ، مبارک ہو اے اللہ کے چنے برگزیدہ پیغمبر اور صفا پر ایسی جگہ پر چڑھ جائے جہاں سے بیت اللہ شریف نظر آئے کیونکہ استقبال اور کعبۃ اللہ کی تعظیم ہی مقصود ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص373 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس پر درود بھیجے پھر دعا کرے کیونکہ دعا سے پہلے حمد الٰہی اور درود سلام دعا کی قبولیت کا وسیلہ ہیں جس طرح باقی دعاؤں میں بھی یہی طریقہ ہے علامہ بدر الدین کی عبارت عصر حاضر کے اُن لوگوں کے لیے درسِ عبرت ہے جو عجیب عشق سے درود سلام سے دعا کا آغاز کرتے ہیں حالانکہ پہلے ثناء الٰہی پھر دورد سلام پھر دنیاوی اخروی حاجات، علامہ عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کذافِی کُلِّ مَوْضِعٍ یَدْعُوْ لِشخصٍ بِحَوَائِجِہٖ بَعْدَ اَنْ یَثْنِیَ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَ یُصَلِّی عَلَی النَّبِی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ ۔ترجمہ اسی طرح ہر ایسی جگہ میں جہاں آدمی اپنی ضروریات کی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ثناء کے بعد آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس پر درود بھیجے۔

فائدہ مقامات مستجاب الدعواۃ: حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پندرہ جگہ پر دعا قبول ہوتی ہے۔(1) طواف کعبہ۔(2) مقام ملتزم کے پاس۔(3) میزابِ رحمت کے نیچے۔(4) بیت اللہ شریف میں۔(5) آب زم زم کے کنوئیں کے پاس۔(6) صفا پہاڑی پر۔(7) مروہ پہاڑی پر۔(8) سعی میں۔(9) مقام ابراہیم کے پیچھے۔(10) عرفات۔(11) مزدلفہ۔(12) منیٰ۔(13) پہلے جمرۃ۔(14) دوسرے جمرہ۔(15) اور تیسرے جمرہ کے پاس دعا قبول ہوتی ہے۔

نکتہ: یہاں تو دعا کا ذکر ہے لیکن استلام حجر کے وقت ذکر نہیں کیا اس میں کیا حکمت ہے؟ اس کی حکمت یہ ہے کہ استلام سے ابتداء عبادت ہے اور یہ حالت آخری ہے کیونکہ طواف بھی سعی اور دعا کے ساتھ ختم ہوتا ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اپنی ہتھیلیوں کے اندرون کے ساتھ اور نہ دعا مانگو ظاہر کے ساتھ پھر جب دعا سے فارغ ہو تو اس کو چہرے پر پھیر دو۔ (حوالہ نمبر 1 البنایہ ج4 ص183 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔ حوالہ نمبر 2 الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص373 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑤ یعنی صفا سے جان بوجھ کر مروہ کی طرف اترے گا پھر وقار واطمینان کے ساتھ چلے گا اور بطن وادی میں آئے گا لیکن علامہ عینی فرماتے ہیں آج کل یہ وادی باقی نہیں رہی کیونکہ دعا سنت ہے اور اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہا لیکن دو میل یعنی سبز اور زرد بنا دیئے ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہاں بطن وادی تھی پھر حاجی دونوں میلوں کے درمیان سعی کرے گا دونوں کو تغلیباً مِیْلَیْنِ اَخْضَرَیْن کہا گیا ہے ورنہ تو ایک سبز اور دوسری زرد ہے آج کل چھت کے ساتھ سرخ اور سبز بتیاں لٹکا دی گئی ہیں! جو کہ تیز دوڑنے کی علامت ہیں کہ حضرت سیدہ حاجرہ سلام اللہ علیہما حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی کی تلاش میں

دوڑی تھیں۔

⑥ یعنی قبلے کی طرف منہ کرے، دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اپنی حاجت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام مکۃ المکرمہ میں تشریف لائے پھر آپ نے سات چکر طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی۔

⑦ کیونکہ روایت میں ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام صفا پر چڑھے پھر فرمایا اسی سے ابتدا کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتدا کی آپ کی مراد اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ ترجمہ: صفا اور مروہ پہاڑی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔(سورۃ البقرہ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 3 آیت نمبر 158) ہے کہ پہلے صفا کا بعد میں مروہ کا ذکر ہے لہٰذا قرآن کی اتباع کرے تا کہ برکات نصیب ہوں۔

(حاشیہ از البنایہ، 5,6,7، ج 4 ص 84 تا 86 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ثُمَّ يُقِيْمُ بِمَكَّةَ مُحْرِمًا فَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ كُلَّمَا بَدَأَلَهُ وَإِذَا كَانَ قَبْلَ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ بِيَوْمٍ خَطَبَهُ الْإِمَامُ خُطْبَةً يُّعَلِّمُ النَّاسَ فِيْهَا الْخُرُوْجَ اِلٰى مِنٰى وَالصَّلٰوةَ بِعَرَفَاتٍ وَّالْوُقُوْفَ وَالْإِفَاضَةَ فَإِذَا صَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ بِمَكَّةَ خَرَجَ اِلٰى مِنٰى وَاَقَامَ بِهَا حَتّٰى يُصَلِّيَ الْفجرَ يَوْمَ عَرَفَةَ ثُمَّ يَتَوَجَّهُ اِلٰى عَرَفَاتٍ فَيُقِيْمُ بِهَا فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ مِنْ يَّوْمِ عَرَفَةَ صَلَّى الِامَامُ بِالنَّاسِ الظُّهْرَ وَ الْعَصْرَ فَيَبْتَدِأُ بِالْخُطْبَةِ فَيَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ يُعَلِّمُ النَّاسَ فِيْهِمَا الصَّلٰوةَ وَالْوُقُوْفَ بِعَرَفَةَ وَالْمُزْدَلِفَةَ وَرَمْيَ الْجِمَارَ وَالنَّحْرَ: وَالْحَلْقَ وَطَوَافَ الزِّيَارَةِ وَ يُصَلِّيْ بِهِمُ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ فِيْ وَقْتِ الظُّهْرِ بِاَذَانٍ وَّاِقَامَتَيْنِ۔

ترجمہ: پھر مکۃ المکرمہ میں احرام کی حالت میں ٹھہرا رہے ① جب کبھی موقعہ میسر آئے طواف کعبہ کرتا رہے ② آٹھ ذوالحجہ کے دن سے ایک دن پہلے امام خطبہ دے گا جس میں لوگوں کو منیٰ کی طرف نکلنے اور عرفات میں نماز پڑھنے اور ٹھہرنے

اور واپس پلٹنے کے احکام سکھائے گا⑨ پھر جب آٹھ ذوالحجہ کو نماز فجر پڑھ لے گا تو منیٰ کی طرف نکل کر وہاں قیام کرے گا یہاں تک کہ نو 9 ذوالحجہ کو نماز فجر پڑھے پھر عرفات کی طرف متوجہ ہو اور اس میں قیام کرے⑩ جب نو 9 ذوالحجہ کو سورج ڈھل جائے تو امام لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھائے گا آغاز خطبہ سے کرے گا پھر نماز سے پہلے دو خطبے دے گا جن میں لوگوں کو نماز اور عرفۃ میں اور مزدلفہ میں ٹھہرنے اور شیطان کو کنکریاں مارنے قربانی، سر منڈانے اور طواف زیارۃ کرنے کے مسائل سکھائے گا اور ظہر کے وقت میں لوگوں کو ظہر اور عصر ایک آذان⑪ اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھائے گا۔

① یعنی طواف اور سعی سے فارغ ہونے کے بعد حالتِ احرام میں مکۃ المکرمہ کے اندر مقیم رہے گا نہ بالوں کا حلق کروائے نہ ہی چھوٹے کروائے کیونکہ ابھی اس نے حج کا احرام باندھا ہوا ہے لہٰذا جب تک حج کے تمام افعال ادا نہیں کرے گا احرام نہیں کھول سکتا لہٰذا حالتِ احرام میں یوم نحر تک مکۃ المکرمہ میں رہے اقامۃ مکۃ والی قید احترازی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نظریہ ہے کہ حلق یا قصر کروائے اور احرام کھول دے ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقعہ پر نکلے تو کچھ نے حج کا کچھ نے عمرہ کا احرام باندھا تو جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا آپ نے ان کو احرام کھولنے کی اجازت دی ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ابتدائے اسلام کی بات ہے جب لوگ عمرہ حج کے مہینوں میں کرتے تھے بعد میں یہ حکم منسوخ کر دیا گیا ہے۔

② یعنی جب اس کو موقعہ ملے طواف کرے کیونکہ طواف نماز کے مشابہ ہے نہ کہ ثواب کے حکم میں اس لئے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا طواف نماز کی مانند ہے فرق اتنا ہے کہ اس طواف میں بات کرنا جائز ہے جب کہ نماز میں بات کرنا جائز نہیں ہے بعض علماء نے فرمایا کہ طواف مسافروں کے لئے اور نماز اہل مکہ کے لئے افضل ہے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 1 رکوع نمبر 15) لیکن اس طواف میں صفا و مروہ کے درمیان والی سعی نہ ہوگی کیونکہ حج مفرد میں سعی واجب نہیں ہوتی۔

(البنایہ ج4 ص89 تا 91 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

تنبیہ: چند اوقات میں نماز طواف پڑھنا ممنوع ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) سورج نکلنے سے بقدر نیزہ اونچا ہونے تک جدید دور کے مطابق فجر کا وقت ختم ہونے کے بعد سے 20 منٹ تک۔(2) عین دوپہر کے وقت جب سورج سر پر ہو یعنی ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے ضحوہ کبری کے وقت۔(3) سورج زرد پڑ جانے کے بعد غروب ہونے تک یعنی مغرب کا وقت شروع ہونے سے پہلے آخری 20 منٹ تک۔(4) صبح صادق کے بعد سورج نکلتے تک۔(5) عصر کے فرض حنفی وقت میں پڑھنے کے بعد سورج کے زرد ہونے تک۔(6) سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے (7) ہر خطبہ کے وقت عموم اور خطبۂ جمعہ کے وقت خصوصاً۔(8) امام کے فرض میں ہونے کے وقت نماز طواف کا پہلے تین اوقات میں پڑھنا بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے اور بقیہ پانچ اوقات میں علامہ سید احمد حموی کے قول (فی شرح الکنز) کے مطابق مکروہ تحریمی ہے اور محدث ملا علی قاری کے شرح المناسک سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(العروۃ فی الحج والعمرۃ ج 1 ص 139 دار الاسلام نوری مسجد دکان نمبر 9، کراچی)

④ آٹھ ذوالحجہ کو یوم ترویہ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس شب کو دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل کو کہہ رہے ہیں کہ بیٹے اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے ذبح کروں جب صبح ہوئی سارا دن شک میں رہے اور سوچتے رہے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف سے اس وجہ سے اس کا نام سے یوم ترویہ رکھا گیا پھر جب شام ہوئی تو پھر اس طرح خواب دیکھی پھر پہچان لیا کہ یہ منجانب اللہ ہے اس وجہ سے اس کو یوم عرفہ کہا گیا ہے پھر تیسری رات بھی اسی طرح خواب دیکھی پھر وہ سمجھ گئے کہ قربانی کرنی ہے اس لئے دس ذوالحجہ کو یوم نحر کہا جاتا ہے اور بعض علماء نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر اترے جو ہند میں نعمان نامی پہاڑ پر واقع ہے پھر حضرت حوا علیہما السلام آپ کی پسلی سے پیدا ہوئیں چونکہ دونوں کی ملاقات نو ذوالحجہ کو ہوئی اس لئے اس کا نام عرفہ رکھا گیا یعنی ایسا دن جس میں ایک دوسرے کی دونوں نے پہچان کر لی تھی۔

(البنایہ ج 4 ص 92 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

فائدہ عظیمہ: امام یہ خطبہ دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے بغیر ظہر کی نماز کے بعد دے گا جس میں لوگوں کو منی کی طرف نکلنے کے احکام بیان کرے گا کہ منی میں مسجد خیف کے قریب تم نے اترنا ہے منی میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور اگلے دن کی صبح کی نماز پڑھنی ہے لیکن اگر رات مکہ میں گذار دی اور نماز بھی منی میں پڑھ لیں تو بھی جائز ہے، کیونکہ منی منیۃ کا معنی موت ہوتا ہے کیونکہ حیوانات کی وہاں قربان گاہ ہے گویا ان کو موت کی طرف چلایا جاتا ہے اس لئے منی کہا جاتا ہے۔ (البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

④ کیونکہ اس میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عملاً اتباع ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وقوف عرفہ حج کے فرائض میں سے ہے جس جگہ بھی چاہے ٹھہر جائے فرض ادا ہو جائے گا اس لئے ہمارے کئی اساتذہ انما الاعمال بالنیات کا ترجمہ کرتے تھے کہ اکثر اعمال کے ثواب کا دارومدار نیت پر ہے کیونکہ وقوف عرفہ بلا نیت محض گذرنے وہاں ٹھہرنے سے بھی ادا ہو جاتا ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 192 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

⑤ ایک اذان دو اقامتوں کا تسلسل آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس سے چلا آ رہا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی اسی طرح ہے اذان اور اقامت پہلے ظہر کے لئے پھر عصر کے لئے فقط اقامت کہی جائے گی کیونکہ عصر کو اپنے وقت میں نہیں پڑھا جا رہا کیونکہ اگر اقامت نہ کہی جائے تو لوگ نفل سمجھ لیں گے اور نفل نہ تو امام کے ساتھ جائز ہیں اور نہ ہی دو نمازوں کے درمیان ہے کیونکہ عصر تو اس لئے جلدی پڑھی جا رہی ہے تاکہ وقوف عرفات کے لئے مکمل فارغ ہو جائے۔

تنبیہ اہم: عرفات میں امام کا خطبہ نہیں خطبہ کے بعد نماز ظہر اور عصر ادا کرتے ہیں آج کل وہاں کے امام چونکہ مقیم ہوتے ہیں اور وہ ظہر اور عصر کی نمازوں کو قصر پڑھتے ہیں ہم حنفیوں کے نزدیک مقیم کے لئے چونکہ قصر جائز نہیں لہٰذا نماز اپنے اپنے خیموں میں جماعت کے ساتھ پڑھیں اور یہ بھی ذہن میں رکھیں اپنے خیموں میں جماعت کرائیں، اکیلے پڑھیں ظہر اور عصر اپنے اپنے وقت میں پڑھنا ہوگی اور نمازوں کی سنتیں اپنی اپنی جگہ پڑھنا ہوں گی۔ (حوالہ نمبر 1۔ الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 193 مکتبہ حقانیہ، پشاور۔ حوالہ نمبر 2۔ گلدستہ حج در گلستان شریعت ص 8 مطبوعہ جامع مسجد حنیفہ عزیز روڈ مصری شاہ، لاہور)

وَمَنْ صَلَّى الظُّهْرَ فِيْ رَحْلِهٖ وَحْدَهٗ صَلّٰى كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا فِيْ وَقْتِهَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا الْمُنْفَرِدُ ثُمَّ يَتَوَجَّهُ اِلَى الْمَوْقِفِ فَيَقِفُ بِقُرْبِ الْجَبَلِ وَ عَرَفَاتٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ اِلَّا بَطْنَ عُرَنَةَ وَ يَنْبَغِيْ لِلْاِمَامِ اَنْ يَّقِفَ بِعَرَفَةَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَ يَدْعُوْا وَ يُعَلِّمَ النَّاسَ الْمَنَاسِكَ۔

ترجمہ: جس نے پالان میں اکیلے نماز پڑھی تو ہر ایک (ظہر+عصر) کو اپنے اپنے

وقت مقررہ میں امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک پڑھے گا① جب کہ صاحبین کے نزدیک اکیلا بھی دونوں نمازوں کے درمیان اکٹھ کرے گا② پھر موقف کی طرف رُخ توجہ کرے پھر جبل رحمت کے پاس ٹھہرے یوں تو سارے کا سارا عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے سوائے وادی عرفہ ③ کے اور امام کے لئے مناسب ہے کہ وہ عرفہ میں کجاوے (سواری کے اوپر ٹھہرے اور دعا کرتا رہے ④ اور لوگوں کو حج کے طریقے مناسک سکھاتا رہے⑤

① اصل مسئلہ مع الاختلاف سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو نمازوں کو یعنی ظہر+عصر یا مغرب+عشاء کو اکٹھے کر کے پڑھنے کی پانچ شرائط ہیں۔(1) وقت کی یعنی ظہر عصر میں جمع تقدیمی اور مغرب عشاء میں جمع تاخیری۔(2) مکان یعنی عرفات کا میدان ہو۔ (3) حالتِ احرام میں ہو۔(4) امام اکبر کی اقتداء میں۔ (5) جماعت کے ساتھ پڑھی جائیں جب کہ صاحبین کے نزدیک امام اکبر اور جماعت شرط نہیں ہے اب اصل مسئلہ سمجھیں امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکیلا پڑھنے کی صورت میں ہر نماز کو اپنے اپنے وقت پر پڑھا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔ ترجمہ: بلاشبہ مؤمنوں پر نماز وقت مقررہ پر لازم کی گئی ہے (سورۃ النساء پارہ نمبر 5 رکوع نمبر 12 آیت نمبر 103) ترجمہ: بلاشبہ نماز ایسا فریضہ ہے جو مومنوں پر وقت مقررہ پر لازم کیا گیا ہے۔ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نماز کو اپنے اپنے وقت میں پڑھا جائے گا بغیر مجبوری کے تقدیم و تاخیر نہ ہوگی لیکن پیچھے امام صاحب اور صاحبین کے نزدیک تقدیم و تاخیر کی شرائط ہیں اگر وہ پائی گئی تو ٹھیک ورنہ نہیں اس لئے اب کجاوے میں اکیلے نماز پڑھے لہٰذا ظہر ظہر میں اور عصر عصر میں پڑھی جائے گی یوں ہی مغرب و عشاء کا حکم ہوگا اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جمع بین الصلوٰتین کی کثیر روایات ہونے کے ساتھ ساتھ اصل حکمت یہ تھی کہ وقوف عرفہ لمبا ہو جائے اور منفرد اس کا زیادہ محتاج ہوتا ہے لہٰذا اگر ہر نماز کو اپنے اپنے وقت میں پڑھا گیا تو وقوف عرفات کی طوالت میں خلل آئے گا کیونکہ شریعت نے وقوف کو شروع سے آخر تک متصل قرار دیا تاکہ فضیلت حاصل ہو جائے امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا عصر کو اس کے وقت سے پہلے پڑھنا اس لئے ہوتا ہے تاکہ جماعت کے ساتھ اس کی حفاظت ہو اس لئے نہیں کہ وقوف عرفہ لمبا ہو جائے کیونکہ جب سارے موقف میں بکھر جائیں اب ان کے لئے اکٹھ مشکل ہو جائے گا اس لئے نماز اور وقوف عرفہ میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 376 تا 377 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② یعنی امام موقف یعنی وقوف عرفہ کی طرف توجہ کرے پھر بہتر ہے اس پہاڑ کے پاس ٹھہرے جیسے جبل رحمت، جبل الدعاء اور موقف اعظم کہا جاتا ہے اور یہ موقف سارے انبیاء علیھم السلام کا رہا ہے بہتر وقت عصر کے بعد کا ہے پھر قبلے کی طرف منہ کرکے یوں دعا مانگے جیسے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مروی ہے کہ آپ یوں دعا مانگتے تھے جیسے مسکین کھانا مانگتا ہے قیام وقعود دونوں طرح وقوف جائز ہے لیکن قیام بہتر ہے اور اس دوران تلبیہ، استغفار درود وسلام کی کثرت کرتا رہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام جمرۃ عقبہ پہنچنے سے پہلے پہلے ہمیشہ تلبیہ کرتے رہے اور یہ دن پورے سال کے دنوں سے افضل ہیں۔ (البنایہ ج2 ص104 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ عرفہ یہ عرفات کی سب سے نشیبی جگہ میں وادی ہے جو شیطان کی خصوصی بیٹھک گاہ ہے اس لئے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عرفات سارے کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے سوائے وادی عرفات کے عرفہ کے اوپر تنوین مت پڑھیں کیونکہ یہ تانیث اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے، لہٰذا بری جگہوں سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نفرت فرماتے تھے اس لئے مفصل حکم جاری فرمایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ عرفہ کی ہر جگہ ٹھہرنے کی ہے اور دور رہو وادی عرفہ سے اور سارا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے لیکن وادی محسر سے دور رہو اور منیٰ سب کا سب قربان گاہ ہے سوائے وادی عقبہ کے۔ (البنایہ ج4 ص105 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ یعنی مضبوط اونٹ پر کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام قصویٰ نامی اونٹنی پر ٹھہرے رہے کیونکہ امام اونچے جانور پر ہوگا تو سب کو نظر آئے گا اسکو دیکھ کر لوگ بھی دعا کریں گے لیکن اگر وہ قدموں میں بیٹھ گیا تب بھی مقصود حاصل ہو گیا لیکن قیام افضل ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص378 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑤ یعنی دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرکے دعا مانگے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام عرفہ والے دن ہاتھوں کو آسمان کی طرف یوں بلند کرتے جیسا کہ مسکین کھانے کا سوال کرتا ہے غروب آفتاب تک وہاں ٹھہر کر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ اور درود وسلام کی کثرت کرتا رہے اپنی حاجات کا سوال کرتا رہے کیونکہ یہ مقام دعا کی قبولیت والے مقامات میں سے ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالہ سابقہ)

وَيُسْتَحَبُّ اَنْ يَغْتَسِلَ قَبْلَ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ وَ يَجْتَهِدَ فِي الدُّعَاءِ فَإِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَفَاضَ الْإِمَامُ وَالنَّاسُ مَعَهٗ عَلٰى هِيْنَتِهِمْ حَتّٰى يَاْتُوا الْمُزْدَلِفَةَ فَيَنْزِلُوْنَ بِهَا

وَالْمُسْتَحَبُّ يَنْزِلُوْا بِقُرْبِ الْجَبَلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْمِيْقَدَةُ يُقَالُ لَهٗ قُزَحُ وَ يُصَلِّى الْإِمَامُ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فِىْ وَقْتِ الْعِشَاءِ بِاَذَانٍ وَّ اِقَامَةٍ وَّمَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ فِى الطَّرِيْقِ لَمْ يَجُزْ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ فَاِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى الْإِمَامُ بِالنَّاسِ الْفَجْرَ بِغَلَسٍ ثُمَّ وَقَفَ الْإِمَامُ وَوَقَفَ النَّاسُ مَعَهٗ فَدَعَا وَ الْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ اِلَّا بَطْنَ مُحَسِّرٍ۔

ترجمہ: مستحب ہے عرفہ میں ٹھہرنے سے پہلے غسل کر لینا① اور خوب گڑگڑا کر دعا مانگے② پھر سورج کے ڈوبنے کے وقت امام عرفہ سے واپس پلٹے اور لوگ بھی اس کے ساتھ پُروقار طریقے سے واپس پلٹیں یہاں تک کہ مزدلفہ کو آئیں③ پھر وہاں ہی قیام کریں اور مستحب عمل ہے کہ اس پہاڑ پر ٹھہریں④ جس پر میقدہ ہے اور اسے قزح کے ساتھ موسوم کیا جاتا ہے اور امام لوگوں کو مغرب اور نماز عشاء عشاء کے وقت⑤ میں پڑھائے ایک اذان اور ایک تکبیر کے ساتھ اور جس نے نماز مغرب مزدلفہ کے راستے میں پڑھی تو یہ طرفین کے نزدیک جائز نہ ہوئی⑥ پھر جب طلوع فجر ہوا امام لوگوں کو نماز فجر اندھیرے میں پڑھائے⑦ پھر امام اور مقتدی امام کے ساتھ وہاں ٹھہر جائیں اور دعا کرتے رہیں مزدلفہ سوائے وادی محسر کے سب ٹھہرنے کی جگہ ہے⑧

① یعنی سنت ہے کیونکہ ہر سنت مستحب ہو سکتی ہے اور اس کا عکس نہیں ہو سکتا بعض نسخوں میں لَيْسَ وَاجِبٌ ہے اس صورت میں ان لوگوں کے وہم کا ازالہ ہوگا جن لوگوں نے کہا کہ غسل کرنا سنت مؤکدہ ہے جو واجب کی قوۃ میں ہے، اور اگر فقط وضوء کیا تب بھی جائز ہے جیسا کہ جمعہ اور عیدین کی نماز میں اور احرام کے باندھنے کے وقت یہ سب عبادات قرائن ہیں کہ غسل لازمی نہیں۔

(البنایہ ج4 ص108 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② یعنی خوب محنت سے گریہ زاری کرے کیونکہ حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرفہ کی صبح امت کی بخشش کے لئے دعا کی تو دعا قبول کر لی گئی اور امت

کی بخشش کر دی گئی سوائے ظلم کرنے والوں کے فرمایا ظلم کرنے والوں کی میں پکڑ کروں گا عرض کی اے رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت دے دے اور ظالم کی بخشش کر دے شام تک آپ دعا میں کوشش کرتے رہے دعا قبول نہ ہوئی پھر جب مزدلفہ کی صبح ہوئی آپ نے دوبارہ دعا کی تو آپ نے جو مانگا وہ عطا کر دیا گیا پھر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبسم فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا آپ اس گھڑی کیوں مسکرا رہے ہیں؟ وہ ذات جس نے آپ کو ہنسایا وہ آپ کو آزماتا رہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا دشمن ابلیس اس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول فرما کر میری امت کی بخشش کر دی تو اس نے مٹی کو لے کر سر پر ڈالا اور خوب واویلہ کرنے لگا تو مجھے اس کی بے صبری کی وجہ سے ہنسی آئی۔ (البنایہ ج4 ص109 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ یعنی جب عرفہ والے دن سورج غروب ہو تو امام مزدلفہ کی طرف واپس پلٹے جس طرح قرآن مجید میں ہے فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ الخ (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 9) (لیکن جلدی نہ کرے بلکہ متانت اور سنجیدگی کے ساتھ کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ السلام کا فرمان ہے کہ گھوڑوں کو تیز دوڑانے اور آزاد چھوڑ دینے میں کوئی نیکی نہیں ہے بلکہ تم پر سکون اور سنجیدگی لازم ہے اور مزدلفہ میں آ جائے کیونکہ غروب آفتاب کے بعد آنے میں مشرکین کی مخالفت ہے کیونکہ وہ مغرب سے پہلے آتے تھے۔

(البنایہ ج4 ص112 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ المیقدہ اس کا معنی بیٹری بھی ہوتا ہے اور یہاں اس کا معنی ہے آگ جلانا، یا آگ جلنے کی جگہ زمانہ جاہلیت میں اس پہاڑ کے قریب آگ جلائی جاتی تھی اسی طرح قزح بھی ایک پہاڑ کا نام ہے اس کے کئی معانی ہیں جن میں سے ایک معنی راستہ اور رنگ ہے ممکن ہے کہ یہ رنگ برنگا راستے والا تھا اس لئے اس کو قزح کہا گیا ہے اور یہ عدل اور علیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے لہٰذا اس پر تنوین اور کسرہ نہ پڑھا جائے کئی نسخوں پر تنوین ڈالی گئی ہے جو کہ غلط ہے۔ (البنایہ ج4 ص114 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ابوداؤد کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس ٹھہرتے تھے اور قزح پہاڑ کے اوپر جب ٹھہرتے تو فرماتے یہ ٹھہرنے کی جگہ ہے اور سارے کا سارا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے اور راستے میں آپ پڑاؤ ڈالنے سے بچتے تھے تا کہ گذرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔

⑤ عشاء کے وقت میں مغرب پڑھیں گے اور راستے میں مغرب پڑھنا جائز نہیں ہے مغرب کو مؤخر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا اور ہم عرفات سے مزدلفہ کی طرف جا رہے تھے آپ ایک وادی سے اترے

قضائے حاجت کی اور مکمل وضوء آپ نے نہیں فرمایا میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں نماز نہ پڑھ لیں آپ نے فرمایا نہیں نماز آگے پڑھیں گے، باقی رہا ایک اذان اور ایک اقامۃ کا تو اس کی وجہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا کیا اور عقل کا تقاضا بھی ہے کہ عشاء اپنے وقت میں پڑھی جارہی ہے لہٰذا اذان واقامت کی ضرورت نہیں بخلاف عرفہ والے دن عصر کی نماز کے کہ وہ اپنے وقت میں نہیں پڑھی جارہی اور ان دونمازوں کے درمیان نفل نہ پڑھے ورنہ اجماع اور دونوں کو جمع کرنا ختم ہو جائے گا اگر نفل یا کسی اور کام میں مصروف ہو گیا تو اقامت کا اعادہ کرے۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص195 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

⑥ اگر مغرب کی نماز راستے میں یا عرفہ میں پڑھی تو طرفین کے نزدیک جائز نہ ہوگی اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جائز ہوگی کیونکہ اس نے مغرب کو اپنے وقت میں ادا کیا ہے ہماری یعنی طرفین کی دلیل وہی حضرت اسامہ والی روایت ہے اور طلوع فجر سے پہلے پڑھ سکتا ہے طلوع فجر کے بعد اس کی قضا نہ ہوگی کیونکہ ان دونوں کے اجتماع کا وقت یہی دن ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص196 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

⑦ یعنی یوم نحر کی صبح امام اندھیرے میں نماز پڑھائے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ السلام نے اندھیرے میں نماز فجر پڑھائی تھی نیز اس لئے بھی تا کہ جلد وقوف اور دعا کے لئے فارغ ہو جائے۔

نکتہ: یہاں فجر کی نماز کو مقدم کیا کیونکہ وقوف میں مشغولیت ہوتی ہے جیسا کہ نماز عصر میں مقدم یعنی ظہر کے وقت میں ادا کیا کیونکہ وقوف عرفہ کی حاجت ختم ہوگئی پھر وہاں ٹھہر کر جو دعا چاہیں مانگیں فتاوی النوازل میں ہے کہ مزدلفہ میں یوں دعا مانگے جیسے عرفہ میں مانگی تھی اَللّٰهُمَّ حَرِّمْ لَحْمِيْ وَ شَعْرِيْ وَ دَقِّيْ وَ عَظْمِيْ وَ جَمِيْعِ جَوَارِحِيْ مِنَ النَّارِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ ترجمہ: اے اللہ تو میرا گوشت اور بال اور میری ہڈی اور میرے تمام اعضاء دوزخ پر حرام کردے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔ (البنایہ ج4 ص122 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑧ یہ ایک مزدلفہ کی بائیں جانب وادی ہے جس میں شیطان نے ٹھہر کر حسرت کا اظہار کیا تھا اور بعض نے کہا یہ مزدلفہ اور منی کے درمیان میں ایک وادی ہے جسے وادی النار بھی کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک آدمی نے شکار کیا تھا آسمان سے آگ اتری اور اس کو جلا دیا اور حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس میں جلدی سے گذر جانا چاہیے کہ اس میں عیسائی لوگوں کی مخالفت ہے

2 کیونکہ وہ اس میں ٹھہرتے تھے۔ (البنایہ ج2 ص128 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ثُمَّ اَفَاضَ الْاِمَامُ وَالنَّاسُ مَعَهٗ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ حَتّٰی يَاْتُوْا مِنٰی فَيَبْتَدِاُ بِجَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيْهَا مِنْ بَطْنِ الْوَادِیْ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ مِّثْلِ حَصَاةِ الْخَذْفِ وَ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ وَّلَا يَقِفُ عِنْدَهَا وَ يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ مَعَ اَوَّلِ حَصَاةٍ ثُمَّ يَذْبَحُ اِنْ اَحَبَّ ثُمَّ يَحْلِقُ اَوْ يُقَصِّرُ وَالْحَلْقُ اَفْضَلُ وَقَدْ حَلَّ لَهٗ كُلُّ شَیْءٍ اِلَّا النِّسَاءَ۔

ترجمہ: پھر امام اور اس کے ساتھ عوام لوٹے سورج کے طلوع ہونے سے پہلے پہلے بالآخر وہ منی میں آجائیں ① پھر جمرہ عقبیٰ سے کنکریاں ماریں اور جمرہ عقبیٰ کی رمی بطن وادی سے شروع کرے سات کنکریوں کے ساتھ اور وہ کنکری ٹھیکری کی مانند ہو اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتا جائے اور آخری (پچھلا) جمرہ اس کے پاس ٹھہرے گا نہیں اور پہلی کنکری مارنے کے ساتھ ہی تلبیہ ختم کردے گا پھر اگر اسے پسند ہو تو جانور کو ذبح کرے ② پھر حلق یا قصر کرائے لیکن حلق کرانا افضل ہے ③ اب اس کے لئے ہر چیز حلال ہو گئی سوائے عورت ④ کے ساتھ ہم بستری کرنے کے۔

① کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی طرح کیا اور پروقار طریقے سے چلے جب وادی محسر میں پہنچے تو جلدی دوڑے پھر رمی دونوں طرح جائز ہے سواری پر بھی اور پیدل بھی پھر جب منیٰ میں آئے اب جمرات تین طرح کے ہیں (۱) جمرہ اولی (پہلا) (۲) جمرہ وسطی (درمیانہ) (۳) جمرۃ عقبیٰ (سب سے بڑا اور آخری) اب منی میں پہنچ کر شیطان کو کنکری مارے پہلے دن سب سے بڑے کو کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام جب منیٰ میں تشریف لائے تھے تو آپ کسی چیز پر نہ چڑھے یہاں تک کہ آپ نے بڑے جمرے کو سات کنکریاں ماری اور پہلی کنکری کے مارنے کے وقت ہی آپ نے تلبیہ ختم کر دیا اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے پھر آپ نے قربانی کی پھر حلق کروایا پھر مکہ میں تشریف لائے تو بیت اللہ شریف کا طواف کیا او بطن وادی کی نچلی جانب سے اوپر کو اس طرح کنکری مارے کہ منی دائیں طرف ہو اور کعبۃ اللہ شریف بائیں جانب ہو اور ایسی جگہ ٹھہرے جہاں سے وہ کنکری کے گرنے کی جگہ کو دیکھ لے

اور کنکری ٹھیکری یا لوبیے جتنی ہونی چاہئے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چچا فضل ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یوم نحر کی صبح کو ارشاد فرمایا تھا کہ میرے پاس سات کنکریاں لاؤ جو ٹھیکری کی مانند ہوں وہ لائے تو پھر آقا علیہ الصلوٰۃ السلام نے ان کو الٹ پلٹ کیا اور فرمایا اس کی مثل کنکریاں ہونی چاہیے اور اس میں غلو نہیں ہونا چاہیے۔

طریقہ: کنکری کو شہادت والی انگلی میں لے کر اس کے اوپر انگوٹھا رکھیں پھر ماریں اگر کسی نے ٹھیکری یا لوبیا کے دانے سے بڑی یا چھوٹی ماردی تب بھی جائز ہے کیونکہ مقصود رمی ہے اور وہ پائی گئی ہے اور رمی مارتے وقت یوں کہے بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ شیطان اور اس کی اولاد کو خاک میں ملانے کے لئے۔
(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص197 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

② احب کے لفظ اس لئے ہیں کہ وہ مسافر ہے اور یہ حج مفرد ہے اس پر قربانی واجب نہیں۔
(الاختیار بحوالہ سابقہ)

③ حلق اور قصر دونوں کا ذکر قرآن مجید میں ہے مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ (سورۃ الفتح پارہ نمبر 26 رکوع نمبر 12 آیت نمبر 27) لیکن ان دونوں میں سے حلق افضل ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ السلام نے دعا فرمائی اے اللہ حلق کرانے والوں کی بخشش فرما پھر قصر والوں کے متعلق عرض کیا گیا پھر آپ نے حلق والوں کو ہی دعا دی ہے پھر تیسری مرتبہ بھی آپ نے حلق والوں کو دعا دی ہے پھر چوتھی مرتبہ آپ نے قصر والوں کو دعا دی اور اگر اس کے سر پر بال نہ ہوں پھر بھی حلق والوں کے ساتھ مشابہت قائم کرنے کے لئے استرا پھیر لے اور حلق کراتے وقت بہتر ہے کہ یہ دعا مانگے۔
اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ نَاصِيَتِىْ بِيَدِكَ فَا جْعَلْ لِّىْ بِكُلِّ شَعْرَةٍ نُوْرًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔
ترجمہ: اے اللہ میری یہ پیشانی تیرے قبضہ قدرت میں ہے تو ہر بال کے بدلے قیامت والے دن روشنی کو بنادینا (پیدا کردینا) اے رحم کرنے والے۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص198 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

④ یعنی ہم بستری اور اس کے متعلقات مثلاً چھونا یا بیوی کو بوسہ دینا کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اب اس کے لئے بیوی سے ہم بستری کے علاوہ دیگر تمام معاملات حلال ہیں۔
(الجوہرۃ النیرۃ ج1 ص383 مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور)

ثُمَّ يَاْتِىْ مَكَّةَ مِنْ يَّوْمِهٖ ذٰلِكَ اَوْمِنَ الْغَدِ اَوْمِنْ بَعْدِ الْغَدِ فَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ طَوَافَ الزِّيَارَةِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ فَاِنْ كَانَ بَيْنَ

الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَقِيْبَ طَوَافِ الْقُدُوْمِ لَمْ يَرْمُلْ فِيْ هٰذَا الطَّوَافِ وَلَا سَعْيَ عَلَيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ قَدَّمَ السَّعْيَ رَمَلَ فِيْ هٰذَا الطَّوَافِ وَ يَسْعٰى بَعْدَهٗ عَلٰى مَا قَدَّمْنَاهُ وَ قَدْحَلَّ لَهُ النِّسَاءُ وَ هٰذَا الطَّوَافُ هُوَ الْمَفْرُوْضُ فِي الْحَجِّ وَ يُكْرَهُ تَاْخِيْرُهٗ عَنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ فَاِنْ اَخَّرَهٗ عَنْهَا لَزِمَ دَمٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رحمة الله عليه وَقَالَا رحمهما الله تعالٰى عليهما لَا شَيْءَ عَلَيْهِ ـ

ترجمہ: پھر اسی دن (10 ذوالحج) اس سے اگلے (دوسرے) دن یا اس سے اگلے 3 دن مکہ میں آئے پھر بیت اللہ شریف کا سات چکر طواف زیارت کرے① پھر اگر وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر چکا تھا تو اب طوافِ قدوم کے بعد اس طواف میں نہ تو رمل کرے نہ اس پر سعی لازم ہے② اور اگر اس نے سعی نہیں کی تھی اب اس طواف میں سعی کو مقدم بھی کرے گا اور اس طواف میں رمل بھی کرے گا اور اس کے بعد سعی بھی کرے گا اس بناء پر جو ہم پہلے بیان کر چکے اب اس طواف کے بعد بیویوں کے ساتھ اس کا ہم بستری کرنا حلال ہوگا یہ وہ طواف ہے جس کو حج میں فرض قرار دیا گیا ہے③ اور ان دنوں سے (10,11,12) سے اس کو (طوافِ زیارة) کو مؤخر نہ کرے یہ مکروہ ہوگا پھر اگر ان مذکورہ دنوں سے مؤخر کیا تو امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک دم اور صاحبین کے نزدیک کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔

① یعنی حج افراد کرنے والا یوم نحر یعنی دس ذوالحجہ کو یا اس کے بعد یعنی گیارہ کو یا تیسرے دن یعنی بارہ (۱۲) ذوالحجہ کو آ کر طواف زیارة کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بھی فرمان ہے وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (سورة الحج پارہ نمبر 17 رکوع نمبر 11 آیت نمبر 29) ترجمہ: کہ تم بیت اللہ شریف کا طواف کرو نیز روایت میں ہے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب جمرات کو کنکریاں ماری پھر آپ حلق کرا کے خانہ کعبہ شریف کی طرف لوٹے تو آپ نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا پھر آپ واپس منیٰ تشریف لائے اور منیٰ میں ظہر کی نماز ادا فرمائی۔

(۲) دونوں صورتوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ سعی اور رمل فقط شرعاً ایک ہی مرتبہ ثابت ہے اس میں تکرار نہیں ہے علامہ بدر الدین علیہ الرحمۃ قاعدہ کلیہ بیان فرماتے ہیں اَنَّ کُلَّ طَوَافٍ بَعْدَہٗ سَعْیٌ فَفِیْہِ رَمَلٌ وَ کُلُّ طَوَافٍ لَا سَعْیَ بَعْدَہٗ فَلَا رَمَلَ فِیْہِ۔ ترجمہ: ہر ایسا طواف جس کے بعد سعی ہو اس میں رمل ہے اور ہر ایسا طواف جس کے بعد سعی نہ ہو تو اس میں رمل یعنی پہلوانوں کی طرح سینہ تان کر دوڑنا ہوگا۔

(۳) یعنی یہ طواف حج کا رکن اور فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا خود حکم دیا وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ (تخریج پچھلے صفحہ پر ہے) اہل حجاز اسی کو طواف افاضہ اور اہل عراق اس کو طواف زیارت کہتے ہیں اس کا نام طواف یوم النحر اور اسی کا نام طواف رکن بھی ہے۔ اس طواف کا وقت ایام نحر (10,11,12) ہے اگر کسی نے ان دنوں سے مؤخر کیا تو امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک دم یعنی بطور کفارہ بکری ذبح کرنا لازم ہوگی جب کہ صاحبین نے فرمایا کہ اس پر کوئی دم وغیرہ لازم نہ ہوگا صاحبین فرماتے ہیں کیونکہ جو چیز فوت ہوئی تھی اس کو اس نے پالیا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جس نے کسی فرض کو دوسرے پر مقدم کیا تو اس پر دم لازم ہے نیز امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے موقف کی تائید عقل سے بھی ہوتی ہے کیونکہ جو چیز جگہ کے ساتھ معین ہے وہ احرام ہے اب اگر اس کو میقات سے مؤخر کیا جائے تو دم لازم آتا ہے اسی طریقے سے جو چیز وقت کے ساتھ معین ہے وقت میں تاخیر کی صورت میں بدرجہ اولیٰ دم لازم ہوگا۔

(حوالہ نمبر 1 البنایہ ج 4 ص 142 تا 146 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، حوالہ نمبر 2 الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 199 مکتبہ حقانیہ، پشاور۔ مکمل اس صفحہ کا استفادہ ان دو کتب سے کیا گیا ہے)

ثُمَّ یَعُوْدُ اِلٰی مِنٰی فَیُقِیْمُ بِهَا فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْیَوْمِ الثَّانِیْ مِنْ اَیَّامِ النَّحْرِ رَمَی الْجِمَارَ الثَّلَاثَ یَبْتَدِئُ بِالَّتِیْ تَلِیَ الْمَسْجِدَ فَیَرْمِیْهَا بِسَبْعِ حَصَیَاتٍ یُّکَبِّرُ مَعَ کُلِّ حَصَاۃٍ ثُمَّ یَقِفُ عِنْدَهَا فَیَدْعُوْ عِنْدَهَا یَرْمِی الَّتِیْ تَلِیْهَا مِثْلَ ذٰلِكَ وَیَقِفُ عِنْدَهَا ثُمَّ یَرْمِیْ جَمْرَۃَ الْعَقَبَۃِ كَذٰلِكَ وَلَا یَقِفُ عِنْدَهَا فَاِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ رَمَی الْجِمَارَ الثَّلَاثَ بَعْدَ زَوَالِ

الشَّمْسِ كَذٰلِكَ وَإِذَا اَرَادَ اَنْ يَّتَعَجَّلَ النَّفْرَ نَفَرَ إِلٰى مَكَّةَ وَإِنْ اَرَادَ اَنْ يُّقِيْمَ رَمَى الْجِمَارَ الثَّلٰثَ فِي الْيَوْمِ الرَّابِعِ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ كَذٰلِكَ فَإِنْ قَدَّمَ الرَّمْيَ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ قَبْلَ الزَّوَالِ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ جَازَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَالَا رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا لَا يَجُوْزُ۔

ترجمہ: پھر منیٰ کی طرف واپس پلٹ کر وہاں قیام کرے ① پھر جب دوسرے دن سورج ڈھل جائے ایام نحر کے دنوں میں تو تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارے مسجد خیف کے متصل سے آغاز کرتے ہوئے ② پھر سات کنکریاں مارے اور ہر ایک کنکری کے ساتھ تکبیر پڑھتا جائے پھر اس جمرہ کے پاس ٹھہرے پھر کھڑے ہو کر دعا مانگے اور تیسرے (آخری) جمرے کے پاس نہ کھڑا ہو نہ دعا کرے (ہجوم سے بچتے ہوئے) پھر جب اگلا دن آئے تو اسی طرح تینوں جمروں کو کنکریاں مارے سورج کے ڈھلنے کے بعد اب اگر اس نے وہاں سے جلدی کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا تو مکہ کی جانب کوچ کر لے اور اگر ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو چوتھے دن میں زوال شمس کے بعد تینوں جمرات کو کنکریاں مارے ③ پھر اگر اس دن رمی کو مقدم کیا طلوع فجر کے بعد اور زوال سورج سے پہلے تو امام صاحب کے نزدیک جائز جب کہ صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے۔

① یعنی طواف زیارت کے بعد مکہ سے واپس منیٰ کو پلٹے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایسا کیا تھا پھر منیٰ میں نماز ظہر ادا کی تھی۔ (البنایہ ج4 ص146 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② مسجد خیف سے متصل سے مراد مسجد ابراہیم علیہ السلام ہے یا اس سے مراد مسجد خیف کی طرح منیٰ میں اونچی جگہ مراد ہے پہلے دوسرے جمرہ کے پاس کنکریاں مار کے ٹھہرے گا لیکن تیسرے کے پاس نہیں ٹھہرے گا کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی طریقہ ہے ان دو جمروں کے پاس کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اور ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سات (7) جگہوں پر رفع یدین کرنے کی اجازت دی ہے جن میں سے دو جمرے بھی ہیں اور اس جگہ پر تمام مومنین مومنات کے لئے

دعا کرے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں دعا کی تھی اے اللہ حاجی کو اور جو اس کے لئے بخشش کی دعا کرے اس کو تو بخش دے، قاعدہ یہ ہے کہ ہر رمی جس کے بعد رمی ہے اس کے بعد ٹھہرے کیونکہ ابھی عبادت کے درمیان میں ہے لہٰذا دعا کرے لیکن جس رمی کے بعد رمی نہیں ہے وہاں نہ ٹھہرے کیونکہ عبادت ختم ہو چکی ہے لہٰذا یوم نحر کو بھی جمرہ عقبہ کے بعد نہ ٹھہرے۔

(البنایہ ج4 ص149 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ زمخشری نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں دو طرح کے لوگ تھے۔(1) کچھ جلدی کو گناہ سمجھتے تھے اور کچھ دیر کو گناہ سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے دونوں سے گناہ کی نفی کرتے ہوئے فرمایا **فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى** (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 9 آیت نمبر 203) ترجمہ: کہ جس نے دونوں میں جلدی کی اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جس نے دیر کی اس پر بھی کوئی گناہ نہیں لیکن افضل قیام ہی ہے کیونکہ روایت میں آتا ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صبر کیا یہاں تک کہ چوتھے دن تینوں جمرات کو کنکریاں مارے زوال سے پہلے لیکن طلوع فجر کے بعد بھی جائز ہے، امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے مذہب کے مطابق اور یہی استحسان اور لوگوں کی سہولت کو مستلزم ہے لیکن صاحبین نے کہا دوسرے دنوں پر قیاس کرتے ہوئے جائز نہیں ہے لیکن صاحبین کا دوسرے اور تیسرے دن پر قیاس کرنا ضعیف ہے کیونکہ ان دنوں میں رمی بالکل جائز نہیں ہے لیکن ان میں زوال الشمس پر تقدیم جائز ہے لہٰذا صاحبین کا قیاس قیاس مع الفارق ہے۔

(البنایہ ج4 ص152 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَيُكْرَهُ اَنْ يُّقَدِّمَ الْاِنْسَانُ ثَقْلَهٗ اِلٰى مَكَّةَ وَ يُقِيْمَ بِهَا حَتّٰى يَرْمِيَ فَاِذَا نَفَرَ اِلٰى مَكَّةَ نَزَلَ بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ لَا يَرْمُلُ فِيْهَا وَ هٰذَا طَوَافُ الصَّدْرِ وَهُوَ وَاجِبٌ اِلَّا عَلٰى اَهْلِ مَكَّةَ ثُمَّ يَعُوْدُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَدْخُلِ الْمُحْرِمُ مَكَّةَ وَ تَوَجَّهَ اِلٰى عَرَفَاتٍ وَّوَقَفَ بِهَا عَلٰى مَا قَدَّمْنَاهُ سَقَطَ عَنْهُ طَوَافُ الْقُدُوْمِ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِتَرْكِهٖ۔

ترجمہ: اور مکروہ ہے کہ انسان اپنے بوجھل سامان کو مکہ کی طرف بھیجے اور آپ منی میں ٹھہرا رہے تا کہ رمی کرے ① پھر جب مکۃ المکرّمہ کی طرف کوچ کرے تو پڑاؤ

ڈالے وادی محصب میں[۲] پھر بیت اللہ شریف کا سات چکر طواف کرے لیکن ان چکروں میں رمل نہ کرے اور یہ طواف صدر کہلاتا ہے[۳] اور یہ فقط مکہ والوں پر واجب ہے پھر اپنے گھر کی طرف لوٹے اگر محرم مکہ میں داخل نہ ہوا اور عرفات کی طرف اس نے رُخ توجہ کیا اور وہاں اس نے وقوف اس طرح کیا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں تو اس سے طواف قدوم ساقط ہوگا اور اس کے چھوڑنے کی وجہ سے اس پر کوئی دم وغیرہ لازم نہ ہوگا[۴]

① لفظ ثَقل ثاء اور قاف کی زبر کے ساتھ ہے اس کا معنی سامان اور خادم وغیرہ ہیں روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس عمل سے منع کرتے تھے اور اس کا ادب سکھاتے تھے اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایسا نہ کرے کیونکہ لازمی دل اس طرف مشغول ہوگا لہٰذا رمی کو مکمل کرنے کی رکاوٹ بنے گا اور رمی سنت ہے اسی لئے فقہاء نے منع فرمایا کہ کوئی نماز پڑھتے ہوئے اپنے پیچھے جوتا وغیرہ رکھے کیونکر دل ادھر متوجہ ہو جائے گا پھر صحیح طریقے سے عبادت کے لئے فارغ نہ رہے گا، لہٰذا ہر ایسے کام سے دور رہے جو اس کے خشوع وخضوع کو پامال کرے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص388 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② اسی وادی کو الابطح کہا جاتا ہے اس میں ٹھہرنا سنت ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں ارادۃً ٹھہرے اسی طریقے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص200 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

③ اس طواف کو طواف وداع بھی کہا جاتا ہے طواف صدر اس لئے کیونکہ اس کا معنی لوٹنا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ بندہ چونکہ مکہ سے واپس پلٹتا ہے اور اس کا نام طواف وداع (واؤ کی زبر کے ساتھ) اس لئے رکھا جاتا ہے کہ اس کے ذریعے بندہ مکہ کو الوداع کہہ کر واپس پلٹتا ہے اور یہ طواف آفاقی یعنی باہر سے آنے والوں پر ہے اہل مکہ پر لازمی نہیں کیونکہ انہوں نے وہاں ہی رہنا ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے اس گھر کا طواف کیا اس کو چاہیے کہ وہ اس کو آخری طواف سمجھے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص210 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

④ اس طواف میں دم لازم نہ آئے گا کیونکہ طواف قدوم کا وقت حج کی ابتداء میں تھا باقی افعال کے شروع کرنے سے پہلے پہلے اور قاعدہ یہ ہے کہ سنت جب اپنے وقت سے رہ جائے تو اس کی قضا نہیں کی جاتی لہٰذا اس طواف کی قضا نہ ہوگی۔ (البنایہ ج4 ص164 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَمَنْ اَدْرَكَ الْوُقُوْفَ بِعَرَفَةَ مَا بَيْنَ زَوَالِ الشَّمْسِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ اِلٰى طُلُوْعِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ فَقَدْ اَدْرَكَ الْحَجَّ وَ مَنْ اِجْتَازَ بِعَرَفَةَ وَهُوَ نَائِمٌ اَوْ مُغْمِيٌّ عَلَيْهِ اَوْلَمْ يَعْلَمْ اَنَّهَا عَرَفَاتٌ اَجْزَاهُ ذٰلِكَ عَنِ الْوُقُوْفِ وَالْمَرْاَةُ فِيْ جَمِيْعِ ذٰلِكَ كَالرَّجُلِ غَيْرَ اَنَّهَ لَا تَكْشِفُ رَأْسَهَا وَ تَكْشِفُ وَجْهَهَا وَلَا تَرْفَعُ صَوْتَهَا بِالتَّلْبِيَةِ وَلَا تَرْمُلُ فِي الطَّوَافِ وَلَا تَسْعٰى بَيْنَ الْمِيْلَيْنِ الْاَخْضَرَيْنِ وَلَا تَحْلِقُ وَلٰكِنْ تُقَصِّرُ۔

ترجمہ: اور جس نے عرفہ میں ٹھہرنا پالیا سورج کے ڈھلنے سے قربانی والے دن کے طلوع ہونے تک عرفہ کے دن تو اس نے حج کو پالیا① اور جو عرفہ سے تجاوز کر گیا اس حال میں کہ وہ سویا تھا یا اس پر غشی طاری تھی یا اس کے علم میں نہیں تھا کہ وہ عرفات میں ہے تو یہ سب صورتیں وقوف عرفہ کے لئے کافی ہوں گی② اور عورت ان تمام مسائل میں مرد کی طرح ہے سوائے چند مسائل③ کے (1) عورت سر کو ننگا نہ کرے گی بلکہ چہرہ ننگا کرے گی۔ (2) تلبیہ میں آواز کو بلند نہ کرے گی۔ (3) اور طواف میں رمل نہیں کرے گی۔ (4) دو سبز میلوں کے درمیان دوڑ نہیں لگائے گی۔ (5) بالوں کا حلق نہیں کرائے گی بلکہ فقط قصر کرائے گی۔

① قرآن مجید میں اجمال ہے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تفصیل بیان کی ہے جیسا کہ نماز کا قرآن نے حکم دیا تفصیل آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی قرآن نے وَلْيَطَّوَّفُوْا کا حکم دیا ہے اب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا کہ سات چکر ہیں اسی طرح وقوف عرفہ کا ابتدائی وقت آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا کہ زوال کے بعد اور اختتامی وقت شام تک ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام قبہ (خیمہ) میں تھے پھر آپ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر آپ اٹھے آپ نے نماز عصر ادا فرمائی پھر ان دو وقتوں کے درمیان آپ نے نماز نہیں پڑھی پھر آپ اونٹنی پر سوار ہوئے تو موقف میں تشریف لائے، یہ پہلے وقت کا بیان ہے، اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے عرفہ کو رات کے وقت پالیا تو اس نے حج کو پالیا اور جس نے عرفہ کی رات کو فوت کر دیا اس نے

حج فوت کر دیا یہ آخری وقت کا بیان ہے۔ (البنایہ ج4 ص166 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② اس کی وجہ یہ ہے کہ وقوف عرفہ حج کا رکن ہے اور وہ پایا گیا ہے نیز فرمان رسالت بھی ہے مَنْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ۔ ترجمہ: کہ جس نے عرفہ کا وقوف کر دیا اس کا حج مکمل ہو گیا۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص202 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

③ کیونکہ نص قرآن وحدیث مرد و عورت دونوں کو شامل ہے ہاں چند مسائل میں فرق ہے۔ (1) عورت چہرے کو اس لئے ننگا کرے گی کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہوتا ہے۔ (2) تلبیہ میں آواز کو اس لئے اونچا نہ کرے کہ اس کی آواز فتنہ ہے اس لئے حالت نماز میں عورت کو تصفیق جب کہ مردوں کو تسبیح کا حکم دیا گیا۔ (3) طواف میں رمل اور سعی اس لئے نہیں کرے گی کیونکہ عورت کا معنی ہے پردے میں رہنے والی چیز اور رمل اور سعی میں کشف کا احتمال ہے لہٰذا رمل اور سعی نہ کرے بلکہ آہستہ چلے کیونکہ اس میں بھی بے پردگی کا خدشہ ہے۔ (4) اور میلین اخضرین کے درمیان بھی نہ دوڑے اگر چہ حضرت ام ھاجرہ دوڑی تھیں کیونکہ وہ اکیلی تھیں اور اب ہجوم کی وجہ سے بے پردگی کا احتمال ہے۔ (5) اور حلق بھی نہ کرائیں بلکہ تھوڑے سے بال چھوٹے کرائیں کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کو حلق کرانے سے منع فرمایا نیز جیسا مردوں کے حلق میں کلین شیو یعنی داڑھی منڈانا ہے اسی طرح عورتوں کے حق میں بھی یہ مثلہ ہے اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مثلہ شکل بگاڑنا حرام قرار دیا گیا۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص202 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

بَابُ الْقِرَانِ① (حج قران کے مسائل)

اَلْقِرَانُ اَفْضَلُ عِنْدَنَا مِنَ التَّمَتُّعِ وَالْاِفْرَادِ وَ صِفَةُ الْقِرَانِ اَنْ يُّهِلَّ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ مَعًا مِّنَ الْمِيْقَاتِ وَ يَقُوْلَ عَقِيْبَ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهُمَا لِيْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّيْ فَاِذَا دَخَلَ مَكَّةَ ابْتَدَاَ بِالطَّوَافِ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ يَّرْمُلُ فِي الثَّلَاثَةِ الْاُوَلِ مِنْهَا وَ يَمْشِيْ فِيْ مَا بَقِيَ عَلٰى هِيْنَتِهٖ وَ سَعٰى بَعْدَهَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَهٰذَا اَفْعَالُ الْعُمْرَةِ ثُمَّ يَطُوْفُ بَعْدَ السَّعْيِ طَوَافَ الْقُدُوْمِ وَ يَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا

وَالْمَرْوَةِ لِلْحَجِّ كَمَا بَيَّنَّاهُ فِيْ حَقِّ الْمُفْرَدِ۔

ترجمہ: حج قرآن ہمارے احناف کے نزدیک تمتع اور افراد سے افضل ہے① اور اس حج کا طریقہ یہ ہے کہ عمرہ اور حج دونوں کا اکٹھا میقات سے احرام باندھے② اور نماز کے بعد کہے گا، اے اللہ میں حج اور عمرہ دونوں کا ارادہ کر چکا ہوں تو میرے لئے ان دونوں کو آسان فرما اوران دونوں کو میری طرف سے قبول فرما، پھر جب مکۃ المکرمہ میں داخل ہو تو آغاز طواف سے کرے③ پھر بیت اللہ شریف کے سات چکر لگا کر طواف کرے ان میں سے پہلے تین میں رمل کرے گا اور باقی چار میں پروقار طریقے سے چلے گا اور اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا یہ عمرہ کے افعال ہیں④ پھر سعی کے بعد طواف قدوم کرے گا اور صفا اور مروہ کے درمیان حج کی یوں سعی کرے گا جیسا کہ ہم نے حج افراد کے بارے میں بیان کر دی۔

① حج کی تین اقسام ہیں۔ (1) افراد۔ (2) قران۔ (3) تمتع۔ افراد کا معنی اکیلا ہے اگر گھر سے فقط حج کا احرام باندھے تو اس کو حج مفرد کہا جاتا ہے اور اگر حج وعمرہ دونوں کو ایک احرام کے ساتھ ادا کیا جائے تو اس کو قران کہا جاتا ہے یعنی عمرہ کرنے کے بعد سول کپڑوں کا استعمال نہ کرے بلکہ وہی احرام کا لباس ہو اس کو قران کہا جاتا ہے لفیف مقرون بھی اسی سے لیا گیا ہے کیونکہ اس میں دو حرف علت ملے ہوتے ہیں اور اگر پہلے عمرے کا احرام باندھے عمرہ کر کے پھر اس کو کھول دے اور حدود میقات میں وقوف کرے پھر حج کے مہینوں میں حج کا احرام باندھ کر حج پورا کرے اس کو حج تمتع کہا جائے گا تمتع کا معنی ہے فائدہ اٹھانا چونکہ اس نے احرام سے عمرہ کا فائدہ اٹھایا پھر اسی سے ایام حج میں حج کا فائدہ اٹھایا اس کو تمتع کہا جاتا ہے قرآن مجید میں بھی ہے فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ ان تمام قسموں میں حج قرآن افضل ہے پاکستان میں فقط تین بندوں کو اب تک اس کا اعزاز حاصل ہے۔ (1) حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ آف گجرات۔ (2) غزالی زماں کاظمی رحمۃ اللہ علیہ آف ملتان۔ (3) قبلہ علام عبدالعلیم میرٹھی والد گرامی مولانا الشاہ امام احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ آف میرٹھ۔ (انڈیا)

(العروۃ فی الحج والعمرہ ج 1 ص 45 دارالاسلام نوری مسجد کراچی)

② ہمارے احناف کے نزدیک حج قران حج تمتع اور افراد سے افضل ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب کی طرف سے آنے والا آیا اور میں مقام عقیق پر تھا کہنے لگا اس برکت والی وادی میں دو رکعت نماز پڑھیں اور کہیں میں حاضر ہوں حج وعمرہ کے اکٹھے احرام کے ساتھ اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج وعمرہ کا اکٹھا احرام باندھو (حج قران) نیز عقل کا بھی تقاضا ہے کہ یہ افضل ہو کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہے کیونکہ بندہ دائمی حالتِ احرام میں رہتا ہے اور جلدی عبادت بھی کرتا ہے اور حج وعمرہ دونوں میں نسک یعنی قربانی کی ادائیگی ہوتی ہے۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص206 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

فائدہ: امام شافعی کے نزدیک حج افراد افضل ہے اور امام مالک کے نزدیک تمتع قران سے افضل ہے۔ (الجوھرۃ ج1 ص391 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

③ عمرہ کو اس میں دو وجہ سے مقدم کیا (1) اللہ تعالیٰ نے خود مقدم کیا فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 8 آیت نمبر 196) (2) عمرہ کے افعال حج کے افعال پر مقدم ہوتے ہیں اس لئے عمرہ کو مقدم کیا، دعا میں آسانی سے مراد ہے رکاوٹوں کا خاتمہ دعا میں حج کو تبرکا مقدم کیا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 8 آیت نمبر 196) اور جس نے پچھلی بات کو ترجیح دی اس نے کہا کہ افعال عمرہ افعال حج پر مقدم ہوتے ہیں۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص392 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ یعنی افعال عمرہ کو افعال حج پر مقدم کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حج کو غایت اور تمتع میں مقدم ہونا ثابت ہو گیا تو قران میں بھی ایسا ہی ہوگا کیونکہ قران بھی تمتع کے ہم معنی ہے۔ (البنایہ ج4 ص192 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

فَاِذَا رَمَى الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ذَبَحَ شَاةً اَوْ بَقَرَةً اَوْبَدَنَةً اَوْ سُبْعَ بَدَنَةٍ اَوْسُبْعَ بَقَرَةٍ فَهٰذَا دَمُ الْقِرَانِ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ مَا يَذْبَحُ صَامَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ اٰخِرُهَا يَوْمُ عَرَفَةَ فَاِنْ فَاتَهُ الصَّوْمُ حَتّٰى يَدْخُلَ يَوْمَ النَّحْرِ لَمْ يَجْزِهٖ اِلَّا الدَّمُ ثُمَّ يَصُوْمُ سَبْعَةَ اَيَّامٍ اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَاِنْ صَامَهَا بِمَكَّةَ بَعْدَ فَرَاغِهٖ مِنَ الْحَجِّ جَازَ فَاِنْ لَّمْ يَدْخُلِ الْقَارِنُ بِمَكَّةَ وَ تَوَجَّهَ اِلٰى عَرَفَاتٍ فَقَدْ صَارَ رَافِضًا بِعُمْرَتِهٖ بِالْوُقُوْفِ وَ سَقَطَ عَنْهُ دَمُ

الْقِرَانِ وَ عَلَيْهِ دَمٌ لِّرَفْضِ الْعُمْرَةِ وَعَلَيْهِ قَضَاءُ هَا۔

ترجمہ: پھر جب یوم نحر (10 ذوالحجہ) کو رمی کرے تو ایک بکری یا گائے یا اونٹ یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ ذبح کرے تو یہ قران کا دم ادا ہو جائے گا① اگر ذبح کرنے کے لئے کوئی چیز بھی نہ ہو تو حج کے دوران تین دن روزے رکھے② اور آخری اس کا دن عرفہ کا دن یعنی 9 ذوالحج ہے پھر اس نے روزے فوت کر دیئے یہاں تک کہ یوم نحر (10 ذوالحجہ) داخل ہو جائے اب دم کے علاوہ کوئی چیز جائز نہ ہوگی پھر سات روزے رکھے③ جب واپس گھر کی طرف پلٹے اگر اس نے حج سے فراغت کے بعد مکۃ المکرمہ میں روزے رکھ لئے تو بھی جائز ہے اگر حج قران کرنے والا مکہ میں داخل نہ ہوا اور عرفات کی طرف متوجہ ہوا اب یہ وقوف عرفہ کی وجہ سے عمرہ کا تارک ہوا④ اس سے حج قران کا دم تو ساقط ہو گیا لیکن عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے اس پر دم لازم اور عمرہ کی قضا بھی لازم ہوگی⑤

① بکری، گائے، اونٹ میں سے افضل وہ ہوگا جس کا گوشت زیادہ ہو کیونکہ گوشت زیادہ ہونے کی صورت میں فقیروں کو زیادہ نفع پہنچے گا غرضیکہ ان جانوروں میں سے کوئی بھی ذبح کرے نیت عبادت کی ہونی چاہیے یہاں تک کہ اگر اونٹ گائے کی قربانی میں سے کسی ایک کی نیت محض گوشت لینے کی ہوئی تو قربانی جائز نہ ہوگی اور یہ قربانی قران کا دم شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حج کے مہینوں میں ایک سفر میں دو منسک ادا کرنے کی توفیق بخشی۔ (المظہر النوری ج 1 ص 135 مکتبہ امام احمد رضا، راولپنڈی)

② یعنی اگر اس کی ملکیت میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے وہ دم خرید سکے اور نہ ہی دم وغیرہ اس کی اپنی ملکیت میں ہو اب وہ تین دن کے روزے رکھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 8 آیت نمبر 196) اگرچہ وقفہ سے رکھے لیکن آخری دن یوم عرفہ ہونا چاہیے اس طرح کہ سات، آٹھ، نو کو روزہ رکھے اور دیر سے رکھنا مستحب ہے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ اصل پر قادر ہو جائے اور اگر وہ تین روزے یوم عرفہ تک نہ رکھ سکا اب اس کے لئے روزہ رکھنا جائز نہیں بلکہ اصل متعین ہو گیا اور جب اصل متعین ہو گیا اور وہ اس پر قادر نہیں اب اس پر دو دم لازم ہوں گے۔ (المظہر النوری ج 1 ص 135 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

③ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 8

آیت نمبر 196) یعنی جب تم حج کے افعال سے فارغ ہو جاؤ اگر ایک دن ٹھہر کر رکھے تب بھی جائز ہے کیونکہ لگا تار لازم نہیں لیکن افضلیت ضرور ہے۔ (بحوالہ سابقہ)

④ کیونکہ ترتیب یہ ہے کہ پہلے افعال عمرہ بعد میں افعال حج اب اس نے عرفات میں وقوف کیا اب گویا وہ عمرے کو چھوڑنے والا ہوا کیونکہ حج قران کرنے والے پر عمرہ کی ادائیگی محال ہے اب گویا وہ عمرہ کے افعال کی بنیاد حج کے افعال پر قائم کرنے والا ہے اور یہ خلاف شرع ہے کیونکہ اصل ترتیب یہ ہے کہ پہلے عمرہ پھر افعال حج وقوف عرفہ وغیرہ۔ (البنایہ ج4 ص205 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ اس پر دم اس لئے لازم آئے گا کہ اس نے عمرہ شروع کر کے توڑ دیا اس لئے اس پر عمرہ کی قضا لازم ہوگی اب یہ شخص محصر کے مشابہہ ہو گیا کیونکہ مبسوط میں شیخ الاسلام امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ حدیبیہ والے سال جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عمرہ کرنے سے روک دیا گیا تھا تو آپ نے قربانی کے لئے ہدی بھیج دی تھی اور آپ واپس پلٹ پڑے تھے اور آنے والے سال آپ نے عمرہ کی قضا کی تھی لہٰذا جب تخصیص کی دلیل موجود نہ ہے لہٰذا سب کے لئے عمومی حکم ثابت ہو گیا۔

(البنایہ ج4 ص206 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

بَابُ التَّمَتُّعِ (حج تمتع کے مسائل)

اَلتَّمَتُّعُ اَفْضَلُ مِنَ الْاِفْرَادِ عِنْدَنَا وَالْمُتَمَتِّعُ عَلٰى وَجْهَيْنِ، مُتَمَتِّعٌ يَسُوْقُ الْهَدْيَ وَ مُتَمَتِّعٌ لَا يَسُوْقُ الْهَدْيَ وَ صِفَةُ الْمُتَمَتِّعِ اَنْ يَبْتَدِءَ مِنَ الْمِيْقَاتِ فَيُحْرِمُ بِالْعُمْرَةِ يَدْخُلَ مَكَّةَ فَيَطُوْفُ لَهَا وَ يَسْعٰى وَ يَحْلِقَ اَوْ يُقَصِّرَ وَ قَدْحَلَّ مِنْ عُمْرَتِهٖ وَ يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ اِذَا اِبْتَدَاءَ بِالطَّوَافِ وَ يُقِيْمُ بِمَكَّةَ حَلَالًا فَاِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَّةِ اَحْرَمَ بِالْحَجِّ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَفَعَلَ مَا يَفْعَلُهُ الْحَاجُّ الْمُفْرِدُ وَ عَلَيْهِ دَمُ التَّمَتُّعِ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ مَا يَذْبَحُ صَامَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ۔

ترجمہ: ہمارے احناف کے نزدیک تمتع افراد سے افضل ہے ① اور حج تمتع کرنے

والا دو طرح ہے ۲ (1) وہ جس نے ہدی (جانور برائے حج) کو چلایا ہے۔ (2) وہ جو ھدی کو نہیں چلاتا اور حج تمتع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ میقات سے آغاز کرے گا تو عمرہ کا احرام باندھ کر مکۃ المکرمہ میں داخل ہوگا پھر طواف اور سعی اور حلق یا قصر کرے گا اب وہ عمرہ سے حلالی (آزاد) ۳ ہو گیا۔ جب طواف شروع کرے گا تو تلبیہ ختم کر دے گا ۴ اور مکۃ المکرمہ میں حلالی (بلا احرام) بن کر ٹھہرے گا ۵ پھر جب یوم ترویہ آئے گا تو مسجد حرام سے حج کا احرام باندھے گا اور وہی افعال بجالائے گا جو حج مفرد والا لاتا ہے ۶ اور اس پر حج تمتع کا دم لازم ہوگا پھر اگر اس چیز کو نہ پائے جسے ذبح کیا جاتا ہے تو حج کے دوران تین (3) روزے رکھے اور سات (7) اس وقت رکھے جب گھر کی طرف واپس پلٹے ۷

① حج تمتع ایک روایت کے مطابق افراد سے افضل ہے کیونکہ اس میں حج و عمرہ دو عبادتیں جمع ہیں لہٰذا یہ بھی قران کے مشابہ ہو گیا کیونکہ حج تمتع کرنے والا پہلے میقات سے عمرہ کا احرام باندھتا ہے پھر مکۃ المکرمہ میں داخل ہوگا اور عمرہ کے افعال سے آغاز کرے گا پھر حج کا احرام باندھے گا اب اس کا سفر گویا عمرہ کے لئے واقع ہوا پھر عمرے کے افعال سے فارغ ہونے کے بعد اس کی اقامت مکہ میں حکماً یوں مقصود ہوگی جیسا کہ مکی کی یعنی مکہ کے رہنے والے کی ہوتی ہے۔

(البنایہ ج 4 ص 207 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② یعنی ایک (1) تو حج تمتع کرنے والا وہ ہے کہ جس نے ہدی یعنی اونٹ، گائے، بکری وغیرھم آگے حرم میں بھیج دی اور دوسرا (2) وہ ہے کہ اس نے ھدی نہیں بھیجی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام حجۃ الوداع کے موقع پر ھدی کو ساتھ لے کر گئے تھے لہٰذا سنت مبارکہ پہلی قسم ہے۔ (البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

③ یعنی یہ عمرہ کے افعال ہیں اس میں طواف قدوم اور طواف صدر کچھ بھی نہیں ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 395 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ یعنی حجر اسود کے استلام کے وقت تلبیہ ختم کر دے کیونکہ مقصود عمرہ سے طواف ہے لہٰذا طواف کے شروع کرنے کے وقت تلبیہ ختم کر دے۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

⑤ یعنی حج کے احرام کے وقت تک کیونکہ اب اس پر افعال عمرہ میں کوئی چیز باقی نہ رہی۔

(الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

(۲) یعنی حج مفرد والے تمام افعال ہوں گے مگر یہ طواف تحیہ نہیں کرے گا کیونکہ جب یہ مکی کے ساتھ برابر ہو چکا ہے تو مکی کے لئے طواف تحیہ نہیں ہوتا تو اب اس کے لئے بھی نہیں ہوگا اور اسی طرح وہ طواف زیارۃ میں رمل اور اس کے بعد سعی کرے گا کیونکہ یہ اس کا حج میں پہلا طواف ہے بخلاف حج مفرد کے کہ اس میں خود وہ طواف قدوم اور سعی کر چکا ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص396 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

(۵) جس طرح اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں فرمایا فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ (سورۃ البقرۃ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 8 آیت نمبر 196) ترجمہ: کہ جب بندہ ذبح کرنے والی چیز نہ پائے اب تین روزے دورانِ حج اور سات جب واپس گھر آئے تو رکھے اور تین روزے جائز ہیں کہ عمرہ کے احرام کے بعد اور حج کے احرام سے پہلے حج کے مہینوں میں رکھ لے اور عمرہ کے احرام سے پہلے جائز نہیں۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

وَاِنْ اَرَادَ الْمُتَمَتِّعُ اَنْ یَّسُوْقَ الْهَدْیَ اَحْرَمَ وَ سَاقَ هَدْیَهٗ فَاِنْ كَانَتْ بَدَنَةً قَلَّدَهَا بِمَزَادَةٍ اَوْ نَعْلٍ اَوْ اَشْعَرَ الْبُدْنَةَ عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِمَا وَهُوَ اَنْ یَّشُقَّ سَنَامَهَا مِنَ الْجَانِبِ الْاَیْمَنِ وَلَا یُشْعِرُهَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ فَاِذَا دَخَلَ مَكَّةَ طَافَ وَ سَعٰی وَ لَمْ یَتَحَلَّلْ حَتّٰی یُحْرِمَ بِالْحَجِّ یَوْمَ التَّرْوِیَةِ فَاِنْ قَدَّمَ الْاِحْرَامَ قَبْلَهٗ جَازَ وَ عَلَیْهِ دَمُ التَّمَتُّعِ فَاِذَا حَلَقَ یَوْمَ النَّحْرِ فَقَدْ حَلَّ مِنَ الْاِحْرَامَیْنِ۔

ترجمہ: اگر حج تمتع کرنے والا اپنے ساتھ ھدی کو چلانا چاہے تو احرام باندھے (۱) اور ھدی کو لے جائے پھر ھدی اگر اونٹ کی ہے تو اس کو پرانے چمڑے کا پٹہ ڈالیں گے یا جوتے کا ہار ڈالیں گے (۲) اور صاحبین کے نزدیک اونٹ کا شعار کریں گے (۳) اور شعار کی صورت یہ ہے کہ اونٹ کی دائیں طرف سے کوھان کو پھاڑ دینا اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک شعار نہیں ہے پھر جب مکۃ المکرمہ میں داخل ہو تو طواف کرے اور سعی کرے اب حلالی (احرام سے

آزاد نہ ہوگا یہاں تک کہ حج کا احرام باندھے یوم ترویہ (8 ذوالحجہ) کو پھر اگر احرام کو آٹھ ذوالحجہ سے مقدم کیا تو بھی جائز ہے ⑤ اور اس پر حج تمتع کا دم لازمی ہوگا پھر جب دس ذوالحجہ کو حلق کرلے تو اب دونوں (حج + عمرہ) احراموں سے آزاد ہو جائے گا ⑥

① ھدی کو ساتھ لے جانا یہی افضل ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے ساتھ ھدی لے کر گئے تھے اور ھدی کے ساتھ لے جانا اس میں بھلائی کی تیاری کی طرف اور جلدی کی طرف اشارہ بھی ہے اور اس میں مشقت بھی ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 204 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

② یعنی یہ بطور نشانی کے ہے کہ کوئی اور اس جانور کو سواری بھی نہ بنائے اور ذبح بھی نہ کرے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو پٹے اور قلادے باندھ کر دیتی تھی اور یہ گردن میں پٹہ ڈالنا بہتر ہے کیونکہ اسی کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ (سورۃ المائدہ پارہ نمبر 7 رکوع نمبر 3 آیت نمبر 97) اسی سے تقلید کا لفظ بھی لیا گیا ہے کیونکہ اس میں بھی مقلد گویا کہ اپنے امام کی پیروی کا بلا دلیل غلامی کا پٹہ ڈال لیتا ہے۔

(البنایہ ج 4 ص 215 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ شعار کا معنی ہے چھری مار کر کوھان پھاڑنا صاحبین کے نزدیک تو یہ جائز ہے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما جب مدینہ سے ھدی بھیجتے تھے تو اس کو قلادہ ڈالتے اور ذوالحلیفہ میں اس کا اشعار کرتے اس طرح کہ اس کے دائیں کوھان کو نیزہ مار کر پھاڑتے اور جانور کو بٹھا کر قبلہ کی طرف متوجہ کرتے۔ (بخاری شریف بَابُ مَنْ اَشْعَرَ وَ قَلَّدَ ص 229 قدیمی کتب خانہ کراچی) جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مثلہ ہے اور مثلہ شریعت محمدیہ میں منع ہے اور امام صاحب سے ایک قول کراھیۃ کا ہے کیونکہ آپ کے کوفہ میں شعار بہت گہرائی سے کرتے جس سے حیوان کو بہت تکلیف ہوتی تھی اس لئے امام صاحب نے اپنے اہل علاقہ کے شعار کا انکار کیا مطلقاً انکار نہ فرمایا۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 205 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

④ یعنی آٹھ ذوالحجہ سے پہلے احرام باندھ لیا تو جائز ہی نہیں بلکہ افضل ہے کیونکہ اس تقدیم میں بھلائی کی طرف جلدی ثابت ہو رہی ہے اور یہی حکم قرآن مجید نے دیا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (سورۃ البقرۃ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 2 آیت نمبر 148) اور اس میں مشقت بھی زیادہ ہے کیونکہ احرام کی مدت اس

صورت میں زیادہ ہوگی اور جس چیز میں بدن کو زیادہ مشقت اٹھانی پڑے وہ افضل ہوتی ہے۔
(البنایہ ج 4 ص 224 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ یعنی حج اور عمرہ دونوں کے احرام سے بیک وقت نکل جائے گا۔ (البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

وَلَيْسَ لِاَهْلِ مَكَّةَ تَمَتُّعٌ وَّلَا قِرَانٌ وَّاِنَّمَا لَهُمُ الْاِفْرَادُ خَاصَّةً وَاِذَا عَادَ الْمُتَمَتِّعُ اِلٰى بَلَدِهٖ بَعْدَ فَرَاغِهٖ مِنَ الْعُمْرَةِ وَلَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ بَطَلَ تَمَتُّعُهٗ وَمَنْ اَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ قَبْلَ اَشْهُرِ الْحَجِّ فَطَافَ لَهَا اَقَلَّ مِنْ اَرْبَعَةِ اَشْوَاطٍ ثُمَّ دَخَلَتْ اَشْهُرُ الْحَجِّ فَتَمَّمَهَا وَاَحْرَمَ بِالْحَجِّ كَانَ مُتَمَتِّعًا فَاِنْ طَافَ لِعُمْرَتِهٖ قَبْلَ اَشْهُرِ الْحَجِّ اَرْبَعَةَ اَشْوَاطٍ فَصَاعِدًا ثُمَّ حَجَّ مِنْ عَامِهٖ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ مُتَمَتِّعًا۔

ترجمہ: اور مکہ والوں کے لئے نہ حج تمتع ہے نہ قران بلکہ ان کے لئے خصوصی طور پر حج افراد ہے① پس اگر حج تمتع کرنے والا اپنے شہر کی طرف عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد لوٹ آیا اور اس نے ھدی کو بھی نہیں ھانکا تھا تو اس کا حج تمتع باطل ہو جائے گا② اور جس شخص نے عمرہ کا احرام حج کے مہینوں سے پہلے باندھ لیا پھر چار چکروں سے کم چکر طواف بھی کر لیا پھر حج کے مہینے داخل ہوئے پھر اس نے عمرہ کی تکمیل کی اور حج کا احرام باندھ لیا تو یہ حج تمتع کرنے والا ہوگا③ لیکن اگر حج کے مہینوں سے پہلے پہلے اس نے چار یا اس سے زائد چکر طواف کے لگائے پھر اسی سال حج کیا تو یہ حج تمتع کرنے والا نہ ہوگا④

① یعنی ان پر فقط حج افراد ہے یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے فرمایا جب ان میں سے کوئی حج تمتع یا قران کرے تو ان پر دم لازم ہوگا اور یہ دم جنایت والا ہوگا جس سے اس حاجی کو کھانے کی اجازت نہ ہوگی بخلاف باہر سے آنے والے کا حج قران یا تمتع کا دم دینے پر قربانی کا دم ہے لہٰذا حج قران و تمتع کرنے والا اگر آفاقی ہوگا تو اس کا اس دم سے کھانا پینا جائز ہوگا۔ (البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

فائدہ: یہ مذکورہ حکم اس صورت میں ہے جب تک وہ وہاں مقیم ہیں لیکن اگر مثال کے طور پر مکہ کا رہنے والا کوفہ چلا جاتا ہے اور حج قران کرتا ہے تو جائز ہے اور درست ہے بلا کراہیت کیونکہ اس

کے عمرہ اور حج کے دو میقات ہو گئے لہٰذا یہ قائم مقام آفاقی کے ہو گیا۔

(المظہر النوری ص138 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

② اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ہدی نہ بھیجی ہو تو اپنے گھر والوں کے ساتھ ملاقات سے پہلا سفر باطل ہو گیا اور ایک سفر میں جب عمرہ اور حج ادا نہ کیا تو تمتع اور قران نہ ہوئے لہٰذا تمتع باطل ہو گیا۔

③ کیونکہ تمتع کے لئے ضروری ہے کہ حج سے پہلے اس نے عمرہ کیا ہو اور دوسرا یہ کہ حج کے مہینوں میں کیا ہو لہٰذا اِذَا وُجِدَ الشَّرْطُ وُجِدَ الْمَشْرُوْطُ۔ (ترجمہ: جب شرط پائی جائے گی تو مشروط بھی پایا جائے گا) کے تحت یہ حج تمتع کرنے والا ہوگا۔ (البنایہ ج4 ص228 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ وجہ یہ ہے کہ اکثر شوط اور چکروں کا اعتبار ہے تو سات میں چار اکثر شمار ہوتے ہیں اور اقل شوط یعنی تین چکر ہیں لہٰذا اگر عمرے کے چار شوط شوال سے پہلے ادا کر لے تو حج تمتع نہ ہوگا کیونکہ عمرہ حج کے مہینوں سے پہلے ادا ہو گیا اور اگر چار چکر شوال میں ادا کیے تو چونکہ عمرہ حج کے مہینے میں ادا کیا لہٰذا حج تمتع ہوگا۔ (البنایہ ج4 بحوالہ سابقہ)

وَاَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَّ ذُوالْقَعْدَةِ وَ عَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحَجَّةِ فَاِنْ قَدَّمَ الْاِحْرَامَ بِالْحَجِّ عَلَيْهَا جَازَ اِحْرَامُهٗ وَانْعَقَدَ حَجُّهٗ وَاِذَا حَاضَتِ الْمَرْاَةُ عِنْدَ الْاِحْرَامِ اِغْتَسَلَتْ وَ اَحْرَمَتْ وَ صَنَعَتْ كَمَا يَصْنَعُ الْحَاجُّ غَيْرَ اَنَّهَا لَا تَطُوْفُ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرَ وَاِذَا حَاضَتْ بَعْدَ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ وَ بَعْدَ طَوَافِ الزِّيَارَةِ اِنْصَرَفَتْ مِنْ مَّكَّةَ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهَا لِتَرْكِ طَوَافِ الصَّدْرِ۔

ترجمہ: اور حج کے مہینے یہ ہیں۔ () شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن① اگر احرام کو حج پر مقدم کر لیا تو اس کا احرام جائز ہے اور حج منعقد ہو جائے گا② اور اگر عورت حائض والی ہوئی احرام کے وقت تو غسل کرے اور احرام باندھے اور جیسے باقی حاجی کرتے ہیں یہ بھی کرے لیکن جب تک پاک نہ ہو بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے③ اور اگر وقوف عرفہ کے بعد اور طواف زیارت کے بعد عورت حائض والی ہوئی تو اب مکہ سے واپس پھرے اور طواف صدر چھوڑنے

کی وجہ سے اس پر کوئی دم وغیرہ نہیں ہے۔

① کیونکہ اللہ تعالٰی نے بھی فرمایا اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ترجمہ: حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں جو شخص ان مہینوں میں فریضہ حج ادا کرنے کی نیت کرے تو اب دورانِ حج نہ تو بیوی سے جماع کرے نہ ہی کوئی بد عملی اور نہ ہی لڑائی جھگڑے کی کوئی بات کرے (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 9 آیت نمبر 197) سوال پیدا ہوا کہ اشہر تو جمع ہے تو تین مہینے پورے ہوتے پھر اشہر بولا جاتا کیونکہ جمع کا اطلاق کم از تین افراد پر ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے حُکْمُ الْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ کے تحت اشہر استعمال کیا گیا جو کہ جائز ہے البتہ اس میں اختلاف ہے یوم نحر اشہر حج میں سے ہے یا کہ نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب وجیز نے اس کو حج کے مہینوں میں شمار کیا ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص399 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② جائز تو ہے لیکن مکروہ ہے اور ایسا کرنے والا گناہگار ہوگا اور حج منعقدہ ہوگا اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عمرہ منعقد ہوگا اصل وجہ یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک احرام رکن ہے جب کہ ہمارے احناف کے نزدیک شرط ہے جیسا کہ وضوء نماز کے لئے شرط ہے لہٰذا نمازی نماز سے پہلے بھی وضوء کر سکتا ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص400 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور)

③ کیونکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج کے موقع پر جب وادی سرف میں پہنچی تھیں تو یہی معاملہ پیش آیا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا جو حاجی کرتے ہیں تم بھی وہی کرو سوائے اس کے تم بیت اللہ شریف کا اس وقت تک طواف نہ کرنا جب تک تم حیض سے پاک نہ ہو جاؤ اور مسلم کی روایت ہے کہ جب تک تم غسل نہ کر لو نیز عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ وقوف عرفہ صحرا میں ہوتا ہے جب کہ طواف مسجد میں ہوتا ہے اور عورت کو مسجد میں داخل ہونے سے ان ایام میں روکا گیا ہے اور جنگل سے تو نہیں روکا گیا اور یہ غسل بھی احرام کے لئے ہے نماز کے لئے نہیں لہٰذا عورت طواف کے علاوہ بقیہ کام کر سکتی ہے۔

فائدہ: سرف مدینہ کے راستے میں پہاڑ ہے جو مکہ سے دس میل کی مسافت پر ہے۔

(البنایہ ج4 ص237 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کو طواف صدر چھوڑنے کی اجازت دی ہے اور اس پر اجماع ہے اور نفاس والی عورت حیض کی طرح ہے لہٰذا اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (البنایہ ج4 ص238 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

①بَابُ الْجِنَايَاتِ فِي الْحَجِّ (حج کے جرائم)

اِذَا تَطَيَّبَ الْمُحْرِمُ فَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ فَاِنْ تَطَيَّبَ عُضْوًا كَامِلاً فَمَا زَادَ فَعَلَيْهِ دَمٌ وَّاِنْ تَطَيَّبَ اَقَلَّ مِنْ عُضْوٍ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَاِنْ لَبِسَ ثَوْبًا مَخِيطًا اَوْ غَطّٰى رَاْسَهٗ يَوْمًا كَامِلاً فَعَلَيْهِ دَمٌ وَاِنْ كَانَ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَاِنْ حَلَقَ رُبْعَ رَاْسِهٖ فَصَاعِدًا فَعَلَيْهِ دَمٌ وَاِنْ حَلَقَ اَقَلَّ مِنَ الرُّبْعِ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ۔

ترجمہ: جب محرم خوشبو لگائے تو اس پر کفارہ لازم ہے② پھر اگر مکمل عضو کو یا اس سے زیادہ کو خوشبو لگائی تو اس پر دم لازم ہے اور اگر ایک عضو سے کم پر خوشبو لگائی تو اس پر صدقہ لازم ہے اور اگر کسی نے سلے ہوئے کپڑے پہنے یا سر کو مکمل دن ڈھانپ کر رکھا تو اس پر دم لازم ہے③ اور اگر ایک دن سے کم سلا ہوا کپڑا پہنا تو اس پر صدقہ لازم ہے اور اگر کسی نے سر کا چوتھائی یا اس سے زائد حصہ حلق کیا تو اس پر④ دم لازم ہے اور اگر چوتھائی سے کم حلق کرایا تو اس پر صدقہ لازم ہے۔

① محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جنایت محرم کا فعل ہے اور یہاں کیا مراد ہے فرماتے ہیں وَهُوَ مَا يَكُوْنُ حُرْمَتُهٗ بِسَبَبِ الْاِحْرَامِ اَوِ الْحَرَمِ۔ جنایات جنایۃ کی جمع ہے اس سے ترجمہ: مراد وہ جرم ہے کہ اس کی حرمت یعنی حرام اور منع ہونا احرام کے سبب یا حرم کے سبب ہو یعنی وہ غلطیاں جو حج کے دوران ہوں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سارے کفارات واجب ہوں گے دیر کے ساتھ لہٰذا اس جگہ وقت کی تاخیر سے گناہگار نہ ہوگا اور ہر وقت وہ ادا کرنے والا ہی شمار ہوگا قضا کرنے والا نہ ہوگا پھر اگر اس نے زندگی میں جنایات کے کفارات کو ادا نہ کیا تو مر جانے کے بعد گناہگار ہوگا اس پر قبل از موت ادائیگی کی وصیت کرنا لازم ہوگی اور اگر اس نے وصیت نہ کی تو اس کے ترکہ میں ادائیگی واجب نہ ہوگی اور نہ ہی ورثاء پر لازم ہوگی ہاں اگر نیکی سمجھ کر ورثاء ادا کر دیں تو جائز ہے افضل یہی ہے کہ کفارات میں جلدی کی جائے کیونکہ دیر کی صورت میں آفات ہی آفات ہیں۔

(شرح النقایہ للملا علی قاری ج1 ص503 طبع ایم سعید، کراچی)

② یعنی اگر مکمل عضو جیسے سر اور پنڈلی کو محرم نے خوشبو لگائی تو اس پر کفارہ یعنی دم میں بکری دینا لازم ہوگی کیونکہ خوشبو لگانا احرام کے ممنوعات میں سے ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا

کہ اصل حاجی تو وہ ہے کہ جس کے بال بکھرے ہوں اور بظاہر میلا کچیلا ہو اور ایک روایت میں ہے کہ محرم تو ہوتا ہی گرد و غبار والا ہے نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محرم کو ایسے کپڑے پہننے سے منع فرمایا جن کپڑوں کو ورس یا زعفران سے رنگا گیا ہو تو پھر خوشبو تو اس سے اوپر درجہ رکھتی ہے اب جب خوشبو لگا لی اب اس نے گویا احرام کے خلاف جنایت کا ارتکاب کیا لہٰذا کفارہ لازم ہوگا اور اگر ایک عضو سے کم کی جنایت کی تو اب اس پر صدقہ لازم ہوگا یعنی آدھا صاع گندم دینا پڑے گی کیونکہ کم صدقہ فدیہ کی طرح ہے۔

③ اس صورت میں بھی بکری لازم ہوگی کیونکہ سلے ہوئے کپڑے پہننا بھی احرام کے ممنوعات میں سے ہے اور اگر ایک دن پورا کپڑے پہنے رکھا تو مکمل نفع حاصل کیا ہے کیونکہ عادۃً بندہ ایک دن کپڑے پہنتا ہے پھر اتار دیتا ہے لہٰذا بکری لازم ہوگی اور اگر ایک دن سے کم کپڑے پہنے اب اس پر جنایہ کے کم ہونے کی وجہ سے صدقہ لازم ہوگا۔

④ کیونکہ اس حالت میں بھی فقیرانہ حالت کو ختم کرنا لازم آرہا ہے لہٰذا یہ بھی احرام کے خلاف جنایہ کا ارتکاب ہے پھر چوتھائی حصہ کل کے قائم مقام ہے لہٰذا بکری لازم ہوگی اور چوتھائی سے کم میں کھانا کھلانا پڑے گا۔

نوٹ: حاشیہ نمبر چار تک تمام حواشی کا الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 208 مکتبہ حقانیہ پشاور سے استفادہ کیا گیا ہے۔

وَاِنْ حَلَقَ مَوْضِعَ الْمَحَاجِمِ مِنَ الرَّقْبَةِ فَعَلَيْهِ دَمٌ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَ قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا صَدَقَةٌ وَاِنْ اقَصَّ اَظَافِيْرَ يَدَيْهِ اَوْ رِجْلَيْهِ فَعَلَيْهِ دَمٌ وَاِنْ اقَصَّ يَدًا اَوْ رِجْلًا فَعَلَيْهِ دَمٌ وَاِنْ اقَصَّ اَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ اَظَافِيْرَ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَاِنْ اقَصَّ مِنْ خَمْسَةِ اَظَافِيْرَ مُتَفَرِّقَةً مِنْ يَدَيْهِ اَوْ رِجْلَيْهِ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَاَبِىْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا وَ قَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ دَمٌ وَاِنْ تَطَيَّبَ اَوْ حَلَقَ اَوْلَبِسَ مِنْ عُذْرٍ فَهُوَ مُخَيَّرٌ اِنْ شَاءَ ذَبَحَ شَاةً وَاِنْ شَاءَ تَصَدَّقَ عَلٰى سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ بِثَلٰثَةِ اَصْوُعٍ

مِّنَ الطَّعَامِ وَ اِنْ شَاءَ صَامَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ۔

ترجمہ: اور اگر گردن کا حلق کرایا سنگی لگنے (پچھنے) کی جگہ پر تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر دم لازم ہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ اس پر صدقہ لازم ہے① اور اگر دونوں ہاتھوں یا پاؤں کے ناخن کاٹ دیئے تو اس پر دم لازم ہوگا② اور اگر ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے ناخن کاٹے تو اس پر دم لازم ہوگا③ اور اگر پانچ انگلیوں سے کم کے ناخن کاٹے تو اس پر صدقہ لازم ہے④ اور اگر الگ الگ ہاتھ اور پاؤں کے پانچ ناخن کاٹ لیے تو شیخین کے نزدیک اس پر صدقہ ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس پر دم لازم ہے⑤ اور اگر خوشبو لگائی یا حلق کرایا اور یا سلا ہوا کپڑا پہن لیا عذر کے سبب تو اسکو اختیار حاصل ہے اگر چاہے تو بکری ذبح کرے⑥ اور اگر چاہے تو چھ مسکینوں پر گندم کے تین صاع صدقہ کرے اور اگر چاہے⑦ تو تین روزے رکھے۔

① امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چونکہ گردن ایک الگ عضو ہے اس لئے اس کے بال کاٹنے سے دم لازم آئے گا اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اصل مقصود تو سنگی لگوانا ہے بال کا حلق نہیں اور پچھنے لگوانے سے دم لازم نہیں آتا اس لئے غیر مقصود بال کاٹنے سے بھی دم لازم نہ ہوگا۔

(البنایہ ج4 ص256 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② دم اس لئے لازم آئے گا کہ اس نے مکمل نفع حاصل کیا ہے نیز اس نے اس عاجزانہ حالت کو ختم کر دیا ہے جو کہ احرام کے ممنوعات میں سے ہے لہٰذا اس پر بکری کا دم دینا لازم آئے گا اسی طرح اگر چار اعضاء (2 ہاتھ۔2 پاؤں) میں سے کوئی ایک کاٹ دیا تب بھی دم لازم آئے گا اتحاد جنس کی وجہ سے لیکن مختلف مجالس میں ناخن کاٹے تو ہر عضو کے بدلے مکمل دم لازم ہوگا لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کل میں ایک دم ہے، ہم کہتے ہیں کہ اس میں عبادت کا معنی پایا جاتا ہے لہٰذا جب مجلس ایک ہوگی تو سجدہ تلاوت کی طرح دم ایک ہی لازم ہوگا۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص208 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

③ کیونکہ ربع کو کل کے قائم مقام کر دیا جس طرح سر منڈانے کے بارے میں ربع کو کل کے قائم مقام کیا گیا۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص404 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ یعنی ہر ناخن کے بدلے آدھا صاع گندم کا دینا پڑے گا جو کہ بطور صدقہ کے ہوگا در اصل دم دو

ہاتھوں اور دو پاؤں کے کٹ جانے کی صورت میں لازم آتا ہے اور ایک ہاتھ اس کا چوتھائی حصہ بنتا ہے لہٰذا اس کو قائم مقام مکمل کل کے کرنا چاہئے جیسا کہ سر کے منڈانے میں چوتھائی حصہ کو کل کے قائم مقام کر دیا گیا ہے لیکن یہاں اکثر کو کل کے قائم مقام قرار دینا ممکن نہیں ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص405 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑤ امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جس طرح سر کے بال مختلف جگہوں سے کاٹے جائیں اور چوتھائی حصہ کو پہنچ جائیں تو اس پر دم ہے اسی طرح یہاں بھی حکم ہوگا جب کہ شیخین فرماتے ہیں دم نہیں بلکہ صدقہ لازم ہوگا اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ مختلف ہاتھ پیر سے ناخن کاٹنا ایک بدنمائی بدصورتی پیدا کرتا ہے زینت نہیں ہے اور شریعت میں احرام کے موقعہ پر زینت جائز نہیں ہے اور یہ بدصورتی ہوتی ہے لہٰذا اس کو مکمل بیس ناخنوں کی چوتھائی قرار نہیں دیا جاسکتا اس لئے صدقہ لازم ہوگا لہٰذا ہر ناخن کے بدلے مسکین کو کھانا کھلانا لازم ہوگا۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص405 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑥ اس سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اس پر بکری ہی ذبح کرنا لازم ہے کہ بکری کے علاوہ کوئی جانور یہاں تک کہ جس بکری کو ذبح کیا گیا وہ چوری ہوگئی اس حال میں کہ اس کو حرم میں ذبح کیا گیا تھا یا ذبح کے بعد کسی آفت کی وجہ سے ہلاک ہوگئی تو اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی۔

(الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

⑦ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَّرِيضًا اَوْ بِهٖ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 8 آیت نمبر 196) روزہ ہر جگہ جائز ہوگا چاہے لگاتار رکھے چاہے وقفے سے اسی طرح صدقہ بھی جائز ہوگا جدھر پسند کرے لیکن حرم کے مسکینوں پر بہتر ہے اور نسک یعنی قربانی کرنا یہ فقط حرم میں ہی جائز ہوگی کیونکہ خون بہانا بطور عبادت دو ہی جگہوں میں معروف ہے۔ (1) یا تو مخصوص زمانے میں جیسے قربانی کے موقعہ پر جانوروں کو ذبح کر کے خون بہایا جاتا ہے۔ (2) یا مخصوص جگہ میں خون بہانا عبادت ہے اور وہ حرم ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

وَاِنْ قَبَّلَ اَوْ لَمَسَ فَعَلَيْهِ دَمٌ اَنْزَلَ اَوْلَمْ يُنْزِلْ وَ مَنْ جَامَعَ فِيْ اَحَدِ السَّبِيْلَيْنِ قَبْلَ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ فَسَدَ حَجُّهٗ وَعَلَيْهِ شَاةٌ وَّ يَمْضِيْ فِي الْحَجِّ كَمَا يَمْضِيْ مَنْ لَّمْ يَفْسُدْ حَجُّهٗ وَ عَلَيْهِ

الْقَضَاءُ وَ لَيْسَ عَلَيْهِ اَنْ يُّفَارِقَ اِمْرَأَتَهُ اِذَا حَجَّ بِهَا فِي الْقَضَاءِ عِنْدَنَا وَ مَنْ جَامَعَ بَعْدَ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ لَمْ يَفْسُدْ حَجُّهُ وَ عَلَيْهِ بَدَنَةٌ وَ مَنْ جَامَعَ بَعْدَ الْحَلْقِ فَعَلَيْهِ شَاةٌ وَّ مَنْ جَامَعَ فِي الْعُمْرَةِ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ اَرْبَعَةَ اَشْوَاطٍ اَفْسَدَهَا وَمَضٰى فِيْهَا وَ قَضَاهَا وَ عَلَيْهِ شَاةٌ وَّاِنْ وَطِئَ بَعْدَ مَا طَافَ اَرْبَعَةَ اَشْوَاطٍ فَعَلَيْهِ شَاةٌ وَلَا تَفْسُدُ عُمْرَتُهُ وَلَا يَلْزَمُهُ قَضَاهَا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے بیوی کو بوسہ دیا یا شہوت کے ساتھ چھوا اس پر دم (بکری) لازم ہوگا① منی نکلی یا نہ نکلی اور جس نے وقوف عرفہ سے پہلے دو راستوں میں سے کسی ایک راستہ سے ہم بستری کی اس کا حج فاسد ہو گیا اور اس پر بکری لازم ہے② اور حج کو یوں جاری رکھے جیسا کہ وہ شخص جاری رکھتا ہے جس کا حج فاسد نہ ہوا ہو اور اس پر قضا لازم ہے اور اس شخص پر بیوی کو جدا کرنا ضروری نہیں ہے③ جب کہ وہ بیوی کے ساتھ قضاءِ حج کر رہا ہے ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اور جس نے وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا تو اس کا حج فاسد نہ ہوگا④ اور اس پر اونٹ کا دم لازمی ہے اور جس نے حلق کے بعد جماع کیا اس پر بکری لازم ہے⑤ اور جس نے عمرہ میں چار چکر لگانے سے پہلے بیوی سے جماع کر لیا تو اس نے اپنے عمرہ کو فاسد کر دیا اور عمرہ میں جاری رہے اور اس پر قضا لازم ہے⑥ اور بکری کا دم اور اگر چار چکر طواف کرنے کے بعد اس نے ہم بستری کی تو اس پر بکری کا دم لازم ہے نہ اس کا عمرہ فاسد ہوگا نہ اس پر قضا لازم ہوگا۔

① یعنی حج کے دوران بیوی کو بوسہ دیا تو اس پر دم لازم ہے امام محمد کی کتاب اصل کی روایت کے مطابق منی کا انزال ہو یا نہ ہو لیکن حج اس سے فاسد نہ ہوگا کیونکہ حج کے فساد کا تعلق جماع سے ہوتا ہے اس لئے دوسرے ممنوعات احرام مثلاً بوسہ دینا وغیرہ اس سے حج فاسد نہ ہوگا مگر بوسہ دینے اور چھونے میں عورت سے نفع اٹھانے کا معنی پایا جاتا ہے اور یہ احرام کے ممنوعات میں سے ہے لہٰذا دم دینا لازم ہوگا۔ (البنایہ ج4 ص270 تا 271 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② یعنی عورت کا بھی حج فاسد ہوگا خواہ ہم بستری خوشی سے ہوئی یا ناراضگی سے اس پر بکری کا دم لازم ہوگا کیونکہ روایت میں آتا ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی اس حال میں کہ دونوں حالتِ احرام میں ہیں اور احرام بھی حج کا باندھا ہوا ہے آپ نے فرمایا دونوں دم دیں گے اور دونوں حج کو جاری رکھیں گے اور آئندہ آنے والے سال ان دونوں پر حج لازم ہے۔ (البنایہ ج4 ص272 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ کیونکہ خاوند بیوی کے درمیان جامع چیز نکاح ہے لہٰذا جب نکاح قائم ہے پھر احرام سے پہلے دونوں کے درمیان جدائی کا کوئی مطلب نہیں بنتا کیونکہ احرام سے پہلے جماع مباح ہے اور احرام کے بعد بھی جدائی کا کیا مطلب ہے کیونکہ دونوں جانتے ہیں تھوڑی لذت (جماع) سے دونوں کو لمبی مشقت اٹھانی پڑے گی یعنی قضا کے لئے دوبارہ سفر کرنا پڑے گا تو شرمندگی میں اضافہ ہوگا۔

(البنایہ ج4 ص275 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس نے وقوف عرفہ کر لیا اس کا حج مکمل (قریب) ہو گیا لیکن اس پر اونٹ لازم ہے یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے نیز عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ جب قضا شریعت میں لازم نہ ہوئی تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ حج میں نقصان پورا کرنا ممکن ہے چونکہ جماع بڑی جنایت ہے لہٰذا کفارہ بھی بڑا لازم ہوگا یعنی اونٹ کا دم لازم ہوگا ہاں وقوف عرفہ سے پہلے اگر جماع کیا تو بکری لازم ہوگی۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص211 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

⑤ بکری اس لئے لازم ہوگی کہ احرام عورتوں کے حق میں تو باقی ہے انزال ہو یا نہ ہو لہٰذا بکری بطور دم دے گا۔ (الاختیار بحوالۃ سابقۃ)

⑥ عمرہ اس لئے فاسد ہوگا کہ عمرہ کے منافی چیز پائی گئی لیکن باقی افعال جاری رکھے گا کیونکہ احرام کے ساتھ حج کی طرح اس نے التزام کیا ہے اس پر جنایت کے پائے جانے کی وجہ سے بکری لازم ہوگی اور اگر چار چکر طواف کے لگا چکا تھا اب جماع کیا تو عمرہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ حکم الاکثر حکم الکل ہے اس صورت میں اس پر بکری کا دم لازم ہوگا۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص212 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

وَمَنْ جَامَعَ نَاسِيًا كَمَنْ جَامَعَ عَامِدًا فِي الْحُكْمِ وَمَنْ طَافَ طَوَافَ الْقُدُوْمِ مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَإِنْ كَانَ جُنُبًا فَعَلَيْهِ

شَاةٌ وَاِنْ كَانَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ شَاةٌ وَّاِنْ كَانَ جُنُبًا فَعَلَيْهِ بَدَنَةٌ وَالْاَفْضَلُ اَنْ يُّعِيْدَ الطَّوَافَ مَادَامَ بِمَكَّةَ وَلَا ذِبْحَ عَلَيْهِ مَنْ طَافَ طَوَافَ الصَّدْرِ مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَاِنْ كَانَ جُنُبًا فَعَلَيْهِ شَاةٌ وَّاِنْ تَرَكَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ ثَلٰثَةَ اَشْوَاطٍ فَمَا دُوْنَهَا فَعَلَيْهِ شَاةٌ وَّاِنْ تَرَكَ اَرْبَعَةَ اَشْوَاطٍ بَقِيَ مُحْرِمًا اَبَدًا حَتّٰى يَطُوْفَهَا وَمَنْ تَرَكَ ثَلٰثَةَ اَشْوَاطٍ مِّنْ طَوَافِ الصَّدْرِ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَاِنْ تَرَكَ طَوَافَ الصَّدْرِ اَوْ اَرْبَعَةَ اَشْوَاطٍ مِّنْهُ فَعَلَيْهِ شَاةٌ۔

ترجمہ: اور جس نے بھول کر جماع کیا تو وہ حکم میں جان بوجھ کر ہم بستری کرنے والے کی مانند ہے① اور جس نے بلا وضوء طواف قدوم کیا تو اس پر صدقہ ہے اور اگر جنبی ہو تو اب بکری کا دم دینا اس پر لازم ہے② اور اگر اس نے طوافِ زیارت بے وضوء حالت میں کیا تو اس پر بکری کا دم لازم ہے اور اگر حالتِ جنابت میں کیا تو اس پر اونٹ لازم ہوگا③ اور افضل یہی ہے کہ جب تک مکہ میں رہے تو اس طواف کو لوٹا لے④ اور اس پر کوئی چیز ذبح کرنا لازم نہیں تو بے وضوء حالت میں طواف صدر کرنے والا اس پر صدقہ دینا لازم ہے اور حالتِ جنابت میں بکری لازم ہے⑤ اور اگر کسی نے طواف زیارۃ تین (3) یا اس سے کم چکر چھوڑ دیا تو اس پر بکری لازم ہوگی، اور اگر چار چکر چھوڑ دیئے تو ہمیشہ محرم رہے گا یہاں تک کہ طواف کرے⑥ اور اگر کسی نے طواف صدر کے تین چکر چھوڑ دیئے تو اس پر صدقہ لازم ہے اور اگر کسی نے مکمل طوافِ صدر یا چار چکر چھوڑ دیئے تو اس پر بکری کا دم لازم ہے۔

① یعنی مساوات حج اور احرام کے فاسد ہونے میں ہے نہ کے گناہ کے حق میں ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان میں جنایت کا دارومدار نفع حاصل کرنے پر ہے اور فائدہ اس نے حاصل کیا گو بھول کر کیا اس لئے اس پر دم لازم ہوگا ہاں فقط روزے میں بھول کر کرنے سے کفارہ لازم نہ ہوگا وجہ فرق یہ ہے کہ احرام کی حالت خود یاد دلانے والی ہے کہ وہ حاجی ہے جیسا کہ نماز ہے کیونکہ

قیام سے رکوع اور رکوع سے سجود اور سجود سے قعود کی طرف بدلنا یہ خود یاد دلاتا ہے کہ آپ نماز کی حالت میں ہیں بخلاف روزے کے کہ وہ ایک باطنی اور پوشیدہ حالت ہے جس پر کوئی ایک بھی صحیح طریقے سے مطلع نہیں ہوسکتا۔ (البنایہ ج4 ص278 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔ ترجمہ: تم پرانے گھر کا طواف کرو۔ (پارہ نمبر 17 سورۃ الحج رکوع نمبر 11 آیت نمبر 29) اس میں کوئی طہارۃ کی قید نہیں لہٰذا یہ فرض نہ ہوگی مفتی بہ قول کے مطابق یہ واجب ہے اسی وجہ سے اس کے چھوڑنے پر دم واجب ہوتا ہے نقصان کا پورا کرنا اگر واجب نہ ہوتا تو اس کا نقصان چھوڑنے کی وجہ سے کیوں دم لازم آتا ہے۔

(البنایہ ج4 ص280 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ کیونکہ رکن یعنی فرض کے اندر اس نے نقصان داخل کرلیا لہٰذا دم کے ذریعے اس کا نقصان پورا کیا جائے گا اور اگر جنبی ہو تو اس پر اونٹ بطور دم لازم ہوگا عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ جنابت حدث اکبر ہے اور بے وضوء ہونا حدث اصغر ہے اس لئے بھی فرق کیا پہلی صورت میں بکری دوسری صورت میں اونٹ لازمی کیا ہے۔ (البنایہ ج4 ص281 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ کیونکہ اس طواف کے کرنے میں بھلائی اور ثواب ملتا رہے گا کیونکہ یہ حرم کعبہ کی افضل عبادت ہے اگر اس نے طواف کو دوبارہ کرلیا تو اب دم لازم نہیں آئے گا کیونکہ جس میں کمی تھی اس کو پورا کرلیا اس لئے اب دم لازم نہ ہوگا تاہم اس نقص والے طواف کو دوبارہ کرنا بہتر ہے۔ (البنایہ بحوالہ سابقہ)

⑤ طواف صدر کا دوسرا نام طواف وداع بھی ہے اس کا رتبہ طواف زیارت سے کم ہے کیونکہ وہ فرض ہے لہٰذا اس کا حکم طواف قدوم والا ہوگا جیسا کہ پہلے حدث اصغر و اکبر کے اعتبار سے فرق بیان کیا گیا ہے۔ (البنایہ ج4 ص284 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑥ طواف زیارت فرض ہے لہٰذا اگر چار چکر طواف کرلیا اور تین چھوڑ دیئے تو اس پر بکری لازم ہوگی اور اگر اس کے برعکس کیا مثلاً تین چکر طواف کیا اور چار کو چھوڑ دیا تو گویا اکثر طواف نہ کیا اس لئے جب تک طواف فرض نہ کیا وہ بیوی کے حق میں محرم رہے گا کیونکہ جب تک طواف زیارت نہ کرے جو حج کا فرض ہے تو آدمی کے لئے بیوی حلال نہ ہوگی۔ (البنایہ ج4 ص286 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَمَنْ تَرَكَ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ فَعَلَيْهِ شَاةٌ وَّحَجَّةٌ تَامٌّ
وَمَنْ اَفَاضَ مِنْ عَرَفَاتٍ قَبْلَ الْاِمَامِ فَعَلَيْهِ دَمٌ وَمَنْ تَرَكَ

الْوُقُوْفَ بِمُزْدَلِفَةَ فَعَلَيْهِ دَمٌ وَمَنْ تَرَكَ رَمْيَ الْجِمَارِ فِي الْاَيَّامِ كُلِّهَا فَعَلَيْهِ دَمٌ وَاِنْ تَرَكَ رَمْيَ اِحْدَى الْجِمَارِ الثَّلٰثِ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَاِنْ تَرَكَ رَمْيَ جَمْرَةِ الْعُقْبَةِ فِيْ يَوْمِ النَّحْرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ وَّمَنْ اَخَّرَ الْحَلْقَ حَتّٰى مَضَتْ اَيَّامُ النَّحْرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَكَذٰلِكَ اِنْ اَخَّرَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: اور جس شخص نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی (دوڑنا) چھوڑ دیا تو اس پر بکری لازم ہے اور اس کا حج مکمل ہو گیا① اور جو عرفات سے امام سے پہلے لوٹ آیا اس پر دم لازم ہے② اور جس نے مزدلفہ میں ٹھہرنا چھوڑ دیا تو اس پر دم لازم ہے③ اور جس نے تینوں دنوں میں شیطانوں کو کنکریاں مارنا چھوڑ دیں تو اس پر دم لازم ہے اور اگر تین جمروں میں سے کسی ایک کو کنکری مارنا چھوڑ دی تو اس پر صدقہ ہے④ اور اگر کسی نے سر منڈانا اتنا مؤخر کر دیا کہ ایام نحر بھی گذر گئے تو اس پر⑤ دم امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لازم ہے اسی طرح اس پر بھی دم لازم آئے گا امام اعظم کے نزدیک جس نے طواف زیارۃ میں دیر کر دی۔

① دم کے لزوم کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے احناف کے نزدیک سعی حج کے واجبات میں سے ہے لہٰذا واجب کے چھوٹ جانے کی وجہ سے دم لازم ہوگا اور اگر کسی نے حالتِ جنابت میں سعی کی یا عورت نے حیض و نفاس کے دنوں میں سعی کی تو سعی درست ہے کیونکہ یہ ایسی عبادت ہے جو وقوف عرفہ کی طرح غیر مسجد میں ادا ہو جاتی ہے دم صورت مذکورہ میں لازم ہوگا لیکن حج مکمل ہو جائے گا یہ قید احترازی ہے کیونکہ حضرت امام شافعی کے نزدیک سعی فرض ہے لہٰذا حج نہ ہوگا۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 409 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② ہمارے نزدیک چونکہ مغرب تک امام کی اقتدا میں وہاں رہنا لازمی ہے لہٰذا واجب کے چھوڑنے کی وجہ سے اس پر دم لازم آئے گا۔ (البنایہ ج 4 ص 291 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ کیونکہ وقوف واجبات میں سے ہے جب کہ امام شافعی کے نزدیک نفس وقوف سنت اور رات گذارنا واجب ہے۔ (البنایہ ج 4 ص 291 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ یعنی چار دن رمی چھوڑ دی تو اس پر دم واجب کے چھوڑنے کی وجہ سے لازم آیا لیکن ایک دم ہی کافی ہوگا یعنی ستر کنکریوں کے چھوڑنے میں کیونکہ جنس ایک ہی ہے جیسا کہ سر کے حلق کے مسئلہ میں ہے اور اگر ایک جمرہ کو چھوڑ دیا تو اس پر صدقہ ہے کیونکہ جب ایک دن اس نے ایک جمرہ کو چھوڑ دیا تو گویا ایک عبادت کو چھوڑا ہے لہٰذا صدقہ ہی لازم ہے اور اگر ایک دن رمی چھوڑی تو بھی دم لازم ہوگا۔

(البنایہ ج4 ص293 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ یعنی اگر کسی نے حلق نہیں کرایا تھا کہ بارہویں تاریخ بھی گذر گئی تو چونکہ نسک کو وقت سے مؤخر کیا لہٰذا دم دینا پڑے گا کیونکہ حلق ایام نحر کے ساتھ متعین ہے کیونکہ کوئی چیز وقت کے ساتھ عبادت ہوتی ہے وقت کے بعد نہیں اس لئے دم لازم ہوگا لیکن یہ امام اعظم کا مؤقف ہے صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں کوئی چیز بھی لازم نہیں یہی حکم طواف زیارت کے متعلق بھی ہے کیونکہ وہ بھی واجب ہے اس لئے دم لازم ہوگا لیکن یہ حکم حج تمتع اور قرآن میں ہے مفرد میں نہیں۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص420 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَاِذَا قَتَلَ الْمُحْرِمُ صَيْدًا اَوْدَلَّ عَلَيْهِ مَنْ قَتَلَهٗ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ وَسَوَاءٌ فِيْ ذٰلِكَ الْعَامِدُ وَالنَّاسِيْ وَالْمُبْتَدِئُ وَالْعَائِدُ وَالْجَزَاءُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ اَنْ يُّقَوَّمَ الصَّيْدُ فِي الْمَكَانِ الَّذِيْ قَتَلَهٗ فِيْهِ اَوْفِيْ اَقْرَبِ الْمَوَاضِعِ مِنْهُ اِنْ كَانَ فِيْ بَرِيَّةٍ يُّقَوِّمُهٗ ذَوَا عَدْلٍ ثُمَّ هُوَ مُخَيَّرٌ فِي الْقِيْمَةِ اِنْ شَاءَ ابْتَاعَ بِهَا هَدْيًا فَذَبَحَهٗ اِنْ بَلَغَتْ قِيْمَةٌ هَدْيًا وَاِنْ شَاءَ اشْتَرٰى بِهَا طَعَامًا فَتَصَدَّقَ بِهٖ عَلٰى كُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ اَوْصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ وَاِنْ شَاءَ صَامَ عَنْ كُلِّ نِصْفِ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ يَّوْمًا وَّ عَنْ كُلِّ صَاعٍ مِّنْ شَعِيْرٍ يَّوْمًا فَاِنْ فَضَلَ مِنَ الطَّعَامِ اَقَلُّ مِنْ نِصْفِ صَاعٍ فَهُوَ مُخَيَّرٌ اِنْ شَاءَ تَصَدَّقَ بِهٖ وَاِنْ شَاءَ صَامَ عَنْهُ يَوْمًا كَامِلاً۔

ترجمہ: اور جب محرم نے شکار کو مار ڈالا یا اس کی راہنمائی کی جو اس کو قتل کرے تو اس پر بدلہ لازم ہے ① اور اس حکم میں برابر ہے جان بوجھ کر اور بھول کر اور شروع میں قتل کرنے والا یا آخر میں اور اس شکار کی سزا شیخین کے نزدیک یہ ہے ② کہ اس شکار کی جگہ اس کی قیمت دی جائے جس جگہ اس کو قتل کیا یا جو جگہ اس کے قریب جگہ کے ہو اگر اس کو خشکی (صحرا) میں قتل کیا تو اس کی قیمت لگائیں گے دو انصاف والے آدمی، پھر شکاری کو قیمت میں اختیار ہے اگر چاہے تو اس سے ھدی خرید لے پھر اس کو ذبح کر دے اگر اس کی قیمت ھدی کو پہنچ جائے اور اگر اس کی رضامندی ہو تو اس کے ساتھ کھانا خریدے پھر اس کو ہر مسکین پر خیرات کرے آدھا صاع گندم کا یا ایک صاع کھجور یا جو کا اور اگر چاہے تو ہر نصف صاع گندم کے بدلے ایک دن کا روزہ رکھے اور ہر ایک صاع جو کے بدلے روزہ رکھے پھر اگر کھانا نصف صاع سے کم بچ گیا تو اس کو اختیار ہے مرضی ہو تو صدقہ کر دے اور اگر جی چاہے تو اس کے بدلے ایک مکمل دن کا روزہ رکھے۔

① دراصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ (سورۃ المائدہ پارہ نمبر 7 رکوع نمبر 3) ترجمہ: اے ایمان والو حالتِ احرام میں شکار مت کرو لہٰذا جب حکم قرآنی کی اس نے مخالفت کی تو اس پر دم لازم ہوگا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ۔ ترجمہ: جو قتل کیا اس کی مثل جانور دینا پڑے گا مثل دو قسم کی ہے۔ (1) مثل صوری (2) مثل معنوی۔ مثل صوری کا مطلب ہے کہ جیسا جانور یا پرندہ قتل کیا اس جیسا دے اور معنوی کا معنی ہے اس کی قیمت ادا کرے اور راہنمائی کرنے کا بھی یہی حکم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ راہنمائی کرنے سے اس نے شکار کا امن ختم کر دیا کیونکہ یہ اگر نہ بتاتا تو وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (سورۃ آل عمران پارہ نمبر 4 رکوع نمبر 1) کے تحت اس کی زندگی امن کے ساتھ باقی رہتی لہٰذا جب اس نے امن ختم کیا تو اب شریعت نے اس پر دم لازم کیا اب آگے برابری ہے شکاری نے بھول کر قتل کیا یا جان بوجھ کر قتل کر دیا اور شروع میں ہی تیر مار کر قتل کیا یا کسی نے شکار کو زخمی کیا پھر محرم نے اس کو قتل کر دیا اب اس کی سزا کیا ہے؟ اس میں اختلاف ائمہ مصنف نے بیان کر دیا۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 212 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

④ شیخین کا موقف ہے کہ اس کی قیمت لگائی جائے پھر اس قیمت سے ھدی خرید کر حرم کعبہ میں بھیجی جائے جیسا هَدْياً بَالِغَ الْكَعْبَةِ کی قرآن نے قید بیان کی یا اس کی قیمت سے گندم خریدے اور ہر مسکین کو آدھا صاع گندم صدقہ کرے یا جتنے صاع اس قیمت سے آسکتے ہیں اس کے ہر نصف صاع کے بدلے ایک روزہ رکھے لہٰذا شکار کی قیمت سے دس صاع مثلاً گندم خریدے اس سے بیس ۲۰ روزے رکھے لہٰذا شیخین نے فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَاقَتَلَ سے مثل معنوی یعنی قیمت مراد لی ہے اور قرآن نے بھی ذَوَا عدل: انصاف والے دو آدمی کہا اس کی حدیث شریف سے بھی تائید ہوتی ہے چنانچہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شتر مرغ کے انڈے جن کو محرم نے توڑا تھا اس کی قیمت کی مقدار کا فیصلہ کیا دار قطنی کے کتاب الحج میں یہ روایت موجود ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 213 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَجِبُ فِي الصَّيْدِ النَّظِيْرُ فِيْمَا لَهُ نَظِيْرٌ فَفِي الظَّبْيِ شَاةٌ وَّفِي الضَّبْعِ شَاةٌ وَّفِي الْاَرْنَبِ عَنَاقٌ وَّفِي النَّعَامَةِ بَدَنَةٌ وَّفِي الْيَرْبُوْعِ جَفْرَةٌ وَفِيْ حِمَارِ الْوَحْشِ بَقَرَةٌ وَّمَنْ جَرَحَ صَيْدًا اَوْنَتَفَ شَعْرَهٗ اَوْ قَطَعَ عُضْوًا مِّنْهُ ضَمِنَ مَا نَقَصَ مِنْ قِيْمَتِهٖ وَاِنْ نَتَفَ رِيْشَ طَائِرٍ اَوْ قَطَعَ قَوَائِمَ صَيْدٍ فَخَرَجَ بِهٖ مِنْ حَيِّزِ الْاِمْتِنَاعِ فَعَلَيْهِ قِيْمَتُهٗ كَامِلَةً وَّمَنْ كَسَرَ بَيْضَ صَيْدٍ فَعَلَيْهِ قِيْمَتُهٗ فَاِنْ خَرَجَ مِنَ الْبَيْضَةِ فَرْخٌ مَيِّتٌ فَعَلَيْهِ قِيْمَتُهٗ حَيًّا۔

ترجمہ: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ شکار میں جسمانی قتل لازمی ہے① بشرطیکہ اس کی مثل ملتی ہو لہٰذا ہرن کے بدلے میں بکری اور گوہ کے بدلے میں بکری اور خرگوش کے بدلے میں بکری کا بڑا بچہ اور شتر مرغ میں اونٹ اور چوہے میں بکری کا چھوٹا بچہ لازم ہوگا اور جنگلی گدھے میں گائے لازم ہوگی اور جس نے شکار کو زخمی کیا یا اس کے بال کو اکھیڑا یا اس کا عضو کاٹ ڈالا اب اس کی وجہ سے اس کی جتنی قیمت کم ہوگی اتنی چٹی یعنی ضمانت اس پر لازم ہوگی② اور جس نے پرندے کا پر اکھیڑا یا اس کے پاؤں کاٹے جس کی وجہ سے وہ مقام

حفاظت سے باہر نکل گیا تو ایسا کرنے والے پر جانور کی مکمل قیمت مالک کو دینا
لازم ہوگا اور جس نے شکار کے انڈے کو توڑا تو اس پر مکمل اس کی قیمت لازم
ہوگی ③ اور اگر انڈے سے مردہ چوزہ نکلا تو اس پر زندہ کی قیمت لازم ہوگی۔

① امام محمد اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ اگر ایسی چیز ہے جس کی پیدائشی طور پر نظیر نہیں ملتی وہاں تو قیمت واجب ہوگی مثلاً چڑیا، کبوتر، فاختہ وغیرھم اور اگر نظیر ملتی ہو تو پھر جسمانی ساخت کو دیکھ کر قیاس کر لیا جائے گا مثلاً ہرن کی جسامت بکری سے ملتی ہے اس لئے ہرن کے شکار کے بدلے بکری دینا لازم ہوگا، اور خرگوش کی جسامت بکری کے بچے سے ملتی ہے اور اس سے بڑے جانور کے بدلے گائے لازم کرے، الفاظ کی وضاحت۔

عناق کا معنی ہے بکری کی مادہ جو چھ مہینے کی ہوتی ہے اور یہ جفیرہ سے بڑا اور جذع سے چھوٹا ہوتا ہے اور جفیرۃ بکری کا وہ بچہ جس کے چار ماہ مکمل ہو چکے ہوں اور یربوع یہ زمین پر چلنے والا ایسا جانور ہوتا ہے جو چوہے سے بڑا ہوتا ہے اگر اس کو سوراخ میں بند کیا جائے تو یہ دوسری طرف سے باہر نکلنے کی صلاحیت رکھتا ہے ان سب کی مماثلت کی تفصیل خود مصنف نے بیان کر دی ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص413 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② یعنی جتنا نقصان ہوا اتنی ہی تلافی اس کو کرنا پڑے گی مثلاً پہلے بکری ساٹھ ہزار کی تھی اب چالیس کی فروخت کی جا رہی ہے تو بیس ہزار دینا پڑے گا لیکن یہ اس صورت میں ہے جب وہ شکار مرے نہیں لیکن اگر وہ شکار اس زخم کی وجہ سے مر گیا تو مکمل قیمت ادا کرنا لازم ہوگا اور یہ بھی اس صورت میں جب زخم کے نشان باقی ہوں اور اگر کوئی نشان باقی نہ رہا تو کچھ بھی واجب نہ ہوگا اور جانور کا عضو کاٹا تو اس کی وجہ سے جو اس میں عیب پیدا ہوا اور منڈی میں جتنا اس کا ریٹ کم ہوا ہے اتنی قیمت اس کو ادا کرنا پڑے گی۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص413 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

③ یہ استحسان کے طور پر حکم ہے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ زندہ ہو اور اس کی ضرب کی وجہ سے مر گیا ہو کیونکہ انڈے کے اندر عموماً بچہ زندہ رہتا ہے اس لئے انڈہ توڑنے والے پر زندہ بچہ کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص415 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَلَيْسَ فِيْ قَتْلِ الْغُرَابِ وَالْحَدَاَةِ وَالذِّئْبِ وَالْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ
وَالْفَارَةِ وَالْكَلْبِ الْعَقُوْرِ جَزَاءٌ وَلَيْسَ فِيْ قَتْلِ الْبَعُوْضِ وَالْبَرَاغِيْثِ
وَالْقُرَادِ شَيْءٌ وَمَنْ قَتَلَ قُمْلَةً تَصَدَّقَ بِمَا شَاءَ وَمَنْ قَتَلَ

جَرَادَةً تَصَدَّقَ بِمَا شَاءَ وَ تَمْرَةٌ خَيْرٌ مِنْ جَرَادَةٍ وَمَنْ قَتَلَ مَالَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ مِنَ السِّبَاعِ وَ نَحْوِهَا فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ وَلَا يَتَجَاوَزُ بِقِيْمَتِهَا شَاةً وَإِنْ صَالَ السَّبُعُ عَلَى مُحْرِمٍ فَقَتَلَهُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَإِنِ اضْطُرَّ الْمُحْرِمُ إِلَى أَكْلِ لَحْمِ الصَّيْدِ فَقَتَلَهُ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَذْبَحَ الْمُحْرِمُ الشَّاةَ وَالْبَقَرَةَ وَالْبَعِيْرَ وَالدَّجَاجَ وَالْبَطَّ الْكَسْكَرِيَ وَإِنْ قَتَلَ حَمَامًا مُسَرْوَلًا أَوْ ظَبْيًا مُسْتَانِسًا فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ۔

ترجمہ: اور کوا، چیل، بھیڑیا، سانپ، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا (باولا کتا) ان سب کے مارنے میں کوئی بدلا نہیں ہے ① اور مچھر، پسّو اور چیچڑی کے مارنے میں بھی کوئی دم وغیرہ لازم نہیں ہے ② اور جس نے جوں کو ماردیا تو اپنی مرضی کے مطابق صدقہ کرے اور جس نے ٹڈی کو مارا تو وہ جو چاہے صدقہ کرے ③ اور کھجور ٹڈی سے بہتر ہے ④ اور جس نے ایسے جانور کو قتل کیا ہو جس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو درندوں میں سے اور اس جیسے جانوروں کا تو اس پر بدلہ لازم ہے ⑤ لیکن اسکی قیمت بکری سے تجاوز نہ کرے اور اگر پھاڑ کھانے والا جانور محرم پر حملہ آور ہوا اور محرم نے اس کو قتل کردیا تو اس پر کوئی چیز دم وغیرہ لازم نہیں ⑥ اگر محرم شکار کے گوشت کھانے کی طرف مضطر (مجبور) ہوا پھر اسکو اس نے ماردیا تو اس پر بدلہ لازم ہے ⑦ اور کوئی حرج نہیں محرم ذبح کرے، بکری، گائے، اونٹ، مرغی اور کسکری (کسکر گاؤں والی) بطخ ⑧ اور اگر ماردیا موڈے والے کبوتر کو یا اس ہرن کو جو بندوں سے مانوس ہے تو اس پر بدلہ ہے ⑨

① بخاری و مسلم میں ہے کہ پانچ جانوروں کے متعلق آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مارنے کا حکم دیکر ان کا فاسق ہونا امت پر واضح فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پانچ انسانوں کو بلاوجہ تکلیف دیتے ہیں اور حکم ہے کہ جو موذی ہو اس کو ماردیا جائے پانچ کا عدد بطور عموم کے ہے تخصیص کے نہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گرگٹ کے مارنے کا بھی حکم دیا اور بعض روایات میں سات (۷) کا بھی ذکر موجود ہے کوے سے مراد وہ کوا ہے جو مردار کھاتا

ہے اور کبھی دانے اور کبھی نجاست کھاتا ہے۔ (البنایہ ج4 ص305 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② کیونکہ ان کا شکار بھی نہیں کیا جاتا اور یہ جوں کی طرح جسم سے پیدا ہونے والی چیزوں میں سے بھی نہیں نیز یہ چیزیں انسان کی عاجزانہ حالت کو بھی ختم نہیں کرتیں۔

(البنایہ ج4 ص332 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ اور جامع الصغیر میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا اگر ایک جوں کو مارا تو کچھ کھانا کھلا دے اور مبسوط میں ہے کوئی چیز بھی صدقہ کر دے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے اگر دو یا تین جوں مار دیں تو ایک مٹھی غلہ خیرات کرے اور اگر اس سے بھی زیادہ جوں مار دیں تو اب آدھا صاع خیرات کرے اور اگر اس نے سر سے زمین پر خود جوں کو گرایا تو جو مرضی ہو صدقہ کرے اور خود بخود زمین پر گر پڑی پھر اس نے اس کو قتل کر دیا تو اس پر کچھ بھی لازم نہیں۔

(البنایہ ج4 ص333 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ اصل بات یہ تھی کہ اہل حمص کو حالتِ احرام میں بہت زیادہ ٹڈیاں آ پہنچیں تو انہوں نے ہر ٹڈی کے بدلے ایک درہم صدقہ شروع کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا اے اہل حمص تمہارے درہم بہت زیادہ ہیں لیکن کھجور بہتر ہے ٹڈی سے۔ (البنایہ ج4 ص335 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ درندوں سے مراد چیتا، شیر، بھیڑیا اور نحوھا سے مراد بندر اور ہاتھی وغیرہ ہیں تو ان صورتوں میں بدلہ لازم ہے سوائے ان پانچ کے جن کا شریعت نے استثنیٰ قرار دیا اور امام شافعی کے نزدیک کوئی بدلہ لازم نہیں ہے ہم احناف کہتے ہیں کہ درندہ یہ ایک وحشی شکار ہے کیونکہ یہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہتا ہے لہٰذا شکاری جانور ہونے کی وجہ سے اس کا بدلہ لازم ہوا اب چونکہ ان کا گوشت کھایا نہیں جاتا لہٰذا اس کی قیمت بکری سے زیادہ نہ ہو جیسا کہ دارقطنی کی روایت میں چوہے کی جگہ اس کی قیمت بکری کا بچہ لگایا گیا ہے۔ (البنایہ ج4 ص337 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑥ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حدیث میں پانچ جانوروں کو فطری موذی سمجھ کر قتل کر دینے کا حکم دیا گیا ہے تو جو جانور باضابطہ محرم پر حملہ آور ہو چکا ہو اس کو بدرجہ اولیٰ قتل کر سکتے ہیں اور قتل کرنے والے پر کچھ بھی لازم نہیں۔ (البنایہ ج4 ص339 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑦ کیونکہ شارع کی طرف سے اجازت کفارہ کے ساتھ مقید ہوتی ہے جیسا کہ سر منڈانے میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ۔ ترجمہ: جو مریض ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کا فدیہ روزہ رکھنا ہے یا خیرات یا

قربانی، وجہ استدلال یہ ہے کہ سر منڈانا احرام کے ممنوعات میں سے ہے اور شارع نے بوقت ضرورت اس کی اجازت دی ہے لیکن اس کو کفارہ کے ساتھ مقید کیا ہے اسی طرح شکار کا قتل احرام کے ممنوعات میں سے ہے لیکن پھر ضرورت کے تحت مباح ہوا لیکن کفارہ مذکورہ کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہے۔

(البنایہ ج4 ص341 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑧ کیونکہ یہ چیزیں شکار نہیں کی جاتیں کیونکہ یہ چیزیں لوگوں کے ساتھ ملی جلی رہتی ہیں اور کسکری یہ کسکر کی طرف منسوب ہے اور یہ بغداد شریف کا ایک گاؤں ہے ادھر کی بطخ مشہور تھی۔

(البنایہ ج4 بحوالہ سابقہ)

⑨ کیونکہ یہ دونوں جانور اصل پیدائشی طور پر متوحش اور شکاری ہیں اس لئے ان کو مارنے سے دم لازم آئے گا۔ مسرول کا لفظ سرادیل سے مشتق ہے لغوی معنی ہے پاجامہ پہنا ہوا یعنی وہ کبوتر جس کے پاؤں میں پر نکلا ہو یہ کبوتر اڑنے میں سست ہوتا ہے اور زیادہ تر گھر کے اندر ہی رہتا ہے۔

(البنایہ ج4 ص342 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَاِنْ ذَبَحَ الْمُحْرِمُ صَيْدًا فَذَبِيْحَتُهٗ مَيْتَةٌ لَّا يَحِلُّ اَكْلُهَا وَلَا بَأْسَ بِاَنْ يَّاْكُلَ الْمُحْرِمُ لَحْمَ صَيْدِ نِ اصْطَادَهٗ حَلَالٌ اَوْ ذَبَحَهٗ اِذَا لَمْ يَدُلَّهُ الْمُحْرِمُ عَلَيْهِ وَلَا اَمَرَهٗ بِصَيْدِهٖ وَفِيْ صَيْدِ الْحَرَمِ اِذَا ذَبَحَهُ الْحَلَالُ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ وَاِنْ قَطَعَ حَشِيْشَ الْحَرَمِ اَوْ شَجَرَةَ الَّذِیْ لَيْسَ بِمَمْلُوْكٍ وَّلَا هُوَ مِمَّا يُنْبِتُهُ النَّاسُ فَعَلَيْهِ قِيْمَتُهٗ وَ كُلُّ شَیْءٍ فَعَلَهُ الْقَارِنُ مِمَّا ذَكَرْنَا اَنَّ فِيْهِ عَلَى الْمُفْرِدِ دَمًا فَعَلَيْهِ دَمَانِ دَمٌ لحجتهٖ وَدَمٌ بِعُمْرَتِهٖ اِلَّا اَنْ يَّتَجَاوَزَ الْمِيْقَاتَ مِنْ غَيْرِ اِحْرَامٍ ثُمَّ يُحْرِمُ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ فَيَلْزَمُهٗ دَمٌ وَّاحِدٌ وَّاِذَا اشْتَرَكَ الْمُحْرِمَانِ فِيْ قَتْلِ صَيْدِ الْحَرَمِ فَعَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الْجَزَاءُ كَامِلًا وَاِذَااشْتَرَكَ حَلَالَانِ فِيْ قَتْلِ صَيْدِ الْحَرَمِ فَعَلَيْهِمَا جَزَاءٌ وَاحِدٌ وَاِذَا بَاعَ الْمُحْرِمُ صَيْدًا اَوِ ابْتَاعَهٗ فَالْبَيْعُ بَاطِلٌ۔

ترجمہ: اور اگر محرم نے شکار کو ذبح کیا تو اس کا ذبیحہ مردار تصور ہوگا اور اس کا کھانا

کسی کے لئے حلال نہ ہوگا① اور کوئی حرج نہیں کہ محرم اس شکار کا گوشت کھائے جس کو حلالی نے شکار کیا ہو② اور ذبح بھی حلالی نے کیا ہو جب کہ محرم نے اس کے ذبح کرنے کی راہنمائی بھی نہیں کی③ اور نہ ہی اس کے شکار کرنے کا حکم دیا اور حرم کے شکار میں بھی بدلہ ہے④ جبکہ حلالی نے اس کو ذبح کیا اور اگر کسی نے حرم شریف کے درخت کو کاٹا یا اس درخت کو کاٹا جو اپنی ملکیت میں نہ تھا اور نہ ہی ایسا ہو جس کو لوگ اگاتے ہوں تو اس پر اس کی قیمت لازم ہے⑤ اور ہر وہ چیز جس کو قارن کرے جو ہم نے ذکر کر دیں ان میں حج مفرد کرنے والے پر ایک دم ہے اور قارن کرنے والے پر دو دم ہیں۔(1) حج کا⑥۔(2) عمرے کا مگر جب وہ میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کر گیا پھر حج اور عمرے کا احرام باندھے تو اس پر ایک ہی دم لازم ہے اور جب دو محرم حرم کے شکار کے قتل میں شریک ہوئے تو ان میں سے ہر ایک پر مکمل بدلہ ہے⑦ لیکن جب دو حلالی حرم کے شکار کے قتل میں شریک ہوئے تو دونوں پر ایک بدلہ ہے جب محرم نے شکار بیچا یا خریدا تو بیع باطل ہے⑧

① ہمارے احناف کے نزدیک اس کا کھانا کسی کے لئے جائز نہیں خواہ حلالی ہو یا غیر اس کی وجہ یہ ہے کہ ذبح کرنا تو ایک جائز اور امر مشروع ہے لیکن حالتِ احرام میں لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ (سورۃ المائدہ پارہ نمبر 7 رکوع نمبر 3) ترجمہ: حالت احرام میں شکار مت کرو۔ کی نہی وارد ہوئی ہے اب اس کا یہ فعل حرام ہوگا اور اس کا ذبح کرنا یوں ہی ہوگا جیسا کہ مجوسی کا ہے۔
(البنایہ ج4 ص343 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ کوئی حرج نہیں کہ محرم شکار کا گوشت کھائے نیز عقل کا بھی تقاضا ہے کیونکہ شکار ذبح ہونے کے بعد اب گوشت ہو گیا اور گوشت محرم کے لئے کھانا جائز ہے نیز حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ والی روایت میں ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گوشت کھانے کا حکم دیا جبکہ صحابہ حالتِ احرام میں تھے۔ (البنایہ ج4 ص346 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ اس سے معلوم ہوا کہ محرم کو شکار کی طرف راہنمائی کرنا منع ہے حرمت کی وجہ وہی حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ والی روایت ہے جس میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کیا تم نے اشارہ کیا تھا؟ تم نے راہنمائی کی تھی؟ (البنایہ ج4 ص247 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ سوائے ان جانوروں کے جن کا حدیث میں استثناء آیا ہے اب اس پر لازم ہوگا کہ ان کی قیمت فقراء پر صدقہ کرے اور بطور کفارہ روزے یہاں کفایت نہیں کریں گے کیونکہ یہ نفلی ہے اور نہ ہی کفارہ کفایت کرے گا لہٰذا مالوں کی ضمانت کے مشابہ ہوگا۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص417 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑤ صاحب جوھرۃ نیرۃ فرماتے ہیں کہ حرم کا درخت کاٹنا چار طرح کا ہے تین کا کاٹنا جائز وحلال اور ان سے نفع حاصل کرنا بھی حلال ہے جب کہ ایک ایسا ہے کہ اس کو کاٹنا بھی منع اور نفع حاصل کرنا بھی منع ہے، تین درخت یہ ہیں۔(1) ہر ایسا درخت جسے لوگ اگاتے ہیں اور وہ ان کی جنس سے ہے جسے لوگ اگاتے ہیں۔(2) ہر ایسا درخت جو خود بخود اگ آیا اور وہ اس کی جنس سے ہے جسے لوگ اگاتے ہیں۔(3) ہر ایسا درخت جسے لوگوں نے اگایا لیکن وہ ان کی جنس سے نہیں ہے جسے عام لوگ اگاتے ہیں اور (4) ایک درخت وہ ہے جو خود رو ہے اور ان میں سے ہے جسے لوگ نہیں اگاتے اس میں تعمیم ہے اس کی ملکیت ہو یا نہ ہو خلاصہ کلام یہ ہے کہ درخت میں تب سزا و بدلہ ہوگا جب اس میں دو شرطیں پائی جائیں۔(1) خود بخود اگ آئے۔(2) ان درختوں میں ہو جسے لوگ نہیں اگاتے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص418 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑥ کیونکہ حج قران والے نے دو احرام باندھے ہوتے ہیں۔(1) حج کا۔(2) عمرے کا لہٰذا دم بھی دو لازم ہوں گے۔ (البنایہ ج4 ص361 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑦ کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک جرم اور جنایت میں شریک ہے لہٰذا تعدد جنایۃ سے متعدد بدلے لازم آئیں گے لیکن اگر دو حلالی ایک شکار میں شریک تھے تو ان پر ایک ہی بدلہ لازم ہوگا وجہ فرق یہ ہے کہ اس صورت میں محل متحد ہے جیسا کہ دو آدمی خطاً ایک کو قتل کر دیں تو ان پر ایک ہی دیت لازم آئے گی۔ (البنایہ ج4 ص362 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑧ کیونکہ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے مقام ابواء پر گدھا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ھدیہ پیش کیا آپ نے اس کو واپس کر دیا پھر جب اس کے چہرے پر غمگینی کے آثار دیکھے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس لئے واپس کیا کہ میں محرم ہوں (بخاری شریف باب اذا ھدی للمحرم ص246 قدیمی کتب خانہ کراچی) نیز عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ احرام کی وجہ سے محرم شکار کا مالک ہی نہیں بنا اور نہ بن سکے گا اس لئے اس کی خرید و فروخت باطل ہے۔

بَابُ الْاِحْصَارِ ① (حاجی کو راستہ میں روک لینے کے مسائل)

اِذَا اُحْصِرَ الْمُحْرِمُ بِعَدُوٍّ اَوْ اَصَابَهٗ مَرَضٌ يَمْنَعُهٗ مِنَ الْمُضِيِّ جَازَ لَهُ التَّحَلُّلُ وَ قِيْلَ لَهٗ اِبْعَثْ شَاةً تُذْبَحُ فِي الْحَرَمِ اَوْ وَاعِدْ مَنْ يَّحْمِلُهَا يَوْمًا بِعَيْنِهٖ يَذْبَحُهَا فِيْهِ ثُمَّ تَحَلَّلَ فَاِنْ كَانَ قَارِنًا بَعَثَ دَمَيْنِ وَلَا يَجُوْزُ ذِبْحُ دَمِ الْاِحْصَارِ اِلَّا فِي الْحَرَمِ وَ يَجُوْزُ ذَبْحُهٗ قَبْلَ يَوْمِ النَّحْرِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ قَالَا لَا يَجُوْزُ الذِّبْحُ لِلْمُحْصِرِ بِالْحَجِّ اِلَّا فِيْ يَوْمِ النَّحْرِ وَ يَجُوْزُ لِلْمُحْصِرِ بِالْعُمْرَةِ اَنْ يَّذْبَحَ مَتٰى شَاءَ وَالْمُحْصِرُ بِالْحَجِّ اِذَا تَحَلَّلَ فَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَّعُمْرَةٌ۔

ترجمہ: اور جب محرم کو دشمن کے سبب روک دیا گیا ہو یا اس کو ایسی بیماری لاحق ہوئی جس کی وجہ سے افعال حج و عمرہ روک دیئے گئے اب اس کے لئے احرام سے نکل کر حلالی بننا جائز ہے اور اسے کہا جائے گا کہ تم اس کے بدلے میں بکری کو بھیجو ② جسے حرم میں ذبح کیا جائے گا یا وعدہ کرے اس آدمی سے جو کہ بکری کو لے جائے مخصوص دن کا جس میں وہ بکری ذبح کرے پھر محصر و محرم حلالی ہو جائے ③ اور اگر حج قران کرنے والا ہو تو وہ دو دم یعنی دو بکریاں بھیجے ④ اور دم احصار کو حرم ہی میں ذبح کیا جائے گا اور امام صاحب کے نزدیک احصار کی ھدی کو یوم نحر سے پہلے بھی ذبح کرنا جائز ہے ⑤ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ محصر حج کے لئے ھدی کو یوم نحر سے پہلے ذبح کرنا جائز نہیں ہے مگر یوم نحر کو اور عمرہ کے محصر کے لئے جائز ہے جب چاہے ھدی ذبح کر دے ⑥ اور حج کا محصر اگر حلالی ہو گیا تو اس پر حج اور عمرہ لازم ہیں۔

① اس کا لغوی معنی ہے روکنا اور بند کرنا اسی سے لفظ حصور لیا گیا جیسا کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام کے متعلق آیا وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ، حصور جس کو عورتوں سے روک دیا گیا ہو اور اصطلاح شرع میں اس سے مراد ہے اَلْمُتَمَتِّعُ عَنِ الْمُضِيِّ فِيْ اَفْعَالِ الْحَجِّ بِمَوَانِعَ۔ ترجمہ: حج

تمتع کرنے والے کا حج کے افعال کو جاری رکھتے ہوئے موانع کے سبب رک جانا۔
(الاختیار تعلیل المختار ج1 ص206 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

② بکری بھیجے یا اس کی قیمت تا کہ بکری خرید کر اس کو حلال کر دیا جائے گا اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْىِ (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 8 آیت نمبر 196) ترجمہ: اگر تم کو روک دیا جائے تو آسانی سے ھدی بھیج دو اسی طریقہ سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ناجیہ الاسلمی کے ہاتھوں ھدی بھیجی تھی اور حرم کی قید لگا کر اشارہ کر دیا ہے کہ غیر حرم یعنی خارج از حرم یہ ھدی بھیجنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَحْلِقُوا رُؤُسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهٗ (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 8 آیت نمبر 196) ترجمہ: کہ اس وقت تک سروں کو مت مونڈھو جب تک ھدی اپنے محل میں نہ پہنچ جائے۔ (الاختیار بحوالۃ سابقۃ)

③ امام صاحب کے نزدیک وعدہ لیا جائے گا کیونکہ امام صاحب کے نزدیک دم احصار وقت کے ساتھ متعین نہیں ہے۔ (البنایہ ج4 ص398 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ کیونکہ اس نے حج اور عمرہ کے الگ الگ دو احرام باندھے ہیں لہٰذا یہ دو دم دے گا۔
(البنایہ ج4 ص402 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ صاحبین تمتع اور قران کی ھدی پر قیاس کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کرتے ہیں جب کہ امام صاحب کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَا تَحْلِقُوا رُؤُسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهٗ۔ لہٰذا ھدی جگہ یعنی حرم کے ساتھ خاص ہوگی لیکن زمان کے ساتھ خاص نہ ہوگی۔
(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص421 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑥ یعنی بالاجماع کیونکہ عمرہ یوم نحر کے ساتھ حلال ہونے کے طور پر مختص نہیں ہے لہٰذا احصار کی ھدی بھی یوم نحر کے ساتھ مختص نہ ہوگی۔ (الجوھرۃ النیرہ بحوالۃ سابقۃ)

وَعَلَى الْمُحْصَرِ بِالْعُمْرَةِ الْقَضَاءُ وَعَلَى الْقَارِنِ حَجَّةٌ وَّعُمْرَتَانِ وَاِذَا بَعَثَ الْمُحْصَرُ هَدْيًا وَّوَاعَدَهُمْ اَنْ يَّذْبَحُوْهُ فِيْ يَوْمٍ بِعَيْنِهٖ ثُمَّ زَالَ الْاِحْصَارُ فَاِنْ قَدَرَ عَلٰى اِدْرَاكِ الْهَدْيِ وَالْحَجِّ لَمْ يَجُزْ لَهُ التَّحَلُّلُ وَلَزِمَهُ الْمُضِيُّ وَاِنْ قَدَرَ عَلٰى اِدْرَاكِ الْهَدْيِ دُوْنَ الْحَجِّ تَحَلَّلَ وَاِنْ قَدَرَ عَلٰى اِدْرَاكِ الْحَجِّ دُوْنَ

الْهَدْيِ جَازَلَهُ التَّحَلُّلُ اِسْتِحْسَانًا وَّمَنْ اُحْصِرَ بِمَكَّةَ وَهُوَ مَمْنُوْعٌ عَنِ الْحَجِّ وَالْوُقُوْفِ وَالطَّوَافِ كَانَ مُحْصَرًا وَاِنْ قَدَرَ عَلٰی اِدْرَاكِ اَحَدِهِمَا فَلَيْسَ بِمُحْصَرٍ۔

ترجمہ: اور عمرہ کرنے والے کو روک دینے کی صورت میں عمرہ کی قضا لازم ہوگی① اور حج قِرَان کرنے والے کو روک دینے کی صورت میں ایک حج اور دو عمرے قارن پر لازم ہوں گے② اور اگر محصر نے ھدی بھیجی اور لے جانے والوں نے وعدہ بھی کیا کہ وہ معین دن میں اس کو ذبح کر دیں گے لیکن پھر احصار ختم ہوگیا③ اب دیکھیں گے کہ وہ ھدی پر اور حج کرنے پر قادر ہے تب تو اس کے لئے احرام سے نکل کر حلال ہونا جائز نہ ہوگا اور اس پر حج کو جاری رکھنا لازم ہوگا اور اگر ھدی پر قادر ہو حج کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کے لیے حلال ہونا (احرام کھولنا) جائز ہوگا اور اگر بلا ھدی حج کے پانے پر قادر ہے تو اس کے لئے حلال ہونا استحسانا (نہ کہ قیاسا) جائز ہے اور جس شخص کو مکۃ المکرمہ میں محصر بنایا گیا اس حال میں کہ اسے حج اور وقوف عرفہ اور طواف کرنے سے منع کر دیا گیا تو اب یہ محصر ہوگا④ اور اگر ان مذکورہ میں سے کسی ایک پر قادر ہوگیا تو اب محصر نہ ہوگا۔

① عمرہ کی قضا لازم ہوگی کیونکہ ہمارے احناف کے نزدیک احصار ثابت ہوگیا ہماری دلیل یہ ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کو حدیبیہ کے مقام پر روک دیا گیا تھا اور سب عمرہ کی حالت میں تھے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود حلق کرایا اور صحابہ کرام کو حکم دے دیا۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص421 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② ایک حج اور ایک عمرہ تو ایسے جیسے حج مفرد میں ہوتا ہے اور دوسرا عمرہ حلال بننے کے لئے ضروری ہے۔ (المظہر النوری ص148 مکتبہ امام احمد رضا، راولپنڈی)

③ یہ صورت صاحبین کے قول کے مطابق درست نہ ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک احصار کا دم یوم نحر کے ساتھ خاص ہے لہٰذا جو حج کو پائے گا وہ ھدی کو بھی پائے گا لیکن یہ صورت امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا قول لینے کی صورت میں درست ہوگی کیونکہ آپ کے نزدیک دم یوم نحر کے ساتھ خاص نہیں اگرچہ حرم میں ادائیگی ضروری ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص422 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ محصر اس لئے ہوگا کیونکہ اس پہ حج کا مکمل کرنا محال ہے اسی طرح اس شخص کا بھی حکم ہوگا جس کو حرم کعبہ میں روک دیا گیا ہے۔ (الجوہرۃ النیرۃ ج1 ص423 مکتبہ حقانیہ ملتان)

①بَابُ الْفَوَاتِ (حج وعمرہ کے فوت ہونے کے مسائل)

وَمَنْ اَحْرَمَ بِالْحَجِّ فَفَاتَهُ الْوُقُوْفُ بِعَرَفَةَ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ مِنْ يَّوْمِ النَّحْرِ فَقَدْ فَاتَهُ الْحَجُّ وَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطُوْفَ وَ يَسْعٰى وَ يَتَحَلَّلَ وَ يَقْضِيَ الْحَجَّ مِنْ قَابِلٍ وَّلَادَمَ عَلَيْهِ وَالْعُمْرَةُ لَا تَفُوْتُ وَهِيَ جَائِزَةٌ فِيْ جَمِيْعِ السَّنَةِ اِلَّا خَمْسَةَ اَيَّامٍ يُكْرَهُ فِعْلُهَا فِيْهَا يَوْمُ عَرَفَةَ وَ يَوْمُ النَّحْرِ وَ اَيَّامُ التَّشْرِيْقِ وَالْعُمْرَةُ سُنَّةٌ وَهِيَ الْاِحْرَامُ وَالطَّوَافُ وَالسَّعْيُ۔

ترجمہ: اور جس نے حج کا احرام باندھا پھر وقوف عرفہ فوت کر دیا یہاں تک نحر والے دن (10 ذوالحجہ) فجر طلوع ہوگئی تحقیق اس نے حج فوت کر دیا② لیکن اس پر طواف اور سعی کرنا لازم ہے اب وہ احرام سے باہر ہو جائے گا اور آنے والے سال حج کی قضا کرے گا اور اس پر دم لازم نہ ہوگا اور عمرہ فوت نہیں ہوتا اور یہ تمام سال میں③ سوائے پانچ دنوں کے کرنا جائز ہے لیکن ان پانچ ایام میں عمرہ مکروہ ہوگا جو کہ یہ ہیں۔ (1) عرفہ کا دن۔ (2) نحر (10 ذوالحجہ) کے دن (3,4,5) اور تکبیر تشریق کے دن اور عمرہ کرنا سنت ہے④ اور اس میں احرام باندھنا اور طواف وسعی کرنا ہے۔

① مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے احصار کے بعد فوات کا عنوان قائم کیا کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک عارض ہونے والی چیز ہے اور احصار بمنزلہ مفرد اور فوات بمنزلہ مرکب ہے اور مفرد مرکب پر مقدم ہوتا ہے احصار یوں مفرد ہے کیونکہ اس میں احرام ہوتا ہے لیکن ادائیگی کے بعد اور فوات میں احرام بھی ہوتا ہے اور ادائیگی بھی ہوتی ہے۔ (اللباب فی شرح الکتاب ص192 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

نکتہ: مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں فوات مفرد ذکر کیا جب کہ قضا نمازوں کے مسائل میں الفوائت جمع استعمال کیا اس میں کیا حکمت ہے؟ جواب مصنف اس طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ

نمازیں تو پانچ ہیں یعنی زیادہ ہیں جب کہ حج واحد ہے اور پوری زندگی میں فقط ایک مرتبہ فرض ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 423 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

۲ کیونکہ حج کا فرض ہے وقوف عرفہ فرض جب فوت ہو جائے تو اصل رکن فوت ہو جاتا ہے اب اس پر لازم ہے کہ طواف اور سعی کرے لیکن جدید احرام کی ضرورت نہیں ہے اور یہ عمرہ کے افعال ہیں اور حلق یا قصر کے ساتھ اب حلالی ہو جائے اب آئندہ سال یہ حج کرے گا لیکن اس پر کوئی دم لازم نہ ہوگا کیونکہ یہ حلالی عمرہ کے افعال کے ساتھ ہوا ہے لہٰذا حج کے فوت کرنے کے حق میں یہ ایسے ہے جیسے محصر کے حق میں دم ہوتا ہے لہٰذا دونوں چیزوں کو ہرگز اکٹھا نہیں کیا جائے گا۔

(اللباب فی شرح الکتاب بحوالۃ سابقۃ)

۳ عمرہ فوت نہیں ہوتا کیونکہ اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے صرف پانچ دنوں میں عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے ان ایام خمسہ میں اس لئے عمرہ مکروہ ہے کیونکہ یہ حج کے ایام ہیں۔

(اللباب فی شرح الکتاب ص 193 قدیمی کتب خانہ، کراچی)

فائدہ عظیمہ: عمرہ میں دراصل چار چیزیں ہیں۔(1) احرام۔(2) طواف۔(3) سعی۔
(4) حلق یا قصر۔ احرام اور طواف عمرہ کے رکن جب کہ سعی اور حلق واجبات عمرہ میں سے ہیں۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 424 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

۴ عمرہ صحیح قول کے مطابق سنت مؤکدہ ہے اور بعض نے واجب قرار دیا اور صاحب جوھرۃ نے فرمایا صحیح یہ ہے یہ وتر کی طرح واجب ہے اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو فرض قرار دیا ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے اور غیر عمرہ کی نیت سے بھی ادا ہو جاتا ہے جیسے فوت شدہ حج کی نیت سے اور یہ نفل ہونے یعنی سنت ہونے کی دلیل ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 424 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

①بَابُ الْهَدْيِ (ھدی کا جانور بھیجنے کے مسائل)

اَلْهَدْيُ اَدْنَاهُ شَاةٌ وَّهُوَ مِنْ ثَلٰثَةِ اَنْوَاعٍ مِّنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ يُجْزِئُ فِيْ ذٰلِكَ كُلِّهِ الثَّنِيُّ فَصَاعِدًا اِلَّا مِنَ الضَّاْنِ فَاِنَّ الْجَذَعَ مِنْهُ يُجْزِئُ فِيْهِ وَلَا يَجُوْزُ فِي الْهَدْيِ مَقْطُوْعُ الْاُذُنِ وَلَا اَكْثَرِهَا وَلَا مَقْطُوْعُ الذَّنَبِ وَلَا مَقْطُوْعُ الْيَدِ وَلَا الرِّجْلِ وَلَا ذَاهِبَةُ

الْعَيْنِ وَلَا الْعَجْفَاءُ وَلَا الْعَرْجَاءُ الَّتِي لَا تَمْشِي إِلَى الْمَنْسَكِ وَالشَّاةُ جَائِزَةٌ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا فِي مَوْضِعَيْنِ مَنْ طَافَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ جُنُبًا وَّمَنْ جَامَعَ بَعْدَ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ فَإِنَّهُ لَا يَجُوْزُ فِيْهِمَا إِلَّا بَدَنَةً وَالْبَدَنَةُ وَالْبَقَرَةُ يُجْزِئُ كُلٌّ وَّاحِدٍ مِّنْهُمَا عَنْ سَبْعَةٍ إِذَا كَانَ وَاحِدٌ مِّنَ الشُّرَكَاءِ يُرِيْدُ الْقُرْبَةَ فَإِذَا أَرَادَ أَحَدُهُمْ بِنَصِيْبِهِ اللَّحْمَ لَمْ يَجُزْ لِلْبَاقِيْنَ عَنِ الْقُرْبَةِ۔

ترجمہ: معمولی ھدی بکری ہے دراصل ھدی تین قسم پر ہے۔(1) اونٹ۔(2) گائے۔(3) بکری[1] ان سب میں دوسالہ جانور یا اس سے زائد عمر کا کفایت کرے گا مگر بھیڑ میں جذع بھی بطور ھدی کافی ہے[2] اور ہدی میں ایسا جانور جائز نہیں ہے جس کے کان مکمل طور پر کٹے ہوئے ہوں اور نہ ہی وہ جس کے کان کا اکثر حصہ کٹا ہوا ہو اور نہ ہی دم کٹا ہوا اور نہ ہی ہاتھ کٹا ہوا اور نہ ہی پاؤں کٹا ہوا اور نہ ہی وہ جس کی آنکھ جانے والی ہو اور نہ ہی دبلا اور نہ ہی لنگڑا ایسا لنگڑا کہ وہ قربان گاہ تک نہ چل سکتا ہو[3] بکری سب دموں میں دینا جائز ہے سوائے دو جگہوں کے (1) جس نے طوافِ زیارت جنبی ہو کر کیا ہو۔(2) وہ شخص جس نے وقوف عرفہ کے بعد ہم بستری کی ان دونوں مقامات[4] پر اونٹ کے علاوہ اور کوئی جانور بطور ھدی کے دینا ناجائز ہے اونٹ اور گائے ان دونوں میں سے ہر ایک سات افراد کی طرف سے کفایت کرے گا[5] بشرطیکہ ان شریکوں میں سے ہر ایک عبادت کا ارادہ رکھتا ہو اور اگر ان میں سے کسی ایک نے اپنے حصے سے گوشت لینے کا ارادہ کیا اب باقیوں کی طرف سے بطور عبادت جائز نہ ہوگی۔

(۱) یہ بات ھدی کے بیان کے بارے میں ہے ھدی سے کیا مراد ہے؟ مَا يُهْدٰى إِلَى الْحَرَمِ مِنَ النَّعَمِ مِنْ شَاةٍ أَوْ بَقَرَةٍ أَوْ بَعِيْرٍ۔ ترجمہ: جانوروں میں سے وہ جانور جسے ذبح ہونے کے لئے حرم بھیجا جائے خواہ بکری ہو یا گائے یا اونٹ۔ (البنایہ ج4 ص443 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ھدی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ادنیٰ ھدی بکری کی ہے ظاہر ہے کہ جب ادنیٰ کا ثبوت ملا تو اعلیٰ کا بھی ہونا ضروری ہے اور وہ گائے اونٹ کی

ھدی ہے لیکن اصح دلیل یہ ہے کہ حضرت امام بخاری نقل کرتے ہیں کہ ابوحمزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ھدی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اونٹ یا گائے یا بکری ہے اور عقل کا بھی تقاضا ہے کہ ھدی وہی ہوتی ہے کہ جسے بطور قرب الٰہی حرم میں ذبح ہونے کے لئے بھیجا جائے تو معنوی طور پر عبادت میں تینوں برابر ہیں اب ھدی وہی جائز ہوگی جو قربانی میں جائز ہوتی ہے یعنی بکری کم از کم سال اور گائے بکری اونٹ کم از کم دو سال کا ہونا ضروری ہے۔

(البنایہ ج4 ص444 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ جانور کے جوانی کے دو دانت آنے کے بعد اس کو عربی میں ثنی اور پنجابی میں دوندا کہا جاتا ہے اور بھیڑ کا بچہ چھ ماہ کا ہو تو اس کو جذع کہا جائے گا لیکن جذع عمر اور تنگی پر محمول ہوگا جس طرح ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ذبح نہ کرو مگر (مسنہ) مگر تم پر تنگدستی ہو تو بھیڑ کا جذع ذبح کرو ذھن میں رکھیں گائے تیسرے (3) سال میں اونٹ پانچویں (5) سال میں بکری اور بھیڑ دوسرے (2) سال میں داخل ہوں تو مُسِنہ ہوں گے۔

④ مطلب یہ ہے کہ وہ جانور قربانی کا ہو یا ھدی کا عیب سے پاک ہونا چاہیے نیز ان تمام مسائل کی اصل یہ ابن ماجہ کی روایت ہے حضرت عبید بن فیروز رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت براابن عازب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا مجھے بتائیں کہ کونسی قربانی مکروہ ہے اور کس سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ممانعت فرمائی ہے حضرت برا بولے اور اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا چار قسم کے جانور قربانی میں کافی نہیں ہیں۔(1) کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو چکا ہو۔(2) ایسا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو۔(3) جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو چکا ہو۔(4) اتنا کمزور ہو کہ جس کی ہڈیوں پر گوشت نظر نہ آئے حضرت عبید کہتے ہیں میں نے عرض کیا مجھے تو وہ بھی برا معلوم ہوا ہے جس کے کان میں عیب ہو حضرت براابنِ عازب نے فرمایا تمہیں برا معلوم ہوتا ہے تو نہ خریدو لیکن دوسروں کو نہ روکو۔

(ابن ماجہ بَابُ مَایُکْرَہُ اَنْ یُّضَحّٰی بہ ج2 ص268 فرید بک سٹال، لاہور)

⑤ دو کا حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے اس لئے بعض علماء نے تیسرا مقام بھی ذکر کیا اور وہ یہ ہے کہ جب عورت طواف کر رہی تھی حیض یا نفاس آ گیا تب بھی مذکورہ دو مقام کی طرح بکری کے بجائے اونٹ بطور دم دے گی بعد الوقوف بعرفۃ کا مطلب ہے حلق سے اور طواف زیارت سے پہلے ویسے اگر حالتِ حیض میں ہو تو بیت اللہ شریف کے طواف کے علاوہ بقیہ افعال ادا کر سکتی ہے۔

(المظہر النوری ج1 ص148 مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی)

⑨ عبادت اور قربت کا ارادہ ہو اگرچہ وجوہ قربت مختلف ہو جائیں مثلا ایک حج تمتع دوسرا حج قران تیسرا نفلی حج چوتھا قربانی پانچواں عقیقہ کرنا ہو لیکن سب کا مقصود اس سے قربت الٰہی اور رضائے الٰہی ہونا چاہئے اگر ایک کی نیت میں بھی فتور آ گیا سب کی عبادت ضائع ہو گی۔

(الجوهرة النیرة ج 1 ص 426 باضافہ یسیر مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وَيُجُوْزُ الْاَ كْلُ مِنْ هَدْيِ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ وَلَا يَجُوْزُ الْاَ كْلُ مِنْ بَقِيَّةِ الْهَدَايَا وَلَا يَجُوْزُ ذِبْحُ هَدْيِ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ اِلَّا فِيْ يَوْمِ النَّحْرِ وَيَجُوْزُ ذِبْحُ بَقِيَّةِ الْهَدَايَا فِيْ اَيِّ وَقْتٍ شَاءَ وَلَا يَجُوْزُ ذِبْحُ الْهَدَايَا اِلَّا فِي الْحَرَمِ وَ يَجُوْزُ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِهَا عَلٰى مَسَاكِيْنِ الْحَرَمِ وَغَيْرِهِمْ وَلَا يَجِبُ التَّعْرِيْفُ بِالْهَدَايَا وَالْاَفْضَلُ بِالْبُدْنِ النَّحْرُ وَفِي الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ الذِّبْحُ وَالْاَوْلٰى اَنْ يَّتَوَلَّى الْاِنْسَانُ ذَبْحَهَا بِنَفْسِهٖ اِذَا كَانَ يُحْسِنُ ذٰلِكَ وَ يَتَصَدَّقُ بِجَلَالِهَا وَ خِطَامِهَا وَلَا يُعْطِيْ اُجْرَةَ الْجَزَّارِ مِنْهَا وَمَنْ سَاقَ بَدَنَةً فَاضْطُرَّ اِلٰى رُكُوْبِهَا رَكِبَهَا وَاِنِ اسْتَغْنٰى عَنْ ذٰلِكَ لَمْ يَرْكَبْهَا۔

ترجمہ: اور جائز ہے کھالینا نفلی، حج تمتع وقران کی ھدی سے اور باقی ھدیوں سے جائز نہیں ہے کھانا① اور نفلی، حج تمتع وقران کی ھدی فقط یوم نحر (10 ذوالحجہ) کو ہی ذبح کیا جائے گا② اور بقایا ھدیوں کو جس وقت چاہیں ذبح کر سکتے ہیں اور جائز نہیں ہے کسی ھدی کو ذبح کرنا مگر حرم ہی میں③ اور جائز ہے ھدی کا گوشت تقسیم کرنا حرم اور اس کے علاوہ کے مسکینوں پر④ اور ھدی کو عرفات میں لے جانا واجب نہیں ہے اور اونٹ کو نحر کرنا اور گائے اور بکری کو ذبح کرنا افضل ہے ⑤ اور بہتر یہی ہے کہ انسان خود ذبح کرے جب کہ ذبح کا طریقہ اچھا جانتا ہو⑥ اور ھدی کی جھول اور لگام کو صدقہ کر ڈالے لیکن قصاب کی اجرت ھدی سے ادا نہ کرے⑦ اور جس نے اونٹ کو ہانکا پھر اس کے سوار ہونے پر مجبور ہو گیا تو سوار ہو جائے اور اگر سوار ہونے سے بے نیاز ہو گیا پھر سوار نہ ہو⑧

① کیونکہ یہ ھدی نسک کا دم ہے لہٰذا جس طرح قربانی کے گوشت کو کھانا جائز ہے اسی طرح مبسوط میں ہے کہ اس کا کھانا مستحب عمل ہے نیز حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ھدی کا گوشت کھایا اور شوربہ پیا ہاں اس کے علاوہ کفارات، نذروں اور ھدی احصار ان کا کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب حدیبیہ کے مقام پر روک دیا گیا اور آپ نے ھدی ناجیہ الاسلمی کے ہاتھوں بھیج دی تو ساتھ ہی فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی اس سے کچھ بھی نہ کھانا اور اس کو باقی لوگوں کے لئے چھوڑ دو۔ (البنایہ ج4 ص446 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② صاحب جوھرۃ فرماتے ہیں جو مناسک میں دم دیئے جاتے ہیں ان کی تین صورتیں ہیں۔ (1) یوم نحر سے پہلے بالا جماع ان کو حرم میں ذبح کرنا جائز ہے مثلاً کفاروں اور منتوں اور نفلی ھدی کا دم۔ (2) یوم نحر سے پہلے بالا جماع ان کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے جو تمتع و قران اور قربانی کا دم (3) مختلف فیہ ہے اور وہ احصار کا دم ہے امام صاحب کے نزدیک اس میں تقدیم جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک نا جائز ہے اور مبسوط میں ہے کہ نفلی ھدی یوم نحر سے پہلے ذبح کرنا جائز ہے مگر یوم نحر کو ذبح کرنا افضل ہے اور بقیہ ھدی ہر وقت ذبح کرنا جائز ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص426۔427 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

③ حرم کی قید اس لئے لگائی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ثُمَّ مَحِلُّهَا اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (سورۃ الحج پارہ نمبر 17 رکوع نمبر 11) ترجمہ: پرانا گھر اس کا محل ہے۔ (الجوھرۃ بحوالہ سابقہ)

④ حرم کے مسکینوں پر صدقہ افضل ہے ہاں اگر غیر حرم کے زیادہ محتاج ہوں تو اب ان کو دیا جائے گا۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

⑤ بدنہ میں نحر افضل ہے کیونکہ اس کی عظمت صریح ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ۔ ترجمہ: اپنے رب کی نماز پڑھیئے اور نحر کیجیے۔ (سورۃ الکوثر پارہ نمبر 30) اگر چاہے تو اونٹ کو سیدھا کھڑا کرے چاہے کروٹ کے بل لٹائے افضل قیام ہے اور بکری اور گائے کو لٹا کر ذبح کرے کیونکہ کروٹ کے بل ذبح کرنا آسان ہے نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً (سورۃ البقرۃ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 8) ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ اور اگر گائے بکری کا نحر اور اونٹ کو ذبح کر دیا تب بھی جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔

(حوالہ نمبر 1 الجوھرۃ بحوالہ سابقہ حوالہ نمبر البنایہ 2 ج4 ص451 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑥ کیونکہ اپنی طرف سے ولایت بہتر ہوتی ہے اگر چہ غیر کے لئے بھی جائز ہے جیسا کہ روایت میں ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سو اونٹ کو حرم کی طرف ہانکا ساٹھ کے

قریب کا آپ نے نحر فرمایا اور بقیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سونپ دیئے، عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس میں زیادہ خشوع پیدا ہوتا ہے۔

(حوالہ نمبر 1 الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 428 مکتبہ رحمانیہ البنایہ حوالہ نمبر 2 ایضاً بحوالۃ سابقۃ)

⑦ جلال: جل کی جمع ہے وہ چیز جو جانور کے اوپر بطور لباس کے پہنی جاتی ہے، خطام: وہ رسی جو اونٹ کے گلے میں باندھی جاتی ہے ان کو خیرات کر دے لیکن قصائی کو اس سے مزدوری نہ دے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جھول وغیرہ کو تقسیم کرنے کا حکم دیا اور مجھے حکم دیا کہ قصاب کی مزدوری ذرا بھر اس سے ادا نہیں کرنی ہے لہٰذا اس کا حکم بھی قربانی کے جانور کے حکم کی مانند ہے۔ (البنایہ ج 4 ص 455 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑧ مطلب یہ ہے کہ کمزور ہے اور سامان وغیرہ بھی نہیں اٹھا سکتا اور بعض نے اس وقت سوار ہونے کو واجب قرار دیا لیکن نہ سوار ہونا افضل ہے کیونکہ اب وہ خالصۃً اللہ کے لئے ہو گیا ہے۔

(البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

وَاِنْ كَانَ لَهَا لَبَنٌ لَّمْ يَحْلِبْهَا وَ لٰكِنْ يَّنْضِحُ ضَرْعَهَا بِالْمَاءِ الْبَارِدِ حَتّٰى يَنْقَطِعَ اللَّبَنُ وَمَنْ سَاقَ هَدْيًا فَعَطِبَ فَاِنْ كَانَ تَطَوُّعًا فَلَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُهٗ وَاِنْ كَانَ عَنْ وَّاجِبٍ فَعَلَيْهِ اَنْ يُّقِيْمَ غَيْرَهٗ مَقَامَهٗ وَاِنْ اَصَابَهٗ عَيْبٌ كَثِيْرٌ اَقَامَ غَيْرَهٗ مَقَامَهٗ وَصَنَعَ بِالْمَعِيْبِ مَا شَاءَ وَاِذَا عَطِبَتِ الْبَدَنَةُ فِي الطَّرِيْقِ فَاِنْ كَانَ تَطَوُّعًا نَحَرَهَا وَ صَبَغَ نَعْلَهَا بِدَمِهَا وَ ضَرَبَ لَهَا صَفْحَتَهَا وَلَمْ يَاكُلْ مِنْهَا هُوَ وَلَا غَيْرُهٗ مِنَ الْاَغْنِيَاءِ وَاِنْ كَانَتْ وَاجِبَةً اَقَامَ غَيْرَهَا مَقَامَهَا وَصَنَعَ بِهَا مَاشَاءَ وَ يُقَلَّدُ هَدْيُ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ لَا يُقَلَّدُ دَمُ الْاِحْصَارِ وَلَادَمُ الْجِنَايَاتِ۔

ترجمہ: اور اگر ھدی کا دودھ ہو تو تعظیماً اس کو نہ دوھے لیکن اس کے پستانوں پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے یہاں تک کہ دودھ ختم ہو جائے① اور اگر کسی نے ھدی کو ھانکا پھر وہ ہلاک ہوگی اگر نفلی تھی تو اس پر دوسری لازم نہیں ہے اور اگر

واجب تھی اب ہلاک کرنے والے پر لازم ہے کہ اس کی جگہ پر دوسری لائے جو اس کے قائم مقام ہے ⑤ اور اگر ھدی میں بہت زیادہ عیب پیدا ہو گیا تو اس کی جگہ دوسری ھدی قائم مقام کرے ⑥ اور عیب والی کے ساتھ جو چاہے کرے اور اگر اونٹ راستے میں تھک جائے اگر نفلی ہو تو اس کو نحر کرے اور اس کے کھروں کو اس کے خون سے رنگدار کرے اور اس کے کندھے پر مارے ⑦ اس سے نہ تو خود کھائے اور نہ ہی مالداروں میں سے کوئی کھائے ⑧ اور اگر ھدی واجب ہو تو اس کے قائم مقام دوسری کرے اور پہلی ھدی کے بارے میں اس کو اختیار ہے جو کرے، اور نفلی، تمتع، قران کی ھدی کو قلادہ (پٹہ) ڈالے ⑨ اور احصار کے دم کو قلادہ نہ ڈالے اور نہ ہی جنایات کے دم کو۔

① دودھ اس لئے نہ دوھے کیونکہ وہ بھی تو اس اونٹنی کا جزء ہے لہٰذا اسے اپنے ذاتی استعمال میں نہ لائے ہاں ٹھنڈا پانی چھڑکے تاکہ دودھ ختم ہو جائے لیکن یہ اس وقت حکم ہوگا جب وہ جانور ذبح کے قریب ہو لیکن اگر ذبح کا وقت دور ہو اب دوہنا جائز ہے تاکہ تکلیف کو ختم کیا جا سکے اور صدقہ کر دے کیونکہ وہ بھی ھدی کا جزء ہے اور اگر ھدی خریدی پھر اس نے بچہ جنم دیا تو اس کو بھی ساتھ ہی ذبح کر دے اگر چاہے تو صدقہ کر دے کیونکہ بچہ ماں کے حکم میں ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص223 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

② نفلی جب ھدی ہوگی تو اب متبادل لازم نہ ہوگی کیونکہ وہ تو محض نیت سے متعین ہو چکی ہے اور اگر واجب ہے تو پھر اس کا قائم مقام دینا لازمی ہے کیونکہ وہ اس کے ذمہ باقی ہے۔

(الاختیار بحوالہ سابقہ)

③ کیونکہ عیب دار کے ساتھ واجب ادا نہیں ہوتا لہٰذا اس کی مثل دینا لازم ہے۔

(البنایہ ج4 ص458 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ کیونکہ اس رنگ سے لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ ھدی کا جانور ہے۔

(البنایہ ج4 ص458 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ کیونکہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور نے ناجیہ الاسلمی کو یہی حکم جاری کیا تھا لہٰذا اتباع نبوی لازم ہے۔ (الاختیار بحوالہ سابقہ)

⑥ کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن ھدیوں کو پٹہ باندھا تھا وہ نفلی تھیں مراد ھدی سے

2 یہاں بدنہ ہے لیکن بکری بھیڑ ہو تو ان کو پٹہ نہ ڈالے کیونکہ عادۃ اور عرفا ان کو پٹہ نہیں ڈالا جاتا اور بقایا ھدیوں میں نہ ڈالے کیونکہ وہ جنایات کی ہیں تو ان پر پردہ ہی بہتر ہے اور احصار کے دم میں بھی ایسا نہ کرے کیونکہ یہ بھی حرم کی ھدی ہے اور پٹہ ڈالنے سے اس کا اظہار ہوگا حالانکہ ان کو ظاہر کرنا معیوب ہے۔

یوم تشکر: آج الحمدللہ قدوری شریف کا ایک حصہ مکمل ہوا۔ جو درجہ خاصہ طالبات کے نصاب میں داخل ہے۔ جس پر بندہ اللہ تعالیٰ کا اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اساتذہ کرام والدین عظام اور شیخ طریقت کا غیر متناہی شکر ادا کرتا ہے کہ یہ سب کچھ ان کے فیضان سے ہوا ہے اللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک طلباء وطالبات اور عوام وخواص کو بندہ کی اس حقیر کاوش سے کثیر نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

28 مئی 2014 بروز بدھ بوقت دن 10 بجے

①کِتَابُ الْبُیُوْعِ
(مختلف اقسام کی بیع کے مسائل)

اَلْبَیْعُ یَنْعَقِدُ بِالْاِیْجَابِ وَالْقَبُوْلِ اِذَا کَانَا بِلَفْظَی الْمَاضِیْ فَاِذَا وَجَبَ اَحَدُالْمُتَعَاقِدَیْنِ الْبَیْعَ فَالْاٰخَرُ بِالْخِیَارِ اِنْ شَاءَ قَبِلَ فِی الْمَجْلِسِ وَاِنْ شَاءَ رَدَّهٗ فَاَیُّهُمَا قَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ قَبْلَ الْقَبُوْلِ بَطَلَ الْاِیْجَابُ۔

ترجمہ: ②بیع منعقد ہوتی ہے ایجاب اور قبول کرنے کے ساتھ بشرطیکہ دونوں صیغے فعل ماضی کے لفظ کے ساتھ ہوں پس خرید وفروخت والے دونوں میں سے ایک نے ایجاب کیا تو بیع کا دوسرے کو اختیار ہے چاہے تو مجلس کے اندر قبول کرے اور اگر چاہے تو مسترد کردے③ پھر ان میں سے کوئی بھی قبول کرنے سے پہلے مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو ایجاب④ باطل ہوگا۔

① اس جملے کی چند تراکیب ہوتی ہیں۔(1) کتاب البیوع مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا اور ھذا اس کی خبر محذوف ہے۔(2) کتاب البیوع خبر ہے اور اس کی مبتدا ھذہ محذوف ہے تقدیر عبارت ہوگی ھٰذِہٖ کِتَابُ الْبُیُوْعِ۔(3) یہ منصوب ہے اور اس کا فعل مقدر اُذْکُرْ یا نَذْکُرُ کا مفعول بہ ہے۔(4) منصوب بِنَزْعِ الخافض ہے حرف جارّی کو حذف کرکے اس کو نصب دے دی جیسے وَاخْتَارَ موسٰی قَوْمَہٗ اصل میں مِنْ قَوْمِہٖ تھا اسی طرح یہاں تقدیر عبارت نَشْرَعُ لَکُمْ فِی کِتَابِ الْبُیُوْعِ۔ترجمہ: ہم تیرے لیے کتاب البیوع میں شروع ہوتے ہیں۔

فائدہ: علامہ سید نورالدین فروق اللغات میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ مسائل جو متحد الاجناس مختلف الانواع ہوں ان کے مجموعہ کو کتاب کہا جاتا ہے اور باب ایسے مسائل کے مجموعہ کا نام ہے جو نوع میں متحد ہوں اور صنف میں مختلف ہوں اور فصل ایسے مسائل کے مجموعہ کا نام ہے جو صنف میں متحد ہوں لیکن تشخص میں مختلف ہوں۔

تشنیہ: مصنف علیہ الرحمۃ نے بیوع جمع کیوں ذکر کیا؟ حالانکہ لفظ بیع مصدر ہے کَمَا فِی قَوْلِهٖ تَعَالٰی اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ اور مصدر کا اصول ہے کہ وہ تشنیہ اور جمع نہیں ہوتا کیونکہ وہ اسم جنس ہوتا ہے جو تمام افراد اور انواع پر مشتمل ہوتا ہے پھر مصنف نے اسے جمع کیوں استعمال کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا مصدر جس سے مختلف انواع پر دلالت کرانا مقصود ہو اس کی جمع لائی جا سکتی ہے جیسے کتاب الطہارات صاحب ہدایہ نے فرمایا کیونکہ طہارت وضوء/ تیمم /غسل سب صورتوں میں ہو سکتی ہے اس طریقہ سے یہاں بیع کی مختلف انواع ہیں مثلاً بیع باطل، بیع فاسد، بیع اقالہ، بیع مضاربہ اس لئے جمع کا لفظ استعمال کیا تا کہ سب قسموں کی طرف اشارہ ہو جائے۔ نوٹ: بیع کی تمام اقسام تقریباً پچاس ہیں آپ راقم کے نقشہ میں ملاحظہ کرلیں۔ (البنایہ ج7 ص3 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② بَیْع باب فَعَلَ یَفْعِلُ کا مصدر ہے اس کا معنی بیچنا اور کبھی خریدنا بھی ہوتا ہے بیع و شرا باہمی ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے رہتے ہیں جیسے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ میں شروہ بیچنے کے معنی میں ہے اور بیع کی اصطلاحی تعریف ایک قول کے مطابق یوں کی گئی هُوَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ بِالتَّرَاضِیْ ۔ترجمہ: ایک مال کو دوسرے مال سے بدل لینا باہمی رضامندی کے سبب، مبادلہ سے مراد مبادلہ حسیہ نہیں بلکہ شرعی یعنی ایجاب وقبول کا ربط مراد ہے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بیع منعقد ہوتی ہے ایجاب وقبول سے یہاں سے مصنف بیع کے رکن کی وضاحت کر رہے ہیں یہ ذہن میں رکھیں بائع اور مشتری میں جس کا کلام پہلے مذکور ہوا اس کو ایجاب کہتے ہیں اور جو اس کے بعد مذکور ہوا اس کو قبول کہتے ہیں مثلاً بائع نے کہا بِعْتُ الْحِنْطَةَ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ۔ ترجمہ: میں نے گندم کو دس درہموں کے بدلے فروخت کر دیا، تو مشتری نے کہا اِشْتَرَيْتُ، میں نے خرید لیا تو بائع کا قول چونکہ پہلے ہے ایجاب ہوگا مشتری کا قول بعد میں ہے لہٰذا قبول کہلائے گا بشرطیکہ دونوں صیغے فعل ماضی کے ہوں جیسے کہے بِعْتُ اور مشتری کہے اِشْتَرَيْتُ فعل ماضی کی قید اس لئے لگائی گئی کیونکہ فعل ماضی کسی چیز کے وقوع یقینی پر دلالت کرتی ہے اور مستقبل و مضارع میں محض ایک وعدہ ہوتا ہے۔ (حوالہ نمبر 1۔ الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص432 مکتبہ رحمانیہ لاہور بتغیر حوالہ نمبر 2۔ الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص232 مکتبہ حقانیہ پشاور)

③ یعنی اگر بیچنے والے نے کہا کہ میں نے تجھے یہ چیز اتنے درہموں میں بیچ دی ہے مشتری نے کہا اِشْتَرَيْتُ اب سودے کو برقرار رکھنے اور توڑنے کے بارے میں بائع و مشتری کو مجلس کے اختتام تک کا اختیار ہے اس اختیار کو فقہاء خیار قبول کہتے ہیں کیونکہ اگر یہ اختیار نہ دیا جائے اس کا مطلب ہوگا کہ بیع

دوسری کی رضا مندی کے بغیر منعقد ہوئی ہے حالانکہ بیع کی شرعی تعریف میں یہی قید تھی کہ بالتراضی کہ آپس میں تبادلہ مال رضامندی کے سبب ہو لہٰذا باہمی رضا مندی ضروری ہے اگر باہمی تبادلہ پایا گیا ہے لیکن رضامندی کے بغیر تو وہ شرعی بیع نہ ہوگی۔ (البنایہ ج7 ص3 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

④ کیونکہ قیام اعراض کرنے اور راضی نہ رہنے کی دلیل ہے اسی طرح اگر کھڑا نہ ہوا مگر اسی مجلس میں بیع کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہو گیا تب بھی ایجاب باطل ہوگا۔

(الجوھرة النیرة ج1 ص433 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

فَاِذَا حَصَلَ الْاِیْجَابُ وَالْقَبُوْلُ لَزِمَ الْبَیْعُ وَلَا خِیَارَ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِلَّا مِنْ عَیْبٍ اَوْعَدَمِ رُؤْیَةٍ وَّالْاَعْوَاضُ الْمُشَارُ اِلَیْهَا لَا یُحْتَاجُ اِلٰی مَعْرِفَةِ مِقْدَارِهَا فِیْ جَوَازِ الْبَیْعِ وَالْاَثْمَانُ الْمُطْلَقَةُ لَا تَصِحُّ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ مَعْرِفَةَ الْقَدْرِ وَالصِّفَةِ۔

ترجمہ: پھر جب ایجاب اور قبول حاصل ہو چکا تو بیع لازم ہوگی اور ان دونوں (بائع مشتری) کو اب واپسی کا کوئی اختیار نہ ہوگا① مگر عیب کی وجہ سے یا مبیعہ نہ دیکھنے کے سبب② اور بدلے کی وہ چیز جس کی طرف اشارہ کیا جائے وہ مقدار کی پہچان کی طرف محتاج نہ ہوگی بیع کے جواز میں③ اور مطلق ثمن ان کی بیع درست نہ ہوگی مگر اس صورت میں جب ان کی مقدار اور صفت کی پہچان ہو④۔

① اس کی وجہ یہ ہے کہ رکن بیع ایجاب وقبول ہے جب رکن پایا گیا تو اب اگر اختیار دیں گے یعنی خیار قبول تو اس کا مطلب ہوگا کہ ایک نے سودا کو فسخ کر کے دوسرے کو تکلیف دی ہے کیونکہ اس میں دوسرے کا حق باطل کرنا لازم آتا ہے باقی جو حدیث میں آتا ہے اَلْمُتَبَایِعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا، ترجمہ: کہ بائع اور مشتری جب تک ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں ان کو اختیار ہوگا کہ اس کو ہم احناف خیار قبول پر محمول کرتے ہیں علامہ ابراہیم نخعی نے بھی حدیث کا یہی مفہوم مراد لیا ہے کیونکہ بیعان اور بعض روایات میں متابیعان کا لفظ بتاتا ہے کہ جب تک وہ آپس میں سودا طے کر رہے ہیں ان کو خیار قبول حاصل ہے اور مالم یتفرقا کا مطلب تَفَرُّق بِالْاَقْوَالْ ہے بِالْاَ بْدَان مراد نہیں یعنی ایک دوسرے سے الگ ہونے کا مطلب مجلس کا ختم ہونا نہیں بلکہ جدا ہونے کا مطلب ہے کہ جب تک بائع مشتری آپس میں گفتگو کر رہے ہوں اور ایجاب وقبول پورا نہ ہوا اس وقت تک ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے سودا

برقرار رکھے یا توڑ دے اس کے بعد ان میں سے کسی کو یہ اختیار نہ رہے گا۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص233 مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۲) مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو بیچا جا رہا ہے اس میں اگر عیب ہو یا اس کو مشتری نے دیکھا ہی نہ ہو اب ان دو صورتوں میں سودا توڑنا جائز ہے اسی طرح خیار شرط کی وجہ سے بھی سودا توڑنا جائز ہے مصنف نے پہلے دو کی تخصیص اس لیے کی ہے کیونکہ ان دو کا ہر سودے میں پایا جانا ممکن ہے لیکن خیار شرط تو شرط کی وجہ سے عارض ہونے والی چیز ہے اگر بائع اور مشتری خیار شرط نہ بھی رکھیں تب بھی درست ہے۔

(الجوهرة النيرة ج1 ص433 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

(۳) بائع نے الاعواض عوض کی جمع ہے اس سے مراد وہ چیز جس کی بیع کی جا رہی ہے یا ثمن مراد ہے اصل مسئلہ یہ ہے اگر بائع نے مثلاً گندم کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا تو ان کا معلوم ہونا ضروری نہیں کیونکہ اشارہ کے ساتھ معرفۃ ہو جاتی ہے اور وصف بھی معلوم ہو تو اس سے جھگڑا نہیں ہوگا مثلاً بائع مشتری سے کہے کہ میں نے جَو یا گندم کے اس ڈھیر کو ان یعنی پچاس مثلاً درہموں کے بدلے فروخت کر دیا جو تیرے ہاتھ میں ہیں اور مشتری قبول کرلے تو درست ہے بشرطیکہ اس مال کا تعلق احوال ربویہ سے نہ ہو ورنہ بیع جائز نہ ہوگی مثلاً ایک چیز کو ہم جنس چیز کے بدلے بیچا اب اگر مقدار معلوم نہ ہوئی تو بیع جائز نہ ہوگی مثلاً گندم کو گندم یا جَو کو جَو کے بدلے بیچا تو بیع جائز نہ ہوگی اس میں مساوات کا ہونا ضروری ہے، بیع کی جواز کی قید اتفاقی نہیں بلکہ احترازی ہے اس سے بیع سلم خارج ہوگئی کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک بیع سلم میں جب اصل مال مکیلی یا موزونی چیز ہو تو اس میں مقدار کی پہچان ضروری ہے محض اشارہ کافی نہ ہوگا۔ (الجوهرة النيرة بتغیر ج1 ص433 تا434 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

(۴) الاثمان المطلقہ سے مراد یا تو سونا چاندی ہے یا مطلقہ سے مراد جس کی طرف اشارہ نہ کیا گیا ہو قدر سے مراد ثمن کی مقدار دس پچاس وغیرہ اور صفت سے مراد یا تو کھرا کھوٹا درمیانہ ہونا یا پھر صفت سے مراد بخاری، سمرقندی وغیرھا ہیں صورت مسئلہ یوں بنے گی ایک آدمی دوسرے کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میں نے تجھے یہ چیزیں ثمن کے بدلے بیچ دی یا اس کے مساوی چیز کے بدلے دوسرا کہتا ہے میں نے تجھ سے فلاں چیز کی خریداری سونے یا چاندی وغیرہ کے بدلے کرتا ہوں اور مقدار معین نہیں کرتا تو یہ بیع جائز نہ ہوگی جب تک مقدار مثلاً دس یا بیس درہم وغیرھا اور صفت مثلاً فیصل آبادی سمرقندی، بخاری، معلوم نہ ہوگی بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ بیع میں بائع کی طرف سے ایک چیز کو یعنی مبیعہ کو سونپنا ہوتا ہے جب کہ مشتری کی طرف سے نقدی رقم یا ثمن سونپنا ہوتا ہے اور اگر مقدار اور وصف معلوم نہ ہوں تو پھر جھگڑا واقع ہو جاتا ہے

لہٰذا یہ بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ اس میں ایک چیز دوسری کو سونپنا اور اس سے لینا محال ہوگا اور ہر ایسی جہالت صفت کی ہو تو وہ جواز کو روک دیتی ہے یہ احناف کا ضابطہ ہے۔ (البنایہ ج 7 ص 29 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَيَجُوْزُ الْبَيْعُ بِثَمَنٍ حَالٍ وَّ مُؤَجَّلٍ اِذَا كَانَ الْاَجَلُ مَعْلُوْمًا وَ مَنْ اَطْلَقَ الثَّمَنَ فِي الْبَيْعِ كَانَ عَلٰى غَالِبِ نَقْدِ الْبَلَدِ فَاِنْ كَانَتِ النُّقُوْدُ مُخْتَلِفَةً فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ اِلَّا اَنْ يُّبَيِّنَ اَحَدَهَا وَ يَجُوْزُ بَيْعُ الطَّعَامِ وَالْحُبُوْبِ كُلِّهَا مُكَايَلَةً اَوْ مُجَازَفَةً وَّبِاِنَاءٍ بِعَيْنِهٖ لَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهٗ وَ بِوَزْنِ حَجَرٍ بِعَيْنِهٖ لَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهٗ۔

ترجمہ: اور بیع جائز ہے موجودہ ثمن (نقدی فی الفور) سے اور وقت مقررہ کے ثمن کے بدلے بھی جب کہ وقت معلوم ہو ① اور جس نے ثمن کو بیع میں مطلق رکھا (ریال پونڈ وغیرہ کو ذکر نہ کیا) تو ثمن شہر کی غالب نقدی پر محمول ہوگا ② پھر اگر نقدیاں بھی مختلف قسم کی ہوں تو بیع فاسد ہوگی مگر یہ کہ کسی ایک رائج الوقت سکہ کا بیان کر دے اور بیع جائز ہے ③ غلہ اور سارے دانوں کی ماپ کر اور اندازے سے اور معین برتن کے ساتھ ④ جس کی مقدار کی پہچان نہ ہو یا معین پتھر کے وزن کے ساتھ جس کی مقدار معلوم نہ ہو۔

① علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ بعض نسخوں میں اَوْ مُؤَجَّل ہے تاہم واؤ والا نسخہ بھی درست ہے کیونکہ واؤ مجازاً اَوْ کے معنی میں بھی استعمال ہوتی رہتی ہے نیز علامہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں علماء کا اجماع ہو چکا ہے کیونکہ جب وقت معلوم ہوگا تو جھگڑا نہ ہوگا کہ اس مسئلہ کی دلیل آیت قرآنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ مطلق بیان کیا نیز بخاری کی روایت میں ہے کہ قبیلہ بنوظفر کا ابوالشحم یہودی اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تیس صاع غلہ خریدا اور لوہے کی زرہ اس کے پاس بطور گروی کے رکھی لہٰذا ثابت ہوا کہ ادھار کی بیع بھی جائز ہے لیکن وقت متعین ہونا چاہیئے کیونکہ اگر وقت متعین نہ ہوگا تو پھر جھگڑا اس طرح ہوگا دینے والا جلدی کا مطالبہ کرے گا جب کہ لینے والا دیر سے دینے کی کوشش کرے گا۔
(البنایہ ج 7 ص 30 تا 31 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② یعنی سودے میں مقدار تو بیان کی کہ میں نے فلاں چیز اتنے مثلاً پچاس درہم کے بدلے

خریدی لیکن اس کا وصف اس کی قید نہیں لگائی کہ مصری، شامی، بخاری، سمرقندی، فیصل آبادی وغیرہ اور جس شہر میں یہ سودا ہوا وہاں مختلف اوصاف کے نقود رائج ہیں تو اب دلالۃ عرف کی وجہ سے جو خود ایک دلیل ہے کو ترجیح دی جائے گی لہٰذا جس نقد کا زیادہ رواج ہوگا وہی دینا پڑے گا اور یہ غلبۂ عرف کی وجہ سے بیان کے قائم مقام سمجھا جائے گا حضرت علامہ عبداللہ موصلی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی عمدہ مثال پیش کی ہے ایک شخص نے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اس گھر کے دس کپڑے کو دس اور اس تربوز کو دس کے بدلے خریدا اب دس مطلق ہے اور شہر میں دنانیر اور درہم اور پیسے سب رائج ہیں اب دلالۃ عرف کے اعتبار سے گھر کے دس کو دیناروں اور اور کپڑوں کے دس کو درہموں اور تربوز کے دس کو عرف عام کی وجہ سے پیسوں کی طرف پھیرا جائے گا اور اگر لوگوں کا تعامل نہ ہو تو اس صورت میں فقہاء کے نزدیک جو لوگوں کی عادت ہے اس پر محمول کیا جائے گا علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس لئے یہ سب کچھ کیا جارہا ہے تا کہ بیع جائز ہو اور حتی الامکان مسلمانوں کے امور درست ہوسکیں۔

(حوالہ نمبر 1۔البنایہ ج 7 ص 32 تا 33 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، حوالہ نمبر 2۔ الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 234 مکتبہ حقانیہ پشاور)

③ طعام سے مراد گندم اور اس کا آٹا ہے کیونکہ عرف میں ان پر ہی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور دانوں سے مراد مسور اور تل جیسی چیزیں مراد ہیں اور مکایلۃ یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے جب آدمی ایک دوسرے کو کوئی چیز ماپ کر دے اور مجازفۃ کا مطلب ہے محض غالب گمان اور حدس و تجربہ کی بناء پر کسی چیز کو بغیر وزن کے دے دینا مطلب یہ ہے کہ اگر غلہ کو اس کی مخالف جنس مثلاً گندم کو جو کے بدلے فروخت کیا جائے اب صاع وغیرہ سے ناپ تول کر بھی اور محض اندازے سے بھی جائز ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جب یہ اصناف الگ ہو جائیں تو اب جیسے چاہو سودا کرو جب کہ غلہ ہاتھوں ہاتھ ہو لیکن اگر غلہ کو غلہ کے بدلے یعنی جنس کو جنس کے بدلے بیچا تو اب مجازفۃ یعنی اٹکل اور اندازے سے بیچنا جائز نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں شبہ ربوا موجود ہے۔

(البنایہ ج 7 ص 34 تا 35 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

④ ایک پتھر یا برتن کی طرف اشارہ کر کے کسی نے سودا کیا لیکن پتھر یا برتن کے اندر چار یا دس سیر جتنا بھی آتا ہے اس کا اس کو علم نہیں تاہم پتھر یا وزن یہ اشارہ کی وجہ سے معین ہیں جس کی وجہ سے ایسی جہالت جھگڑے کا باعث نہ ہوگی کیونکہ مسئلہ موجودہ بیع کا ہے جس میں مبیعہ اسی وقت خریدار کے حوالہ کر دیا جاتا ہے اور اس قلیل وقت میں پتھر یا برتن کا غائب ہو جانا یا ختم ہو جانا بہت ہی نادر الوقوع ہے۔ اور جب وہ

معین برتن اور پتھر موجود ہے جس کے ذریعے دونوں فریقوں کے درمیان بیع ہوئی ہے لہٰذا مبیعہ کے سونپنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔

فائدہ: یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب کہ برتن ٹھیکری یا لوہے یا لکڑی کا ہو جو نہ گھٹتا ہو نہ بڑھتا ہو جیسے یوں کہا کہ میں نے یہ بھرا طشت یا پیالا تجھے بیچ دیا تو یہ جائز ہے لیکن اگر زنبیل وغیرہ کی مانند کوئی برتن ہوگا تو اس صورت میں بیع نہ ہوگی لیکن پانی کے مشکوں مشکیزوں کی بیع عرف عام کی وجہ سے جائز ہوگی بخلاف بیع سلم کے، بیع سلم کا مطلب ہے قیمت پہلے دینا مبیعہ بعد میں لینا ہوتا ہے ظاہر ہے اس لمبی مدت میں برتن کا ٹوٹنا یا پتھر کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا ممکن ہے اس لئے مذکورہ صورت میں بیع سلم جائز نہ ہوگی۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص436 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

وَمَنْ بَاعَ صُبْرَةَ طَعَامٍ كُلَّ قَفِيْزٍ بِدِرْهَمٍ جَازَ الْبَيْعُ فِيْ قَفِيْزٍ وَّاحِدٍ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَبَطَلَ فِي الْبَاقِيْ اِلَّا اَنْ يُّسَمّٰى جُمْلَةَ قُفْزَانِهَا وَ قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا يَصِحُّ فِي الْوَجْهَيْنِ وَمَنْ بَاعَ قَطِيْعَ غَنَمٍ كُلَّ شَاةٍ بِدِرْهَمٍ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ فِيْ جَمِيْعِهَا وَ كَذٰلِكَ مَنْ بَاعَ ثَوْبًا مُّذَارَعَةً كُلَّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ وَّلَمْ يُسَمِّ جُمْلَةَ الزُّرْعَانِ۔

ترجمہ: اور جس نے غلے کے ڈھیر کی بیع اس طرح کی کہ ہر بوری ایک درہم کے بدلے ہوگی تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فقط ایک بوری میں① بیع جائز ہوگی اور باقیوں میں اس وقت تک باطل رہے گی جب تک تمام بوریوں کا ذکر نہ کرے اور صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں بیع درست ہوگی اور جس نے بکریوں کا ریوڑ اس طرح بیچا کہ ہر بکری ایک درہم کے بدلے ہوگی تو سب بکریوں میں بیع فاسد ہوگی② اسی طرح جس نے کپڑے کی بیع گز کے حساب سے کی اس طرح کہ ہر گز ایک درہم کے بدلے اور تمام گزوں کا ذکر نہیں کیا تو سب میں بیع فاسد ہوگی③

① امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقط ایک بوری میں بیع جائز ہوگی کیونکہ ایک بوری اقل ہے اس میں کوئی ضرر وغیرہ بھی نہیں ہے اور متکلم کا کلام بھی لغو نہ جائے گا اور کل میں اس لئے

باطل ہے کہ کل کی طرف پھیرنا محال ہے کیونکہ بیع بھی نامعلوم اور ثمن بھی نامعلوم ہے کیونکہ تمام بوریاں بھی نامعلوم ہیں لہٰذا ان کے مقابلے میں بھی نامعلوم ثمن ہیں ہاں اگر تمام بوریوں کو بیان کر دیا تو اب بیع کیل کے اعتبار سے درست ہو جائے گی کیونکہ اب جہالت ختم ہو گئی ہے لہٰذا جھگڑا نہ ہوگا جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ فلاں کا مجھ پر درہم لازم ہے تو اب بالا جماع ایک درہم تو لازم ہی ہے ایسی ہی مذکورہ صورت میں ایک بوری میں بیع جائز ہوگی اور صاحبین فرماتے ہیں کہ تمام بوریوں کا ذکر ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں بیع جائز ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ جہالت کا خاتمہ بائع اور مشتری کے اختیار میں ہے وہ اس طرح کہ اگر وہ پورے ڈھیر کو مجلس کے اندر کیل کریں تو اب جھگڑا نہ ہوگا ایسی جہالت عقد کے مانع نہیں ہوتی بلکہ عقد جائز ہوتا ہے۔ (البنایہ ج7 ص39 تا40 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ یعنی امام صاحب کے نزدیک سب میں بیع فاسد ہوگی جب کہ صاحبین کے نزدیک سب میں بیع جائز ہوگی امام صاحب اس مسئلہ اور سابقہ میں وجہ فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں چونکہ سب بکریاں برابر نہیں ہوتیں کوئی موٹی کوئی پتلی ہوتی ہیں لہٰذا یہ سودا جھگڑے کی طرف پہنچا دے گا بخلاف غلے کے ڈھیر کے کیونکہ بوریوں میں تفاوت وفرق نہیں ہو سکتا لہٰذا اس جہالت کے سبب جھگڑا واقع نہ ہوگا۔ (البنایہ بحوالہ سابقہ)

③ یعنی امام صاحب کے نزدیک ایک گز کی بھی بیع نہ ہوگی اس کی دو وجہ ہیں۔(1) کپڑے کے گز مختلف ہوتے ہیں لہٰذا مساوات نہ رہے گی۔(2) ضرر کے بغیر اس کو سونپنا ممکن ہی نہیں ہے۔

(الجوھرة النیرة ج1 ص437 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور)

وَمَنِ ابْتَاعَ صُبْرَةَ طَعَامٍ عَلَى أَنَّهَا مِائَةُ قَفِيْزٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَوَجَدَهَا أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ كَانَ الْمُشْتَرِيْ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَ الْمَوْجُوْدَ بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ الْبَيْعَ وَإِنْ وَجَدَهَا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَالزِّيَادَةُ لِلْبَائِعِ وَمَنِ اشْتَرٰى ثَوْبًا عَلَى أَنَّهُ عَشَرَةُ أَذْرُعٍ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ أَوْ أَرْضًا عَلَى أَنَّهَا مِائَةُ ذِرَاعٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَوَجَدَهَا أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ فَالْمُشْتَرِيْ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِجُمْلَةِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهَا وَإِنْ وَجَدَهَا أَكْثَرَ مِنَ الذِّرَاعِ الَّذِيْ سَمَّاهُ فَهُوَ لِلْمُشْتَرِيْ وَلَا

خِیَارٌ لِلْبَائِعِ۔

ترجمہ: اور جس نے غلے کا ڈھیر اس شرط پر خریدا کہ سو (100) بوری ہے سو (100) درہم کے بدلے پھر اس کو اس سے کم پایا تو مشتری کو اختیار حاصل ہے چاہے تو موجود چیز اس کے حصے کے ساتھ ثمن سے لے لے اور اگر چاہے تو سودے کو توڑ دے ① اور اگر مذکورہ سے زیادہ پایا تو بائع کو زیادتی کا اختیار حاصل ہے ② اور جس نے اس شرط پر کپڑا خریدا کہ دس (10) گز دس درہموں کے بدلے یا زمین کی خریداری کی اس شرط پر کہ سو (100) گز سو درہم کے بدلے پھر اس زمین کو اس سے کم پایا تو مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو تمام ثمن کے بدلے اس کو لے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے ③ اور اگر اس گز سے زیادہ پایا جس کا ذکر کیا تھا تو وہ مشتری کیلئے ہے اور بائع کو اس میں کوئی اختیار نہ ہوگا ④

① یعنی سو (100) کا سودا طے ہوا لیکن دو کم سو مثلاً (98) بوری ہوئی اب مشتری کی صوابدید پر ہے اگر چاہے تو جو رقم دی ہوئی ہے اس کے بدلے اس کو لے لے اور اگر سودا توڑنا چاہے تو بھی اس کو اختیار ہے کیونکہ مشتری پر سودے کا مختلف ہونا لازم آئے گا کہ یہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے دو بوریاں کہیں اور سے لے گا اور موجودہ بوریوں پر وہ راضی نہ ہوگا۔

(البنایہ ج7 ص43 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② کیونکہ سودا تو مقدار معین یعنی سو (100) بوری پر ہوا اور مقدار معین سے زائد مقدار وہ وصف نہیں ہے لہذا بیع اس کو شامل نہ ہوگی تو زائد بائع کے لیے ہوگا مثلاً ایک سو دو 102 بوریاں ہوئیں تو سو سے اوپر دو بوریاں بائع کی ہوں گی۔ (البنایہ ج7 ص44 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

③ یعنی مبیعہ کپڑا یا زمین کے کم ہونے کی صورت میں مشتری کو اختیار حاصل ہے چاہے تو پوری قیمت میں لے لے چاہے چھوڑ دے لیکن یہ حق حاصل نہیں کہ کم قیمت دیکر لے لے کیونکہ زمین اور کپڑے میں گز بمنزلہ وصف کے ہے اور وصف کے مقابلے میں ثمن نہیں ہوا کرتے جیسے اعضاء حیوان کی مثال ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے لونڈی خریدی اور خریداری کے بعد قبضہ مکمل ہونے سے پہلے اس میں عیب پیدا ہو گیا مثلاً وہ کانی ہوگئی تو اب حکم یہی ہے کہ قیمت میں کمی نہ ہوگی۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص437 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

④ یعنی اگر زمین یا کپڑا زائد نکلا تو اب اضافی مقدار مشتری کی ہوگی یعنی قیمت میں مشتری اضافہ بھی نہیں کرے گا اور بائع کو کوئی اختیار بھی نہ ہوگا اور اس کی مثال غلام کے ایک جز کی ہے جیسا کہ اگر کسی نے غلام خریدا اس بناء پر کہ وہ کانا ہے یا اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہے لیکن پھر بعد میں دیکھا کہ وہ درست اور سالم ہے اب یہ مشتری کے لئے ہوگا اور مشتری کو مزید رقم بھی نہ دینا پڑے گی اور بائع کا اختیار بھی ساقط ہو جائے گا کیونکہ عیب وصف ہے اور قانون یہ ہے کہ وصف کے مقابلے میں ثمن نہیں ہوتا خلاصہ یہ ہے کہ چیزیں دو طرح کی ہیں بعض وہ ہیں جو مُزروعہ ہیں یعنی گز کا ان میں اعتبار ہے جیسے کپڑا وغیرہ اور بعض وہ ہیں جن میں کیل اور وزن وغیرھا کا اعتبار ہوتا ہے پہلی صورت بمنزلہ وصف کے ہے اور وصف کے مقابلے میں ثمن نہیں ہوتا دوسری صورت اس کے برعکس ہے لہٰذا دونوں میں وجہ فرق کی وضاحت ہوگئی۔

(البنایہ ج7 ص46 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَاِنْ قَالَ بِعْتُكَهَا عَلٰى اَنَّهَا مِائَةُ ذِرَاعٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ فَوَجَدَهَا نَاقِصَةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ اَخَذَهَا بِحِصَّتِهَا مِنَ الثَّمَنِ وَاِنْ شَاءَ تَرَكَهَا وَاِنْ وَّجَدَهَا زَائِدَةً كَانَ الْمُشْتَرِيْ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ اَخَذَ الْجَمِيْعَ كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ وَاِنْ شَاءَ فَسَخَ الْبَيْعَ وَمَنْ بَاعَ دَارًا دَخَلَ بِنَاؤُها فِي الْبَيْعِ وَاِنْ لَّمْ يُسَمِّهٖ قَالَ بِعْتُ مِنْكَ هٰذِهِ الرِّزْمَةَ عَلٰى اَنَّهَا عَشَرَةُ اَثْوَابٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ كُلُّ ثَوْبٍ بِعَشَرَةٍ فَاِنْ وَجَدَهَا نَاقِصَةً جَازَ الْبَيْعُ بِحِصَّتِهٖ وَاِنْ وَجَدَهَا زَائِدَةً فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ۔

ترجمہ: اور اگر کہا کہ میں اس زمین کو اس بناء پر بیچتا ہوں کہ سو گز سو درہم کے بدلے ہوگی ہر گز ایک درہم کے بدلے ہوگا پھر اس کو اس سے کم پایا اب اس کو اختیار ہے اگر مشتری چاہے تو اس کے حصے کے مطابق ثمن سے لے لے اور اگر چاہے تو اس کو چھوڑ دے ① اور زمین کو اضافی پایا تو مشتری کو اختیار حاصل ہے چاہے تو ساری زمین کو لے لے اس طرح کہ ہر گز ایک درہم کے بدلے اور اگر چاہے تو سودے کو فسخ ② (توڑ دے) کر دے اور اگر کہے کہ میں نے یہ کپڑوں کی گٹھڑی تجھ پر اس طرح بیچ دی ہے دس کپڑے سو درہم کے بدلے ہر کپڑا دس

درہم کے بدلے پھر اگر اس کپڑے کو کم پایا تو اتنے حصے کے ساتھ بیع جائز ہوگی،
اور اگر اضافی پایا تو بیع فاسد ہے ③

① اصل قاعدہ یہی ہے کہ ذراع ایک وصف ہونے کی وجہ سے تابع ہے اور تابع کے مقابل ثمن نہیں ہوتے لیکن یہاں ہر گز کی قیمت متعین کرنے کی وجہ سے ذراع گویا اصل ہو گیا لہٰذا ہر گز قائم مقام جب اصل کے ہوا تو اصل کی کمی سے ثمن میں بھی کمی لازم ہوگی لہٰذا مشتری اس کو موجودہ مقدار کے حساب سے لے گا اس لئے مشتری اگر پورا ثمن دیکر لیتا ہے تو وہ کل گز ایک درہم کے بدلے لینے والا نہ ہوگا بلکہ فی گز ایک درہم سے کچھ زائد کے بدلے میں لینے والا ہوگا حالانکہ علی شرط کے لئے آتا ہے تو شرط یہ تھی کہ فی گز ایک درہم میں ہے مثلاً زمین اگر ننانوے (99) گز ثابت ہوئی تو مشتری کو اختیار ہے چاہے ننانوے روپے دیکر لے چاہے چھوڑ دے اصل مقصد ہے کہ سو درہم دیکر مشتری پر لینا لازم نہیں ہے وجہ اوپر شروع میں تفصیلاً بیان کر دی گئی ہے۔ (البنایہ ج7 ص46 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② مثلاً سو گز کے بجائے ایک سو پانچ (105) گز نکلی تب بھی مشتری کو اختیار ہے چاہے تو زائد ثمن پانچ دیکر لے لے اور چاہے تو بیع کو توڑ دے اور مشتری کو یہ اختیار اس وجہ سے ہے کہ اگرچہ بظاہر اس کو پانچ گز کا فائدہ ہو رہا ہے مگر اس پانچ گز کی قیمت بھی تو اسی پر لازم ہو رہی ہے جس میں ضرر کی آمیزش و ملاوٹ ہے لہٰذا مشتری کو اختیار سونپا جائے گا۔ (البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

③ مثلاً نو (9) کپڑے نکلے تو دس درہم کے اعتبار سے نوے (90) درہم کے نو (9) کپڑے لے چونکہ کم کپڑے ہیں اس لئے کوئی اختلاف نہ ہوگا اور اگر گیارہ (11) کپڑے نکلے تو ایک کپڑے کے چھانٹنے میں اختلاف ہوگا بائع ادنیٰ کوالٹی کا دینا چاہے گا اور مشتری اعلیٰ کوالٹی کا لینا چاہے گا چونکہ اختلاف ہوگا اس لئے یہ بیع فاسد ہوگی۔ (کتب عامہ بتغیر یسیر)

وَمَنْ بَاعَ دَارًا دَخَلَ بِنَاءُ هَا فِي الْبَيْعِ وَاِنْ لَّمْ يُسَمِّهِ وَمَنْ بَاعَ اَرْضًا دَخَلَ مَا فِيْهَا مِنَ النَّخْلِ وَالشَّجَرِ فِي الْبَيْعِ وَاِنْ لَّمْ يُسَمِّهِ وَلَا يَدْخُلُ الزَّرْعُ فِيْ بَيْعِ الْاَرْضِ اِلَّا بِالتَّسْمِيَةِ وَمَنْ بَاعَ نَخْلًا اَوْ شَجَراً فِيْهِ ثَمَرٌ فَثَمَرَتُهٗ لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَشْتَرِطَ لَهَا الْمُبْتَاعُ وَ يُقَالُ لِلْبَائِعِ اِقْطَعْهَا وَ سَلِّمِ الْمَبِيْعَ وَمَنْ بَاعَ ثَمَرَةً لَّمْ يَبْدُ صَلَاحُهَا اَوْ قَدْ بَدَا جَازَ الْبَيْعُ وَوَجَبَ عَلَى

الْمُشْتَرِیْ قَطْعُهَا فِی الْحَالِ فَاِنْ شَرَطَ تَرْکَهَا عَلَی النَّخْلِ فَسَدَ الْبَیْعُ۔

ترجمہ: اور جس نے گھر بیچا تو اس میں دیوار (یا چھت) بیع میں شامل ہوگی اگرچہ اس کا ذکر نہ کیا ہو① اور جس نے زمین کو بیچا تو اس بیع میں کھجور کے اور دیگر درخت داخل ہیں اگرچہ انکا ذکر نہ کیا ہو② اور کھیتی زمین کی بیع میں داخل نہ ہوگی③ مگر اس کا سودے کے وقت ذکر کیا تو اب داخل ہوگی اور اگر کسی نے کھجور کا درخت یا عام پھلدار درخت بیچا یہ بھی بیع میں شامل ہوگی پھر اس کے پھل بائع کے لئے ہوں گے مگر یہ کہ مشتری لینے کی شرط لگائے تو بائع کو کہا جائے گا کہ پھل کاٹ کر مبیعہ (درخت) کو سونپ دو اور اگر کسی نے پھل اس وقت بیچے جب اس کا پکا ہونا ظاہر نہ ہوا یا ظاہر ہو چکا تو بیع جائز ہوگی اور مشتری پر لازم ہوگا④ کہ وہ فی الفوران کو کاٹے پھر اگر ان کو درخت پر چھوڑ دینے کی شرط رکھی تو اب بیع فاسد ہوگی۔

① کیونکہ دار عرف میں صحن اور دیوار وغیرہ سب کو شامل ہوتا ہے کیونکہ یہ اس کے ساتھ مستقل متصل ہیں لہٰذا وہ جز کی مانند ہوئی اس کے علاوہ کچن، کنواں وغیرہ جو بھی گھر کی چاروں حدود میں داخل ہیں لہٰذا ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ دلالۃ عرف خود ایک دلیل ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص438 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور)

② کیونکہ وہ درخت اس میں بطور قرار کے لئے ہیں لہٰذا وہ دیوار کے مشابہ ہو گئے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص439 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

③ یعنی کھیتی اور پھل یہ زمین کی بیع میں داخل نہ ہوں گے کیونکہ کھیتی اور پھل یہ مستقل ٹھہرنے والی چیزیں نہیں ہیں لہٰذا یہ سامان کی طرح ہوں گی لہٰذا بائع کو کہا جائے گا پھل کاٹ لو اور کھیتی کی بھی کٹوتی کر لو اور مبیعہ مشتری کو سونپ دو کیونکہ بیع کا تقاضا ہے کہ بائع مبیعہ کو مشتری کی طرف سونپے اور یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے کہ پہلے اپنی چیزیں لے لے ہاں اگر مشتری شرط رکھ دے کہ میں ان کو لازما ساتھ لوں گا تو پھر ٹھیک ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جو شخص کھجور کا درخت خریدے یا ایسا درخت جس میں پھل ہوں تو اس کا پھل بائع کے لئے ہے مگر مشتری شرط رکھ دے تو اب اس کے لئے پھل ہوں

گے۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص235 مکتبہ رحمانیہ، پشاور)

④ اس کا مطلب ہے جب وہ پھل نفع کمانے کے قابل ہوں مثلاً ان کو کھایا جا سکے یا وہ گھاس اور چارے کا کام دیں کیونکہ وہ مال متقوم ہیں جس سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن اگر اتنے کچے ہوں کہ ان سے نفع ہی حاصل نہ کیا جا سکے اب بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ اب وہ مال متقوم نہ رہا اب ان کو فی الحال کاٹنا لازم ہوگا تا کہ وہ بائع کی ملکیت سے فارغ ہو جائیں اور اگر ان کو درخت پر چھوڑنے کی شرط رکھی تو اب بیع فاسد ہوگی کیونکہ اس صورت میں یا تو بیع میں اعارہ یا اجارہ ہوگا جس کی وجہ سے دو سودے ایک سودے کے ضمن میں لازم آئیں گے جن سے شرعاً ممانعت وارد ہوتی ہے۔ (الاختیار بحوالۃ سابقۃ)

وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَّبِيْعَ ثَمَرَةً وَّ يَسْتَثْنِيَ مِنْهَا اَرْطَالًا مَّعْلُوْمَةً وَّ يَجُوْزُ بَيْعُ الْحِنْطَةِ فِيْ سُنْبُلِهَا وَالْبَاقِلٰى فِيْ قِشْرِهَا وَمَنْ بَاعَ دَارًا دَخَلَ فِي الْبَيْعِ مَفَاتِيْحُ اَغْلَاقِهَا وَاُجْرَةُ الْكَيَّالِ وَ نَاقِدِ الثَّمَنِ عَلَى الْبَائِعِ وَاُجْرَةُ وَزَّانِ الثَّمَنِ عَلَى الْمُشْتَرِيْ وَمَنْ بَاعَ سِلْعَةً بِثَمَنٍ قِيْلَ لِلْمُشْتَرِيْ اِدْفَعِ الثَّمَنَ اَوَّلًا فَاِذَا دَفَعَ قِيْلَ لِلْبَائِعِ سَلِّمِ الْمَبِيْعَ وَمَنْ بَاعَ سِلْعَةً اَوْ ثَمَنًا بِثَمَنٍ قِيْلَ لَهُمَا سَلِّمَا مَعًا۔

ترجمہ: اور جائز نہیں ہے پھل بیچنا اور معین رطل کو مستثنیٰ کرنا① اور جائز ہے گندم کی بیع اس کے خوشے میں اور لوبیا۔ مونگ پھلی کے چھلکے میں② اور جس نے گھر کو بیچا تو اس کی بیع میں گھر کے تالے کی چابیاں بھی داخل ہیں③ اور مبیعہ کو کیل کرنے والے کی اجرت اور ثمن کو جانچنے والے کی اجرت بائع پر لازم ہے④ اور ثمن کو وزن کرنے والے کی اجرت مشتری پر لازم ہے⑤ اور جس نے سامان کو ثمن کے بدلے بیچا تو مشتری کو کہا جائے گا پہلے ثمن دو جب وہ ثمن دے دے تو اب بائع کو کہا جائے گا مبیعہ کو سونپو⑥ اور جس نے سامان کو سامان کے بدلے یا ثمن کو ثمن کے بدلے بیچا تو دونوں کو کہا جائے گا باہمی اکٹھا ایک دوسرے کے حوالے کر دیں⑦۔

① کیونکہ اس صورت میں بعض کی بیع ہوگی اور بعض باقی میں جہالت رہے گی لیکن یہ اس

صورت میں جب کہ بیع درخت کے اوپر ہی پھلوں کی ہوگی لیکن اگر پھل نیچے اتارے پھر کل کی بیع کی اور ایک صاع کا استثناء کیا تو اب بیع جائز ہوگی۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج7 ص441 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② یہ حکم تل اور چاولوں کا بھی ہے لیکن یہ جواز اس صورت میں ہوگا جب اس نے خلاف جنس بیع کی ہو لیکن اگر ہم جنس کی آپس میں بیع کی تو یہ جائز نہ ہوگی کیوں کہ اس میں سود کا احتمال ہے اس لئے کہ معلوم نہیں کہ خوشے کے اندر کتنی مقدار ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

③ یعنی دروازوں کے ساتھ جو تالے ہوتے ہیں کیونکہ تالہ گھر کی بیع میں داخل ہے کیونکہ وہ اس کے متصل بقاء کے لئے ہے اور چابی تالے کی بیع میں خود بخود داخل ہے ذکر کرنے کی اس کے لئے ضرورت نہیں کیونکہ وہ قائم مقام جز کے ہے کیونکہ چابی کے بغیر تالہ سے نفع نہیں اٹھایا جا سکتا۔

(الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

④ یعنی جب کوئی چیز بطور اندازہ کے نہ ہو (مجازفۃ) بلکہ کیل کر کے فروخت کی جائے تو پیمانہ کرنے کی اجرت بائع کے ذمہ لازم ہوگی کیونکہ بائع پر لازم ہوتا ہے مبیعہ کو سونپنا اور تسلیم بیع ان چیزوں کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا ان کی مزدوری بائع پر لازم ہوگی۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

⑤ کیونکہ مشتری پر لازم ہے ثمن کو سونپنا لہٰذا مشتری محتاج ہوگا کہ وہ طے شدہ کھرا ثمن بائع کے حوالے کرے اور کھرا ہونے کی پہچان پرکھنے سے ہی ہوگی جیسے مقدار کا علم کیل یا وزن سے ہوتا ہے لہٰذا ثمن کی جانچ پڑتال کرنے کی اجرت مشتری پر لازم ہوگی۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

⑥ ثمن سے مراد درہموں و دینار ہیں اب مشتری کو سب سے پہلے کہا جائے گا کہ تم ثمن دو کیونکہ مشتری کا حق ہے مبیعہ کو معین کرے لہٰذا وہ پہلے ثمن دے گا تا کہ قبضہ کرنے کے ساتھ بائع کا حق بھی متعین ہو جائے کیونکہ ثمن متعین کرنے کے ساتھ متعین نہیں ہوتے۔

(البنایہ ج7 ص71 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑦ وجہ یہ ہے کہ سامان کی صورت میں دونوں معین ہیں اور ثمن کی صورت میں دونوں غیر متعین ہیں لہٰذا دونوں میں برابری ہونے کی وجہ سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے سے ترجیح بلا مرجح لازم آئے گا جو کہ اہل علم کے نزدیک باطل ہے۔ (البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

بَابُ خِیَارِ الشَّرْطِ① (شرط کے اختیار کے مسائل)

خِیَارُ الشَّرْطِ جَائِزٌ فِی الْبَیْعِ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِیْ وَ لَهُمَا

الْخِیَارُ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ فَمَا دُوْنَهَا وَلَا یَجُوْزُ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ قَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی یَجُوْزُ اِذَا سَمّٰی مُدَّةً مَّعْلُوْمَةً وَّ خِیَارُ الْبَائِعِ یَمْنَعُ خُرُوْجَ الْمَبِیْعِ مِنْ مِّلْکِهٖ فَاِنْ قَبَضَهُ الْمُشْتَرِیْ فَهَلَكَ بِیَدِهٖ فِیْ مُدَّةِ الْخِیَارِ ضَمِنَهٗ بِالْقِیْمَةِ وَ خِیَارُ الْمُشْتَرِیْ لَا یَمْنَعُ خُرُوْجَ الْمَبِیْعِ مِنْ مِّلْكِ الْبَائِعِ اِلَّا اَنَّ الْمُشْتَرِیَ لَا یَمْلِکُهٗ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ یَمْلِکُهٗ۔

ترجمہ: اور خیار شرط بیع میں بائع اور مشتری دونوں کے لئے جائز ہے اور دونوں کو تین یا اس سے کم دن کا اختیار ہوگا② (جواز بیع و فسخ بیع میں) اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے زائد اختیار جائز نہ ہوگا③ اور صاحبین نے فرمایا کہ تین دن سے زائد بھی جائز ہے بشرطیکہ معین مدت کا ذکر کیا ہو اور بائع کا خیار روکتا ہے مبیعہ کو اس کی ملکیت سے نکلنے④ کے لئے پھر اگر مشتری نے قبضہ کرلیا ہو پھر وہ چیز مدت خیار کے اندر مشتری سے ہلاک ہوگئی اب وہ مشتری اس کی قیمت کا ضامن ہوگا⑤ اور مشتری کا خیار نہیں روکتا⑥ مبیعہ کو بائع کی ملکیت سے نکلنے سے مگر امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک مشتری اس کا مالک نہ ہوگا اور صاحبین نے فرمایا وہ اس کا مالک ہوگا۔

① مجرد کا مصدر ثلاثی مزید فیہ باب افتعال کے معنی میں ہے یعنی خیار اختیار کے معنی میں ہے اس کا مطلب وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو شرط لینے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے شرط خیار علماء و فقہاء کے نزدیک جائز ہے البتہ اس کی مدت میں علماء کا اختلاف ہے، خیار شرط کو خیار عیب، خیار رؤیۃ پر مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے کیوں مقدم کیا؟ اس لئے کہ خیار عیب لازم حکم کو روکتا ہے اور خیار رویۃ حکم کے مکمل ہونے کو جب کہ خیار شرط ابتدائے حکم کو روکتا ہے۔ (البنایہ ج7 ص74 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② خیار شرط بیع میں تین دن یا دو دن تک جائز ہے بیع کی قید لگا کر طلاق اور عتاق کو نکال دیا ہے کیونکہ طلاق میں اور غلام کی آزادی میں خیار شرط نہ ہوگی نیز جب تین دن میں جائز ہوا تو کم میں بدرجہ

اولیٰ جائز ہوگا شرط خیار کے جواز کا اصل تاریخی منظر یہ تھا کہ ایک صحابی حضرت حبان بن منقذ انصاری رضی اللہ عنہ کاروبار میں دھوکہ کھا جاتے تھے تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم جب بھی بیع کرو تو یوں کہا کرو کہ مجھے سودے میں دھوکہ نہ دینا اور مجھے تین دنوں کا اختیار ہے اور بعض روایات میں ہے کہ اپنی فیملی کو لاتے ساتھ تو وہ کہتے یہ سودا تو بہت مہنگا ہے تو آپ فرماتے کہ مجھے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سودا کرنے اور خاموش رہنے دونوں کا اختیار دیا ہے۔ (البنایہ ج7 ص705 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ یعنی امام اعظم ابوحنیفہ و امام زفر کا مؤقف یہ ہے کہ تین دن سے زائد شرط خیار جائز نہیں ہے جب کہ صاحبین کے نزدیک مہینہ سال یا اس سے زائد کی بھی گنجائش ہے بعض فقہاء نے فرمایا کہ یہ اختلاف علماء احوال کے مختلف ہونے کی بناء پر ہے اگر مبیعہ ایسا ہے جو زیادہ دیر تک باقی نہیں رہ سکتا مثلاً پھل وغیرہ کے ان کے خراب ہونے کا خدشہ ہوتا ہے ایسے مقام میں تو ایک دن سے زائد بھی شرط خیار نہیں ہوگا بصورت دیگر جائز ہے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دو ماہ تک شرط خیار کو جائز قرار دیا نیز وہ فرماتے ہیں کہ یہ ضرورت کے تحت غبن اور دھوکہ ختم کرنے کے لئے جائز قرار دیا گیا ہے ضرورت تین دنوں سے زائد بھی پڑ سکتی ہے لہٰذا یہ اس طرح جائز ہوگا جس طرح بندہ کسی سے ادھار لیتا ہے تو وہ جائز ہے لیکن امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ شرط خیار چونکہ عقد بیع کے تقاضے کے مخالف ہے اور وہ تو لازم ہے لیکن ہم نے اس کو خلاف قیاس حدیث سے تین دن کا ثبوت ملنے کی وجہ سے جائز قرار دیا ہے لہٰذا تین دن سے زائد نہ ہوگا کیونکہ اصول ہے کہ کوئی چیز بھی جو خلاف قیاس ہو اور حدیث سے ثابت ہو جائے تو وہ اپنے مورد میں بند رہتی ہے اس پر دوسری چیز کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

(البنایہ ج7 بحوالہ سابقہ)

④ یعنی اگر بائع نے خیار شرط لیا تو اگرچہ مبیعہ مشتری کے قبضہ میں چلا جائے لیکن ابھی بھی اس پر بائع کی ملکیت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بائع کا خیار لینا اس بات کا قرینہ ہے کہ وہ اس کو اپنی ملکیت میں رکھنا چاہتا ہے جب وہ بیع نافذ العمل ہوگی تب اس کی ملکیت سے نکلے گی اسی وجہ سے اگر اس نے غلام آزاد کر دیا تو آزادی ہو جائے گی لیکن مشتری اس میں تصرف کا مالک نہ ہوگا کیونکہ فقہی اصول یہی ہے کہ بائع کی جب تک پوری رضامندی نہ ہوگی اس وقت تک وہ مبیعہ اس کے ہاتھ سے نہیں نکلے گا۔

(الجوهرة النیرة ج1 ص444 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑤ یعنی اگر اس چیز کی مثل صوری بازار سے نہ ملی اس صورت میں وہ قیمت کا ضامن ہوگا لیکن اگر مثل صوری دستیاب ہوگی اب اس کی مثل ہی دے گا قیمت لازم نہ ہوگی کیونکہ مبیعہ مشتری کے ہاتھوں

ہلاک ہوا ہے لہذا قیمت کی ضمانت بھی مشتری پر لازم ہوگی۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 445 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑥ یعنی خیار شرط مشتری نے لیا تو اپنی جانب سے سودا طے کرلیا اس لیے بائع کی ملکیت سے مبیعہ نکل جائے گا اب مشتری کی ملکیت میں وہ مبیعہ داخل ہوگا یا نہیں؟ امام صاحب کے نزدیک داخل ہوگا امام صاحب فرماتے ہیں چونکہ ثمن اس کی ملکیت میں باقی ہیں پس اگر وہ مبیعہ کا بھی مالک بن جائے تو اب گویا ایک ملکیت میں دو بدل اکٹھے ہوں گے اور یہ نا جائز ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ چونکہ مبیعہ بائع کی ملکیت سے نکل چکا ہے اب اگر مشتری بھی مالک نہ بنے تو اب ملکیت تیسرے کی طرف جائے گی جو کہ ہماری شریعت محمدیہ میں جائز نہیں ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 بحوالہ سابقہ)

فَاِنْ هَلَكَ بِيَدِهٖ هَلَكَ بِالثَّمَنِ وَكَذٰلِكَ اِنْ دَخَلَهٗ عَيْبٌ وَّمَنْ شُرِطَ لَهُ الْخِيَارُ فَلَهٗ اَنْ يَفْسَخَ فِيْ مُدَّةِ الْخِيَارِ وَلَهٗ اَنْ يُّجِيْزَهٗ فَاِنْ اَجَازَهٗ بِغَيْرِ حَضْرَةِ صَاحِبِهٖ جَازَ وَاِنْ فَسَخَ لَمْ يَجُزْ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْاٰخَرُ حَاضِراً فَاِذَا مَاتَ مَنْ لَّهُ الْخِيَارُ بَطَلَ خِيَارُهٗ وَلَمْ يَنْتَقِلْ اِلٰى وَرَثَتِهٖ وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا عَلٰى اَنَّهٗ خَبَّازٌ اَوْ كَاتِبٌ فَوَجَدَهٗ بِخَلَافِ ذٰلِكَ فَالْمُشْتَرِيْ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ اَخَذَهٗ بِجَمِيْعِ الثَّمَنِ وَاِنْ شَاءَ تَرَكَهٗ۔

ترجمہ: پھر اگر وہ مبیعہ مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہوا تو ثمن کے بدلے ہلاکت شمار ہوگی ① اور اسی طرح اگر مشتری کے قبضہ میں عیب پیدا ہوا تب بھی مشتری ضامن ہوگا ② اور جس شخص کے لیے خیار شرط ہو اس کے لئے جائز ہے مدت خیار کے اندر سودا فسخ کرنا اور اس کے لیے نافذ کرنا بھی جائز ہے ③ پھر اگر اس نے دوسرے دوست کی عدم موجودگی میں نافذ کیا تو جائز ہے اور اگر سودا توڑ ڈالا اب اس صورت میں اس وقت تک جائز نہ ہوگا جب تک دوسرا اطلاع پانے والا نہ ہو ④ پھر اگر وہ شخص فوت ہوگیا جس کو خیار شرط حاصل تھا تو اس کا خیار باطل ہو گا اور وہ ورثاء کی طرف منتقل نہ ہوگا ⑤ اور جس نے غلام کو اس شرط پر بیچا کہ وہ روٹیاں لگانے والا یا کتابت کرنے والا ہے پھر اس کو اس نے اس کے خلاف پایا

تو مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو مکمل قیمت کے بدلے لے لے اگر چاہے تو
چھوڑ دے ⑤

① یعنی مبیعہ اگر مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہو گیا تو اب مشتری کو اس کے ثمن کی ادائیگی کرنا پڑے گی کیونکہ وہ اس کو واپس کرنے سے عاجز ہے لہذا ثمن لازم ہوں گے۔

تنبیہ: ثمن اور قیمت میں فرق ہے ثمن سے مراد وہ ہے جس پر بائع اور مشتری کی رضامندی ظاہر ہو جائے خواہ وہ قیمت معروفہ سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ ہوتی ہے جس کے ساتھ وہ چیز قائم ہوتی ہے گویا کہ وہ اس کا معیار ہے بغیر اضافے اور کمی کے مذکورہ صورت کے برعکس اگر مشتری کے قبضہ سے پہلے بائع کے ہاتھ میں وہ چیز ہلاک ہو گئی تو اب بیع باطل ہو جائے گی۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 448 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② چونکہ بائع کو واپس کرنے سے ضرر ہو گا اس لئے مشتری ضامن ہو گا لیکن ذہن میں رکھیں اب عیب سے مراد وہ ہے جس کا ازالہ نہ ہو سکتا ہو مثلاً ہاتھ کاٹ دیا گیا ہو لیکن اگر ازالہ ممکن ہو جیسے بیماری اب اس صورت میں اس کے اختیار پر ہے اگر بیماری تین دنوں کے اندر ختم ہو گئی اب اس کے لئے ان تین دنوں کے اندر فسخ (توڑے) کرنے کا شرعاً اختیار ہے لیکن اگر تین دن گذر گئے اور بیماری ابھی تک موجود ہے تو اب سودا لازم ہو گا کیونکہ اب واپس لوٹانا محال ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالہ سابقہ)

③ کیونکہ اس نے دونوں اختیار لیے ہوتے ہیں اس لئے اس کے پاس دونوں صورتوں کا اختیار ہے چاہے تو تین ایام کے اندر بیع فسخ کر دے اور چاہے تو جائز قرار دے۔ (کتب عامہ)

④ اس عبارت کا یہ مطلب نہیں بنے گا کہ دوسرا دوست حاضر ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چاہے تو وہ حاضر نہ بھی ہو لیکن اس کو فسخ بیع کی ضرور اطلاع ہو لیکن اگر اس کو اطلاع بعد میں ہوئی تو اب بیع مکمل ہو جائے گی۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 449 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑤ یعنی یہ اختیار اس کے ورثاء کی طرف منتقل نہ ہو گا بلکہ پہلے ایجاب و قبول ہو چکا ہے لہذا اب بیع مکمل اور لازم ہو گی اور مَنْ لَهُ الْخِيَار کا اختیار اس لئے باطل ہو گا کیونکہ مرنے کے ساتھ ساتھ خیار ختم ہو جاتا ہے اور اس کا ختم ہونا واجب کرتا ہے سودے کے مکمل ہونے کو اس طرح مکاتب نے جب کسی شیء کو خیار شرط کی بناء پر خریدا اور پھر تین دنوں کے اندر عاجز آ گیا تو بیع مکمل ہو گی کیونکہ اس کا عاجز آنا موت کی طرح ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالہ سابقہ)

فائدہ: اختیار ورثاء کی طرف اس لئے منتقل نہ ہو گا کیونکہ یہ خیار مشیئۃ اور ارادے کا نام ہے

خواہ بیع جائز قرار دیں یا نہ دیں اور ارادہ ایک معنوی شیء ہے جو منتقل نہیں ہوتا اس لئے اختیار ورثاء کی طرف منتقل نہ ہوگا۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

⑥ اس کی وجہ یہ ہے کہ خباز ہونا یا کاتب ہونا یا رنگساز ہونا چونکہ یہ صفات ہیں اور صفات کے مقابلے میں مستقل قیمت نہیں ہوتی اور یہ وصف بھی مرغوب ہے لہٰذا اس کو اختیار ہوگا بخلاف اس صورت کے جب کہ وصف غیر مرغوب ہو مثلاً کانا ہونا وغیرہ اب اختیار لازم نہ ہوگا۔

(البنایہ ج7 ص113 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

بَابُ خِيَارِ الرُّؤْيَةِ ① (رویت کے مسائل کا اختیار)

وَمَنِ اشْتَرٰى مَا لَمْ يَرَهُ فَالْبَيْعُ جَائِزٌ وَ لَهُ الْخِيَارُ اِذَا رَاٰهُ اِنْ شَاءَ اَخَذَهُ وَاِنْ شَاءَ رَدَّهُ وَمَنْ بَاعَ مَا لَمْ يَرَهُ فَلَا خِيَارَ لَهُ وَاِنْ نَظَرَ اِلٰى وَجْهِ الصُّبْرَةِ اَوْ اِلٰى ظَاهِرِ الثَّوْبِ مَطْوِيًّا اَوْ اِلٰى وَجْهِ الْجَارِيَةِ اَوْ اِلٰى وَجْهِ الدَّابَّةِ وَ كَفَلَهَا فَلَا خِيَارَ لَهُ وَاِنْ رَاٰى صِحْنَ الدَّارِ فَلَا خِيَارَ لَهُ وَاِنْ لَّمْ يُشَاهِدْ بُيُوْتَهَا۔

ترجمہ: اور جس شخص نے ایسی چیز کی خریداری کی جس کو اس نے اس سے پہلے دیکھا ہی نہیں تو بیع جائز ہے اور اس کو یعنی مشتری کو اختیار ہوگا جب اس چیز کو دیکھے چاہے تو لے لے اور چاہے تو مسترد کر دے ② اور اگر بیچنے والے نے بن دیکھے چیز کو بیچ دیا تو اب اس کو اختیار نہ ہوگا ③ اور اگر بوقت بیع ڈھیر کا اوپر والا حصہ دیکھا اور یا کپڑے کا ظاہری حصہ دیکھا اس حال میں کہ وہ لپیٹا ہوا تھا یا لونڈی یا جانور کے فقط چہرے کو دیکھا اور جانور کی سرین کو دیکھا تو اب اس کو خیار نہ ہوگا ④ اور اگر گھر کے صحن کو دیکھا تو مشتری کو اختیار حاصل نہ ہوگا اگر چہ اس کے کمروں کو نہ دیکھے ⑤

① خیار رویۃ کا مطلب ہے کہ مشتری نے مبیعہ کو دیکھا نہیں بن دیکھے سودا کر دیا پھر جب اس کو دیکھا تو معیوب تھا اب مشتری کو خیار رویۃ حاصل ہے چاہے تو اس کو لے لے چاہے سودا فسخ کر دے مثال کے طور پر ایک آدمی دوسرے کو کہتا ہے کہ جو کپڑے میری آستین میں ہیں میں نے ان کو تجھے اتنے کا بیچ دیا اور بتایا کہ وہ ایسا ایسا ہے اب جب مشتری نے دیکھا تو ان اوصاف کے برعکس پایا اب اس کو

اختیار ہے چاہے تو لے لے چاہے سودا فسخ کر دے یہ ہمارے نزدیک حدیث کی وجہ سے جائز ہے جب کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ عقل دوڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ چونکہ مجہول چیز کی بیع ہے اس لئے یہ نا جائز ہے۔ (البنایہ ج 7 ص 116 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

۲ ہمارے (1) احناف کی دلیل یہ ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اس چیز کو خرید لیا جس کو اس نے دیکھا نہیں تھا اب اس کو اختیار ہے جب اس کو دیکھ لے۔ (2) انعقاد بیع کے لئے ضروری نہیں کہ دو عوضوں میں سے ایک عوض کو دیکھنا شرط قرار دیا جائے جیسے ثمن ہے اور عقل کا بھی تقاضا ہے کہ یہ جائز ہو کیونکہ یہ معاملہ جھگڑے تک نہیں پہنچا تا کیونکہ جب اس کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر وہ واپس کرنا چاہے تو واپس ہو جائے گا جب عقد بیع کا جواز ثابت ہو گیا تو خیار کا حدیث سے ہو جائے گا۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 246 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

۳ علامہ طحاوی نے ذکر کیا کہ پہلے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خیار کے جواز کے مشتری کے لئے بھی قائل تھے بعد میں آپ نے رجوع کر لیا کہ بائع کو خیار رویۃ کے تحت بیع فسخ کرنے کا اختیار حاصل نہ ہوگا چنانچہ اس کی تائید حدیث مبارکہ سے بھی ہو رہی ہے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے طلحہ بن عبید اللہ سے مدینہ منورہ میں زمین خریدی جو کہ کوفہ میں زمین کے بدلے میں مال غنیمت ملی تھی پھر جب دونوں الگ الگ ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شرمندگی ہوئی پھر فرمایا میں نے ایسی چیز بیچی جو دیکھی نہیں ہے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خیار رویۃ مجھے ہوگا اس لئے کہ میں نے معدوم چیز کی خریداری کی ہے بہر حال آپ نے دیکھا ہے جس کو بیچا ہے تو دونوں نے حاکم (فیصلہ کرنے والا) اپنے جھگڑے کا حضرت جبیر بن مطعم کو بنایا تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف فیصلہ دیا کہ بیع جائز ہے اور خیار رویۃ حضرت طلحہ کے لئے ہے اس لیے کہ انہوں نے غیب چیز کی خریداری کی ہے اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ بائع حضرت عثمان کو خیار نہیں ملا بلکہ مشتری حضرت طلحہ کو خیار رویۃ دیا۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 247 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

۴ اصل ضابطہ ہے کہ کل بیع کو دیکھنا شرط نہیں ہے کیونکہ یہ تو عادۃ اور شرعاً محال ہے کیونکہ اگر کل بیع کا دیکھنا ضروری ہوتا تو لازم آتا کہ غلہ کے ڈھیر کے ایک ایک دانے کو دیکھا جائے اور لونڈی خریدتے وقت ہر ہر عضو کو دیکھا جائے لہٰذا اتنا حصہ دیکھ لینا کافی ہے جس سے مبیعہ کا حال معلوم کیا جائے لیکن مذکورہ صورت تب ہوگی جب ڈھیر میں تفاوت نہ ہو لیکن اگر تفاوت ہوا تو پھر بیع جائز نہ ہوگی یوں ہی اس مبیعہ کے احاد متفاوت ہوں مثلاً عددی چیزیں مثلاً صندوق میں کپڑے ٹوکری میں خربوزے، انار، امرود وغیرہم

تو ایسی اشیاء میں بعض کو دیکھ لینا کافی نہ ہوگا کیونکہ ان کے تفاوت کی وجہ سے بعض کے دیکھنے سے باقی کا حال معلوم نہ ہوگا اور اگر مبیعہ شیء واحد ہو مثلاً لونڈی یا غلام تو ان کا صرف چہرہ دیکھنے سے خیار ساقط ہوگا۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص451 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

۵ یہ ہمارے ائمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے جب کہ امام زفر اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ گھر کے اندر کو ستونوں اور دالانوں کو دیکھنا ضروری ہے ہمارے نزدیک گھر کی بلڈنگ کو دیکھ لینا ہی کافی ہے چونکہ کوفہ بغداد کے چھوٹے بڑے نئے پرانے مکانات میں کوئی فرق نہ ہوتا تھا اس لئے ائمہ ثلاثہ نے ظاہر کے دیکھنے پر اکتفاء کیا لیکن عصر حاضر میں چونکہ گرمی، سردی کے مکانات علاقے کے اعتبار سے متفرق ہیں گرمیوں میں کچھ لوگ مری، ایبٹ آباد چلے جاتے ہیں اور سردیوں میں الگ مکان بناتے ہیں نیز باورچی خانے، غسل خانے، فینسی اور عام و خاص کے متفرق ہوتے ہیں لہٰذا ان سب کو دیکھنا ضروری ہوگا ورنہ نقصان ہوگا اس لئے فتویٰ امام زفر کے قول پر ہے۔

(البنایہ بتغیر یسیر ج7 ص128 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَبَیْعُ الْاَعْمٰی وَ شِرَاءُہٗ جَائِزٌ وَلَہُ الْخِیَارُ اِذَا شْتَرٰی وَ یَسْقُطُ خِیَارُہٗ بِاَنْ یَّجُسَّ الْمَبِیْعَ اِذَا کَانَ یُعْرَفُ بِالْجَسِّ اَوْیَشُمَّہٗ اِذَا کَانَ یُعْرَفُ بِالشَّمِّ اَوْ یَذُوْقَہٗ اِذَا کَانَ یُعْرَفُ بِالذَّوْقِ کَمَا فِی الْبَصَرِ وَلَا یَسْقُطُ خِیَارُہٗ فِی الْعَقَارِ حَتّٰی یُوْصَفَ لَہٗ وَمَنْ بَاعَ مِلْکَ غَیْرِہٖ بِغَیْرِ اَمْرِہٖ فَالْمَالِکُ بِالْخِیَارِ اِنْ شَاءَ اَجَازَ الْبَیْعَ وَاِنْ شَاءَ فَسَخَ وَلَہُ الْاِجَازَۃُ اِذَا کَانَ الْمَعْقُوْدُ عَلَیْہِ بَاقِیاً وَالْمُتَعَاقِدَانِ بِحَالِہِمَا وَمَنْ رَّاٰی اَحَدَ الثَّوْبَیْنِ فَاشْتَرَاھُمَا ثُمَّ رَاٰی الْاٰخَرَ جَازَ لَہٗ اَنْ یَرُدَّھُمَا وَمَنْ مَّاتَ وَلَہٗ خِیَارُ الرُّؤْیَۃِ بَطَلَ خِیَارُہٗ وَمَنْ رَاٰی شَیْئاً ثُمَّ اشْتَرَاہُ بَعْدَ مُدَّۃٍ فَاِنْ کَانَ عَلَی الصِّفَۃِ الَّتِی رَاٰہُ فَلَا خِیَارَ لَہٗ وَاِنْ وَّجَدَہٗ مُتَغَیِّراً فَلَہُ الْخِیَارُ۔

ترجمہ: اور نابینا کے لئے خرید و فروخت جائز ہے اور اس کو خیار حاصل ہے [۱]

جب خرید ے اور نابینا کا خیار بایں صورت ساقط ہوگا جب وہ مبیعہ کو ٹٹو لے جب کہ وہ چیز ٹٹولنے کے ساتھ پہچانی جائے یا اس کو سونگھے اگر سونگھنے سے پہچانی جا سکے یا چکھ لے اگر چکھنے سے معلوم کی جا سکے② جیسا کہ بینائی والے میں ہوتا ہے اور زمین میں اس کا خیار اس وقت تک ساقط نہ ہوگا جب تک اس کا وصف نہ بیان کرے③ اور جس نے غیر کی مملوکہ کو اس کی اجازت کے بغیر بیچ دیا تو مالک کو شرعاً اختیار حاصل ہے④ اگر چاہے تو بیع کو نافذ کردے اور چاہے تو توڑ دے اور اس کو نافذ العمل کرنے کا حق حاصل ہے جب کہ مبیعہ باقی ہو اور بائع، مشتری دونوں اپنے حال پر موجود ہوں اور جس نے دو کپڑوں میں سے ایک کو دیکھا⑤ پھر دونوں کر خرید لیا پھر اس نے دوسرے کو دیکھا تو اس کے لئے جواز ہے کہ دونوں کپڑے واپس کردے اور جو شخص فوت ہوا اس حال میں کہ اس کو خیار رویۃ حاصل تھا تو اس کا خیار باطل ہوگیا⑥ اور جس نے کسی چیز کو دیکھا پھر کچھ عرصہ کے بعد اس کو خرید لیا اب اگر وہ اسی صفت پر نظر آرہی ہے جس پر پہلے دیکھا تھا تو اب تو اس کو کوئی اختیار نہیں لیکن اگر اس میں کچھ تبدیلی پائی اب اس کو خیار حاصل ہے⑦

① امام مالک، امام شافعی و امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہم سب کے نزدیک نابینا کی طرف سے بیع جائز ہے اور امام مزنی کے قول کے مطابق جائز نہ ہوگی لیکن ذہن میں رکھیں علامہ بدرالدین عینی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف اس صورت میں ہوگا جب بوقت بیع وہ اندھا ہو لیکن اگر بوقت بیع اس کی بینائی درست تھی بعد میں چلی گئی تو اب بالاتفاق اس کی بیع جائز ہوگی۔

(البنایہ ج7 ص132 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② مطلب ہے کہ اگر کپڑا ہوگا تو ضروری ہے اس کی لمبائی چوڑائی اور باریکی ٹٹولنے کے ساتھ محسوس ہو اور گندم میں ضروری ہے اس کا چھونا اور صفت بیان کرنا اور روئی میں ضروری ہے چھونا اور پھلوں کا اندازہ کھجور کے درخت یا دوسرے درخت پر لگائیں گے صفت بیان کرنے کے ساتھ۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص452 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

③ کیونکہ وصف قائم مقام دیکھنے کے ہوتا ہے جیسا کہ بیع سلم میں جانور غلام اور درختوں کی بیع میں ہوتا ہے اور ہر زمین کے علاوہ ہر ایسی چیز جو ٹٹولنے، سونگھنے اور چکھنے سے معلوم نہ ہو وہ صفت پر موقوف

رہے گی اور اس میں صفت قائم مقام دیکھنے کے ہوگی جب وصف اس کا بیان کر دیا جائے تو جوں ہی وصف بیان کیا گیا اس کا خیار باطل ہو گیا یعنی جب وصف کی بناء پر اس چیز کو خرید لیا پھر اس کے بعد اس کو دیکھا اب اختیار نہ ہوگا۔ (الجوھرۃ بحوالۃ سابقۃ)

④ یعنی نافذ العمل ہونے سے پہلے مشتری کے لئے اس میں تصرف کرنے کی اجازت نہ ہوگی عام ازیں اس نے قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور مالک کا ثمن پر قبضہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ بیع نافذ ہوگئی اور اس طرح اگر ایک آدمی کو دوسرے نے دیکھا وہ اس کی اجازت کے بغیر بیع کر رہا تھا وہ اس پر خاموش رہا تو بیع میں اس کی خاموشی قائم مقام اجازت کے نہ ہوگی۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

⑤ کیونکہ ایک کپڑے کا دیکھنا دوسرے کا دیکھنا نہ ہوگا کیونکہ کپڑوں کی کوالٹی میں بھی فرق ہوتا ہے لہٰذا اس کا خیار باقی رہے گا جب تک وہ دیکھ نہ سکے پھر وہ اکیلا کپڑا واپس نہیں کرے گا بلکہ دونوں اکٹھے واپس کرے گا تاکہ تکمیل بیع سے پہلے دو سودے لازم نہ آئیں۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص453 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑥ اور اس کا خیار ورثاء کی طرف منتقل نہ ہوگا جیسا کہ خیار شرط میں انتقال جائز نہیں ہے۔

(الجوھرۃ بحوالۃ سابقۃ)

⑦ اختیار نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پچھلی مرتبہ اس کے دیکھنے کے ساتھ اس کو اوصاف کا علم ہو چکا ہے اب اس کے فوت ہونے کے ساتھ ہی اس کو اختیار ملے گا نیز اس صورت میں اس کو اختیار ملے گا جب دیکھ کر اس کو مکمل علم نہ ہوا یہ تو وہ صورت تھی کہ سابقہ حالت پر ہی اس کو پایا لیکن اگر اس میں تبدیلی پائی اب اس کو اختیار ہوگا کیونکہ اب اس کو دیکھنے سے مکمل اوصاف کا علم نہ ہوا تو گویا اس نے اس کو دیکھا ہی نہیں اب اگر تبدیلی میں بھی بائع اور مشتری کا اختلاف ہو گیا تو بائع کے قول کو ترجیح دی جائے گی۔

(المظہر النوری ج1 ص161 مکتبہ امام احمد رضا، راولپنڈی)

①بَابُ خِيَارِ الْعَيْبِ (عیب ظاہر ہونے کا اختیار)

إِذَا اطَّلَعَ الْمُشْتَرِىْ عَلٰى عَيْبٍ فِى الْمَبِيْعِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَهٗ بِجَمِيْعِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهٗ وَلَيْسَ لَهٗ أَنْ يُّمْسِكَهٗ وَ يَأْخُذَا لنُّقْصَانَ وَكُلُّ مَا أَوْجَبَ نُقْصَانَ الثَّمَنِ فِىْ عَادَةِ التُّجَّارِ فَهُوَ عَيْبٌ ، وَالْإِبَاقُ وَالْبَوْلُ فِى الْفِرَاشِ وَالسَّرِقَةُ

عَیْبٌ فِی الصَّغِیْرِ مَالَمْ یَبْلُغْ فَاِذَا بَلَغَ لَیْسَ ذٰلِكَ بِعَیْبٍ حَتّٰی یُعَاوِدَهٗ بَعْدَ الْبُلُوْغِ وَالْبَخْرُ وَالدَّفْرُ عَیْبٌ فِی الْجَارِیَةِ۔

ترجمہ: اور جب خریدار بیع کے اندر پائے جانے والے عیب پر آگاہ ہو جائے تو مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو مکمل ثمن کے ساتھ معیوب مبیعہ لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے② لیکن مشتری کے لئے یہ جائز نہیں کہ مبیعہ کو اپنے پاس رکھ لے اور نقصان اٹھالے اور ہر وہ عیب جو ثمن کو کم کرے③ تاجروں کی عادت میں وہ عیب شمار ہوگا غلام کا بھاگ جانا④ اور بستر پر پیشاب کر دینا اور بچپن میں چوری کرنا عیب ہے جب تک حد بلوغ کو نہ پہنچے پھر جب بالغ ہو گیا اب وہ عیب نہ ہوگا جب تک بالغ ہونے کے بعد دوبارہ نہ کیا⑤ اور لونڈی میں منہ اور بغل کی بدبو بھی عیب ہے⑥

① یہ باب خیار عیب کے احکام کے بیان میں ہے، خیار العیب یہ مرکب اضافی ہے یعنی اختیار مشتری کو عیب کی وجہ سے دیا جاتا ہے حضرت امام اللغۃ امام جوھری نے فرمایا کہ عیب، اور عاب سب کا معنی ایک ہی ہے جیسے ہم کہتے ہیں عَابَ الْمُبَاعُ اس کا معنی ہوتا ہے کہ وہ عیب دار ہوا اور شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں فرمایا کہ اصطلاحاً عیب سے مراد وہ چیز ہے جو اصلاً فطرۃ سلیمہ سے خالی ہو۔

(البنایہ ج7 ص137 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس باب کی ماقبل کے ساتھ مناسب اس طرح ہے کہ خیار رویۃ ملک کو مکمل ہونے سے روکتی ہے جب کہ خیار عیب ملک مکمل ہونے کے بعد لازم ملک کو روکتی ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص454 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② اختیار اس وجہ سے دیا گیا ہے کیونکہ مطلقا تو عقد اور بیع کا تقاضا ہے کہ وہ ہر عیب سے محفوظ ہو اب اگر وصف سلامتی فوت ہو گیا اب شریعت نے مشتری کو اختیار دے دیا تا کہ وہ اس چیز کی بناء پر نقصان نہ اٹھائے جس پر وہ راضی نہیں ہے کیونکہ فقہی ضابطہ اَلضَّرَرُ یُزَالُ اب مشتری کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ مبیعہ معیوب اپنے پاس رکھ لے اور عیب کا نقصان اٹھالے عیب یا تو ثمن کی صورت میں ہوگا یا چٹی اور ضمان کی صورت میں ہوگا۔ (البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

③ کیونکہ ضرر مالیت کے نقصان کی بناء پر ہوتا ہے اور اس کو صنعت کار ہی جان سکتے ہیں اور

مشتری کو جب نقصان کا علم ہو گیا یعنی خرید یا قبضہ کرنے کے وقت عیب کا پتہ چل گیا پھر اس نے خاموشی اختیار کی اس کا مطلب ہے وہ اس پر راضی ہے کیونکہ بعض مقامات پر سکوت قائم مقام ایجاب کے ہوتا ہے۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 250 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

④ یعنی یہ تین چیزیں غلام میں عیب ہیں جب تک بالغ نہ ہو بھاگنا اس لئے عیب ہے کیونکہ جتنی دیر وہ فرار ہے مولی اس سے نفع اٹھانے سے محروم ہے لہٰذا یہ عیب ہے اسی طرح اگر وہ بستر پر پیشاب کرے گا تو اس صورت میں بھی اس کا کھانا پینا بھی الگ ہوگا جو کہ عیب ہے اور اگر اس نے آقا یا غیر کا ایک درہم بھی چوری کیا تو اس کا مطلب ہے اب آقا کا مال بھی اس سے محفوظ نہیں اور آقا کی دائمی طور پر اس سے مال کی حفاظت ضروری ہے۔ (البنایہ ج 7 ص 141 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ مطلب یہ ہے کہ مذکورہ تینوں عیوب بچپن اور جوانی کے اعتبار سے مختلف السبب ہیں لیکن اگر حالت متحد ہو مثلاً غلام بائع کے پاس بھی جوانی میں بھاگا اور مشتری کے پاس بھی تو ان دونوں صورتوں میں مشتری اس کو واپس کر سکتا ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں بھاگنے کا سبب متحد ہے لیکن اگر حالت مختلف ہے غلام بائع کے پاس بچپن میں بھاگا اور مشتری کے پاس جوانی میں بھاگا اس صورت میں مشتری غلام کو واپس نہیں کر سکتا کیونکہ سبب مختلف ہو گیا ہے کیونکہ بچپن میں بھاگنے کا سبب کم عقلی ہے اور جوانی میں بھاگنے کا سبب شرارت اور بد ذاتی ہے اور اختلاف سبب سبب پر دال ہوتا ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 455 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑥ البخر کا معنی ہے منہ کا خراب ہونا الذفر کا معنی ہے بغل کا بدبودار ہونا یہ دونوں چیزیں لونڈی میں عیب اس لئے ہیں کیونکہ لونڈی سے مقصود ہوتا ہے اس کو صاحب فراش بنانا ہم بستری کرنا اور یہ دونوں چیزیں اس عمل میں خلل ڈالتی ہیں اور غلام کے لئے عیب نہیں ہیں کیونکہ غلام کا مقصد خدمت طلب کرنا ہے اور اس میں یہ دونوں چیزیں خلل نہیں ڈالتی اگر بطور بیماری ہوں تو پھر غلام میں بھی یہ چیزیں عیب شمار ہوں گی۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 454 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَلَيْسَ بِعَيْبٍ فِي الْغُلَامِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ دَاءٍ وَّالزِّنَا وَوَلَدُ الزِّنَا عَيْبٌ فِي الْجَارِيَةِ دُوْنَ الْغُلَامِ وَاِذَا حَدَثَ عِنْدَ الْمُشْتَرِيْ عَيْبٌ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلٰى عَيْبٍ كَانَ عِنْدَ الْبَائِعِ فَلَهٗ اَنْ يَّرْجِعَ بِنُقْصَانِ الْعَيْبِ وَلَا يَرُدُّ الْمَبِيْعَ اِلَّا اَنْ يَّرْضَى الْبَائِعُ

اَنْ يَّاْخُذَهٗ بِعَيْنِهٖ وَاِنْ قَطَعَ الْمُشْتَرِي الثَّوْبَ فَوَجَدَ بِهٖ عَيْبًا رَجَعَ بِالْعَيْبِ وَاِنْ خَاطَهٗ اَوْ صَبَغَهٗ اَوْلَتَّ السَّوِيْقَ بِسَمْنٍ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلٰى عَيْبٍ رَّجَعَ بِنُقْصَانِهٖ وَلَيْسَ لِلْبَائِعِ اَنْ يَّاْخُذَهٗ بِعَيْنِهٖ۔

ترجمہ: غلام میں (منہ اور بغل کی بدبو) عیب نہیں ہے مگر اس صورت میں جب بیماری کی وجہ سے ہو زنا کاری اور حرامی ہونا لونڈی میں عیب ہے نہ کہ غلام میں①، اگر نیا عیب مشتری کے پاس آنے کے بعد پیدا ہوا پھر وہ اس عیب پر آگاہ ہوا جو بائع کے پاس تھا تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ نقصان کے عیب کے بدلے رجوع کرے اور مبیعہ کو مت لوٹائے② مگر اس صورت میں لوٹا سکتا ہے جب بائع اس کو بعینہ واپس لینے پر راضی ہو اور جب مشتری نے کپڑا کاٹ کر دھاگے کے ساتھ سلائی کر لی یا رنگ دیا یا ستو کو گھی میں خلط ملط کر دیا پھر وہ عیب پر مطلع ہوا تو وہ اس کے نقصان کے بدلے رجوع کرے گا اور بائع کے لئے جائز نہیں ہے کہ مبعیہ کو بعینہ واپس لے③

① کیونکہ بیماری عیب ہوتی ہے لہٰذا اب یہ غلام میں بھی عیب شمار ہوگا کیونکہ بیماری کے سبب غلام آقا کی خدمت سے بھی محروم رہے گا۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص456 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② کیونکہ یہ دونوں چیزیں لونڈی میں عیب شمار ہوں گی کیونکہ ان کے سبب اصل مقصود میں خلل پیدا ہوتا ہے کیونکہ لونڈی کا مقصد ہے صاحب فراموش ہونا اور اولاد جننا لیکن غلام میں یہ چیزیں عیب نہیں ہیں کیونکہ غلام کا مقصد خدمت کرنا ہے لیکن اگر غلام کی عادت ہی زنا بن جائے مثلاً دو مرتبہ سے زیادہ اس نے بدکاری کی اب عیب ہوگا کیونکہ جب وہ عورتوں کے دن رات تعاقب میں لگا رہے گا تو ظاہر بات ہے کہ آقا کی خدمت میں خلل پیدا ہوگا، حیض اور استحاضہ کا نہ آنا بھی لونڈی میں عیب ہے، پرانی کھانسی عیب ہوگی کیونکہ وہ بیماری ہے بخلاف زکام کے وہ عیب نہیں ہے، پاگل ہونا، جذام، برص، اندھا، کانا ہونا یہ سب عیب شمار ہوں گے کیونکہ ان کی وجہ سے ثمن میں کمی آئے گی۔
(الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

③ مبیعہ کو نہ لوٹانے کی وجہ یہ ہے کہ واپس کرنے میں بائع کو نقصان ہے کیونکہ اس کی ملکیت سے

تو بالکل سلامت نکلا تھا اور اب عیب کے ساتھ لوٹایا جارہا ہے لہٰذا اب بہتر صورت یہی ہے صحیح سالم مبیعہ اور عیب والے کے درمیان جو فرق واقع ہو رہا ہے یہ بائع سے لے لے اور مبیعہ اپنے پاس رکھ لے اگر بائع راضی ہو تو پھر درست ہے کیونکہ بائع اپنا حق خود ساقط کرنے پر راضی ہو گیا ہے۔

④ بائع اس لئے نہیں لے سکتا کیونکہ اس میں زیادتی پیدا ہو گئی جس پر مال خرچ کرنا پڑے گا لہٰذا جب واپس لینا محال ہوا تو اب ضمان اور چٹی لازم ہو گی۔

(الجوہرۃ النیرۃ ج1 ص457 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَمَنِ اشْتَرٰی عَبْدًا فَاَعْتَقَهٗ اَوْ مَاتَ عِنْدَهٗ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلٰی عَیْبٍ رَّجَعَ بِنُقْصَانِهٖ فَاِنْ قَتَلَ الْمُشْتَرِی الْعَبْدَ اَوْ کَانَ طَعَامًا فَاَکَلَهٗ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلٰی عَیْبِهٖ لَمْ یَرْجِعْ عَلَیْهِ بِشَیْءٍ فِیْ قَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَقَالَا یَرْجِعُ بِنُقْصَانِ الْعَیْبِ وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا فَبَاعَهُ الْمُشْتَرِیْ ثُمَّ رُدَّ عَلَیْهِ بِعَیْبٍ فَاِنْ قَبِلَهٗ بِقَضَاءِ الْقَاضِیْ فَلَهٗ اَنْ یَّرُدَّهٗ عَلٰی بَائِعِهِ الْاَوَّلِ وَاِنْ قَبِلَهٗ بِغَیْرِ قَضَاءِ الْقَاضِیْ فَلَیْسَ لَهٗ اَنْ یَرُدَّهٗ وَلَا عَلٰی بَائِعِهِ الْاَوَّلِ وَمَنِ اشْتَرٰی عَبْدًا وَّشَرَطَ الْبَائِعُ الْبَرَاءَةَ مِنْ کُلِّ عَیْبٍ فَلَیْسَ لَهٗ اَنْ یَّرُدَّهٗ بِعَیْبٍ وَّاِنْ لَّمْ یُسَمِّ جُمْلَةَ الْعُیُوْبِ لَمْ یَعُدَّهَا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے غلام خریدا پھر اس کو آزاد کر دیا یا اس کے پاس مر گیا (مشتری کے پاس) پھر وہ اس کے عیب پر مطلع ہوا تو اب وہ نقصان کے ساتھ رجوع کرے گا① پھر اگر مشتری نے غلام کو قتل کر دیا یا کھانا تھا اس نے کھا لیا پھر وہ اس کے عیب پر مطلع ہوا اب وہ امام اعظم ابو حنیفہ کے قول کے مطابق کسی چیز کے ساتھ رجوع نہیں کرے گا② جب کہ صاحبین نے فرمایا وہ عیب کے نقصان کے ساتھ رجوع کرے گا، اور اگر کسی نے غلام بیچا③ پھر اسے مشتری نے کسی اور پر بیچ دیا پھر وہ اس کی طرف واپس آیا عیب کے ساتھ اب دیکھیں گے اگر اس نے اس کو قاضی کے فیصلہ کی بناء پر قبول کیا تھا تو اب اس کے لئے جائز ہے کہ اس کو پہلے بائع لوٹا دے اور اگر اس نے اس کو قاضی کے فیصلہ کے بغیر قبول کیا

اب اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کو پہلے بائع کی طرف واپس کرے

⑥ مشتری اور جس نے غلام کو خریدا بائع نے یہ شرط لگائی کہ یہ ہر عیب سے پاک ہے اب اس کے لئے جائز نہیں کہ اس کو عیب کے ساتھ لوٹائے اگر چہ اس کے تمام عیوب کو نہ ذکر کیا ہو نہ گنا ہو۔

① یعنی مشتری نے خریدا ہوا غلام بغیر مالی معاوضے کے آزاد کر دیا یا وہ غلام مشتری کے پاس ہی مر گیا اس کے بعد مشتری غلام کے عیب پر مطلع ہوا تو اس صورت میں بھی مشتری بائع سے نقصان کی مقدار ثمن واپس کر سکتا ہے موت کی صورت میں تو وجہ یہ بنے گی کہ آدمی میں ملک کا ثبوت اس کی مالیت کی وجہ سے ہوتا ہے اور موت کی وجہ سے مالیت اپنے اختتام کو پہنچ گئی ہے کیونکہ موت کے بعد مالیت مستحق نہیں ہو سکتی لازمی طور پر ملک بھی ختم ہو گئی لہٰذا مبیعہ کی واپسی متعذر اور محال ہو گی مگر یہ عمل چونکہ مشتری کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ منجانب اللہ ہوا ہے اس لئے نقصان کے رجوع کرنے کا حق ہو گا ورنہ مشتری کا نقصان لازم ہو گا اور اعتاق کی صورت میں بھی قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ رجوع جائز نہ ہو لیکن استحساناً رجوع جائز ہو گا وجہ استحسان یہ ہے کہ عتق سے ملکیت زائل نہیں ہوتی بلکہ انتہا کو پہنچ جاتی ہے کیونکہ انسان اصل پیدائشی طور پر محل ملک نہیں ہے بلکہ اس میں اصل آزادی ہے کیونکہ جمیع انسانیت حضرت آدم علیہ السلام و حوا علیہما السلام کی اولاد ہے اس میں جو ملک ثابت ہوتی ہے وہ کفر کے عارض ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے جو اعتاق کے وقت تک موقت محدود ثابت ہوتی ہے لہٰذا ملک میں اعتاق مثل موت کے ہو گیا تو جیسے موت کی صورت میں مشتری کو رجوع بالنقصان کا حق ہوتا ہے ایسے ہی اعتاق کی صورت میں رجوع بالنقصان کا حق ہو گا۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 458 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قتل دو طرح کا ہے ایک (1) غیر کی طرف سے اور ایک (2) اپنی طرف سے جب خود قتل کر دیا اور کھانا بھی خود کھا لیا اب اگر بائع اس مبیعہ کو واپس مانگنے کا مطالبہ کرے تو مشتری نہیں دے سکے گا اور مشتری کی طرف سے جو ہوا گویا کہ مشتری کے عمل نے مبیعہ کو واپس نہیں ہونے دیا اس لئے مشتری کو نقصان لینے کا حق نہ ہو گا صاحبین فرماتے ہیں کہ نقصان اس لئے لے گا کیونکہ مشتری کو کیا علم غیب تھا کہ مبیعہ میں عیب تھا اس لئے وہ عیب سے راضی نہ تھا اور مشتری کا حق عیب بائع کے یہاں محبوس ہے لہٰذا وہ عیب کا نقصان بائع سے لے گا۔ مصنف نے مشتری کی قید قتل کے ساتھ خاص کی ہے لہٰذا یہ قید اتفاقی نہیں بلکہ احترازی ہے کیونکہ مشتری کے بجائے اگر کوئی غیر قتل کرے پھر مذکورہ حکم نہ ہو گا صاحب نہایہ نے فرمایا کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہو گا نیز کھانا کھانے کی قید

اس لئے لگائی کیونکہ اگر اس نے اس کو بیچ دیا یا ھبہ کر دیا پھر وہ عیب پر مطلع ہوا اب وہ کسی چیز کے ساتھ بالاتفاق رجوع نہیں کرے گا۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 458 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

③ مثال کے طور پر خالد مشتری نے غلام خریدا پھر اس کو دوسرے یعنی زید پر فروخت کر دیا پھر دوسرے مشتری نے اسی عیب کے ماتحت جو پہلے کے پاس تھا مشتری اول کو واپس کر دیا تو اب خالد بائع کے پاس واپس کر سکتا ہے یا نہیں اب اس میں تفصیل ہے کہ خالد نے عیب کا انکار کر دیا پھر قاضی نے عیب کے ماتحت غلام کو واپس کرنے کا فیصلہ دیا جس سے مجبور ہو کر خالد نے غلام کو قبول کیا اس صورت میں خالد کو حق حاصل ہے کہ اس عیب کی وجہ سے غلام کو بائع اول کی طرف واپس کر دے۔

(کتب عامہ)

④ یعنی کسی نے ایک غلام فروخت کیا اور سودے کے وقت اس میں ہر قسم کے عیوب کی برأت کا مشتری کو اعلان کر دیا تو حنفیوں کے نزدیک یہ شرط برأۃ درست ہے لہٰذا اب مشتری کسی عیب کی وجہ سے غلام کو واپس نہیں کر سکتا اگر چہ بائع نے بوقت برأۃ ہر ہر عیب کا نام ذکر کیا ہو لیکن حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مخصوص عیب سے برأۃ کی شرط کی تو درست ہے اور اگر تعیم کے ساتھ کی تو درست نہ ہوگی۔

فائدہ: مخصوص برأۃ کی قید احترازی ہے کیونکہ اگر بائع یوں کہے بِعْتُهٗ عَلٰى اِنِّىْ بَرِیٌّ مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ ترجمہ: میں نے اس شرط پر اس کو بیچا کہ میں اس کے ہر عیب سے بری ہوں۔ اس لیے یہ جملہ بالاتفاق موجودہ عیب کے ساتھ مخصوص ہوگا اور اس میں نیا عیب داخل نہ ہوگا۔ (حوالہ کتب عامہ)

بَابُ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ ① (بیع فاسد کا بیان)

اِذَا كَانَ اَحَدُ الْعِوَضَيْنِ اَوْ كِلَاهُمَا مُحَرَّماً فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ كَالْبَيْعِ بِالْمَيْتَةِ اَوْبِالدَّمِ اَوْبِالْخَمْرِ اَوْ بِالْخِنْزِيْرِ وَ كَذٰلِكَ اِذَا كَانَ الْمَبِيْعُ غَيْرَ مَمْلُوْكٍ كَالْحُرِّ وَ بَيْعِ اُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُدَبَّرِ وَ الْمُكَاتَبِ فَاسِدٌ وَّلَا يَجُوْزُ بَيْعُ السَّمَكِ فِي الْمَاءِ قَبْلَ اَنْ يُّصْطَادَهٗ وَلَا بَيْعُ الطَّيْرِ فِي الْهَوَاءِ وَلَا يَجُوْزُ بَيْعُ الْحَمْلِ فِي الْبَطْنِ وَلَا النِّتَاجِ وَلَا الصُّوْفِ عَلٰى ظَهْرِ الْغَنَمِ وَلَا بَيْعُ اللَّبَنِ فِي الضَّرْعِ وَلَا يَجُوْزُ بَيْعُ ذِرَاعٍ مِّنْ ثَوْبٍ وَّلَا بَيْعُ

جِذْعٍ مِّنْ سَقْفٍ وَّ ضَرْبَةِ الْقَانِصِ۔

ترجمہ: جب دونوں عوضوں میں سے ایک عوض یا دونوں حرام ہوں تو بیع فاسد ہوگی جیسے مُردار کی بیع ② خون، شراب، سور کی بیع اور ایسے ہی بیع فاسد ہوگی جب مبیعہ مملوک نہ ہو جیسے آزاد، ام ولد اور مدبر اور مکاتب کی بیع فاسد ہے شکار کرنے سے پہلے پانی میں مچھلی کی بیع ③ اور نہ ہی پرندے کی ہوا میں بیع جائز ہوگی (نا جائز ہے) حمل کی بیع پیٹ میں جائز نہ ہوگی اور نہ ہی حمل کے حمل کی اور نہ ہی اون کی بیع بکری (بھیڑ) کی پیٹھ پر اور جائز نہیں ہے ④ دودھ کی بیع پستان میں اور جائز نہیں شرعی گز کی ⑤ بیع کپڑے کے تھان میں سے اور نہ ہی شہتیر کی بیع چھت میں اور نہ ہی جال کی بیع پھنک میں ⑥

① یہ باب بیع فاسد کے احکام کے بارے میں ہے اگرچہ یہ باب فاسد و باطل دونوں پر مشتمل ہے لیکن عنوان میں بیع فاسد کی تخصیص متعدد اسباب کی وجہ سے کثیر الوقوع ہونے کی بناء پر کی ہے یہاں دو لفظ استعمال کئے جاتے ہیں۔(1) فاسد۔(2) باطل اہل عرب فَسَدَ اللَّحْمُ کا لفظ اس وقت بولتے ہیں جب گوشت بد بودار تو ہو جائے لیکن اس سے نفع حاصل کرنا ممکن ہو اور بیع باطل کا لفظ اس وقت بولتے ہیں جب وہ کہتے ہیں بَطَلَ اللَّحْمُ جب وہ گوشت کسی قسم کے نفع حاصل کرنے کے قابل نہ ہو اب لفظی فرق کی بناء پر معناً بھی فرق ہے چنانچہ بیع فاسد کی تعریف یہ ہوگی ایسی بیع جس میں مبیع مال ہو اور ثمن بھی مال ہو لیکن ایسی شرط لگائی گئی جو عقد بیع کے خلاف ہے یہ بیع چونکہ خراب ہو جاتی ہے اس لئے اس کو بیع فاسد کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص غلام کو آزاد کر دے لیکن کہے ابھی دو ماہ تک میری خدمت کرے گا یہ شرط فاسد ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے اس سودے کو توڑ دیا جائے لیکن اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا اور مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا اور بیع کو برقرار رکھا اور کوئی جھگڑا بھی نہیں ہوا تو اب بیع جائز ہوگی اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے اور بیع باطل کی تعریف یہ ہوگی۔ ہر ایسی بیع جس میں مبیعہ مال ہی نہ ہو یا ثمن (عوض) مال نہ ہو تو وہ بیع باطل ہے یعنی اس کا انعقاد شروع سے ہی نہ ہوگا جیسے کہ پٹھانوں میں آزاد بچوں اور عورتوں کو لاکھوں کے داموں بیچا جاتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ بائع کو ثمن کی اور مشتری کو مبیعہ کی ملکیت حاصل نہ ہوگی مصنف نے بیع فاسد اور باطل دونوں کو اکٹھا کر دیا۔

(البنایہ ج7 ص188 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ مبتغیر یسیر، کوئٹہ)

④ دو عوضوں سے مراد مبیعہ اور ثمن ہے بیع فاسد اس جگہ بمعنی بیع باطل ہے اور مردار سے مراد وہ میتہ ہے جو اپنی طبعی موت مرا ہو یا کسی نے گلا گھونٹ کر یا ذبح شرعی کے علاوہ کسی اور سب سے مار دیا ہو کیونکہ مسلمانوں کے حق میں یہ دونوں برابر ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو حرام قرار دیا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ (سورۃ المائدہ پارہ نمبر 6 رکوع نمبر 5 آیت نمبر 3) معلوم ہوا مردار، خون سور کا گوشت حرام قرار دیا گیا کیونکہ یہ شرعاً مال نہیں ہیں اسی طرح شراب اور خنزیر بھی ہمارے مسلمانوں کے حق میں مال نہیں ہیں اور بیع اور مالک بنانا اس صورت میں ہوتا ہے جب وہ مال ہوں اسی طرح آزاد آدمی مال ہی نہیں ہے کیونکہ مال کی تعریف یہ ہے کہ جس سے انسان کو تمول حاصل ہو اور وقتِ ضرورت کے لئے ذخیرہ کیا جاسکے اور یہ تعریف اس پر صادق نہیں آرہی۔ اور یہی حکم ام ولد اور مدبر کا بھی ہے کیونکہ انہوں نے بھی مستقبل میں آزاد ہو جانا ہے لہٰذا یہ دونوں بھی آزاد کے مشابہہ ہو گئے اور آزاد کی بیع ناجائز ہے لہٰذا ان کی بیع بھی ناجائز ہوگی اور مکاتب کی بیع بھی ناجائز ہے اور باطل ہے کیونکہ ایک لحاظ سے وہ بھی بدل کتابت کے آزاد ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 256 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

③ کیونکہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ اس نے اس چیز کی بیع کر دی جس کا وہ مالک ہی نہیں ہے اور پرندے کی بیع ہوا میں اس لئے باطل ہے کیونکہ وہ پرندہ بھی اس کی ملکیت میں اس وقت تک نہ ہوگا جب تک اس کی پکڑ نہ کرے اور حمل کی بیع اس لئے ناجائز ہے کہ اس سے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے منع فرمایا نیز اس میں دھوکہ ہے۔ (البنایہ ج 7 ص 197 تا 200 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

④ یہ دھوکے کی وجہ سے ناجائز ہے کیونکہ ہوسکتا ہے ہوا سے پھولا ہوا اس لئے اس کے دھنے کی کیفیت میں جھگڑا ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے دودھ زیادہ نکل آئے تو اس صورت میں گویا مبیعہ غیر مبیعہ کے ساتھ مخلوط ہوگا جو کہ ناجائز ہے۔ (البنایہ بحوالہ سابقہ)

پیٹھ پر اون کی بیع اس لئے ناجائز ہے کیونکہ وہ نیچے سے اترتی ہے تو مبیعہ کا غیر مبیعہ سے اختلاط لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے بخلاف بید کی شاخوں کی بیع کے کیونکہ وہ اوپر سے بڑھتا ہے لہٰذا مشتری کی ملکیت بائع سے بطور اختلاط نہ ہوگی اور کھیتی کی بیع بھی جائز ہے کیونکہ اس کو اکھاڑ لینا ممکن ہوتا ہے۔ (البنایہ بحوالہ سابقہ)

⑤ یعنی لباس سے ایک گز کی بیع جائز نہ ہوگی کہ جس کو پھاڑنا نقصان دے ہو جیسے عمامہ وغیرہ کیونکہ اس صورت میں بغیر ضرر کے لازم ہونے کے بائع کا مبیعہ کو سونپنا محال ہے لیکن اگر بائع نے گز

کاٹ لیا یا شہتیر اکھیڑ لیا مشتری کے فسخ کرنے سے پہلے تو بیع درست ہوگی زوال مفسد کی وجہ سے۔

(البنایہ بحوالہ سابقہ)

⑨ یعنی جال ایک مرتبہ پانی میں پھینکے گا اور کہے گا کہ اس میں جو مچھلیاں آگئیں ان کی قیمت دینا پڑے گی یہ ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں مبیعہ مجہول ہے نامعلوم کتنی مچھلیاں جال میں آئیں گی لہٰذا مجہول کی بیع ناجائز ہے۔ (البنایہ ج7 ص204 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اسلام میں کاروبار کی اقسام جائز ناجائز کی مکمل تفصیل نقشہ وجدول کی صورت میں

نوٹ: ہر مسلمان پر لازم ہے کہ خرید و فروخت میں ناجائز تجارت کسی قسم کی بھی نہ کرے۔ نہ خرید میں ظلم ہو نہ فروخت میں۔ یہ دنیا امتحان گاہِ مومن ہے۔ رزق بے ایمانی دھوکہ بازی یا ظلم سے نہیں ملتا۔ حلال وطیب رزق ایمان داری سے وسیع ہوتا ہے۔ نبی کریم نے فرمایا: عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَاعَ عَيْباً لَمْ يُنَبِّهْ لَمْ يَزَلْ فِي مَقْتِ اللّٰهِ اَوْلَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَلْعَنُهٗ رَوَاهُ ابن ماجہ، ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو عیب دار چیز بغیر عیب بتائے بیچ دے۔ وہ ہمیشہ اللہ کے غضب اور فرشتوں کی لعنت میں رہے گا۔ العطایا الاحمدیہ ج/ا، 429 تا 431، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات

بیع کی قسمیں

نمبر شمار	نام	تعریف	حکم
1۔	بیع صحیح	جس میں شریعت کی کوئی ممنوعہ چیز نہ ہو اور بیع کی تمام شرائط موجود ہوں۔	جائز
2۔	بیع باطل	جس میں خریدار کبھی مالک نہ بن سکے نہ قبل از قبضہ نہ بعد از قبضہ۔	ناجائز
3۔	بیع فاسد	جس میں شریعت کی ممنوعہ چیزوں میں سے کوئی چیز ہو اور قبضے سے خریدار مالک بن جائے مگر فسخ لازم ہو	ناجائز

4-	بیع موقوف	جو بغیر اجازت مالک یا ولی کی جائے پھر مالک وارث اجازت دیدے۔	جائز
5-	بیع فضولی	خریدار اپنی مرضی سے کسی کے لیے خریدے اور اپنی مرضی سے کچھ اور کاروبار کرلے جس میں سب کا فائدہ ہو۔	جائز
6-	بیع اقالہ	بیع ہو جانے کے بعد پھر کسی کا واپسی کا ارادہ ہو بغیر عیب کے اور دوسرا راضی ہو جائے۔	جائز
7-	بیع مرابحہ	بازاری قیمت سے کچھ نفع پر بیچنا مثلاً بازاری قیمت سے دس روپے کی خرید لی اور گیارہ کی بیچ دی۔	جائز
8-	بیع تولیہ	جتنے کی صحیح قیمت پر خرید لی اتنے کی ہی بیچ دی۔	جائز
9-	بیع سلم	خریدار نے پیشگی قیمت دے دی اور کچھ ماہ بعد چیز لینے کا معاہدہ ہوا جنس حالت بھاؤ اور مقام ادا معین ہو گیا۔	جائز
10-	بیع تلجیہ	کسی ظالم کے ڈر سے ظاہراً بیچ دے حقیقتاً نہ بیچے اور تاجر و خریدار کا خفیہ معاملہ ہو گیا ہو۔	جائز
11-	بیع وفا	رھن کی طرح امانت رکھا مگر خرید و فروخت کا نام لیا اور وعدہ واپسی لے لیا نفع جائز پابندی ضروری نہیں۔	جائز
12-	بیع وکالہ	کسی کو کوئی چیز اپنے لیے خریدنے کے لیے بھیجنا۔	جائز
13-	بیع کفالہ	اپنے لیے یا کسی نااہل کے لیے خریداری میں کسی سمجھدار کو ذمہ دار بنانا۔	جائز
14-	بیع حوالہ	کوئی شخص ادھار خرید لے اور دوسرا واقف آدمی اس کی ضمانت دے آئے کہ پیسے میرے ذمے ہیں۔	جائز
15-	بیع من یزید	ایک چیز کے بہت خریدار ہوں سب زیادہ زیادہ قیمت لگائیں۔ جس کو نیلامی کہا جاتا ہے۔	جائز

16-	بیع استثناء معین	بیچنے والا بیچنے کے وقت کہے کہ باغ کے پھل خرید لے صرف چوتھائی حصہ میرا یا اس کھیتی کا چوتھائی میرا۔	جائز
17-	بیع تصرف غیر منقولہ	خریدار قبضے میں لینے سے پہلے آگے کسی تیسرے کو بیچ دے۔	جائز
18-	بیع صرف نقد و برابر	قیمت کو قیمت سے بیچنا مثلاً سونے کو سونے سے چاندی کو چاندی سے۔	جائز
19-	بیع استحقاق	بیچنے والے نے بیچی خریدار نے لے لی تیسرا شخص کہتا ہے یہ میری ہے بائع مان لے تو خریدار واپس دے کر اپنی قیمت لے لے۔	جائز
20 -	بیع حق	صرف حق بیچنا صحیح یہ ہے کہ جائز ہے مثلاً حق تصنیف یا طلاق بیچنا بیوی کے ہاتھ جس کو خلع کہتے ہیں۔	جائز
21-	بیع استصناع رواجی	کسی کاریگر سے کوئی چیز بنوانا جس کا عام رواج ہو ہر شخص بنواتا ہو مثلاً ٹوپی جوتا وغیرہ۔	جائز
22-	بیع بالشرط مال بالثمن	کوئی چیز قیمت کے بدلے بیچی لیکن کوئی شرط لگائی۔ تو بیع جائز ہوگی اور شرط کی پابندی خریدار پر لازم نہیں۔	جائز
23-	بیع مضاربت	دو آدمیوں کی شرکت کاروبار ایک کا مال ایک کی محنت نفع آدھا آدھا یا جو معین ہو جائے۔	جائز
24-	بیع مزارعہ	زمین کرایہ پر دی کھیتی باڑی کے لیے اس طرح کہ بیج بھی مالک کا صرف کام کرائے دار کسان کا پیداوار یا نفع آدھا۔	جائز
25-	بیع عرایا	باغ کے مالک نے کسی غریب کو ایک درخت دیا کہ اس کے پھل تو لے لینا پھر اُس کے آنے سے تنگی ہوئی تو اُس نے اندازے سے کچھ پھل دے کر درخت واپس لے لیا۔	جائز
26-	بیع مکرہ	کوئی شخص دوسرے کو کہے کہ یہ چیز مجھ کو اتنے میں دیدے ورنہ قتل کر دوں گا وغیرہ وغیرہ۔	ناجائز

27۔	بیع تعاطی	دل میں بیع سے راضی ہو زبان سے ناراض ہو کر بیچے۔	ناجائز
28۔	بیع مکروہ	جس میں کوئی شرعی ممانعت شامل ہو جائے۔	ناجائز
29۔	بیع عینہ	کوئی غریب قرضہ مانگنے آیا امیر نے کہا یہ چیز بازار میں دس کی بکتی ہے تو مجھ سے بارہ کی خرید لے بازار میں دس کی بیچ کر فلاں مہینے میں میرا قرض 12 روپے دینا۔	ناجائز
30۔	بیع احتکار	غلہ نہ بیچے ضرورت قحط سالی کی کے باوجود۔ اپنے پاس جمع رکھے۔	ناجائز
31۔	بیع ہزل	مزاق کے طریقے پر خرید و فروخت کرنا۔	ناجائز
32۔	بیع استثناء غیر معین	بیچنے والا کہے خریدار سے یہ کھیت یا یہ باغ خرید لے اس میں دس من میرے باقی تیرے۔	ناجائز
33۔	بیع مزابنہ	تر پھل کو خشک پھل کے بدلے ناپ کر بیچنا وغیرہ۔	ناجائز
34۔	بیع ملامسہ	بغیر کھولے صرف ہاتھ لگا کر کپڑا خریدنا اور بغیر اُلٹ پلٹ کیے گندم کا ڈھیر خریدنا۔	ناجائز
35۔	بیع غرر	دھوکہ دے کر بیچنا جیسے گائے بھینس بکری کا دودھ روک لینا تا کہ خریدار سمجھے کہ بہت دودھ والی ہے۔	ناجائز
36۔	بیع معدوم	پھل یا کھیتی اُگنے سے پہلے بیچنا یا صرف بالا خانے کا مالک گر جانے کے بعد بیچے۔	ناجائز
37۔	بیع نجش	خریدنے کا ارادہ نہ ہو مگر شی کی قیمت بڑھا دے تا کہ خریداروں کو نقصان ہو۔	ناجائز
38۔	بیع تصرف منقولہ	کوئی منقولہ چیز خریدی مگر قبضے سے پہلے ہی کسی تیسرے کے ہاتھ بیچ دی۔	ناجائز
39۔	بیع صرف ادھار کمی بیشی سے	قیمت کو قیمت سے بیچنا مثلاً چاندی یا سونا یا نوٹ پیسے وغیرہ کو چاندی سونے نوٹ سے بیچنا۔	ناجائز

40۔	بیع استصناع غیر رواجی	کوئی شخص کسی مستری معمار سے کوئی خصوصی چیز بنوائے اور قیمت پہلے مقرر نہ کرے۔	ناجائز
41۔	بیع لعب	محض کھیل کود کے لیے چیزیں خریدنا مثلاً پتنگ ڈور گلی ڈنڈا یا مورتی کھلونا۔	ناجائز
42۔	بیع بالشرط مال بالمال	غلہ گندم وغیرہ کو گندم یا کسی دوسرے مال کے بدلے بیچنا اور کوئی فضول شرط لگانا۔	ناجائز
43۔	بیع مضطر	خریدنے پر مجبور انسان کے ہاتھ مہنگی کر کے بیچنا۔	ناجائز
44۔	بیع محاقلہ	گندم وغیرہ معین کے بدلے لگی کھیتی بیچنا مثلاً بائع کہے کہ یہ دو (2) من گندم لے لے اور اپنا کھیت گندم کا دیدے۔	ناجائز
45۔	بیع مخابرہ	زمیندار صرف زمین کرائے پر دے محنت اور بیج کرایہ دار کا اور مالک آدھا یا چوتھائی مانگے۔	ناجائز
46۔	بیع معاومہ	کسی باغ کا آئندہ چند سال کا پھل خریدنا۔	ناجائز
47۔	بیع حصات	خریدار بائع سے کہے کہ میں پتھر کنکر پھینکتا ہوں جس چیز کو لگ جائے وہ مجھے دو (2) روپیہ سیر دے دینا۔	ناجائز
48۔	بیع مجہول	ادھار بیچنا اور کہنا کہ جس دن فلاں شخص آئے گا قیمت دے دوں گا تاریخ معین نہ ہو۔	ناجائز
49۔	بیع عربان	کسی خرید کردہ شی کا بیعانہ دینا پوری رقم بوقتِ قبضہ اور معاہدہ کرنا اگر نہ خریدوں تو بیعانہ ضبط۔	ناجائز
50۔	بیع فی البیع	نقد خرید و فروخت سستی اور بازاری قیمت سے کرنا۔ ادھار خرید و فروخت مہنگی کرنا۔	ناجائز
51۔	بیع سلف	بیچنے والا کہے کہ میں تیرے ہاتھ فلاں چیز تب بیچوں گا جب تو مجھ کو اتنا قرضہ بھی دے۔	ناجائز

یہ تھیں بیع کی تمام قسمیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایمان کے سچے راستے پر چلنے کی توفیق

عطا فرمائے اور کاروباری حضرات اسلامی طریقے سے آپس میں تعاون کریں۔ آمین۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ (بحوالہ فتاوی العطایا الاحمدیہ ج 1 ص 429 تا 431) مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز اردو بازار لاہور

وَلَا بَیْعُ الْمُزَابَنَةِ وَهُوَ بَیْعُ التَّمَرِ عَلَی النَّخْلِ بِخَرْصِهٖ تَمْرًا وَّلَا یَجُوْزُ الْبَیْعُ بِالْقَاءِ الْحَجَرِ وَالْمُلَامَسَةِ وَلَا یَجُوْزُ بَیْعُ ثَوْبٍ مِّنْ ثَوْبَیْنِ وَ مَنْ بَاعَ عَبْدًا عَلٰی اَنْ یُّعْتِقَهُ الْمُشْتَرِیْ اَوْ یُدَبِّرَهَا اَوْ یُکَاتِبَهٗ اَوْ بَاعَ اَمَةً عَلٰی اَنْ یَّسْتَوْلِدَهَا فَالْبَیْعُ فَاسِدٌ وَّکَذٰلِكَ لَوْ بَاعَ عَبْدًا عَلٰی اَنْ یَّسْتَخْدِمَهُ الْبَائِعُ شَهْرًا وَّدَارًا عَلٰی اَنْ یَّسْکُنَهَا الْبَائِعُ مُدَّةً مَّعْلُوْمَةً اَوْ عَلٰی اَنْ یُّقْرِضَهُ الْمُشْتَرِیْ دِرْهَمًا اَوْ عَلٰی اَنْ یُّهْدِیَ لَهٗ هَدِیَّةً

ترجمہ: اور بیع مزابنہ جائز نہیں ہوگی① اس کا مطلب ہے کھجور کی بیع درخت کے اوپر ہی ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے اندازہ کرتے ہوئے اور جائز نہیں ہے پتھر پھینکنے کی بیع اور چھونے (ہاتھ لگانے) کی② بیع اور جائز نہیں ہے دو کپڑوں میں سے ایک کی بیع③ اور جس شخص نے غلام اس شرط پر بیچا کہ مشتری اسے آزاد کرے گا یا مدبر یا مکاتب بنائے گا یا لونڈی کو اس شرط پر بیچا کہ اس کو ام ولد بنائے گا تو بیع فاسد ہے اور اسی طرح اگر غلام کو اس شرط پر بیچا کہ بائع اس سے ایک ماہ تک خدمت طلب کرے گا یا گھر کو اس شرط پر بیچا کہ بائع ایک معین مدت تک (مثلاً 1 ماہ) اس میں رہائش رکھے گا یا اس شرط پر کہ مشتری اس کو کچھ درہم قرضہ دے گا یا اس شرط پر کہ مشتری اس کو ہدیہ دے گا④

① مُزَابَنَةٌ مُطَالَعَة کی طرح بابُ مفاعلة کا مصدر ہے جس کا اصلی مادہ زبن ہے جس کا معنی ہے سخت دفع کرنا یا ایک شیء کو دوسری سے دور کرنا اس لئے سخت معرکہ آرائی کو حرب زبون کہتے ہیں اس میں چونکہ بائع اور مشتری میں سے ہر ایک دوسرے کو اپنے حق سے دفع کرتا ہے اس لئے اس کو بیع مزابنہ کہتے ہیں اصطلاحی تعریف یہ ہوگی ہر وہ شیء جس کا پھل اور وزن اور عدد معلوم نہ ہو اس کو محض اپنے اندازے سے بیچ دینا مثلاً کوئی شخص اپنے باغ کا میوہ (تازہ پھل) اگر وہ کھجور ہو تو خشک کھجوروں کے بدلے پیمانہ

کے ذریعے بیچے۔

تنبیہ: مصنف نے جو اد پر صورت بیان کی ہے یہ خلاف تحقیق ہے اس لئے ثمر درخت کے پھل کو کہتے ہیں اور پھل پختہ اور کچا دونوں طرح کو شامل ہے حالانکہ کچی کھجور کا خشک کھجور کے عوض بطریق غالب اختلاف جنس کے سبب سے جائز ہے بہرحال چونکہ حضور نے بیع منابذہ سے منع فرمایا ہے لہٰذا زمانہ جاہلیت کی ناجائز بیعوں میں سے شامل ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 465 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

(۲) یعنی بیع الحصیات مراد یہ ہے کہ دو آدمی بھاؤ طے کر رہے تھے مبیعہ کسی جگہ پر پڑا ہوا تھا مشتری نے پتھر پھینکا اور ایک مبیعہ پر لگ گیا جس مبیعہ پر پتھر لگا وہ مشتری کا ہو گیا گویا کہ یہ ایجاب وقبول کے قائم مقام ہو گیا یہ پتھر پھینکنے والی بیع ہے جو کہ زمانہ جاہلیت کی ناجائز بیع میں سے ہے اور ملامسہ لمس سے بنا ہے اس کا معنی چھونا ہے جیسے اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ اس کی صورت یہ ہے کہ بہت سارے مبیعہ پڑے ہوئے تھے مشتری نے ایک کو چھو دیا وہ مبیع مشتری کی ہو گئی چونکہ ان دونوں بیعوں میں دھوکہ ہے اس لئے یہ ناجائز ہیں۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 465 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

(۳) یعنی دو کپڑے پڑے تھے ان میں سے ایک کی تعیین کے بغیر بیع کر دی چونکہ یہ مجھول کی بیع ہے بعد میں کپڑے سونپنے میں جھگڑا ہو گا یہی حکم دو تین غلاموں کا ہے اسی طرح مختلف چیزیں اونٹ گائے، بکری، موزے، جوتے اور ان کے مشابہہ چیزوں کا ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

(۴) اصل مسئلہ ذہن نشین کرنے سے قبل فقہی اصطلاحات ذہن نشین کرلیں مدبر دبر سے بنا ہے کسی چیز کے پچھلے حصہ کو دبر کہا جاتا ہے اور مدبر یہ غلام کی ایک قسم ہے آقا غلام سے کہے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو، مکاتب کتب سے بنا ہے جس کا معنی جمع کرنا یہاں مراد ایسا غلام جسے آقا کہے کہ تم اتنے پیسے مجھے کما کر دو میں تم کو آزاد کر دوں گا، ام ولد سے مراد بچے کی ماں، اصطلاحی معنی یہ ہو گا ایسی لونڈی جس سے آقا وطی کرے پھر اس سے مولیٰ کا بچہ پیدا ہو تو اس کی والدہ یعنی لونڈی ام ولد کہلاتی ہے اور مولیٰ کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہو جائے گی، مذکورہ چار مثالوں میں عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ بائع عقد بیع کے خلاف شرطیں لگا رہا ہے جس میں فقط بائع کا فائدہ ہے اصول یہ ہے کہ بیع کے خلاف شرط ہو اور بائع یا مشتری کا فائدہ ہو تو بیع فاسد ہے کیونکہ یہ بیع مع الشرط ہے اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیع مع الشرط سے منع فرمایا ہے۔
(الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

وَمَنْ بَاعَ عَيْنًا عَلٰى اَنْ لَّا يُسَلِّمَهَا اِلٰى رَأْسِ الشَّهْرِ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ وَّمَنْ بَاعَ جَارِيَةً اَوْ دَآبَّةً اِلَّا حَمْلَهَا فَسَدَ الْبَيْعُ وَ مَنِ اشْتَرٰى ثَوْبًا عَلٰى اَنْ يَّقْطَعَهُ الْبَائِعُ وَ يَخِيْطَهُ قَمِيْصًا اَوْ قَبَاءً اَوْ نَعْلًا عَلٰى اَنْ يَّحْذُوَهَا اَوْ يُشَرِّكَهَا فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ وَّالْبَيْعُ اِلَى النَّيْرُوْزِ وَالْمِهْرَجَانِ وَ صَوْمِ النَّصَارٰى وَ فِطْرِ الْيَهُوْدِ اِذَا لَمْ يَعْرِفِ الْمُتَبَايِعَانِ ذٰلِكَ فَاسِدٌ۔

ترجمہ: اور جس نے کسی عین چیز کو بیچا اس شرط پر کہ اس کو مہینہ کے آخر تک مشتری کی جانب سونپ دے گا تو بیع فاسد ہے① اور جس نے لونڈی یا جانور کو بیچا حمل کا استثناء کرتے ہوئے تو اس کی بیع بھی فاسد ہے② اور جس نے کپڑے کو اس شرط پر خریدا کہ بائع اس کو کاٹ دے گا اور قمیص کی سلائی کر دے گا یا جبہ سی دے گا یا جوتے کو اس شرط پر خریدا کہ اس کو برابر کر دے گا یا اس پر تسمہ لگائے گا تو بیع فاسد ہے③ اور جس نے نیروز اور مہر جان کے دن تک کی بیع کی④ اور عیسائیوں کے روزے تک اور یہودی کے روزے توڑنے تک جب کہ بائع اور مشتری ان دونوں سے ناواقف تھے تو یہ بیع فاسد ہے⑤

① بطلان کی وجہ یہ ہے کہ اعیان میں وقت مقرر کرنا باطل ہوتا ہے کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ وقت مقرر کرنا تو اثمان (سونا، چاندی/ نقدین/ میں ہوتا ہے تا کہ اس کا حصول ممکن ہو اور یہ چیز اعیان میں معدوم ہے لہٰذا یہ شرط فاسد ہوگی۔

② فساد کی وجہ یہ ہے کیونکہ حمل قائم مقام حیوان کے جزء کے ہے کیونکہ وہ اس کے ساتھ یوں متصل ہوتا ہے جیسے کوئی پیدائشی چیز ہو اس کا بڑا قرینہ یہ ہے کہ لونڈی یا حیوان کو اگر بیچا جائے تو اس کو الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی لہٰذا بقیہ اعضاء کی طرح اس کا استثناء جائز نہ ہوگا۔

(1+2 الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص258 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

③ یحذوھا کا معنی ہے چمڑے کو کاٹ کر عمل میں لائے ان سب صورتوں میں بیع فاسد اس لئے ہوگی کہ اس میں ایسی شرط رکھی گئی جو عقد کے تقاضا کے برعکس ہے نیز اس میں ان دونوں میں سے ایک کا فائدہ بھی ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص471 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ تفصیلی مسئلہ سے پہلے یہ ذہن میں رکھیں نیروز نوروز کا معرب ہے پھر نوروز کئی ہوتے ہیں۔ (1) نوروز سلطان۔(2) نوروز مجوس۔(3) نوروز دھاتیں۔(1) نوروز سلطان یہ فصلِ ربیع کا پہلا ہے جس میں آفتاب برجِ حمل میں آجاتا ہے۔(2) نوروزِ مجوس وہ دن ہے جس میں آفتاب برج حوت میں آئے مہرجان یہ لفظ دراصل مہرگان کا معرب ہے جو فصل خریف کا پہلا دن ہے جس میں آفتاب برج میزان میں آئے اور یہ دونوں دن نیروز مہرجان دراصل یہود و نصاریٰ کے خوشی کے دن تھے جن کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے 1۔عید الفطر/ 2۔عید الاضحیٰ عطا فرمائی لہٰذا یہ کہنا کہ اسلام میں فقط دو عیدیں ہیں۔ (1) عید الفطر۔(2) عید الاضحیٰ ہے یہ غلط ہے ہاں یوں کہہ سکتے ہیں خوشی کے دو دن یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں ملے تھے ورنہ تو جمعہ کا دن بھی یوم عاشورا یوم عرفہ کو بھی مسلمانوں کے لئے عید کا دن قرار دیا گیا ہے۔ان دونوں کی بیع فاسد ہے اور یہ اس صورت میں فاسد ہے جب کہ بائع اور مشتری اس کے مابعد کی مدت کو نہ جانتے ہوں اور اگر بائع اور مشتری ان اوقات مذکورہ کو تعین کے ساتھ جانتے ہوں تو تاجیل کی شرط نصاری کے روزے شروع کرنے کے بعد ان کے افطار تک ہو تو بیع مذکور پھر جائز ہوگی کیونکہ اب جہالت ختم ہو چکی ہے عیسائیوں کے روزے کی مدت 50 / 37 بتائی ہے لہٰذا اگر کسی کو مدت پچاس دن معلوم ہو تو اب بیع جائز ہوگی۔ (البنایہ ج7 ص250 تا 251 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَلَا يَجُوْزُ الْبَيْعُ اِلَى الْحَصَادِ وَالدِّيَاسِ وَالْقِطَافِ وَقُدُوْمِ الْحَاجِّ فَاِنْ تَرَاضَيَا بِاِسْقَاطِ الْاَجَلِ قَبْلَ اَنْ يَّاْخُذَ النَّاسُ فِي الْحَصَادِ وَالدِّيَاسِ وَ قَبْلَ قُدُوْمِ الْحَاجِّ جَازَ الْبَيْعُ وَاِذَا قَبَضَ الْمُشْتَرِى الْمَبِيْعَ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ بِاَمْرِ الْبَائِعِ وَ فِي الْعَقْدِ عِوَضَانِ كُلٌّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مَالٌ مَّلَكَ الْمَبِيْعَ وَلَزِمَتْهُ قِيْمَتُهٗ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنَ الْمُتَعَاقِدَيْنِ فَسْخُهٗ فَاِنْ بَاعَهُ الْمُشْتَرِىْ نَفَذَ بَيْعُهٗ۔

ترجمہ: اور جائز نہیں ہے بیع کھیتی کٹنے تک اور گاہنے تک اور پھل توڑنے تک اور حاجی کے واپس گھر پہنچنے تک ① پھر اگر بائع اور مشتری دونوں رضامند ہوں وقت مقررہ کو ساقط کرنے پر لوگوں کی کھیتی میں اور گاہنے میں شروع ہونے سے پہلے اور حاجی کے آنے سے پہلے تو بیع جائز ہوگی اور اگر مشتری نے مبیعہ پر قبضہ

کرلیا بائع کے حکم دینے کے سبب اور عقد میں سے ہر ایک عوض مال ہے تو مشتری بیع کا مالک ہو جائے گا اور اس پر مبیعہ کی قیمت لازم ہوگی۔ ② بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو سودا توڑنے کا اختیار ہے پس اگر خریدنے والے نے مبیعہ کو فروخت کردیا تو اس کی بیع نافذ ہوگی۔

① ان تینوں صورتوں میں بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ ان مدتوں اور اوقات میں تقدم وتاخر ہوتا رہتا ہے لہٰذا یہ بھی گویا مجہول کی طرح ہیں ہاں اگر ان اوقات کی طرف کسی نے کفالت کی تعیین کی تو وہ جائز ہے کیونکہ کفالت میں معمولی رعایت ہوتی ہے معمولی جہالت کو برداشت اور جائز سمجھا جاتا ہے۔
(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص471 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

اور مذکورہ صورتوں میں اگر وقت آنے سے پہلے بائع اور مشتری وقت مقررہ ساقط کردیں تو عندالاحناف بیع جائز ہوگی جب کہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ عدم جواز کے قائل ہیں کیونکہ وہ فرماتے ہیں بیع کا وقوع ہی بطور فساد ہوا لہٰذا وہ جواز میں نہیں بدلے گا ہمارے احناف بالخصوص امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کئی فاسد بیوع جواز میں بدل چکی ہیں کیونکہ جب اصل مفسد ہم نے ختم کردیا تو بیع جائز ہوگئی۔
(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص259 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

② مطلب یہ ہے کہ بیع فاسد میں مشتری معقود علیہ یعنی مبیعہ کا تب مالک بنے گا جب تین شرائط پائی جائیں۔ (1) بائع کی رضامندی کے بعد قبضہ کیا ہو۔ (2) مشتری نے مبیعہ پر قبضہ کیا ہو۔ (3) مبیع اور ثمن دونوں ہی مال ہوں ان تین شرائط کے پائے جانے کے بعد مشتری مالک بن جائے گا کیونکہ اصل عقد میں کوئی سقم اور خامی نہیں ہے کیونکہ جانبین سے مال ہی ہے اصل نقصان شرط فاسد کی وجہ سے ہوا ہے کہ کہیں تو مدت ہی نامعلوم ہے کہیں بائع کا کہیں مشتری کا فائدہ ہے اس کا ثبوت دور رسالت میں حدیث پاک سے ملتا ہے چنانچہ حدیث مبارک میں ہے کہ آپ جنازے سے واپس آرہے تھے ایک عورت نے دعوت کی انہوں نے تواضع کے لئے بکری کا انتخاب کیا چنانچہ بکری خریدنے کے لئے ایک آدمی بھیجا لیکن اسے بکری نہ مل سکی آخر کار اس عورت نے خاوند کی بکری کو بلا اجازت بیچ دیا اور دعوت کرنے والی نے ذبح کرکے حضور کو کھلانے کے لئے پیش کی، بذریعہ وحی آپ کو معلوم ہوگیا کہ اس بکری کے خریدنے میں خامی ہے عورت کو پوچھنے پر معلوم ہوا کہ مالک کی اجازت کے بغیر بکری دی گئی ہے اور یہ بیع فاسد ہے (کیونکہ مبیعہ کی مالک سے اجازت وخریداری ضروری ہے) لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ عورت کی ملکیت نہیں ہوئی بلکہ ازراہ شفقت فرمایا یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو جس سے معلوم ہوا کہ قبضہ

کے بعد وہ عورت کی ملکیت تو ہوگئی اس لئے فرمایا کہ اسیروں کو کھلا دو لیکن بیع فاسد ہے چونکہ جائز مع الکراہت تھا اس لئے آپ نے خود اس کا گوشت نوش نہیں فرمایا۔

(ابوداؤد شریف باب فی اجتناب الشبہات ص116 قدیمی کتب خانہ کراچی)

وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ حُرٍّ وَّعَبْدٍ اَوْ شَاةٍ ذَكِيَّةٍ وَّ مَيْتَةٍ بَطَلَ الْبَيْعُ فِيْهِمَا وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ عَبْدٍ وَّمُدَبَّرٍ اَوْ بَيْنَ عَبْدِهٖ وَ عَبْدِ غَيْرِهٖ صَحَّ الْبَيْعُ فِي الْعَبْدِ بِحِصَّتِهٖ مِنَ الثَّمَنِ وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجْشِ وَعَنِ السَّوْمِ عَلٰى سَوْمِ غَيْرِهٖ وَ عَنْ تَلَقِّي الْجَلَبِ وَ عَنْ بَيْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِيْ۔

ترجمہ: اور جس نے غلام اور آزاد یا مذبوحہ اور مردہ بکری کے درمیان سودے میں اکٹھ کیا تو ان دونوں صورتوں میں بیع باطل ہوگی① اور جس نے عام غلام اور مدبر کے درمیان یا اپنے اور دوسرے کے غلام کے درمیان سودے میں اجتماع کیا تو غلام میں قیمت کے حصہ کے مطابق بیع درست ہوگی② اور آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے بلا وجہ دوسرے کے سودے پر قیمت بڑھانے سے منع فرمایا③ اور منع فرمایا دوسرے کے طے شدہ بھاؤ پر قیمت لگانے سے④ اور آپ نے منع فرمایا سوداگروں سے نفع کھینچنے سے⑤ اور آپ نے منع فرمایا شہریوں کی دیہاتیوں سے بیع کرنے سے⑥

① چونکہ آزاد کی شرعاً بیع نہیں ہوتی کیونکہ وہ مبیعہ ہی نہیں ہے اور مردہ بکری مبیعہ ہی نہیں ہے لہٰذا ایک طرف کو دیکھا جائے تو بیع جائز ہونی چاہیے لیکن چونکہ آزاد اور بکری مبیعہ نہیں ہیں اس لیے قیمت میں جہالت آئے گی یہ امام اعظم کا مؤقف ہے جب کہ صاحب نہایہ نے تینوں علماء احناف کا مؤقف ذکر کیا لیکن صاحب جوہرہ نے اصح ذکر کیا کہ یہ فقط امام صاحب کا مؤقف ہے جب کہ صاحبین فرماتے ہیں کہ جب ان میں سے ہر ایک کے ثمن کو بیان کر دے تو غلام اور ذبح شدہ بکری میں بیع جائز اور آزاد اور مردہ بکری میں ناجائز ہوگی اگرچہ ثمن ذکر نہ کریں صاحبین فرماتے ہیں چونکہ آزاد کی بیع نہیں ہوئی لہٰذا غلام کی قیمت میں جہالت باقی نہ رہی اس لئے غلام اور یوں ہی مذبوحہ بکری کی بیع بھی جائز ہوگی لیکن امام صاحب کے مؤقف کو ترجیح ہوگی کیونکہ ایک ہی سودا من وجہ درست ہونے من وجہ فاسد

ہونے کو مستلزم ہے اور فساد نفس عقد میں ہے لہٰذا سب میں سودے کا باطل کرنا واجب ہوا جس طرح اگر دونوں بیعوں کو ایک ثمن کے بدلے خریدنا باطل ہوتا ہے۔

(الجوہرۃ النیرۃ ج1 ص474 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ یعنی اگر بیع میں عبد محض اور مدبر کو بصورت دیگر اپنے اور دوسرے کے غلام کو کوئی ایک سودے میں جمع کرے تو ہمارے علماء ثلاثہ (امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین) کے نزدیک خالص غلام میں اور اپنے غلام میں ان کی قیمت کے مطابق بیع جائز ہے جب کہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب غلام اور مدبر کو اکٹھا کریں گے اس صورت میں بیع فاسد ناجائز ہوگی کیونکہ امام زفر کے نزدیک جس طرح آزاد کی بیع ناجائز اسی طرح مدبر غلام کی بیع بھی ناجائز ہے ہمارے علمائے ثلاثہ کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے اور مکاتب اور ام ولد بھی مدبر کی طرح ہیں حکم بیع میں جب ان کے ساتھ کوئی اور غلام ملایا جائے۔

(الجوہرۃ النیرۃ بحوالہ سابقہ)

③ یہ حدیث صحیح مسلم کتاب البیوع باب نمبر 486 حدیث نمبر 3708 کی ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نجش سے منع فرمایا نجش کا لغوی معنی ہے جوش دلانا ہے اور ابن قتیبہ نے کہا کہ اس کا معنی دھوکہ دینا ہے اور امام ھروی نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے تعریف میں مبالغہ کرنا اور اصطلاحاً نجش یہ ہے کہ ایک آدمی بیع کی قیمت زیادہ لگائے اور اس سے اس کا مقصد بیع میں رغبت اور اس کو خریدنا نہ ہو بلکہ اس کا مقصد دوسرے شخص کو دھوکے سے پھنسانا ہو وہ اس کو قیمت بڑھانے اور خریدنے پر برانگیختہ کرتا ہے اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ بالاجماع حرام ہے اگر دوسرے نے اس مبیع کو خرید لیا تو بیع درست ہے اور اس کا گناہ نجش کرنے والے پر ہے اور اگر اس کی اور بائع کی ملی بھگت ہو تو دونوں پر گناہ ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ بیع باطل ہے کیونکہ حدیث میں ممانعت فساد کا تقاضا کرتی ہے۔

(شرح مسلم للنووی ج2 ص3 مطبوعہ نور محمد کراچی)

④ قاضی ابن رُشد مالکی لکھتے ہیں کہ یہ بیع مکروہ ہے بھائی کی قید سے ذمی کافر خارج ہو گیا ہے کیونکہ وہ ہمارا بھائی نہیں ہے حدیث میں جو ممانعت آئی ہے اس کا مطلب ہے کوئی شخص اپنے بھائی کی قیمت پر قیمت نہ لگائے اس کی صورت مسئلہ یوں بنے گی جب بائع قیمت لگانے والے کی طرف راغب ہو چکا اور بیع منعقد ہونے میں معمولی سا مسئلہ رہتا ہے مثلاً بائع دینار میں قیمت لگانا چاہتا ہو اور خریدار درہم میں قیمت دینا چاہتا ہو یا خریدار عیب کی شرط لگانا چاہتا ہو اور بائع پر قیمت لگائی گئی ہے جو ابھی تک مکمل نہ ہوئی لیکن علامہ شامی نے نرخ اور بیع دونوں کی ممانعت بیان کی ہے۔

(بدایۃ المجتہد ج2 ص124 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

⑤ تَلَقّٰی یَتَلَقّٰی کا معنی ملنا (ملاقات کرنا) ہے اور جلب کا معنی ہے کسی چیز کو ہانک کر لانا جلب جالب کی جمع ہے اصطلاحا اس کا مطلب ہے وہ لوگ جو دیہاتوں سے سودا لے کر شہر میں بیچنے کے لئے آتے ہیں۔اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص شہر سے باہر نکل کر ان تاجروں کا استقبال کرے جو شہر میں فروخت کرنے کے لئے غلہ اور دوسری اجناس لا رہے ہیں اور وہ شخص ان تاجروں کے شہر میں داخل ہونے اور شہر کا نرخ معلوم ہونے سے پہلے ان سے ان کا مال خریدے حدیث میں جو ممانعت وارد ہوئی ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ تاجروں کو ضرر اور نقصان سے بچایا جائے کیونکہ جب وہ شہر کا نرخ معلوم ہونے سے پہلے اپنا مال فروخت کر دیں گے تو کبھی ایسا بھی ہوگا کہ ان سے ملاقات کرنے والا شہر کے نرخ سے کم قیمت پر ان سے مال خریدے گا اس طرح وہ تاجر نفع سے محروم رہیں گے۔

(المغنی ج4 ص52 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

⑥ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ شہری کی دیہاتی سے بیع اس وقت منع ہے جب شہر میں قحط ہو یا اس چیز کی ضرورت ہو اس کی صورت مسئلہ یوں ہوگی کوئی شہری دیہاتی سے مہنگے داموں بیچنے کی لالچ میں کوئی چیز خریدے کیونکہ اس میں شہری کو ضرر ہے ہاں اگر ان کو ضرر نہ ہو تو پھر جائز ہے۔

(ہدایہ اخیرین ص67 مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

وَالْبَيْعُ عِنْدَ اَذَانِ الْجُمُعَةِ وَكُلُّ ذٰلِكَ يُكْرَهُ وَلَا يَفْسُدُ بِهِ الْبَيْعُ وَمَنْ مَّلَكَ مَمْلُوْكَيْنِ صَغِيْرَيْنِ اَحَدُهُمَا ذُوْ رَحْمٍ مَّحْرَمٍ مِّنَ الْاٰخَرِ لَمْ يُفَرَّقْ بَيْنَهُمَا وَكَذٰلِكَ اِذَا كَانَ اَحَدُهُمَا كَبِيْرًا وَالْاٰخَرُ صَغِيْرًا فَاِنْ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا كُرِهَ ذٰلِكَ وَجَازَ الْبَيْعُ وَاِنْ كَانَا كَبِيْرَيْنِ فَلَا بَأْسَ بِالتَّفْرِيْقِ بَيْنَهُمَا۔

ترجمہ: اور جمعہ کی اذان کے وقت کاروبار کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے ① اور مذکورہ سب بیوع مکروہ ہیں لیکن بیع فاسد نہ ہوگی ② اور جو شخص ایسے دو غلاموں کا مالک ہوا جو دونوں چھوٹے تھے ان میں سے ایک دوسرے کا محرم تھا تو ان دونوں کے درمیان جدائی نہ کی جائے گی ③ اور یہی حکم ان کا ہے جن میں سے ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا تھا پس اگر ان دونوں کے درمیان جدائی کی گئی تو یہ مکروہ ہوگا لیکن بیع جائز ہوگی لیکن اگر دونوں بڑے ہوں تو ان کے درمیان جدائی کرانے میں

کوئی حرج نہیں۔ ④

① یعنی پہلی اذان جمعہ سے ہی دکانیں بند کردو امام مالک احمد کے نزدیک اس وقت بیع باطل ہے جب کہ شوافع و احناف کے نزدیک نیز جمہور کے نزدیک بھی جائز ہے لیکن مکروہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا وَذَرُوا الْبَيْعَ، کہ کاروبار اس ٹائم چھوڑ دو نیز عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ اگر اذان کے بعد خرید و فروخت جاری رہے تو بعض صورتوں میں سعی واجب میں بھی خلل آ سکتا ہے مثلاً خرید و فروخت کے لئے بیٹھ جائے یا کھڑا ہو کر خرید و فروخت کرنے لگے اس سے معلوم ہوا کہ چلنے کی حالت میں بھی خرید و فروخت جائز ہے بشرطیکہ مانع سعی نہ ہو مثلاً دریاء میں کشتی پہ دونوں سوار تھے اور وہ کشتی جامع مسجد کی طرف جارہی تھی تو جائز ہے۔ (نور الانوار و دیگر کتب اصول و کتب عامہ)

فائدہ مع التنبیہ: جمعہ میں دو اذانیں ہوتی ہیں۔ (1) قدیمی جو امام صاحب کے سامنے دروازہ میں پڑھنا سنت ہے جب کہ آج کل اذان مسجد کے اندر خطیب صاحب کے پاس دی جاتی ہے اور ایک اذان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صحابہ کرام کے متفقہ فیصلہ سے مقرر ہوئی تھی صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اصح یہی ہے کہ اذان اول مراد ہے، اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت علمبردار عشق رسالت امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ نے اس موضوع پر کہ اذان خطیب کے پاس نہیں بلکہ سامنے دروازہ میں ہونی چاہئے ایک رسالہ الشمائم العنبر یہ فیما بین یدی المنبر یہ لکھا جو کہ کتب خانہ نوری لاہور سے بارہا اور جدید مخرج فتاوی رضویہ شریف مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں بھی چھپ چکا ہے۔

② یعنی مشتری کو ملکیت حاصل ہو جائے گی اور بائع کی ملکیت ختم ہو جائے گی بعض نے مکروہ سے تحریمی مراد لی ہے اور بعض نے مکروہ تنزیہی بھی مراد لیا ہے۔ (کتب عامہ للفقہ)

③ کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب قیدیوں کے بارے میں پوچھا گیا یعنی جو شخص قیدیوں میں باپ اور بچہ کے درمیان جدائی پیدا کرے گا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کے اور اس کے محبوبوں کے درمیان جدائی پیدا کرے گا۔ نیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو چھوٹے غلام دیئے تھے جو آپس میں بھائی بھائی تھے پھر ان سے پوچھا وہ غلام کہاں ہیں؟ عرض کیا میں نے ان میں سے ایک کو فروخت کر دیا آپ نے فرمایا اس کو پالو، پالو یعنی اس کو واپس لے لو، نیز عقل کا بھی تقاضا ہے کہ چھوٹوں پر رحم کیا جائے گا جدائی کی صورت میں بے رحمی لازم آتی ہے۔ لہٰذا حکم رسالت ہے کہ آپس میں تعلق جوڑو توڑو مت۔ (البنایہ ج7 ص285 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ یعنی غلام اور لونڈی اگر بڑے ہوں تو ان کے درمیان جدائی میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اصل وجہ تھی کہ جدائی سے محبت ختم ہوتی تھی یا کم ہو جاتی ہے جب کہ دو بڑوں میں یہ علت نہیں ہے اس لئے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ماریہ اور سیرین کے درمیان علیحدگی فرمائی تھی۔

(البنایہ ج7 ص289 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

①بَابُ الْاِقَالَةِ (بیع اقالہ کے مسائل)

اَلْاِقَالَةُ جَائِزَةٌ فِی الْبَیْعِ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِیْ بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْاَوَّلِ فَاِنْ شَرَطَ اَکْثَرَ مِنْهُ اَوْ اَقَلَّ فَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَ یَرُدُّ بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْاَوَّلِ وَهِیَ فَسْخٌ فِیْ حَقِّ الْمُتَعَاقِدَیْنِ بَیْعٌ جَدِیْدٌ فِیْ حَقِّ غَیْرِهِمَا فِیْ قَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَهَلَاكُ الثَّمَنِ لَا یَمْنَعُ صِحَّةَ الْاِقَالَةِ وَهَلَاكُ الْمَبِیْعِ یَمْنَعُ صِحَّتَهَا وَاِنْ هَلَكَ بَعْضُ الْمَبِیْعِ جَازَتِ الْاِقَالَةُ فِیْ بَاقِیْهِ۔

ترجمہ: اقالہ جائز ہے کاروبار میں بیچنے والے اور خریدنے والے کے لئے پہلی ہی قیمت کی مثل پر② پھر اگر کسی نے پہلی قیمت سے زائد کی یا اقل کی قید لگائی تو شرط باطل شمار ہوگی اور مبیعہ پہلی ہی قیمت کے ساتھ لوٹایا جائے گا③ امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے قول میں اقالہ بائع اور مشتری دونوں کے حق میں فسخ بیع ہے جب کہ ان دونوں کے علاوہ کے حق میں از سر نو بیع ہے④ ثمن کا ہلاک ہونا اقالہ کے درست ہونے کو نہیں روکتا لیکن اصل مبیعہ کا ہلاک ہونا اقالہ کے درست ہونے کے مانع ہے⑤ اور اگر کچھ مبیعہ ہلاک ہوا تو باقی میں اقالہ جائز ہوگا⑥

① اَقَالَ یُقِیْلُ اِقَالَةً باب افعال کا مصدر ہے اور باب افعال میں بعض اوقات ھمزہ سلب ماخذ کا معنی دیتا ہے جیسے ملا جیون نے تفسیرات احمدیہ میں ذکر کیا وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ (سورۃ البقرۃ پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 7 آیت نمبر 184) اب یہاں یطیقونہ میں ھمزہ سلب کا ہے جس کا مطلب ہے ان لوگوں پر مسکین کو کھانا کھلانے کا فدیہ لازم ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ورنہ طاقت رکھنے والوں پر فدیہ تو ابتدائے اسلام میں تھا الغرض اقالہ کا معنی ہے پہلی بات کا سلب یا

زائل کرنا جیسے اشکی کا معنی شکایت کا ازالہ کرنا اس کا مشتق منہ قول نہیں بلکہ قَیل ہے یعنی یہ اجوف واوی نہیں بلکہ اجوف یائی ہے اگر اجوف واوی ہوتو اس کا معنی ہوتا ہے بات کرنا اگر اجوف یائی ہوتو ثلاثی مجرد سے جب مستعمل ہوگا اکثر اس کا معنی قیلولہ کرنا یعنی دوپہر کے وقت سونا جیسے حدیث شریف میں استعمال ہوا ہے قِیْلُوْا فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَقِیْلُ۔ ترجمہ: کہ قیلولہ کیا کرو یعنی آدھے دن کھانے کے بعد تھوڑی دیر لیٹا کرو کیونکہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا اور اگر ثلاثی مزید فیہ باب افعال سے مستعمل ہو اب یہ اجوف یائی قیل سے ہوگا علامہ عینی اسی کو درست قرار دیتے ہیں اور قول سے مشتق ماننے والوں کو مبنی بر سہو قرار دیتے ہوئے دلیل دیتے ہیں اھل عرب قِلْتُ الْبَیْعَ قاف کے کسرہ سے استعمال کرتے ہیں یہ دلیل ہے کہ جیسے بِعْتُ اجوف یائی ہے یہ بھی اجوف یائی ہے اور امام جوھری نے الصحاح میں ذکر کیا کہ قاف یاء کے ساتھ ہے اور مجموع اللغۃ میں ذکر کیا گیا ہے اھل عرب کہتے ہیں قَالَ الْبَیْعُ قَیْلًا وَاِقَالَۃً فَسَخَ، قَالَ قِیْلَ اِقَالَہ کا معنی ہوتا ہے بیع کو توڑنا اور اصطلاح فقہاء میں اقالہ کا مطلب ہے بائع/مشتری سودہ ہو جانے کے بعد شرمندہ ہوں کہ ہم نے غلطی کی اب مبیعہ واپس کر کے مشتری ثمن لے لے تو اس کو اقالہ کہتے ہیں یہ بیع فقط جائز ہی نہیں بلکہ سامنے والے کی اگر مجبوری ہو تو مبیع واپس کرنے میں ثواب ملے گا چنانچہ ابو داؤد شریف کی روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو کسی کی ندامت دور کرے گا اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کی ندامت دور کرے گا۔ (حوالہ نمبر 1۔البنایہ ج7 ص 291 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، حوالہ نمبر 2۔ابوداؤد شریف باب فی فضل الاقالۃ ج2 ص 134 قدیمی کتب خانہ، کراچی) بتغیر یسیر۔

② یعنی چاروں ائمہ کے نزدیک بالاتفاق اقالہ جائز ہے جواز پر نقلاً تو حدیث مذکور دلالت کر رہی ہے اور عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ اقالہ کا مطلب ہے بیع کو ختم کر دینا اور عقد بیع بائع مشتری دونوں کا حق ہے لہٰذا جس طرح رضامندی سے بیع ہو سکتی ہے ایسے ہی بوقتِ ضرورت اس کو ختم بھی کیا جا سکتا ہے اور ضرورت میں بائع اور مشتری برابر ہیں بائع کو ضرورت پڑے تو مشتری کو ثواب اور مشتری کو ضرورت پڑھنے پر بائع کو ثواب ملے گا۔ (البنایہ بحوالۃ سابقۃ)

③ یعنی یہ اس صورت میں ہوگا جب بیع میں کوئی عیب داخل نہ ہو لیکن اگر بیع میں کوئی عیب پیدا ہو گیا تو اقالہ کم ثمن کے ساتھ بھی جائز ہوگا جتنا عیب ہوگا اس کے مقابلہ میں اتنی ہی کم قیمت ہوگی۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص 477 تا 478 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ یعنی بائع اور مشتری کے درمیان تو گویا پہلی ہی بیع ٹوٹی ہے لیکن ان کے علاوہ عوام کے حق میں

وہ جدید بیع ہے گویا کہ وہ اظاہر دیکھ رہے ہیں کہ مبیعہ مشتری کے ہاتھ سے نکل کر بائع کی طرف منتقل ہو رہا ہے اور بیع کا رکن ایجاب وقبول بھی پایا جا رہا ہے اس لئے ان دونوں کے علاوہ کے حق میں بیع جدید ہوگی اس لئے فقہاء نے زمین کی صورت میں حق شفعہ کے دعویٰ کو درست قرار دیا ہے۔

(الجوھرۃ النیر ۃ ج 1 ص 479 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

⑤ کیونکہ عقل کا تقاضا ہے کہ ختم ہونا فرع ہے کسی چیز کے موجود ہونے کی کیونکہ بیع کا ختم ہونا تقاضا کرتا ہے پہلے موجود ہونے کا بیع تب ہی ہوسکتی ہے جب مبیعہ موجود ہو اگر ثمن نہ بھی ہوں تو گزارا ہوسکتا ہے لیکن بیع ہلاک ہونے کی صورت میں ثمن باقی رہے گا اور ثمن عقد کے ساتھ متعین نہیں کئے جا سکتے اور جب وہ چیز باقی رہی جو عقد کے ساتھ متعین ہی نہیں ہوسکتی اور جو چیز ہلاک ہوئی ہے وہ عقد کے ساتھ متعین ہوسکتی ہے لہٰذا وہ عقد باقی ہی نہیں رہا لہٰذا اس کو اٹھانے کا کوئی مطلب نہیں۔

(الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

⑥ کیونکہ مبیعہ باقی موجود تو بیع موجود ہے اور اگر ہلاک ہونے والا مبیعہ غلام ہو پھر اس کا ہاتھ مشتری کے ہاں کٹا ہو اور اس نے چٹی بھی لے لی ہو پھر اب اقالہ ہوتا ہے تو اس صورت میں مکمل ثمن لوٹا کر غلام کو بائع واپس لے۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

①بَابُ الْمُرَابَحَةِ وَالتَّوْلِيَةِ (بیع مرابحہ، تولیہ کے احکام)

اَلْمُرَابَحَةُ نَقْلُ مَا مَلَكَهُ بِالْعَقْدِ الْاَوَّلِ بِالثَّمَنِ الْاَوَّلِ مَعَ زِيَادَةِ رِبْحٍ ، وَالتَّوْلِيَةُ نَقْلُ مَا مَلَكَهُ بِالْعَقْدِ الْاَوَّلِ بِالثَّمَنِ الْاَوَّلِ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةِ رِبْحٍ وَّلَا تَصِحُّ الْمُرَابَحَةُ وَالتَّوْلِيَةُ حَتّٰى يَكُوْنَ الْعِوَضُ مِمَّالَهُ مِثْلٌ وَّ يَجُوْزُ اَنْ يُّضِيْفَ اِلٰى رَأْسِ الْمَالِ اُجْرَةَ الْقَصَّارِ وَالصَّبَّاغِ وَالْفَتْلِ وَالطِّرَازِ وَاُجْرَةَ حَمْلِ الطَّعَامِ وَ يَقُوْلُ قَامَ عَلَيَّ بِكَذَا وَلَا يَقُوْلُ اِشْتَرَيْتُ بِكَذَا۔

ترجمہ: واپس منتقل کر دینا اس بیع کو جس کا وہ پہلے عقد کے ساتھ پہلے ثمن کے بدلے مالک ہوا تھا ساتھ اضافی نفع کے اور تولیہ کا مطلب ہے اس چیز کو نقل کرنا جس کا وہ پہلے عقد کے ساتھ پہلے ثمن کے بدلے مالک ہوا تھا زائد نفع کے

بغیر ③ اور مرابحہ اور تولیہ دونوں بیوع اس وقت تک درست نہ ہوں گی جب تک کہ عوض کا تعلق اس چیز کے ساتھ نہ ہو جائے جو اس کے ہم مثل ہے ④ اور جائز ہے ⑤ اصل مال کی طرف منسوب کرنا دھوبی، رنگساز، نقاش، دھاگہ بٹنے والا، اور غلہ کے اٹھانے کی مزدوری کو جائز ہے ان مزدوریوں کو ڈال کر یوں کہے گا یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی ہے اور یوں نہیں کہے گا کہ میں نے اتنے کی خریداری کی ہے۔

① اس سے ماقبل جتنی بیوع کا بیان ہوا ان کا تعلق بیع کے ساتھ تھا اب مصنف ان بیوع سے فارغ ہونے کے بعد ان کا ذکر کرنے لگے ہیں جن کا تعلق ثمن کے ساتھ ہوتا ہے بیع مرابحہ و تولیہ دونوں جائز ہیں نقل و عقل کے اعتبار سے نقلی دلیل تو وہ مشہور دلیل واقعہ ہجرت نبوی ہے چنانچہ صحیح روایت میں ہے کہ جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت کا ارادہ کیا تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو اونٹ خریدے بعض روایات میں اونٹنی کا ذکر بھی ملتا ہے جس کا نام قصواء تھا آپ نے فرمایا ان میں سے ایک مجھے بطور تولیہ دو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہ آپ کے لئے بلا قیمت حاضر خدمت ہے آپ نے فرمایا کہ میں بلا قیمت نہیں لیتا امام واقدی نے ثمن کی مقدار آٹھ سو درہم بتائی ہے علامہ سہیلی نے الروض الانف میں بلا قیمت نہ لینے کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ ہجرت چونکہ ایک فریضۂ اطاعت تھا اس لئے آپ نے اس میں شرکت منظور نہ فرمائی تا کہ جان و مال دونوں کے ساتھ ہجرت الی اللہ ہو۔

فائدہ: عقل کا تقاضا بھی ہے کہ بیع مرابحہ و تولیہ جائز ہوں اس لئے کہ کبھی غبی آدمی کو تجارت میں سمجھ نہیں ہوتی تو اس کو فعّال تاجر کے قول و فعل پر اعتماد کرنا پڑتا ہے تا کہ جتنے میں اس نے مبیعہ خریدا ہے اتنے میں یا کچھ منفعت کے ساتھ خرید کر اطمینان حاصل ہو نیز فقہی اصول بھی ہے اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ کہ ممنوع کام بھی بوقت ضرورت جائز ہو جاتے ہیں۔

(البنایہ ج 7 ص 302 بتغیر مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② مُرَابَحَہ بَابِ مُفَاعَلَہ کا مصدر ہے جو ربح سے بنا ہے اس کا معنی ہے نفع جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ ترجمہ: کہ منافقوں کو ان کی تجارت نے نفع نہ دیا اور تولیہ یہ تسمیہ کی طرح باب تفعیل کا مصدر ہے جس کا معنی ہے مساوات، مددگار، مالک وغیرہ اصطلاح شرع میں مرابحہ کا مطلب ہے کہ جتنے میں چیز خریدی ہے بائع واضح مشتری کو بتا دے کہ میں نے یہ چیز

اتنے کی لی مثلاً پچاس (50) کی خریدی ہے اب پچپن (55) کی بیع کر رہا ہوں تا کہ پانچ روپے نفع حاصل ہو یہ مرابحہ ہے اور اگر جتنے کی لی ہے اتنے ہی کی بیچ دی ہے 50 کی لے کر 50 کی بیچ دی تو یہ بیع تولیہ ہے۔ (البنایہ ج7 ص300 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ مثل سے مراد مثل صُوری ہے یعنی اگر عوض مثل نہ ہوگا تو مرابحہ اور تولیہ کا جواز نہ ہوگا مثلاً گندم، چاول ہوں جن کی مثل اور سٹورز سے مل سکتی ہے اور گائے، گدھی نہ ہوں کہ دنیا میں یہ ایک جیسی نہیں ہو سکتی بلکہ چھوٹی بڑی کا فرق ہو سکتا ہے خلاصہ کلام یہ کہ اگر مکیلی یا موزونی چیز ہو تب تو یہ بیوع جائز ورنہ نہیں۔ (الجوھرۃ النیر ۃ ج1 ص481 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ القَصَّار کا معنی دھوبی ہے آج اسے حَمَّال بھی اہل عرب کہتے ہیں۔ صباغ صبغ سے ہے جس کا معنی رنگساز جیسے صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ترجمہ: ہم نے اللہ کی رینی لی اور اللہ سے بہتر کس کی رینی ہے۔ (سورۃ البقرہ پارہ نمبر 1 آیت نمبر 138) طرار طاء کی زیر سے ہے اس کا معنی ہے کپڑوں پر بیل بوٹیاں بنانے والا فتل کا معنی رسی بٹنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا (سورۃ النساء پارہ نمبر 5 رکوع نمبر 4 آیت نمبر 49) مطلب یہ ہے کہ اَلْعُرْفُ كَالْمَشْرُوْطِ عادت و عرف مشروط چیز کی مانند ہوتے ہیں چونکہ تاجروں کا عرف ہے گاڑی کا پٹرول وغیرہ بھی اصل قیمت میں ضم کرتے ہیں اس لئے قیمت مکان کے مختلف ہونے سے مختلف ہو جاتی ہے شرح الطحاوی میں ضابطہ بیان کر دیا گیا ہے کہ جو چیز عین میں اثر انداز نہ ہوگی اس کو اصل مال کے ساتھ نہیں ملائیں گے اور جو چیز اصل میں اثر انداز ہوگی اس کو اصل کے ساتھ ملایا جائے گا۔ (البنایہ ج7 ص304 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

فَاِنِ اطَّلَعَ الْمُشْتَرِىْ عَلٰى خِيَانَةٍ فِى الْمُرَابَحَةِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ شَاءَ اَخَذَهٗ بِجَمِيْعِ الثَّمَنِ وَاِنْ شَاءَ رَدَّهٗ وَاِنِ اطَّلَعَ عَلٰى خِيَانَةٍ فِى التَّوْلِيَةِ اَسْقَطَهَا الْمُشْتَرِىْ مِنَ الثَّمَنِ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ يَحُطُّ فِيْهِمَا وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَا يَحُطُّ فِيْهِمَا لٰكِنْ يَّتَخَيَّرُ فِيْهِمَا۔

ترجمہ: پھر اگر مشتری خیانت پر بیع مرابحہ میں آگاہ ہو گیا تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو اختیار ہوگا اگر مرضی ہو تو تمام ثمن کے ساتھ اس کو

لے لے اور اگر چاہے ① تو واپس کر دے اور اگر بیع تولیہ میں خیانت پر مطلع ہوا تو اتنے ثمن اس کو معاف ہیں ② اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا دونوں میں کمی کریں گے ③ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا دونوں میں کمی نہیں کریں گے لیکن دونوں میں اختیار ہوگا۔

① یعنی درمیانی قیمت پر قانوناً نہ لے گا یا تو مکمل قیمت کے ساتھ لے گا یا واپس کر دے گا مثلاً ایک کپڑا اس نے ایک ہزار (1000) کا خریدا تھا اور اس نے خیانت کی اور کہا کہ میں نے بارہ سو (1200) میں خریدا ہے اور تین سو نفع کما کر پندرہ سو میں بیچتا ہوں مشتری نے اعتماد کر کے خرید لیا بعد میں پتہ چلا کہ بائع نے جھوٹ بولا ہے اس نے ہزار میں خریدا تھا اور مجھ سے تین سو نہیں پانچ سو نفع لیا ہے تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک مشتری کو دو باتوں میں اختیار ہے لے یا مسترد کر دے لیکن اگر لے گا تو پندرہ سو میں لے گا ہزار پر تین سو نفع ملا کر تین سو تیرہ (313) میں قانوناً نہیں لے سکتا۔

② یعنی ہزار میں کپڑا خریدا تھا اور جھوٹ بولا کہ میں نے تیرہ سو میں خریدا ہے اور تیرہ سو پر ہی تولیہ کرتا ہوں تو امام اعظم کے نزدیک تین سو کم کر کے ہزار میں لے گا۔

③ یعنی امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تولیہ اور مرابحہ دونوں صورتوں میں جتنی قیمت دروغ گوئی کر کے لی تھی اتنی قیمت کر کے مشتری کو لینے کا اختیار ہوگا مثال کے طور پر ہزار (1000) میں خریدا تھا اور جھوٹ بولا کہ میں نے کپڑا تیرا سو میں خریدا ہے تو تین سو جھوٹ بول کر لئے تھے اس لئے مرابحہ اور تولیہ دونوں صورتوں میں تین سو (300) کم کر کے لے گا اس لئے مرابحہ کی صورت میں پندرہ سو (1500) کے بجائے بارہ سو (1200) دے گا اور تولیہ کی صورت میں ہزار (1000) دے گا اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تولیہ اور مرابحہ دونوں صورتوں میں کم نہیں کیا جائے گا۔

(الجوهرة النيرة ج1 ص482 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَمَنِ اشْتَرٰی شَیْئًا مِمَّا یُنْقَلُ وَ یُحَوَّلُ لَمْ یَجُزْ لَهٗ بَیْعُهٗ حَتّٰی یَقْبِضَهٗ وَ یَجُوْزُ بَیْعُ الْعَقَارِ قَبْلَ الْقَبْضِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَ اَبِیْ یُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ لَا یَجُوْزُ وَمَنِ اشْتَرٰی مَکِیْلًا مُکَایَلَةً اَوْ مَوْزُوْنًا مُوَازَنَةً فَاکْتَالَهٗ اَوِ اتَّزَنَهٗ ثُمَّ بَاعَهٗ مُکَایَلَةً اَوْ مُوَازَنَةً لَمْ یَجُزْ لِلْمُشْتَرِیْ

مِنْهُ اَنْ يَّبِيْعَهُ وَلَا اَنْ يَّاكُلَهُ حَتّٰى يُعِيْدَ الْكَيْلَ وَالْوَزْنَ۔

ترجمہ: اگر کسی نے منقولہ چیز کی خریداری کی یا اس چیز کی جس کو پھیرا جا سکتا ہے تو اس وقت تک بیع جائز نہ ہوگی جب تک قبضہ نہ کرے① اور شیخین کے نزدیک زمین کی بیع قبضہ سے پہلے بھی جائز ہے② جب کہ امام محمد علیہ الرحمۃ نے عدم جواز کا قول کیا اگر کسی نے کیلی چیز بطور کیل کے اور وزنی چیز وزن کر کے خریدی پھر اس کو کیل یا وزن کیا پھر اس کو کیل یا وزن کر کے بیچ دیا تو مشتری کے لئے جائز نہیں ہے اس کا بیچنا اور اس کو کھانا بھی جائز نہیں ہے جب تک کیل یا وزن دوبارہ نہ کرے③۔

① بیع تولیہ اور بیع مرابحہ کے ساتھ اس مسئلہ کی کیا مناسبت ہے؟ کہ مصنف نے زمین کے مسئلہ کو یہاں ذکر کر دیا؟ اس کا جواب یہ ہیکہ بیع مرابحہ بھی قبضہ سے پہلے صحیح نہیں ہوتی اور قبضہ کے بعد درست ہوتی ہے اور اس زمین والے مسئلہ میں بھی قبضہ پر دارومدار ہے کیونکہ قبضہ سے پہلے وہ چیز ہلاک بھی ہو سکتی ہے مصنف علیہ الرحمۃ نے فقط عدم جواز کی قید لگائی یہ نہیں کہا کہ اس میں تصرف ہی جائز نہیں یہ اس لئے تا کہ مسئلہ پر ائمہ کا اتفاق ظاہر ہو کہ بالاتفاق ایسی بیع جائز نہ ہوگی البتہ امام محمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک ھبہ، صدقہ، رھن یہ منقولہ چیزوں میں جائز ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص483 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② یعنی وہ اشیاء جو غیر منقولہ ہیں مثلاً زمین، باغ، گھر وغیرہ ان سب کی بیع قبضہ سے پہلے بھی شیخین کے نزدیک جائز ہے اور یہ مسئلہ استحسان پر مبنی ہے جب کہ امام محمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ ان کی بیع قبل القبض جائز نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ حدیث امام محمد کے نزدیک مطلق ہے اور وہ حدیث یہ ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے منع فرمایا ہے کہ جہاں چیز خریدی گئی ہے وہاں بیچ دی جائے یہاں تک کہ سوداگر اس کو اپنے ٹھکانہ پر لے آئیں (دار القطنی) لہٰذا امام محمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک جیسے قبضہ سے پہلے منقول کی بیع جائز نہیں ایسے ہی غیر منقول کی بیع بھی جائز نہیں ہے حدیث کے مطلق ہونے کی وجہ سے کیونکہ دونوں میں بیع مکمل ہونے سے پہلے قبضہ شرط اور ضروری ہے اور یہ ایسے ہی ہو گیا جیسا کہ اجارہ ہے کہ قبضہ سے پہلے زمین کا اجارہ جائز نہیں ہے اور شیخین فرماتے ہیں کہ چونکہ بیع کا رکن ایجاب و قبول ہے یعنی عاقل و بالغ سے مال مملوک

میں تصرف ہوا ہے لہٰذا لامحالہ بیع درست ہوگی۔ (البنایہ ج 7 ص 322 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

③ کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غلہ کی بیع سے اس وقت تک منع فرمایا جب تک اس میں دو صاع ایک بائع کا اور ایک مشتری کا جاری نہ ہو جائیں۔

فائدہ: کیلی چیزوں سے مراد گندم، چاول وغیرہ اور وزنی چیزوں سے مراد درہم و دینار ہیں عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ دوبارہ کیل کیا جائے کیونکہ پہلا کیل کرنا تو پہلے مشتری کے حوالے کرنے کے لئے تھا اور یہ وزن اگلے مشتری کے لئے جائز نہیں ہے۔

(البنایہ ج 7 ص 326 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَالتَّصَرُّفُ فِي الثَّمَنِ قَبْلَ الْقَبْضِ جَائِزٌ وَّ يَجُوْزُ لِلْمُشْتَرِيْ اَنْ يَّزِيْدَ لِلْبَائِعِ فِي الثَّمَنِ وَ يَجُوْزُ لِلْبَائِعِ اَنْ يَّزِيْدَ لِلْمُشْتَرِيْ فِي الْمَبِيْعِ وَ يَجُوْزُ اَنْ يَّحُطَّ مِنَ الثَّمَنِ وَ يَتَعَلَّقُ الْاِسْتِحْقَاقُ بِجَمِيْعِ ذَالِكَ وَ مَنْ بَاعَ بِثَمَنٍ حَالٍ ثُمَّ اَجَلَهٗ اَجَلًا مَّعْلُوْمًا صَارَ مُؤَجَّلًا وَّ كُلُّ دَيْنٍ حَالٍ اِذَا اَجَلَهٗ صَاحِبُهٗ صَارَ مُؤَجَّلًا اِلَّا الْقَرْضَ فَاِنَّ تَاجِيْلَهٗ لَا يَصِحُّ۔

ترجمہ: اور ثمن میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنا جائز ہے① اور مشتری کے لئے جائز ہے کہ بائع کے لئے ثمن میں زیادتی کرے اور بائع کے لئے جائز ہے کہ مشتری کے لئے مبیعہ میں اضافہ کرے② اور جائز ہے کہ کچھ ثمن گرا (کم کر) دے اور استحقاق کا تعلق ان سب کے ساتھ ہوگا اور اگر کسی نے کوئی چیز فی الفور ثمن کے بدلے بیچی پھر اس کا وقت مؤخر اور مقرر کر دیا تو وہ مؤجل ہی شمار ہوگی③ اور ہر وہ قرضہ جو فوری ہو اگر اس کو اس کا صاحب مؤخر کر دے تو مؤخر سمجھا جائے گا سوائے قرضہ کے کیونکہ اس میں تاخیر درست نہیں ہوتی④

① یعنی مشتری نے ابھی ثمن نہیں دیا اور بائع نے اس پر قبضہ نہیں جمایا اب اس سے پہلے اگر اس ثمن کے ساتھ کوئی چیز خریدنا چاہے یا اس کو ھبہ کرنا چاہے تو جائز ہے وجہ یہ ہے کہ ثمن ان چیزوں میں سے ہے جو متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا بلکہ اس کی جگہ روپیہ وغیرہ بھی دیا جا سکتا ہے لہٰذا اس کو قبضہ کرنے سے پہلے تصرف میں لایا جا سکتا ہے صاحب جوھرہ نے فرمایا یہی حکم عورت کے حق مہر کا بھی ہے

کہ اس میں بھی تصرف قبل القبض جائز ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص485 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② یعنی مشتری کی طرف سے ثمن میں اضافہ کر دینا جائز ہے اور یوں ہی بائع کی طرف سے مبیعہ میں بھی اضافہ کرنا جائز ہے اسی طرح ثمن اور مبیع میں کمی کر دینا بھی جائز ہے اس کمی بیشی کے بعد جس مقدار پر عقد قرار پائے گا بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو اس کا استحقاق ہوگا مثلاً بائع نے بیع میں اضافہ کیا تو اضافہ کے ساتھ دینا لازم ہوگا اور اگر عیب وغیرہ کی وجہ سے بیع واپس کی گئی تو مشتری مع ثمن زیادتی واپس کرے گا امام شافعی اور امام زفر رحمتہ اللہ علیہما کا مؤقف احناف کے برعکس ہے ہمارے احناف کی دلیل یہ ہے کہ بائع اور مشتری بیع وثمن میں کمی کر کے عقد بیع کو ایک جائز وصف سے دوسرے وصف مشروع کی طرف تبدیل کر رہے ہیں اور وہ وصف مشروع یہ ہے کہ بیع نفع کے ساتھ ہو یا خسارہ کے ساتھ یا برابری کے ساتھ ہو اور جب وہ بطریق اقالہ نفس عقد ہی کو ختم کر سکتے ہیں تو کمی بیشی کے ساتھ مستحق بدرجہ اولیٰ ہوں گے اور یہ بالکل ایسا ہی ہو گیا جیسے خیار شرط کو عقد بیع میں شرط قرار دینے کے بعد مَنْ لَّهُ الْخِيَارُ اسے ساقط کر دے یا اصل عقد میں کسی کے لئے بھی خیار نہ ہو اور عقد کے بعد اس کو شرط کر لیا جائے کہ اس سے عقد متغیر اور تبدیل ہو جاتا ہے تو جیسے یہ جائز ہے اس پر قیاس کرتے ہوئے کمی بیشی کا تغیر بھی جائز ہوگا۔ (البنایہ ج7 ص332 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ یعنی اگر کسی نے نقد ثمن کے بدلے کوئی چیز فروخت کی پھر مشتری کو معلوم ہے کہ معیاد مقرر کر دی گئی ہے تو ثمن میعادی ہو جائے گا یہی مؤقف امام مالک کا ہے جب کہ امام شافعی اور امام زفر رحمتہ اللہ علیہما اس کے قائل نہیں ہیں ہم کہتے ہیں کہ ثمن یہ بائع کا حق بنتا ہے لہٰذا اس کو اپنے حق میں تاخیر کرنے کا حق اس لئے ہوگا کہ مشتری کے لئے آسانی پیدا ہو جس پر ثمن دینا لازمی ہے نیز جب وہ اس کو اپنے استحقاق سے مطلقاً بری کرنے کا مجاز ہے تو ثمن کو مؤخر کرنے کا بطریق اولیٰ مختار ہوگا۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص486 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ یعنی ہر قسم کے دین کی تاجیل درست ہے خواہ دین بذریعہ عقد ہو یا سبب استہلاک ہو البتہ قرض کی تاجیل درست نہیں لہٰذا اگر کسی نے ایک مہینہ کے لئے قرض دیا ہو تو قرض خواہ مقروض سے فی الحال مطالبہ کر سکتا ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک قرض کی طرح غیر قرض کی بھی تاجیل درست نہیں۔

(البنایہ ج7 ص337 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

①بَابُ الرِّبٰوا (سود کے احکام)

اَلرِّبٰوا مُحَرَّمٌ فِیْ کُلِّ مَکِیْلٍ اَوْ مَوْزُوْنٍ اِذَا بِیْعَ بِجِنْسِہٖ مُتَفَاضِلاً فَالْعِلَّةُ فِیْهِ الْکَیْلُ مَعَ الْجِنْسِ اَوِالْوَزْنُ مَعَ الْجِنْسِ فَاِذ ابِیْعَ الْمَکِیْلُ بِجِنْسِہٖ اَوِ الْمَوْزُوْنُ بِجِنْسِہٖ مَثَلاً بِمَثَلٍ جَازَ الْبَیْعُ وَاِنْ تَفَاضَلاَ لَمْ یَجُزْ وَلَا یَجُوْزُ بَیْعُ الْجَیِّدِ بِالرَّدِیِّ مِمَّا فِیْهِ الرِّبٰوا اِلَّا مَثَلاً بِمَثَلٍ وَاِذَا عُدِمَ الْوَصْفَانِ الْجِنْسُ وَالْمَعْنَی الْمَضْمُوْمُ اِلَیْهِ حَلَّ التَّفَاضُلُ وَالنَّسَاءُ وَاِذَا وُجِدَ حَرُمَ التَّفَاضُلُ وَالنَّسَاءُ وَاِذَا وُجِدَ اَحَدُھُمَا وَعُدِمَ الْاٰخَرُ حَلَّ التَّفَاضُلُ وَ حَرُمَ النَّسَاءُ۔

ترجمہ: سود حرام قرار دیا گیا ہے کیلی② (گندم وغیرہ) یا وزنی چیز میں جب کہ اس کو جنس کے ساتھ بطور اضافہ بیچا جائے پس سود میں علت کیل ہے③ جنس سمیت اور وزن ہے جنس کے ساتھ لہٰذا جب کیلی چیز کو اس کی جنس کے ساتھ یا وزنی چیز کو اس کی جنس کے ساتھ بیچا جائے برابر برابر تو ان کی باہمی بیع جائز ہے اور اگر زیادتی کے ساتھ بیچا جائے اب نا جائز ہے اور عمدہ کی بیع کھوٹی چیز کے ساتھ جس میں سود④ ہو جائز نہیں ہے مگر جب کہ برابر برابر ہو اور اگر دونوں وصف نہ پائے گئے یعنی جنس اور وہ معنی جو اس کے ساتھ ملایا گیا ہے تو اب بیشی بھی اور ادھار بھی حلال ہوگا⑤ اور اگر دونوں وصف پائے گئے تو زیادتی بھی اور ادھار بھی اب حرام ہوگا⑥ اور اگر ان میں سے ایک پایا گیا اور دوسرا نہ پایا گیا تو اس صورت میں اضافہ حلال ہوگا اور ادھار حرام ہوگا۔

① بیوع دو طرح کی ہیں کچھ کا جواز شارع کی طرف سے ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (سورۃ الجمعۃ پارہ نمبر 28 رکوع نمبر 12 آیت نمبر 10) ترجمہ: (اللہ کے فضل کو تلاش کرو) سے بیان کیا اور کچھ بیوع ایسی ہیں کہ شارع کی جانب سے ان کی ممانعت وارد ہوئی ہے وہ سود ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا (سورۃ آل عمران پارہ نمبر 4 رکوع

نمبر 4 آیت نمبر 130) ترجمہ: اے اہل ایمان سود مت کھاؤ وجہ یہ ہے کہ کتاب البیوع کے دو ہی مقصد ہیں (1) ایک حلال کا بیان جو شرعا بیع ہے۔ (2) حرام کا بیان جو سود ہے۔

نکتہ علمیہ: چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی سے پوچھا گیا کہ آپ نے بیوع میں تو کتب تصنیف فرمائی ہیں لیکن زھد میں کیوں تصنیف نہیں کیں؟ آپ نے جوابا ارشاد فرمایا کہ میں کتاب البیوع تصنیف کر چکا ہوں مطلب یہ تھا کہ اصل زاہد وہی ہے جو حرام سے بچے اور حلال میں رغبت پیدا کرے اور یہ کتاب البیوع سے ہی واضح ہو سکتی ہے مصنف نے بیع مرابحہ کے بعد کتاب الربوا کو کیوں ذکر کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مرابحہ کے ساتھ ربوا کو مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں زیادتی ہوتی ہے فرق اتنا ہے کہ مرابحہ میں مالی زیادتی حلال ہے جب کہ سود والی زیادتی حرام ہے اور اشیاء میں اصل حلت ہے اس لئے مرابحہ کو مقدم اور ربوا کو مؤخر ذکر کیا۔ (البنایہ ج7 ص338 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(۲) یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ ربوا کا حکم بیان کر رہے ہیں اس سے پہلے ہم ربوا کی لغوی و اصطلاحی تعریف ذکر کرتے ہیں تاکہ حکم علی وجہ البصیرۃ سمجھا جا سکے ربوا لغت میں مطلقاً زیادتی کو کہتے ہیں جیسے اہل عرب کہتے ہیں رِبَا الشَّیْ یَرْبُو (کہ شیء بڑھ گئی اور زیادہ ہو گئی) قرآن مجید میں بھی اس کا استعمال ہوا اِھْتَزَّتْ وَرَبَتْ (تازہ ہوگئی اور ابھر گئی اور اصطلاح شرع میں ربوا کی تعریف یوں ہوگی هُوَ فَضْلُ مَالٍ بِلَا عِوْضٍ شَرْطٌ لِاَ حَدِ الْمُتَعَاقِدَیْنِ فِیْ مُعَاوَضَۃِ مَالٍ بِمَالٍ ترجمہ۔ ربوا مال کی اس زیادتی کو کہتے ہیں جو معاوضہ مالی میں بغیر عوض کے ہو اور وہ زیادتی بائع یا مشتری کے لیے مشروط ہو یعنی متجانس میں سے ایک کا دوسرے پر معیار شرعی زائد ہو مثلاً کوئی شخص دس درہم کو گیارہ کے بدلے میں فروخت کرے تو اس میں ایک درہم زیادتی بلا عوض ہے۔

(عمدۃ القاری ج11 ص199 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ)

(۳) سود حرام ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سود کے ستر درجے ہیں اور ادنیٰ درجہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے صحبت کرے (ابن ماجہ) ہمارے احناف کے نزدیک سود کے حرام ہونے کی علت اتحاد جنس کے ساتھ کیل یا وزن کا ہونا ہے اور کبھی یوں بھی کہتے ہیں قدر مع الجنس مطلب یہ ہے کہ جو چیز مقداری ہو اور وہ اپنے ہم جنس کے ساتھ فروخت کی جائے تو اس میں زیادتی سود ہو جائے گی لہٰذا امام صاحب کے نزدیک پھلوں میں اور ان چیزوں میں جو وزن اور پیمانہ سے فروخت نہیں ہوتیں ان میں ربوا نہ ہوگا اصل دلیل اس کے بارے میں مشہور حدیث ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا سونا

سونے کے بدلے چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جَو جَو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے، نمک نمک کے بدلے برابر برابر ہو تو درست اور جو زائد ہو وہ سود ہے اس حدیث سے امام صاحب نے قدر مع الجنس کا ضابطہ نکالا تھا مَثَلٌ رفع کے ساتھ اور مثلاً نصب کے ساتھ بھی آیا ہے۔ غرضیکہ دونوں قرأتیں جائز ہیں۔ (البنایہ ج7 ص340 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ یعنی اموال ربویہ میں عمدہ اور ادنیٰ کا کوئی امتیاز نہیں کیونکہ عمدہ ایک وصف ہے اس لئے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جَیِّدُھَا وَرَدِّیْھَا سَوَاءٌ، کہ کھرا کھوٹا اس میں برابر ہے لہٰذا جید کو ردی کے عوض کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہ ہوگا۔ (البنایہ ج7 ص348 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ ان تین مختلف صورتوں میں ایک قاعدہ کلیہ استعمال کیا گیا ہے جو دو چیزیں قدر اور جنس میں متحد ہوں تو ان کے باہمی تبادلہ میں شرعی طور پر دو چیزیں ضروری ہیں۔ (1) دونوں وزن میں برابر ہوں۔ (2) دونوں ہاتھوں ہاتھ ہوں مثلاً دو شخص گندم کو گندم سے بدلنا چاہیں تو ان میں کمی بیشی نا جائز ہوگی اور جو دو چیزیں مقدار میں متحد ہوں لیکن جنس میں متحد نہ ہوں یا جنس میں متحد ہوں مقدار میں متحد نہ ہوں تو ان دونوں کا ایک حکم ہے وہ یہ کے ان کے لین دین میں کمی بیشی تو جائز ہے مگر ادھار جائز نہیں مثالیں۔ (1) گندم کو چنے سے بدلنا کہ ان کی جنس تو الگ الگ ہے مگر مقدار ایک ہے لہٰذا ان کے تبادلہ میں کمی بیشی تو جائز ہوگی مگر ادھار جائز نہ ہوگا۔ (2) بکری کو بکری سے بدلنا ان کی جنس تو ایک ہے مگر مقدار الگ الگ ہے اور جو چیزیں نہ جنس میں نہ مقدار میں متحد ہوں ان میں کمی بیشی بھی جائز ہے اور نقد و ادھار کا فرق بھی جائز ہے مثلاً روپیہ اور غلہ کا لین دین نہ تو جنس میں اتحاد ہے نہ مقدار میں۔

(البنایہ ج7 ص350 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑥ یعنی جب جنس اور مقدار دونوں وصف پائے جائیں اب زیادتی اور ادھار دونوں حرام ہوں گے کیونکہ اب علت پائی گئی ہے مثلاً گندم کو جو کے بدلے سونے کو چاندی کے بدلے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے جب دو نوع مختلف ہو جائیں اب تم جیسے چاہو بیچو، ہاتھوں ہاتھ لیکن ادھار کا اس میں اختیار نہیں ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص490 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَكُلُّ شَيْءٍ نَصَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى تَحْرِيْمِ التَّفَاضُلِ فِيْهِ كَيْلًا فَهُوَ مَكِيْلٌ اَبَدًا وَاِنْ تَرَكَ النَّاسُ فِيْهِ الْكَيْلَ مِثْلُ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرِ وَالْمِلْحِ وَ

كُلُّ شَيْءٍ نَصَّ عَلٰى تَحْرِيْمِ التَّفَاضُلِ فِيْهِ وَزْنًا فَهُوَ مَوْزُوْنٌ اَبَدًا وَاِنْ تَرَكَ النَّاسُ الْوَزْنَ فِيْهِ مِثْلُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَا لَمْ يَنُصَّ عَلَيْهِ فَهُوَ مَحْمُوْلٌ عَلٰى عَادَاتِ النَّاسِ فِيْهِ۔

ترجمہ: ہر وہ چیز جس میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زیادتی کے حرام ہونے پر از روئے کیل کے صراحت فرمائی وہ ہمیشہ مکیلی ہی رہے گی اگرچہ لوگوں نے اس میں کیل کو چھوڑ دیا ہو مثلاً گندم ①، جو، کھجور، نمک اور ہر وہ چیز جس میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زیادتی کے حرام ہونے پر از روئے وزن کے صراحت فرمائی وہ ہمیشہ وزنی ہی شمار ہوگی اگرچہ لوگوں نے اس میں وزن کرنا چھوڑ دیا ہو جیسے سونا اور چاندی اور ہر وہ چیز جس کے بارے میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صراحت نہ فرمائی ہو وہ لوگوں کے عرف پر محمول ہوگی ②

① وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک عرف ہے اور ایک نص ہے ان دونوں میں سے قوی نص ہے اور چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت تا قیامت ہم پر لازم ہے لہٰذا نص کو عرف پر ترجیح دیں گے علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ جو چیز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں مکیلی تھی اس میں تبدیلی کبھی نہیں آئے گی بلکہ اس کے بارے میں مکیلی ہونے کا ہی اعتبار کیا جائے گا اور اس میں کیل کے اندر مساوات شرط ہے مساوات وزنی کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ کیلی مساوات کو دیکھیں گے یہاں تک کہ اگر گندم گندم کے بدلے برابر ہے از روئے وزن کے نہ کہ کیل کے تو بیع جائز نہ ہوگی۔ (البنایہ ج7 ص355 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② کیونکہ لوگوں کی عادات کی دلالۃ کسی حکم کے جواز کی دلیل ہوتی ہے اس کی تائید آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان سے بھی ہو رہی ہے آپ نے فرمایا مَارَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَمَارَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ قَبِيْحًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ قَبِيْحٌ ترجمہ: مومن جس کو برا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی برا ہے۔ مومن جس کو اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہے۔ نیز فرمان رسالت ہے میری امت کبھی بھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ (البنایہ ج7 ص356 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَعَقْدُ الصَّرْفِ مَا وَقَعَ عَلٰى جِنْسِ الْاَثْمَانِ يُعْتَبَرُ فِيْهِ قَبْضُ عِوَضَيْهِ فِي الْمَجْلِسِ وَمَا سِوَاهُ مِمَّا فِيْهِ الرِّبٰوا يُعْتَبَرُ فِيْهِ

التَّعْیِیْنُ وَلَا یُعْتَبَرُ فِیْهِ التَّقَابُضُ وَلَا یَجُوْزُ بَیْعُ الْحِنْطَةِ بِالدَّقِیْقِ وَلَا بِالسَّوِیْقِ وَکَذٰلِكَ الدَّقِیْقُ بِالسَّوِیْقِ وَ یَجُوْزُ بَیْعُ اللَّحْمِ بِالْحَیْوَانِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَبِیْ یُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی وَ قَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ لَا یَجُوْزُ حَتّٰی یَکُوْنَ اللَّحْمُ اَکْثَرَ مِمَّا فِی الْحَیْوَانِ فَیَکُوْنُ اللَّحْمُ بِمِثْلِهٖ وَالزِّیَادَةُ بِالسِّقْطِ۔

ترجمہ: بیع صرف وہ ہے جو ثمن کی جنس پر واقع ہو اس میں مجلس کے اندر اندر دونوں عوضوں کے قبضے کا اعتبار ہوگا① اور اس کے علاوہ جن میں سود ہوتا ہے اس میں تعین کا اعتبار ہوگا اور اس میں ایک دوسرے کے قبضے کا اعتبار نہ ہوگا② اور جائز نہیں ہے گندم کی بیع آٹے کے یا ستو کے بدلے اور نہ ہی یہ جائز ہوگا کہ آٹے کی بیع ستو کے بدلے ہو③ اور جائز ہے گوشت کی بیع حیوان کے بدلے شیخین کے نزدیک④ اور امام محمد علیہ الرحمۃ اس وقت تک عدم جواز کے قائل ہیں جب تک گوشت اس سے زیادہ نہ ہو جو حیوان کے اندر ہے اور گوشت گوشت کے بدلے میں ہوگا اور زیادہ سقط کے تبادلہ میں ہوگا۔ (سقط ناکارہ چیز ہڈی وغیرہ)

① بیع صرف کا مطلب ہے قیمت کو قیمت کے بدلے سونے کو سونے کے بدلے بیچنا اس میں مجلس کے اندر اندر عوضین پر قبضہ کرنا ضروری ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اَلْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ هَاء۔ ترجمہ: چاندی کو چاندی کے بدلے لو۔ (البنایہ ج7 ص358 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② یعنی بیع صرف کے علاوہ جن میں سود جاری ہوتا ہے مثلاً سونا چاندی کے علاوہ مکیلی اور موزونی چیزیں مراد ہیں ان میں تعیین کا اعتبار ہوگا مثلاً گندم کو گندم کے بدلے باعتبار ذات کے بیچے یا جو کو جو کے بدلے بیچے کیونکہ مجلس کے اندر ایک دوسرے کا قبضہ غیر معتبر ہوگا لہٰذا ان میں سے ہر ایک جب چاہے اس کو خرید لے بخلاف بیع صرف کے اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ دونوں عینین ہوں لیکن اگر ایک قرضہ (دین) ہو اور دوسرا عین ہو اب اگر عین مبیعہ ہے تو جائز ہے اور ضروری ہے دین کو مجلس میں حاضر کرنا۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص491 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

③ یعنی نہ تو زیادتی کی صورت میں اور نہ ہی برابری کی صورت میں کیونکہ گندم اور آٹا اور ستو ایک

ہی جنس ہیں پھر جب کسی نے گندم کو جو کے بدلے بیچا اب یہ یوں ہو گیا گویا کہ اس نے جو کی جو کے بدلے یا اضافہ سے اس نے بیع کی کیونکہ آٹا گندم میں موجود ہوتا ہے جب چکی پیسی ہے تو اس کے اجزاء جدا ہوتے ہیں تو اس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج7 ص492 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ یہ مسئلہ اس صورت پر محمول ہوگا جب گوشت اور حیوان ایک جنس ہوں مثلاً بکری کا گوشت بکری کے بدلے لیکن اگر دونوں جنس مختلف ہوں مثلاً گائے کا گوشت بکری کے بدلے بیچ دیا یا بھیڑ وغیرہ کے بدلے اس صورت میں بالاتفاق جائز ہے قطع نظر قلت اور کثرت کے۔

تنبیہ: اعتبار کا مطلب ہے کہ گوشت اس گوشت سے زیادہ ہو جو بکری میں ہے تا کہ گوشت کی مثل ہو جائے اور باقی سر اور چمڑے وغیرہ کے مقابلے میں اور اگر اس طرح نہ ہوا اس صورت میں سود پایا جائے گا سر اور چمڑے کی زائد ہونے کی صورت میں یا گوشت کے زیادہ ہونے کے اعتبار سے شیخین کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اس نے وزنی چیز کو غیر وزنی چیز کے ساتھ اس نے بیچ دیا کیونکہ حیوان کا عرف وعادت میں وزن نہیں کیا جاتا اور بکری سے بھی مراد ذبح شدہ بکری مراد ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص493 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَيَجُوْزُ بَيْعُ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ مَثَلاً بِمَثَلٍ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَ كَذٰلِكَ الْعِنَبُ بِالزَّبِيْبِ وَلَا يَجُوْزُ بَيْعُ الزَّيْتُوْنِ بِالزَّيْتِ وَالسِّمْسِمِ بِالشَّيْرِيْجِ حَتّٰى يَكُوْنَ الزَّيْتُ وَالشَّيْرَجُ اَكْثَرَ مِمَّا فِي الزَّيْتُوْنِ وَالسِّمْسِمِ فَيَكُوْنُ الدُّهْنُ مِثْلَهٗ وَالزِّيَادَةُ بِالتَّجِيْرِ وَ يَجُوْزُ بَيْعُ اللُّحْمَانِ الْمُخْتَلِفَةِ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ مُّتَفَاضِلاً وَّكَذٰلِكَ اَلْبَانُ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ مُّتَفَاضِلاً وَّكَذٰلِكَ وَخَلُّ الدَّقَلِ بِخَلِّ الْعِنَبِ مُتَفَاضِلاً وَّ يَجُوْزُ بَيْعُ الْخُبْزِ بِالْحِنْطَةِ وَالدَّقِيْقِ مُتَفَاضِلاً وَّلَا رِبٰوا بَيْنَ الْمَوْلٰى وَعَبْدِهٖ وَلَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ۔

ترجمہ: اور جائز ہے تر کھجور کی بیع خشک کھجور کے بدلے برابر برابر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ① اور یہی حکم انگور کی بیع کا کشمش کے ساتھ ہے اور

جائز نہیں ہے۔⑩ زیتون کی بیع زیتون کے تیل کے ساتھ اور نہ ہی تل کی بیع اس کے تیل کے ساتھ یہاں تک کہ زیتون کا تیل اور تل کا زیادہ ہو اس سے جو زیتون اور تل میں ہے تاکہ تیل اس کی مثل کے بدلے ہو اور زیادہ تیل کھلے کے بدلے ہو جائے اور جائز ہے⑪ مختلف گوشت کی بیع بعض دوسرے کے ساتھ از روئے اضافہ کے جائز ہے، اور ایسے ہی اونٹنی کا دودھ گائے، بکری کے دودھ کے ساتھ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کمی بیشی کی صورت میں بیچنا جائز ہے اور جائز ہے کھجور کا شیرا (سرکہ) انگور کے سرکہ کے بدلے اور جائز ہے روٹی کی بیع گندم کے بدلے اور آٹے کے بدلے کمی بیشی کے ساتھ اور مولیٰ اور اس کے غلام کے درمیان اور یوں ہی مسلمان اور کافر کے درمیان سود نہیں ہے۔⑫

① اس بیع کو بیع مزابنہ کہا جاتا ہے امام صاحب کے نزدیک یہ بیع جائز ہے رطب تازہ کھجور کی اور تمر خشک کھجور کے ساتھ جسے چھوہارے کہا جاتا ہے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشہور حدیث ہے اَلذَّھَبُ بِالذَّھَبِ وَالْفِضَّۃُ بِالْفِضَّۃِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ مَثَلاً بِمَثَلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ، اس حدیث میں تمر کو تمر کے بدلے بیچنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اب جیسے حنطہ ہر قسم کی گندم اور شعیر ہر قسم کے جو پر بولا جاتا ہے اگرچہ اس کی انواع مختلف ہوں بلا تمثیل لفظ تمر کا اطلاق بھی ہر قسم کی کھجور پر ہوگا تر ہو یا خشک چنانچہ جب خیبر کے عامل نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں رطب کا ہدیہ پیش کیا تو آپ نے اس موقع پر فرمایا تھا اَوَ کُلُّ تَمْرِ خَیْبَرَ ھٰکَذَا ترجمہ: یعنی کیا خیبر کے کل کھجور ہی اس طرح ہیں اس میں آپ نے رطب پر تمر کا اطلاق کیا ہے تو گویا رطب بھی تمر ہوئی اور تمر کو تمر کے بدلے مشہور حدیث کے مطابق بیچنا جائز ہے لہٰذا بیع رطب بالتمر بھی جائز ہوگی فقط شرط اتنی ہے کہ بوقت عقد مساوات ہونی چاہیئے صاحبین اور امام شافعی عدم جواز کے قائل ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چھوارے کے بدلے تر و تازہ کھجور کی بیع کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے دریافت فرمایا کہ رطب (تازہ) خشک ہونے کے بعد کم ہو جاتی ہے؟ عرض کیا جی ہاں تو آپ نے اس سے منع فرما دیا۔

فائدہ برائے توثیق: مبسوط کے اندر مذکور ہے کہ جب امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف تشریف لائے جہاں لوگ سخت آپ کی مخالفت کرتے تھے اور آپ پر مخالفت حدیث کا الزام لگاتے تھے چنانچہ آپ سے مسئلہ مذکورہ کے بارے میں یہی پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رطب دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ تمر ہے یا نہیں؟ اگر تمر ہے تو حدیث مشہور کا ابتدائی حصہ التمر بالتمر کی وجہ سے بیع جائز

ہوئی اور اگر تمر نہیں ہے تو حدیث کے آخر کو دیکھیں تو بیع درست ہوتی ہے اختتام حدیث یہ ہے اِذَا اخْتَلَفَ النَّوْعَانِ فَبِیْعُوْا کَیْفَ شِئْتُمْ ترجمہ: جب دو قسمیں مختلف ہو جائیں تب جیسے چاہو بیچ لو۔

تنبیہ: یعنی یہ حکم انگور اور کشمش کا ہے باقی جو شوافع نے حدیث سعد بن ابی وقاص پیش کی ہے اس کا دارومدار زید بن عیاش پر ہے اور اس کو علامہ سندی نے مجہول قرار دیا ہے جو کہ ضعیف ہے لہٰذا مسائل میں اس کی حدیث قابل استدلال نہیں۔ (البنایہ ج7 ص371 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(۲) اس طرح مقابلہ کرنے سے یہ عقد سود سے خالی رہے گا ورنہ جو تیل زیتون اور تل سے نکلنے والا ہے اگر وہ عوض والے تیل سے زائد یا برابر ہو تو تیل اور کھلی یا تنہا کھلی بغیر عوض کے رہ جائے گی اور یہ سود ہے لہٰذا ناجائز ہے۔ (البنایہ ج7 ص376 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

(۳) یعنی گائے کا گوشت اونٹ یا بھیڑ بکری کے بدلے اسی طرح گائے اور بھینس بھی ایک جنس ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ جو اشیاء متحد الجنس ہوں ان کی بیع زیادتی کے ساتھ جائز نہیں اور جو مختلف الجنس ہوں ان کو کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے اسی ضابطہ کے تحت بقیہ امثلہ روٹی کو گندم کے بدلے یوں ہی کھجور کے سرکہ کی بیع انگور کے سرکہ کی بیع کے متعلق بھی یہی حکم نکالا گیا ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص495 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

(۴) وجہ جواز یہ ہے کہ چونکہ غلام اور جو چیز اس کے قبضہ میں ہے وہ سب آقا کی ملکیت ہے مطلب یہ ہے کہ ایسا غلام ہو جس کو آقا کی طرف سے تجارت کی اجازت دی گئی ہو اور وہ مقروض نہ ہو اگر مقروض ہوگا تو پھر جواز نہ ہوگا کیونکہ اب جو کچھ اس کے قبضہ میں ہوگا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ آقا کی ملکیت نہ ہوگا اور یوں ہی مسلمان حربی کے درمیان بھی کوئی سود نہ ہوگا طرفین کے نزدیک جب کہ امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ سود ہی ہے کیونکہ سود کی حرمت والی روایات مطلق ہیں دار الحرب ہو یا دار الاسلام بہر صورت سود ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ جو حربی ہمارے یہاں امان لے کر آ جائے اس کے ساتھ زیادتی کا معاملہ کرنا بالاتفاق حرام ہے اسی طرح جو مسلمان دار الحرب میں داخل ہو اس کے لئے بھی حرام ہوگا ،طرفین کی دلیل حدیث ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مسلمان اور حربی کے درمیان دار الحرب میں کوئی سود نہیں ہے، وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ (حوالہ نمبر 1۔البنایہ ج7 ص385 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، حوالہ نمبر 2۔فتاوی یورپ مصنف علامہ محمد عبد الواجد قادری مطبوعہ شبیر برادرز اردو بازار لاہور)

①بَابُ السَّلَمَ (بیع سلم کے احکام)

اَلسَّلَمُ جَائِزٌ فِي الْمَكِيْلَاتِ وَالْمَوْزُوْنَاتِ وَالْمَعْدُوْدَاتِ الَّتِيْ لَا تَتَفَاوَتُ كَالْجَوْزِ وَالْبَيْضِ وَالْمَذْرُوْعَاتِ وَلَا يَجُوْزُ السَّلَمُ فِي الْحَيْوَانِ وَلَا فِيْ اَطْرَافِهٖ وَلَا فِي الْجُلُوْدِ عَدَدًا وَلَا فِي الْحَطَبِ حُزَمًا وَّلَا فِي الرَّطْبِ جُرْزاً وَّلَا يَجُوْزُ السَّلَمُ حَتّٰى يَكُوْنَ الْمُسْلَمُ فِيْهِ مَوْجُوْدًا مِّنْ حِيْنَ الْعَقْدِ اِلٰى حِيْنَ الْمَحَلِّ وَلَا يَصِحُّ السَّلَمُ اِلَّا مُؤَجَّلاً وَّلَا يَجُوْزُ اِلَّا بِاَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ۔

ترجمہ: بیع سلم جائز ہے کیلی چیزوں② (گندم چاول) اور وزنی چیزوں (اخروٹ۔انڈے) اوران عددی چیزوں میں جن کے افراد میں فرق نہ ہو مثلاً اخروٹ، انڈے اور وہ چیزیں جن کو ہاتھ سے ناپا جاتا ہے (کپڑا وغیرہ) اور بیع سلم جائز نہیں ہے③ حیوان اور اس کے اطراف میں اور نہ ہی کھال میں۔ ازروئے گنتی کے④ اور بیع سلم جائز نہیں ہے لکڑی کے بنڈل⑤ میں اور نہ ہی سبزی میں گڈی کے اعتبار سے اور بیع سلم جائز نہ ہوگی یہاں تک جس کے بارے میں سلم کی جارہی ہے وہ عقد بیع سے لیکر اگلے کے دینے⑥ تک موجود ہو اور بیع سلم درست نہ ہوگی مگر وقت مقرر کر کے اور یہ بھی تب جب وقتِ مؤخر متعین و معلوم ہو۔

① بیع سلم کا مختصر مطلب ہے بَيْعُ الْعَاجِلِ بِالْاٰجِلِ، کہ مبیعہ کی قیمت ابھی لے اور مبیعہ کچھ دنوں کے بعد دیا جائے گا عقل کا تقاضا تو ہے کہ یہ بیع جائز نہ ہو کیونکہ مبیعہ ابھی معدوم ہے اور معدوم کی بیع جائز نہیں ہے لیکن چونکہ یہ خلاف قیاس حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جب سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ پھل میں دو سال اور تین سال کے لئے بیع سلم کرتے تھے تو آپ نے فرمایا جو کسی چیز میں بیع سلم کرے تو کل وزن اور مدت معلوم ہو (بخاری باب العلم فی وزن مَّعْلُوْم ص 298 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) نیز غرباء کی آسانی کے لئے یہ رعایت دی گئی ہے کہ وہ امیروں سے قیمت ابھی لیں اور اس قیمت سے خرید و فروخت کرتے رہیں اور نفع کماتے رہیں پھر جب

مبیعہ دینے کا وقت آجائے تو مبیعہ خرید کر مشتری کے حوالے کردیں اس بیع کے جواز پر آیت مُدَایَنَہْ یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَا یَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ ترجمہ: اے ایمان والو جب تم ایک مقررہ مدت تک کسی دین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو۔ (پارہ نمبر 3 رکوع نمبر 7) بڑی دلیل ہے لیکن مبیعہ کے سامنے موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کے جواز کی سات شرائط رکھی گئیں۔

(البنایہ ج7 ص420 تا422 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

② بیع سلم کے جواز کے لئے ایک قاعدہ کلیہ ہے ہر وہ چیز جس کی صفت کو ضبط کرنا ممکن ہو اور اس کی مقدار کی پہچان ہوسکتی ہو اس میں بیع سلم جائز ہوگی کیونکہ اس میں جھگڑے کا امکان ختم ہوگیا ہے اور جس میں مذکورہ چیزیں ممکن نہ ہوں ان میں بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ اس میں جھگڑے کا احتمال ہے لہٰذا مکیلی موزونی چیزیں گندم چاول انڈہ اخروٹ اور وہ چیزیں جن کو ہاتھ یا گز سے ناپا جائے جیسے کپڑے وغیرہ تو ان میں بیع سلم جائز ہوگی اور عددی چیزیں جن میں تفاوت اور فرق ہو ان میں بیع سلم جائز نہ ہوگی جیسے انار اور خربوزہ وغیرہما اور اس کا طریقہ یوں ہوگا اَسْلَمْتُ اِلَیْکَ عَشَرَۃَ دَرَاھِمَ فِی کُرِّ حِنْطَۃٍ۔ ترجمہ: کہ میں نے تجھے دس درہم سونپے گندم کی بوری کے بدلے میں۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص270 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

③ شوافع کے نزدیک تو حیوان میں بیع سلم جائز ہے کیونکہ اس کی جنس، عمر، نوع صفت معلوم ہے اور تھوڑا سا ان میں تفاوت عدم جواز کی دلیل نہ ہوگی جیسے کہ کپڑوں میں ہے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جائز نہ ہوگی کیونکہ مذکورہ اوصاف کے بعد بھی تھوڑا نہیں بلکہ زیادہ معانی باطنیہ کی وجہ سے مالیہ میں بہت تفاوت اور فرق پڑتا ہے جس کی وجہ سے نوبت جھگڑے تک پہنچ جاتی ہے اور اس کو شوافع کا کپڑوں پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ وہ تو بندوں کے بنائے ہوئے ہیں جب دو کپڑے ایک منوال پر بنتے ہیں تو تھوڑا سا فرق آجاتا ہے نیز مستدرک للحاکم کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حیوان میں بیع سلم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (البنایہ ج7 ص427 تا428 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ حیوان کے اطراف مثلاً سر وغیرہ میں بھی کیونکہ اس میں بھی تفاوت ہوتا ہے چھوٹا بڑا ہونے کے اعتبار سے اور کھال میں بھی بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ یہ عددی ہے اس میں بھی چھوٹی بڑی کا فرق پڑتا رہتا ہے لہٰذا یہ بھی جھگڑے تک نوبت آسکتی ہے لہٰذا جب عدد کے اعتبار سے یہ ناجائز ہے تو وزن کے اعتبار سے بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگی۔ (البنایہ ج7 ص429 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑤ کیونکہ لکڑی میں بھی طول عرض اور موٹا ہونے کے اعتبار سے جہالت ہوسکتی ہے اگر طول عرض وغیرہ کی پہچان ہو جائے تو مبسوط کے حوالہ سے جائز ہے۔

(البنایہ ج7 ص430 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑥ کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ پھلوں میں بیع سلم اس وقت تک نہ کرو جب تک انکا پکا پن ظاہر نہ ہو اور عقل کا بھی تقاضا ہے مسلم فیہ کو سونپے پر قدرت اس وقت ہی ہوسکتی ہے جب کہ وہ موجود ہو وقت مقررہ میں تا کہ اس کو حاصل کرنا ممکن ہو۔ (البنایہ ج7 ص432 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

⑦ وقت مقررہ میں اختلاف ہے کہ وہ کتنا ہوگا؟ (1) ایک ماہ۔ (2) دوسرے قول کے مطابق تین دن ہوں صاحب ہدایہ کی تحقیق کے مطابق قول اول پر فتویٰ ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص501 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

وَلَا يَجُوْزُ السَّلَمُ بِمِكْيَالِ رَجُلٍ بِعَيْنِهٖ وَلَا بِذِرَاعِ رَجُلٍ بِعَيْنِهٖ وَلَا فِي طَعَامِ قَرْيَةٍ بِعَيْنِهَا وَلَا فِيْ ثَمْرَةِ نَخْلَةٍ بِعَيْنِهَا وَلَا يَصِحُّ السَّلَمُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ اِلَّا بِسَبْعِ شَرَائِطَ تُذْكَرُ فِي الْعَقْدِ جِنْسٍ مَّعْلُوْمٍ وَّ نَوْعٍ مَّعْلُوْمٍ وَّصِفَةٍ مَّعْلُوْمٍ وَّ مِقْدَارٍ مَّعْلُوْمٍ وَّ مَعْرِفَةِ مِقْدَارِ رَأْسِ الْمَالِ اِذَا كَانَ مِمَّا يَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ عَلٰى قَدْرِهٖ كَالْمَكِيْلِ وَالْمَوْزُوْنِ وَالْمَعْدُوْدِ وَ تَسْمِيَةِ الْمَكَانِ الَّذِيْ يُوْفِيْهِ اِذَا كَانَ لَهٗ حَمْلٌ مَّؤْنَةٌ وَّقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَا يَحْتَاجُ اِلٰى تَسْمِيَةِ رَأْسِ الْمَالِ اِذَا كَانَ مُعَيَّنًا وَّلَا اِلٰى مَكَانِ التَّسْلِيْمِ وَ يُسَلِّمُهٗ فِيْ مَوْضِعِ الْعَقْدِ۔

ترجمہ: اور بیع سلم جائز نہ ہوگی کسی متعین آدمی کے مکیال کے ساتھ اور نہ ہی کسی متعین آدمی کے شرعی گز سے اور نہ ہی کسی متعین گاؤں کے کھانے میں اور نہ ہی متعین درخت کے پھل میں ① امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیع سلم تب درست ہوگی جب اس میں سات شرائط پائی جائیں گی جو عقد سلم میں ذکر کی

جائیں گی (1) جنس کا علم ہو ②۔ (2) نوع۔ (3) صفت۔ (4) بیع کی مقدار۔ (5) مدت۔ (6) اور ثمن کی مقدار معلوم ہو اگر ثمن اسی میں سے ہو کہ عقد کا تعلق ہو اس کی مقدار سے ہو جیسے کہ وہ چیز کیلی، موزونی اور عددی ہو۔ (7) اور اس جگہ کا ذکر کرنا جس میں بیع سپرد کرے گا جب کہ بیع کو اٹھانے کی مشقت ہو اور صاحبین نے کہا کہ اصل مال کے متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے اگر وہ متعین ہو اور نہ سونپنے کی جگہ کی ضرورت ہے اور بیع کو سپرد کرے گا عقد سلم کی جگہ میں۔

① اس کی وجہ یہ ہے کہ بیع سلم میں تو مبیعہ بعد میں سونپنا ہوتا ہے بالفرض اگر وہ متعین صاع یا برتن گم ہو گیا تو اب کس برتن سے اندازہ کر کے مشتری کو دیں گے نیز اگر متعین آدمی کے ہاتھ سے بیع سلم کی بالفرض وہ فوت ہو گیا تو کس آدمی کے ہاتھ سے کپڑا ناپیں گے اسی طرح اس گاؤں میں اگر اس سال گندم کی پیداوار نہ ہو یا آسمانی آفت سے ہلاک ہو جائے تو کونسی گندم دیں گے اسی طرح اگر متعین درخت کے پھل پیدا نہ ہوئے تو کونسا پھل دیں گے؟ ان وجوہ کی بناء پر ان سب صورتوں میں بیع سلم جائز نہ ہوگی۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص502 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② مثلاً گندم، جو، کھجور وغیرھم نوع کی مثال برنی کھجور صفت کی مثال عمدہ یا درمیانی مقدار کی مثال جیسے بوری، مد، رطل، یا من وغیرھم مدت کی مثال مہینہ یا سال مقدار کی پہچان کی مثال کتنے کلو، صاع، یا کتنے عدد ہوگی اسی طرح سپرد کرنے کی جگہ بھی معلوم ہو کیونکہ اگر جگہ متعین نہ ہو تو بیچنے والا قریب مبیعہ دینا چاہے گا اور مشتری اپنے قریب لینا چاہے گا جس سے نتیجۃً جھگڑا ہوگا لیکن اگر مبیع کے اٹھانے کا کرایہ نہ ہو تو کسی بھی جگہ دے گا تو درست ہوگا اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر ثمن سامنے ہے تو عام بیوع کی طرح اس کی مقدار معلوم کرنا ضروری نہیں صرف اشارہ ہی تعین کے لئے کافی ہوگا اسی طرح مبیعہ ادا کرنے کی جگہ متعین کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جس جگہ بیع ہوئی وہی جگہ مبیعہ دینے کے لئے خود بخود متعین ہو جائے گی بیع سلم کے درست ہونے کے لئے مذکورہ سات شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

وَلَا يَصِحُّ السَّلَمُ حَتّٰى يَقْبِضَ رَأْسَ الْمَالِ قَبْلَ اَنْ يُّفَارِقَهٗ وَلَا يَجُوْزُ التَّصَرُّفُ فِيْ رَاْسِ الْمَالِ وَلَا فِي الْمُسْلَمِ فِيْهِ

قَبْلَ الْقَبْضِ وَلَا تَجُوْزُ الشِّرْكَةُ وَلَا التَّوْلِيَةُ فِي السَّلَمِ فِيْهِ قَبْلَ قَبْضِهٖ وَيَصِحُّ السَّلَمُ فِي الثِّيَابِ إِذَا سَمّٰى طُوْلًا وَّعَرْضًا وَّ رُقْعَةً وَّلَا يَجُوْزُ السَّلَمُ فِي الْجَوَاهِرِ وَلَا فِي الْخُرَزِ وَلَا بَأْسَ بِالسَّلَمِ فِي اللَّبِنِ وَالْاٰجُرِّ إِذَا سَمّٰى مِلْبَنًا مَّعْلُوْمًا وَّكُلُّ مَا أَمْكَنَ ضَبْطُ صِفَتِهٖ وَ مَعْرِفَةُ مِقْدَارِهٖ جَازَ السَّلَمُ فِيْهِ وَمَا لَا يُمْكِنُ ضَبْطُ صِفَتِهٖ وَ مَعْرِفَةُ مِقْدَارِهٖ لَا يَجُوْزُ السَّلَمُ فِيْهِ۔

ترجمہ: اور بیع سلم اس وقت تک درست نہ ہوگی① جب تک جدا ہونے سے پہلے اصل مال پر قبضہ نہ کرلے اور قبضہ سے پہلے② نہ اصل مال میں اور نہ ہی مسلم فیہ میں تصرف کرنا جائز ہے اور شراکت اور بیع تولیہ سلم میں قبضہ سے پہلے درست نہ ہوگی اور کپڑوں میں③ بیع سلم تب درست ہوگی جب لمبائی، چوڑائی اور اصل جوھر ذکر کیا جائے اور بیع سلم④ جواہر اور موتیوں میں درست نہ ہوگی اور کچی اور پکی اینٹ میں بیع سلم کرنے میں حرج نہیں بشرطیکہ سانچہ معلوم ہو⑤ خلاصہ یہ کہ ہر وہ چیز جس میں صفت کو ضبط کرنا ممکن ہو اور اس کی مقدار کی پہچان ممکن ہو تو اس میں بیع سلم جائز ہے اور ہر وہ چیز جس کی صفت اور مقدار معلوم کرنا ممکن نہ ہو تو اس میں بیع سلم جائز نہ ہوگی⑥

① یعنی عقد سلم تب درست ہوگا جب جدا ہونے سے پہلے رَاْس المال پر قبضہ ہو جائے۔ عام ازیں وہ قبضہ ابتدائے مجلس میں ہو یا آخر میں کیونکہ مجلس کے سارے لحات بمنزلہ ایک ساعۃ کے ہوتے ہیں یہاں تک کہ اگر دونوں کھڑے ہو کر چلنے لگے مگر بدنی جدائی سے پہلے قبضہ کرلیا تب بھی جائز ہے بلکہ ایک دو میل کی دوری بھی ہو جائے مگر نظروں سے اوجھل نہ ہوں تو قبضہ جائز ہے۔
(البنایہ ج7 ص451 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② یہ تو سابق سے معلوم ہو چکا کہ رَاْس المال پر قبضہ شرط ہے اب یہ دو حال سے خالی نہیں اصل مال نقود کی جنس سے ہوگا جیسے درہموں و دینار جو متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے یا اصل مال عین شیء ہوگا جو متعین ہوتا ہے مثلاً تھان اور حیوان وغیرہ پہلی صورت میں قبضہ اس لئے شرط ہے کہ اگر قبضہ نہ ہوگا

تو یہ دین کے بدلے دین سے جدائی ہوگی اور اگر رأس المال کوئی متعین چیز ہو تو اس میں قبضہ اس لئے شرط ہوگا کیونکہ بیع سلم کا مطلب ہے کہ ثمن پہلے لو اور مبیعہ بعد میں دو کیونکہ اسلام اور لفظ سلاف دونوں فی الحال لینے کو بتاتے ہیں تو اس اسم کے معنی مستحق ہونے کے لئے عوضین میں سے ایک پر قبضہ ہونا ضروری ہے۔ (البنایہ ج7 ص451 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ کیونکہ جب کپڑے کا طول عرض معلوم ہو جائے گا تو جہالت ختم ہو جائے گی لیکن اگر کپڑا ریشمی ہوا تو اس میں جنس اور وزن کا بیان بھی ضروری ہے کیونکہ اس میں مقصود اصلی ہی یہی ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص504 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ کیونکہ ان میں بہت زیادہ فرق محسوس کرتا ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

⑤ کیونکہ اینٹ عددی چیز ہے جب سانچہ معلوم ہوگا تو اس کا ضبط ممکن ہوگا جب کہ اس کی لمبائی چوڑائی معلوم ہو۔ (الجوھرۃ النیرۃ بحوالۃ سابقۃ)

⑥ وجہ واضح ہے کہ جب ضبط اور مقدار کا تعین ہوگا تو جھگڑا نہ ہوگا نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ماحول مدینہ مشاہدہ فرمایا کہ لوگ دو اور تین سال تک کے لئے پھلوں کی بیع کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا جو کسی چیز کی بیع کرے تو کیل، وزن اور مدت لازمی معلوم ہو۔ (صحیح مسلم شریف ص31 قدیمی کتب خانہ، کراچی)

وَيَجُوْزُ بَيْعُ الْكَلْبِ وَالْفَهْدِ وَالسِّبَاعِ وَلَا يَجُوْزُ بَيْعُ الْخَمْرِ وَ الْخِنْزِيْرِ وَلَا يَجُوْزُ بَيْعُ دُوْدِ الْقَزِّ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ الْقَزِّ وَلَا النَّحْلِ اِلَّا مَعَ الْكُوَّارَاتِ، وَاَهْلُ الذِّمَّةِ فِي الْبِيَاعَاتِ كَالْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا فِي الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيْرِ خَاصَّةً فَاِنَّ عَقْدَهُمْ عَلَى الْخَمْرِ كَعَقْدِ الْمُسْلِمِ عَلَى الْعَصِيْرِ وَ عَقْدُهُمْ عَلَى الْخِنْزِيْرِ كَعَقْدِ الْمُسْلِمِ عَلَى الشَّاةِ۔

ترجمہ: اور جائز ہے کتے، چیتے اور درندے کی بیع سلم ① اور شراب اور سور کی بیع جائز نہ ہوگی ② اور ریشم کے کپڑے کی بھی ③ بیع جائز نہ ہوگی مگر ریشم کے ہمراہ اور شہد کی مکھی کی بیع بھی چھتوں کے بغیر جائز نہ ہوگی اور ذمی ④ کافر کاروبار میں مسلمانوں کی مانند ہے مگر شراب اور سور میں خصوصی طور پر کیونکہ شراب پر ان کا

سودا ایسا ہے جیسے مسلمان کا جوس (شربت) پر اوران کا عقد سور پر ایسا ہے جیسے
مسلمان کا عقد بکری پر ہے ۞

① درندے سے مراد شیر وغیرہ اور مطلق کتے کا ذکر کر کے بتادیا کہ معلم اوران پڑ دونوں کتوں کا ایک ہی حکم ہے کتے کی بیع تو اس لیے جائز ہے کہ وہ گھر کی حفاظت اور شکار کا فائدہ دیتا ہے لہٰذا بیع کا محل ہوا اور حقیقۃً وشرعاً قابل نفع مال ہوا لیکن امام شافعی علیہ الرحمۃ کتے کی بیع کے جواز کے قائل نہیں ہیں کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں حرام کمائی میں سے زنا کی اجرت اور کتے کا ثمن شمار کیا گیا ہے اور عقلی دلیل یہ دیتے ہیں کہ کتا نجس العین ہوتا ہے نجس العین ہونا بتاتا ہے کہ محل یعنی کتا جس میں ذاتی نجاست ہے ذلیل وحقیر ہے اور اس کی بیع کے جواز کا قائل ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کا محل قابل عزت ہے حالانکہ شریعت نے اس کوارزل المخلوقات میں سے پیدا کر کے بے عزت کیا ہے لہٰذا اس کی بیع جائز نہ ہوگی ہماری دلیل یہ ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتے کی بیع سے منع تو فرمایا لیکن ساتھ ساتھ شکاری کتے کا استثناء بھی فرمایا ہے نیز جب اس سے گھر کی حفاظت کا کام لیا جاتا ہے تو یہ مال ٹھہرا لہٰذا اس کی بیع جائز ہوگی بخلاف موذی مہلک کیڑے مکوڑوں کے کہ ان سے نفع نہیں لیا جاتا اور جو حدیث امام شافعی نے پیش کی یہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے یعنی یہ حکم اس وقت تھا جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتے مار ڈالنے کا حکم صادر فرمایا تھا لیکن بعد میں آپ نے کتوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دے دی تھی نیز نجس العین نفع نہ اٹھانے کی دلیل نہیں بن سکتی دیکھیں گوبر، مینگنی اور غلیظ کھاد کی بیع ہمارے نزدیک جائز اور اس سے نفع اٹھانا بھی جائز ہے، یہی حکم شیر اور چیتے کا بھی ہے جب کہ یہ چیزیں پلید ہیں۔ (البنایہ ج7 ص282 تا286 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② شراب اور سور کی بیع اس لئے ناجائز ہوگی کیونکہ یہ دونوں حرام ہیں نیز صحیح مسلم شریف میں حضرت عبدالرحمٰن بن وخلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انگوری شراب کے بارے میں پوچھا آپ نے جواباً فرمایا کہ ایک شخص نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں خمر بطور ہدیہ پیش کیا آپ نے فرمایا تجھے معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کا پینا حرام کر دیا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں پھر اس نے کسی سے سرگوشی کی آپ نے دریافت کیا کہ کیا سرگوشی کی ہے؟ عرض کی میں نے اس کے بیچنے کے لئے کہا ہے آپ نے فرمایا کہ جس نے اس کا پینا حرام کیا ہے اس نے اس کا بیچنا بھی حرام کیا پھر اس نے توشہ دان کو کھولا اس میں جو شراب تھی سب بہہ گئی اور عقل کا تقاضا یہی ہے کہ اس کی بیع نہ ہو کیونکہ بیع مال کی ہوتی ہے اور یہ مال نہیں ہے عندالمسلم۔

③ اصل قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز مال نہ ہو اور نجس العین ہو تو دوسروں کے تابع ہو کر اس کی بیع جائز ہوتی ہے لہٰذا ریشم کا کپڑا الگ مال نہیں ہے لہٰذا الگ اس کی بیع نا جائز ہوگی البتہ ریشم کے ساتھ کپڑے ہوں یوں ہی شہد کی مکھیوں کی بیع شہد کے چھتوں کے ساتھ جائز ہوگی۔

④ جو کافر مسلمانوں کی سلطنت میں ٹیکس دیکر رہ رہا ہو اس کو ذمی کہا جاتا ہے یہ کاروبار اور تجارتی معاملات میں مسلمانوں کی طرح ہیں ان سے کاروبار جائز ہے لہٰذا امریکہ، برطانیہ، روس، چائنہ سے پاکستان کے تجارتی معاملات درست ہیں کیونکہ حدیث سے ثابت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھے ایک مشرک آدمی آیا جو مضبوط اور لمبے قد کا تھا اور وہ بکری کو ہانک رہا تھا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا بیچنے کے لئے ہے؟ یا عطیہ کی ہے؟ یا ھبہ کی؟ مشرک نے کہا بیچنے کے لئے پھر آپ نے اس سے بکری خرید لی۔

(بخاری باب الشّرٰی ص295 قدیمی کتب خانہ کراچی)

⑤ یعنی ذمیوں کو آپس میں شراب اور سور بیچنا جائز ہے کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق وہ مال ہیں لہٰذا جس طرح مسلمان مشروبات یا جوس وغیرہ کی آپس میں بیع کر سکتے ہیں اسی طرح وہ شراب اور سور کی کر سکتے ہیں نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا حضرت سفیان نے کہا کہ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ ذمیوں کے ٹیکس میں شراب اور سود مت لیا کرو لیکن ان کو سور اور شراب کی خرید و فروخت کرنے کے لئے چھوڑ دو اور ان کی قیمت میں جزیہ لو۔

(سنن الکبری البیہقی ج4 ص346 ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

① كِتَابُ الصَّرْفِ (بیع صرف کے احکام)

اَلصَّرْفُ هُوَ الْبَيْعُ اِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْعِوَضَيْنِ مِنْ جِنْسِ الْاَثْمَانِ فَاِنْ بَاعَ فِضَّةً بِفِضَّةٍ اَوْ ذَهَبًا بِذَهَبٍ لَمْ يَجُزْ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَاِنِ اخْتَلَفَا فِي الْجَوْدَةِ وَالصِّيَاغَةِ وَلَا بُدَّ مِنْ قَبْضِ الْعِوَضَيْنِ قَبْلَ الْاِفْتِرَاقِ وَاِذَا بَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ جَازَ التَّفَاضُلُ وَوَجَبَ التَّقَابُضُ وَاِنِ افْتَرَقَا فِي الصَّرْفِ قَبْلَ قَبْضِ الْعِوَضَيْنِ اَوْ اَحَدِهِمَا بَطَلَ الْعَقْدُ۔

ترجمہ: بیع صرف اس بیع کا نام ہے جس میں دو عوضوں میں سے ہر ایک ثمنوں کی

جنس سے ہو پس اگر کسی نے چاندی کو چاندی کے بدلے اور یا سونے کو سونے کے بدلے بیچا اب جائز نہ ہوگا① مگر برابری کی صورت میں اگرچہ عمدگی اور گھٹائی میں فرق ہو② لہٰذا دونوں عوضوں پر جدا ہونے سے پہلے پہلے③ قبضہ کرنا ضروری ہے اور جب سونے کو چاندی کے بدلے بیچا تو زیادتی جائز ہے لیکن قبضہ کرنا واجب ہے اور اگر بائع اور مشتری بیع صرف کی صورت میں عوضین پر یا ان میں سے کسی ایک عوض پر قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائے گی④

① صرف کا لغوی معنی زیادتی اور پلٹنے کے ہیں اسی سے وہ دعا بھی لی گئی ہے اِصْرِفْ عَنَّا كَيْدَ الْكَائِدِيْنَ وَ صَرِّفِ اللّٰهُ عَنْكَ السُّوْءَ، ترجمہ اللہ تعالیٰ پلٹ دے ہم سے مکر کرنے والوں کے مکر کو اور اللہ تعالیٰ تجھ سے برائی کو پھیر دے اور اصطلاح شرع میں هُوَ بَيْعُ جِنْسِ الْاَثْمَانِ بَعْضَهٗ بِبَعْضٍ۔ اَثْمَان (سونا/ چاندی) کی جنس کی آپس میں بیع کرنا اس کو بیع صرف کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں بائع اور مشتری کے ہاتھ میں جو کچھ سونا چاندی میں سے ہوتا ہے اس کو مجلس کے اندر اندر دوسرے ساتھی کی طرف لوٹانا لازمی ہوتا اس لیے اس کو بیع صرف کہا جاتا ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج 1 ص 276 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

② علامہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مال کی تین اقسام ہیں (1) ایک قسم وہ ہے جو ہر حال میں ثمن ہے وہ درہم و دینار ہیں۔(2) دوسری قسم وہ ہے جو ہر حال میں بیع ہے یہ وہ چیزیں ہیں جو ذوات الامثال نہ ہوں جیسے مصنوعات اور مویشی وغیرہ۔(3) تیسری قسم وہ ہے جو کبھی ثمن اور کبھی مبیع ہوتی ہیں جیسے ماپ تول والی چیزیں ان میں سے جس چیز کو عقد میں عوض قرار دیا جائے وہ ثمن ہوتی ہے اس کی جمع الثال ہے دوسری مبیع ہوتی ہے اس بیع کے جواز کی دلیل مشہور حدیث ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے، نمک نمک کے بدلے برابر برابر ہاتھوں ہاتھ لو پس جس نے زیادہ دیا یا مانگا تو سود کا کام کیا لینے والے اور دینے والے سب برابر ہیں۔ (حوالہ نمبر 1۔ مسلم شریف باب الصرف ج 1 ص 24 قدیمی کتب خانہ کراچی، حوالہ نمبر 2۔ المبسوط ج 14 ص 2 مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت)

③ کھرے کھوٹے کا فرق نہیں ہے کیونکہ حدیث میں جَيِّدُهَا وَرَدِيُّهَا فِيْهِ سَوَاءٌ۔ ترجمہ: کہ

عمدہ اور ردی دونوں برابر ہیں، نیز عمدہ کھوٹا ہونا صفت ہے اور صفت موصوف کے بغیر نہیں ہوتی۔

(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص277 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

④ یعنی بیع اور ثمن دونوں پر فریقین کا قبضہ کرنا ضروری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عقد میں تعین قبضہ سے ہی ہوتا ہے کیونکہ درہم اور دینار غیر متعین ہوتے ہیں اس لئے مجلس میں قبضہ ضروری ہے کیونکہ شریعت میں حالتِ مجلس حالتِ عقد کے قائم مقام ہے اور جب قبضہ سے تعین ہو جاتا ہے تو اس کو عقد میں بمنزلہ موجود مانا جائے گا اور چونکہ بیع صرف میں ایک عوض کو دوسرے عوض پر ترجیح نہیں ہے اس لئے ہم نے بیع صرف میں دونوں عوضوں پر قبضہ ضروری قرار دیا ہے۔ (المبسوط ج14 ص3 مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت)

⑤ یعنی حنفیوں کے نزدیک بیع صرف کی صحت کے لئے یہ ضروری ہے کہ بائع ثمن پر اور خریدار مبیعہ پر مجلس میں قبضہ کرلیں جب کہ دوسری بیوع میں بیع اور ثمن کی صرف تعین کافی ہوتی ہے اور مجلس میں قبضہ کرنا ضروری نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ سونا اور چاندی چونکہ پیدائشی طور پر ثمن ہیں اس لئے وہ غیر متعین ہیں اور جب تک مجلس میں ان پر قبضہ نہ کرلیا جائے وہ متعین نہیں ہوتے اس کے برخلاف باقی اشیاء چونکہ ثمن نہیں ہیں اس لئے وہ صرف اشارے کی تعین سے متعین ہو جاتی ہیں نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم سے خریدار گھر جانے کی مہلت طلب کرے تو اس کو مہلت نہ دو نیز ایک عوض پر قبضہ کرنا ضروری ہے تاکہ یہ عقد بیع الثمن بالثمن سے نکل جائے اور دوسرا عوض بھی ثمنیت میں پہلے عوض کے مساوی ہے اس لئے اس پر قبضہ ضروری ہے تاکہ ترجیح بلا مرجح لازم نہ آئے اس لئے دونوں عوضوں پر قبضہ کرنا ضروری ہے خواہ وہ مصنوعات کی طرح متعین ہوں یا سکوں کی طرح غیر متعین ہوں یا ایک متعین اور دوسرا غیر متعین ہو کیونکہ حدیث شریف میں مطلقاً سونے اور چاندی ہاتھوں ہاتھ فروخت کرنے کا حکم دیا ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص104۔105 مطبوعہ مکتبہ شرکتِ علمیہ، ملتان)

وَلَا يَجُوْزُ التَّصَرُّفُ فِيْ ثَمَنِ الصَّرْفِ قَبْلَ قَبْضِهٖ وَ يَجُوْزُ بَيْعُ الذَّهَبِ بِالْفِضَّةِ مُجَازَفَةً وَّمَنْ بَاعَ سَيْفاً مُّحَلًّى بِمِائَةِ دِرْهَمٍ وَّ حِلْيَتُهٗ خَمْسُوْنَ دِرْهَماً فَدَفَعَ مِنْ ثَمَنِهٖ خَمْسِيْنَ دِرْهَماً جَازَ الْبَيْعُ وَ كَانَ الْمَقْبُوْضُ مِنْ حِصَّةِ الْفِضَّةِ وَاِنْ لَّمْ يُبَيِّنْ ذَالِكَ وَكَذَالِكَ اِنْ قَالَ خُذْ هٰذِهِ الْخَمْسِيْنَ مِنْ ثَمَنِهِمَا فَاِنْ لَّمْ يَتَقَابَضَا حَتّٰى اِفْتَرَقَا بَطَلَ الْعَقْدُ فِي الْحِلْيَةِ

وَاِنْ كَانَ لَا يَتَخَلَّصُ اِلَّا بِضَرَرٍ وَاِنْ كَانَ يَتَخَلَّصُ بِغَيْرِ ضَرَرٍ جَازَ الْبَيْعُ فِي السَّيْفِ وَبَطَلَ فِي الْحِلْيَةِ۔

ترجمہ: اور جائز نہیں ہے بیع صرف کے ثمن میں تصرف کرنا قبضہ سے پہلے پہلے ① اور سونے کی بیع چاندی سے اندازۃً ② جائز ہے کسی نے زیور والی تلوار بیچی سو درہم کے بدلے میں اور اس کا زیور پچاس درہموں کا پھر اس کی قیمت میں سے پچاس درہم دیئے تو بیع جائز ہوگی ③ اور رقم قبضہ اسی کے حساب سے چاندی کے حصہ میں سے ہوگی اگرچہ اس کو واضح بیان نہیں کیا اور ایسے ہی بیع جائز ہوگی اگر کہا اس کے ثمن میں سے پچاس کو لے لو ④ پس اگر دونوں نے قبضہ نہیں کیا یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے تو زیور میں عقد باطل ہو جائے گا اور اگر بغیر نقصان ⑤ کے زیور الگ ہو سکتا ہے تو تلوار میں بیع جائز اور زیور میں باطل ہوگی۔

① یعنی بیع صرف کے ثمن پر ابھی قبضہ نہیں کیا اور اس کے ذریعے کوئی خریداری کرنا چاہتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ بیع صرف میں جانبین سے ثمن ہیں اس لئے کسی ایک کو ترجیح دیئے بغیر دونوں مبیع کے درجہ میں ہیں اور قبضہ کرنے سے پہلے مبیع کو بیچنا جائز نہیں ہوتا لہٰذا اگر ایک دینار کو دس درہموں کے بدلے بیچا پھر دس پر قبضہ کرنے سے پہلے ان دس کے ساتھ کپڑے کو خریدا اور کسی مکیلی یا موزونی چیز کو خریدا تو اس صورت میں بیع فاسد ہوگی۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 508 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② کیونکہ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ کمی زیادتی ہوگی اور سونے کو چاندی کے بدلے کمی زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہے کیونکہ دو جنس ہو گئے بحکم حدیث جب اصناف و انواع الگ الگ ہو جائیں پھر جیسے چاہو ہاتھوں ہاتھ بیع دو اس لئے مجازفۃً یعنی اندازہ سے بیچنا جائز ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج 1 ص 509 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

③ یعنی لوہے کی تلوار فروخت کی جس میں پچاس درہم کا زیور لگا ہوا تھا پچاس درہم نقد دیا پچاس ادھار کیا تو اب پوری تلوار اور زیور کی بیع اس لئے جائز ہوگی کیونکہ زیور کی قیمت مجلس میں دینا ضروری تھا کیونکہ وہ چاندی اور ثمن ہے اور چاندی کی بیع چاندی سے ہو رہی ہے اس لئے برابری ضروری ہے اب جو پچاس درہم دیئے وہ پچاس درہم کے برابر زیور کے بدلے میں ہوئے اور باقی پچاس لوہے کی تلوار کے بدلے میں ہے جو ادھار ہے لہٰذا مجلس میں جو پچاس دیئے وہ زیور کے بدلے میں سمجھا جائے گا تا کہ بیع درست ہو۔

(الجوھرۃ النیرۃ بحوالہ سابقہ)

④ یعنی اسی طریقے سے بیع جائز ہوگی جب کہا اس کے ثمن میں سے یہ پچاس لے لو کیونکہ مسلمانوں کے امور حتی الامکان درستگی پر محمول کرنے چاہئے اور یہ تب ہی ممکن ہوسکتا ہے جب مقبوض کو اس کی طرف پھیرا جائے جو قبضہ کا مستحق ہے۔ (الجوھرۃ النیر ۃ بحوالۃ سابقۃ)

⑤ کیونکہ تلوار کی قیمت پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے اور زیور کی بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ اس کی قیمت پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری تھا ورنہ سود ہوگا۔ (کتب عامہ)

وَمَنْ بَاعَ اِنَاءَ فِضَّةٍ ثُمَّ افْتَرَقَا وَقَدْ قَبَضَ بَعْضَ ثَمَنِهٖ بَطَلَ الْعَقْدُ فِيْمَا لَمْ يُقْبَضْ وَ صَحَّ فِيْمَا قُبِضَ وَكَانَ الْاِنَاءُ مُشْتَرَكًا بَيْنَهُمَا وَاِنِ اسْتُحِقَّ بَعْضُ الْاِنَاءِ كَانَ الْمُشْتَرِیْ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ اَخَذَ الْبَاقِیْ بِحِصَّتِهٖ مِنَ الثَّمَنِ وَاِنْ شَاءَ رَدَّهٗ وَمَنْ بَاعَ قِطْعَةَ نُقْرَةٍ فَاسْتُحِقَّ بَعْضُهَا اَخَذَ مَا بَقِیَ بِحِصَّتِهٖ وَلَا خِيَارَ لَهٗ۔

ترجمہ: اور کسی نے چاندی کے برتن کو بیچا پھر دونوں جدا ہو گئے اس حال میں کہ بعض ثمن پر قبضہ کیا تو عقد اس میں باطل ہوگا جس میں قبضہ نہیں کیا① اور اس میں درست ہوگا جس میں قبضہ کیا اور برتن باہمی مشترک ہو جائے گا، اگر بعض برتن کا کوئی مستحق نکل آیا اب مشتری کی مرضی ہے چاہے تو بعینہ اس کو اس کے ثمن کے حصے کے ساتھ لے لے چاہے واپس کر دے② اور جس نے چاندی کا ٹکڑا بیچا پھر اس کے بعض کا کوئی مستحق نکل آیا تو لے گا جو باقی ہے اس کے حصے کے ثمن کے بدلے اور اس کو کوئی خیار نہ ہوگا③

① واضح بات ہے اور قانون ہے اِذَا وُجِدَ الشَّرْطُ وُجِدَ الْمَشْرُوْطُ وَاِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ، ترجمہ: جب شرط پائی جائے تو مشروط بھی پایا جاتا ہے اور جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے کیونکہ دونوں جانب چاندی ہے اس لئے دونوں پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری تھا اور یہاں آدھے پر قبضہ ہوا ہے اس لئے اتنی مقدار کی بیع ہو جائے گی۔

(الجوھرۃ النیر ۃ ج1 ص509 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② یعنی بطور استحقاق کے کوئی مستحق نکل آیا مثلاً برتن تین سو کا تھا اس نے کہا ڈیڑھ سو میرا خرچ ہوا

تھا اب گویا آدھا ایک اور آدمی کا ہوگا اور نصف مشتری کا ہوگا چونکہ برتن میں شراکت معیوب سمجھی جاتی ہے اس لئے مشتری کو لینے اور فسخ کرنے میں اختیار ہوگا۔ (البنایہ ج7 ص514 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

④ مثال کے طور پر پانچ سو درہم کی چاندی کی ڈلی تھی اس کو خرید ابعد میں اس کی آدھی کا اڑھائی سو کا کوئی مستحق نکل آیا تو مشتری آدھی قیمت ڈیڑھ سو دیکر آدھا لے لے لیکن اس صورت میں مشتری کو اختیار نہ ہوگا کیونکہ چاندی کی ڈلی ٹکڑے ٹکڑے ہوسکتی ہے اس لئے اس میں شرکت نہ ہوگی جو عیب کا باعث ہو اس لئے لامحالہ مشتری کو لینا ہی پڑے گا اور اس کو بیع رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا بخلاف برتن والی صورت مذکورہ کے کیونکہ برتن کے ٹکڑے کرنے میں نقصان ہے۔

(البنایہ ج7 ص514 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَمَنْ بَاعَ دِرْهَمَيْنِ وَ دِيْنَارًا بِدِيْنَارَيْنِ وَ دِرْهَمٍ جَازَ الْبَيْعُ وَجُعِلَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْجِنْسَيْنِ بَدْلًا مِّنْ جِنْسِ الْاٰخَرِ وَمَنْ بَاعَ اَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَ دِيْنَارٍ جَازَ الْبَيْعُ وَ كَانَتِ الْعَشَرَةُ بِمِثْلِهَا وَالدِّيْنَارُ بِدِرْهَمٍ وَيَجُوْزُ بَيْعُ دِرْهَمَيْنِ صَحِيْحَيْنِ وَدِرْهَمٍ غَلَّةٍ بِدِرْهَمٍ صَحِيْحٍ وَدِرْهَمَيْنِ غَلَّةٍ وَاِنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الدَّرَاهِمِ الْفِضَّةُ فَهِيَ فِيْ حُكْمِ الْفِضَّةِ وَاِنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَى الدَّنَانِيْرِ الذَّهَبُ فَهِيَ فِيْ حُكْمِ الذَّهَبِ فَيُعْتَبَرُ فِيْهِمَا مِنْ تَحْرِيْمِ التَّفَاضُلِ مَا يُعْتَبَرُ فِي الْجِيَادِ وَاِنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَيْهِمَا الْغِشُّ فَلَيْسَا فِيْ حُكْمِ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيْرِ فَهُمَا فِيْ حُكْمِ الْعُرُوْضِ فَاِذَا بِيْعَتْ بِجِنْسِهَا مُتَفَاضِلًا جَازَ الْبَيْعُ۔

ترجمہ: اور جس شخص نے دو درہموں اور ایک دینار کو دو دیناروں اور ایک درہم کے بدلے بیچا تو بیع جائز ہوگی① اور دونوں جنسوں میں سے ہر جنس کو دوسری کا بدل بنا دیا جائے گا اور جس نے گیارہ درہم کو دس درہم اور ایک دینار کے بدلے بیچا تو بیع جائز ہوگی دس درہم اپنی مثل دس درہم کے بدلے ہو جائیں گے اور

ایک دینار ایک درہم کے بدلے[1] ہو جائے گا اور جائز ہے[2] دو صحیح درہموں کی اور ایک ملاوٹ والے درہم کی بیع ایک صحیح درہم کے بدلے اور دو کھوٹے درہم کے بدلے اور اگر دراہم پر چاندی کا غلبہ ہوگا تو وہ چاندی کے حکم میں ہوگا[3] اور اگر دینار پر سونے کا غلبہ ہوگا تو وہ سونے کے حکم میں ہوگا تو ان دونوں میں کمی بیشی کے حرام ہونے کا وہی اعتبار کیا جائے گا جو عمدہ میں اعتبار کیا جاتا ہے اور اگر ان دونوں پر کھوٹ غالب ہے تو وہ درہم و دینار کے حکم میں نہ ہوں گے بلکہ وہ سامان کے حکم میں ہوں گے پھر جب ان کو ہم جنس کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ بیچا گیا تو ان کی بیع جائز ہوگی۔

① کیونکہ جب عقد کی دو جہتیں ہوں (1) درست۔ (2) غلط تو قانون کے مطابق اس کو درست جہت پر محمول کیا جاتا ہے امام زفر اس بیع کے عدم جواز کے قائل ہیں۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص510 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② صورت مسئلہ ترجمہ ہی سے واضح ہے۔

③ صاحب جوھرۃ فرماتے ہیں درست عبارت یوں ہے یَجُوْزُ بَیْعُ دِرْهَمٍ صَحِیْحٍ وَدِرْهَمَیْنِ غَلَّتَهٗ بِدِرْهَمَیْنِ صَحِیْحَیْنِ وَدِرْهَمٍ غَلَّةً۔ ترجمہ: کہ بیع جائز ہوگی ایک صحیح درہم اور دو ٹوٹے ہوئے درہموں کی دو صحیح درہموں اور ایک ٹوٹے ہوئے درہم کے بدلے۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص511 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

④ چونکہ خالص چاندی کا سکہ نہیں بن سکتا یوں ہی خالص سونے کا سکہ نہیں بن سکتا بلکہ لامحالہ ان میں کچھ نہ کچھ دوسری دھات ملانی پڑتی ہے اس لئے معمولی ملاوٹ کا اعتبار نہیں وہ عمدہ کے حکم میں ہے اور اگر آدھے سے زیادہ ملاوٹ ہوگئی اب یہ خالص سونے چاندی کے حکم میں نہیں رہی بلکہ سامان کے حکم میں ہوگئی کیونکہ اصول ہے لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ ترجمہ: اکثر کے لئے گویا کل کا حکم نافذ کیا جاتا ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ بحوالہ سابقہ بتغیر یسیر)

وَاِنِ اشْتَرٰی بِهَا سِلْعَةً ثُمَّ كَسَدَتْ فَتَرَكَ النَّاسُ الْمُعَامَلَةَ بِهَا قَبْلَ الْقَبْضِ بَطَلَ الْبَيْعُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ قِيْمَتُهَا يَوْمَ الْبَيْعِ وَ قَالَ مُحَمَّدٌ

رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ قِيْمَتُهَا اٰخِرَ مَا يَتَعَامَلُ النَّاسُ وَيَجُوْزُ الْبَيْعُ بِالْفُلُوْسِ النَّافِقَةِ وَاِنْ لَّمْ تَتَعَيَّنْ وَاِنْ كَانَتْ كَاسِدَةً لَّمْ يَجُزِ الْبَيْعُ بِهَا حَتّٰى يُعَيِّنَهَا وَاِذَا بَاعَ بِالْفُلُوْسِ النَّافِقَةِ ثُمَّ كَسَدَتْ قَبْلَ الْقَبْضِ بَطَلَ الْبَيْعُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: اور اگر کھوٹے درہم کے بدلے سامان خریدا پھر وہ رائج نہ رہا① لوگوں نے مبیعہ پر قبضہ جمانے سے پہلے پہلے معاملہ چھوڑ دیا تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیع باطل ہوگی② اور امام ابو یوسف نے فرمایا جو سکے کی اس دن بازار میں قیمت ہوگی وہ لازماً دینا پڑے گی③ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس پر اس آخری دن کے مطابق قیمت ہوگی جب لوگ اس سکے کا معاملہ کرتے تھے④ اور جائز ہے بیع رائج الوقت پیسوں سے اگرچہ متعین نہ کرے⑤ اور اگر سکے رائج نہ ہوں تو بیع جائز نہ ہوگی یہاں تک کہ ان کو متعین کرے اور اگر رائج پیسوں سے بیچا پھر ان کا رسم ورواج ختم ہوگیا مبیعہ پر قبضہ کرنے سے پہلے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی۔

① رائج نہ رہنے کا مطلب ہے تمام شہروں میں ختم ہو جائے لیکن اگر ایک شہر میں رائج ہو اور دوسرے میں رائج نہ ہو اب اس صورت میں بیع فاسد نہ ہوگی کیونکہ وہ ہلاک نہیں ہوا کسدت کی قید احترازی ہے کیونکہ اگر وہ ختم نہ ہوا لیکن مہنگا یا سستا ہوگیا تو اب اس صورت میں بالاتفاق اس کی مثل لوٹانا پڑے گی۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص512 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

② امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک لوگوں میں اس کا رواج ہو وہ سکے کے درجے میں ہیں اور جس دن رواج ختم ہوا وہ اس دن سے سامان کے درجے میں ہیں لہٰذا جب وہ سامان بن گئے اب ان کی ثمنیت ختم ہوگئی اس لئے بیع بغیر ثمن کے باقی رہی اور بیع بغیر ثمن کے ہو تو بیع فاسد ہوتی ہے چونکہ مبیعہ پر مشتری کا قبضہ نہیں ہوا لہٰذا مبیعہ بائع کے پاس رہے گا اور مشتری کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔
(الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص279 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

③ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر صاحب نہایہ نے فتویٰ ذکر کیا آپ فرماتے ہیں بوقت بیع سکوں کی ثمنیت تھی بعد میں ختم ہوئی اس لئے ان سکوں کی قیمت دی جائے گی چونکہ بیع کے وقت ان

سکوں کی قیمت درہم سے کی تھی اور بائع اور مشتری کے ذھن میں بھی یہی ملحوظ تھی اس لئے بیچنے کے وقت جوان سکوں کی قیمت ہوگی وہی مشتری پر لازم ہوگی۔

④ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ واضح بات ارشاد فرماتے ہیں جب تک سکے موجود تھے وہی ہم دینے کے پابند تھے اب جس دن لوگوں نے ان کا لین دین چھوڑا اس دن سے سکے قیمت کی طرف منتقل ہوں گے اور وہی قیمت دیکر مبیع لے لے گا۔ (الاختیار بحوالۃ سابقۃ)

⑤ کیونکہ وہ اثمان میں سے سونا چاندی کی طرح ہیں اور اگر ختم ہو گئے تھے اب متعین کرے کیونکہ اب وہ سامان ہیں۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج1 ص278 مکتبہ حقانیہ، پشاور)

وَمَنِ اشْتَرٰی شَیْئًا بِنِصْفِ دِرْهَمٍ مِّنْ فُلُوْسٍ جَازَ الْبَیْعُ وَ عَلَیْهِ مَا یُبَاعُ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ مِّنْ فُلُوْسٍ وَّ مَنْ اَعْطٰی صَیْرَفِیًّا دِرْهَمًا فَقَالَ اَعْطِنِیْ بِنِصْفِهٖ فُلُوْسًا وَبِنِصْفِهٖ نِصْفًا اِلَّا حَبَّةً فَسَدَ الْبَیْعُ فِی الْجَمِیْعِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَقَالَا جَازَ الْبَیْعُ فِی الْفُلُوْسِ وَبَطَلَ الْبَیْعُ فِیْمَا بَقِیَ وَلَوْ قَالَ اَعْطِنِیْ نِصْفَ دَرْهَمٍ فُلُوْسًا وَ نِصْفًا اِلَّا حَبَّةً جَازَ الْبَیْعُ وَلَوْ قَالَ اَعْطِنِیْ دِرْهَمًا صَغِیْرًا وَّزْنُهٗ نِصْفَ دِرْهَمٍ اِلَّا حَبَّةً وَالْبَاقِیْ فُلُوْسًا جَازَ الْبَیْعُ وَ کَانَ النِّصْفُ اِلَّا حَبَّةً بِاِزَاءِ الدِّرْهَمِ الصَّغِیْرِ وَالْبَاقِیْ بِاِزَاءِ الْفُلُوْسِ۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کوئی چیز آدھے درہم کے پیسے کے بدلے خریدی تو بیع جائز ہوگی اور اس مشتری پر اتنی مقدار پیسے لازم ہوں گے جو آدھے درہم کے پیسے کے بدلے میں بیچے جاتے ہیں① اور اگر کسی نے صرافے (جیولر) کو ایک درہم دیا اور کہا آدھے درہم کے بدلے پیسے دے دو اور آدھے درہم کا درہم دے دو لیکن ایک دانہ (رتی) کے علاوہ (کم دو) تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک تمام میں بیع باطل ہو جائے گی② اور صاحبین کے نزدیک پیسے میں بیع جائز ہوگی اور بقایا میں بیع باطل ہوگی اور اگر کہا کہ مجھے آدھے درہم کے پیسے دو اور آدھے کے مگر ایک رتی کم درہم دو تو اب سب کے نزدیک بیع جائز ہوگی③

اور اگر کہا کہ مجھے چھوٹا درہم دو جس کا وزن آدھا درہم ہو سوائے ایک رتی کے اور باقی کے پیسے دو تو بیع جائز ہوگی اور ہوگا آدھا درہم سوائے رتی کے چھوٹے درہم کے بدلے اور باقی پیسے کے بدلے۔

① یعنی اگر کسی نے کوئی چیز نصف فلوس کے بدلے خریدی اور بائع کو یوں کہا کہ میں نے اس سامان کو تجھ سے آدھے درہم فلوس کے بدلے خرید لیا اس نے کہا کہ میں نے تجھ پر بیچ دیا اور یہ واضح نہیں کیا کہ وہ پیسے کتنے ہیں تو خریداری درست قرار پائے گی اب مشتری پر اتنے پیسے واجب ہوں گے جتنے آدھے درہم میں بکتے ہیں لیکن حضرت امام زفر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ صورت میں خریداری نا جائز ہے کیونکہ اس نے وہ چیز فلوس کے بدلے خریدی ہے اور فلوس کا اندازہ گنتی سے لگایا جاتا ہے نہ کہ نصف درہم سے لہٰذا فلوس کی گنتی بیان کرنا ضروری ہے ورنہ ثمن مجہول رہے گا اور بیع نا جائز رہے گی ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ثمن مجہول نہیں کیونکہ نصف درہم ذکر کرنے کے بعد پھر نصف کو موصوف کیا اور فلوس اس کی صفت لائے تو معلوم ہو گیا کہ اس نے قول مذکور سے اتنے کا ہی ارادہ کیا ہے جتنے نصف درہم سے فروخت ہوتے ہیں اس لئے فلوس کی گنتی ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (البنایہ ج7 ص532 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

② امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک کل عقد باطل ہوگا کیونکہ یہاں سودا ایک اور متحد ہے اور عقد کے ساتھ ملنے کی وجہ سے فساد قوی ہے لہٰذا فساد کل سودے میں پھیل جائے گا جیسا کہ اس کی مثال پہلے گزر بھی چکی ہے کہ اگر غلام اور آزاد کو اکٹھا کر کے ایک سودے میں فروخت کریں اور ہر ایک کی علیحدہ قیمت بیان نہ کریں تو باتفاق ائمہ کل عقد فاسد ہوگا اور اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کر دیا تو اب صاحبین کے نزدیک غلام میں عقد درست ہوگا آزاد میں فاسد جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک کل میں فاسد ہوگا۔ (البنایہ ج7 ص534 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

③ کیونکہ اس نے نصف درہم کو فلوس کے مقابلہ میں بنایا اور باقی نصف کو اس درہم کے مقابلے میں رکھا جس کا وزن نصف درہم ہے مقابلہ میں مساوات کی وجہ سے سب کے نزدیک جائز ہوگا۔

(الجوھرۃ النیرۃ ج1 ص513 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

کیونکہ رتی کم آدھا درہم رتی کم آدھا درہم کے مقابلے پر ہو جائے گا اور رتی زیادہ آدھا درہم کے مقابلے پر پیسے ہو جائیں گے اس لئے خلاف جنس ہونے کی وجہ سے سود نہ ہوگا اس لئے بیع جائز ہوگی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِيْ لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَلِعَظِيْمِ سُلْطَانِكَ۔ (ابن ماجہ)

یہ مختصر القدوری کا حاشیہ بنام زینت القدوری آج بعد از نماز ظہر (بروز پیر 8 ماہ رمضان المبارک 1435ھ، 7 جولائی 2014ء، 23 ہاڑ 2017ب بوقت 4 بجے۔

بمقام جامعہ سردار کونین سیدہ آمنہ للبنین والبنات ابوبکر بلاک شیر ربانی سٹریٹ نمبر 8 مین بازار یوسف پارک شاہدرہ نزد بیگم کوٹ، لاہور میں پائے تکمیل کو پہنچا اور اس کو اتنی محنت کے ساتھ اور ہر مسئلہ کو با حوالہ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ تنظیم المدارس کے ثانویہ خاصہ از ابتدا تا کتاب الحج اور عالیہ الحج از کتاب البیوع تا بیع الصرف (برائے طالبات) کے نصاب میں داخل ہو جائے کیونکہ ابھی تک عربی متن کے ساتھ کتاب نہیں پڑھائی جارہی اللہ تعالیٰ کی ذات سے واثق امید ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت فیض عالم المعروف حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صدقے اور حضور سیدی و مرشدی خوشبوئے رومی حضرت علامہ مولانا پیر طریقت رہبر شریعت سردار احمد عالم قادری دامت برکاتہم العالیہ آستانہ عالیہ کھرپڑ شریف ضلع قصور کے فیضانِ نظر کے صدقے یہ کتاب عنقریب تنظیم المدارس کے طلباء و طالبات کے نصاب میں داخل ہوگی اور ہر عام و خاص کے لئے زادِ آخرت ثابت ہوگی۔

(امین بجاۃ نبی رحمۃ اللعالمین)

ابومحمد قاضی خلیل احمد قادری

مدرس درس نظامی و خادم الحدیث جامعہ ہجویریہ دربار حضور مخدوم الاولیاء حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ و طالب علم یونیورسٹی آف دی لاہور رائیونڈ روڈ کلاس ایم فل اسلامک سٹڈی ٹھوکر نیاز بیگ۔ و پرنسپل جامعہ سرور کونین سیدہ آمنہ للبنین واللبنات مین بازار یوسف پارک شاھدرہ گلی نمبر 8 ابوبکر بلاک الحاق تنظیم المدارس الحاق نمبر (5548) اہل سنت پاکستان

المتوطن، ضلع اٹک تحصیل پنڈی گھیب میانوالہ، خاص بمقام ڈھوک مونڈ۔

موبائل نمبر: 0300-8806267 جاز

0321-4714743 وارد

ماخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	مقام اشاعت وطباعت
1	کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ج2	حاجی خلیفہؒ	مکتبہ المثنی بغداد شریف
2	المظہر النوری	مولانا عبدالرزاق تھرالوی صاحب متوفی 855ھ	مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی
3	رمز الحقائق للعینی	علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی	مکتبہ نوریہ رضویہ وکٹوریہ سکھر
4	علم الصیغہ	مفتی عنایت کاکوروی شیرازی متوفی 685ھ	مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ
5	تفسیر بیضاوی	قاضی ابوالخیر عبدالدین عمر بیضاوی عبیداللہ بن محمد متوفی 747ھ	مکتبہ اکرمیہ محلہ جنگی پشاور
6	شرح الوقایہ ج1	علامہ عبدالعلی برجندی 1250	سہیل اکیڈمی، اردو بازار لاہور
7	فتح القدیر مع الکفایہ 1	شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی 1250 ھ	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، کوئٹہ
8	حاشیۃ الشہاب الخفاجی فی شرح تفسیر البیضاوی 1	علامہ احمد شہاب الدین الخفاجی شیرازی متوفی 685ھ	ادارۃ تالیفات اشرفیہ مکتبہ اکرمیہ محلہ جنگی پشاور
9	الفوائد البھیہ	مولانا محمد عبدالحی لکھنوی متوفی 774ھ	
10	البدایۃ والنھایۃ	حافظ عماد الدین ابوالفدا ءابن کثیر	نفیس اکیڈمی
11	النھر الفائق (ج1)	امام سراج الدین عمر بن ابراہیم	قدیمی کتب خانہ کراچی

12	اللباب فی شرح الکتاب (1)	شیخ عبدالغنی الغنیمی المیدانی 970ھ	قدیمی کتب خانہ کراچی
13	البحر الرائق (ج1)	علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی 855ھ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
14	البنایہ (ج1)	علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی 800ھ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
15	الجوہرۃ النیرۃ (ج1)	علامہ ابوبکر بن علی حداد متوفی	مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور
16	بخاری شریف	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل متوفی 256ھ متوفی 1130ھ	قدیمی کتب خانہ، کراچی
17	نور الانوار اصول فقہ	احمد بن ابوسعید عینی متوفی 855ھ	
18	الھدایہ مع البنایہ	علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
19	الشرح الشمیری (ج1)	مولانا شمیر الدین قاسمی صاحب متوفی 273ھ	مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار، لاہور
20	شرح سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	مکتبہ دارالجیل بیروت
21	جامع ترمذی (ج1)	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی رازی، متوفی 606ھ	فاروقی کتب خانہ ملتان
22	تفسیر کبیر (ج3)	امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین بن عمر متوفی 592ھ	مکتبہ الاعلام الاسلامیہ بیروت
23	فتاویٰ قاضی خان (ج3)	امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین بن عمر متوفی 592ھ	حافظ کتب خانہ، کوئٹہ
24	الاختیار لتعلیل المختار	علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود	مکتبہ الحقانیہ محلہ قصہ خوانی جنگی بازار، پشاور۔
25	فتاویٰ رشیدیہ	شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی 1323ھ	محمد سعید اینڈ سنز، کراچی
26	کشف الخفاء ومزیل الالباس للعجلونی (ج1)	علامہ احمد شہاب الدین متوفی	مکتبہ العصریہ سید البیروت۔

27	فتاویٰ قاضی خان:	متوفی 592ھ علامہ حسن بن منصور اور جندی	حافظ کتب خانہ بلوچستان
28	البنایہ مع الاضافۃ (ج1)	علامہ بدرالدین ابومحمد بن احمد شیبہ متوفی 235ھ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
29	مصنف ابن ابی شیبہ فی المرأۃ	امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
30	تفہیم المسائل:	مفتی محمد منیب الرحمٰن نعیمی	مکتبہ ضیاء القرآن گنج بخش روڈ، لاہور
31	تاریخ الامم (ج1)	علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی	مکتبہ امدادیہ ملتان
32	تاریخ الطبری (ج1)	علامہ ابن جریری طبری	مکتبہ امدادیہ ملتان
33	قرآن اثمار التکمیل (ج1)	موسیٰ روحانی بازی	مکتبہ امدادیہ ملتان
34	مختار الصحاح (ج1)	علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری	دار العلم بیروت
35	فتاویٰ افریقہ	امام احمد رضا خان قادری	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
36	فتاویٰ شامی	ابن عابدین شامی متوفی	دار المعرفۃ بیروت
37	اصول فقہ الحسامی مع الحاشیۃ النامی		کتب خانہ مجیدیہ ملتان
38	ترمذی شریف	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ	کتب خانہ مجیدیہ ملتان
39	تفسیر نعیمی	مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی	نعیمی کتب خانہ گجرات
40	شرح مسند امام اعظم	امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی	فیض گنج بخش بک سنٹر، دربار مارکیٹ
41	العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمہ	مفتی اقتدار احمد خان نعیمی 1069ھ	نعیمی کتب خانہ اردو بازار لاہور
42	مراقی الفلاح	علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی	مکتبہ عربیہ کانسی روڈ، کوئٹہ
43	نور الیضاح	علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی	مکتبہ قادریہ لاہور
44	مجموعۃ الحواشی النادرۃ علی	مولانا عنایت اللہ الکاکری الحنفی	دار الکتب الشرعیہ والادبیہ کوئٹہ

45	التلویح والتوضیح (ج۱)	عبیداللہ علامہ سعدالدین تفتازانی و صدرالشریعۃ	قدیمی کتب خانہ، کراچی
46	شرح سفرالسعادت فارسی (۱)	شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی	مکتبہ نوریہ رضویہ وکٹوریہ، سکھر
47	تفسیر روح البیان	علامہ اسماعیل حقی حنفی	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، کوئٹہ
48	دارالقطنی کتاب السیر	امام علی بن عمر دارقطنی متوفی 285ھ	مکتبہ رحمانیہ، لاہور
49	فتاوی یورب	علامہ عبدالوحد قادری 544ھ	شبیر برادرز، لاہور
50	کتاب الشفاء	قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۱۰۰۴ھ	عبالتواب اکیڈمی ملتان
51	تنویر الابصار مع الدرالمختار (ج 3)	محمد بن عبداللہ التمر تاشی متوفی 275ھ	دارالمعرفۃ بیروت
52	سنن ابوداؤد (ج۱)	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث ۱۳۴۰ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
53	فتاوی رضویہ (ج10)	امام احمد رضا قادری متوفی	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
54	فتاوی عالمگیری (ج1)	ملا نظام الدین متوفی 1161ھ	دارالفکر بیروت
55	بہار شریعت مخرج (ج1)	مولانا امجد علی متوفی 1376ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی
56	ردالمختار علی الدرالمختار (3)	علامہ سید محمد امین ابن عابدین متوفی 261ھ	دارالمعرفۃ بیروت
57	صحیح مسلم (ج1)	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری	دارابن حزم بیروت
58	مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر (ج1)	علامہ محمد سلیمان داماد آفندی	دارالکتب العلمیہ بیروت
59	فتاوی فقیہ ملت ج1	مفتی جلال الدین امجدی	شبیر برادرز، لاہور
60	تفسیر نورالعرفان	مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی لاہور
61	شرح النقایۃ (ج 1)	ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی	ایچ۔ایم سعید کراچی

62	الحسامی مع شرحہ المسمیٰ النامی (2)		کتب خانہ مجیدیہ ملتان
63	مشکوٰۃ المصابیح (ج1)	شیخ ولی الدین تبریزی متوفی 742ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
64	اصول الشاشی	علامہ نظام الدین شاشی	مکتبہ المیزان اردو بازار لاہور
65	تبیین الحقائق کنز الدقائق	علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی	ایچ۔ایم سعید کراچی
66	المبسوط (ج4)	امام محمد بن حسن شیبانی ۱۸۹ھ	ادارہ القرآن، کراچی
67	فتاویٰ بحر العلوم (ج2)	علامہ عبدالمنان رضوی	شبیر برادرز، اُردو بازار، لاہور
68	العروۃ فی الحج والعمرۃ (ج1)	مفتی عطاء اللہ نعیمی	دارالسلام کراچی
69	شرح مسلم للنووی (ج2)	علامہ یحییٰ بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ھ	نور محمد کراچی
70	بدایۃ المجتہد (ج 2)	قاضی ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی، قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ	دارالفکر بیروت
71	المغنی (ج4)	علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد متوفی ۵۹۳ھ	دارالفکر بیروت
72	ہدایہ اخیرین	علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی	مکتبہ شرکتِ علمیہ، ملتان
73	عمدۃ القاری (ج11)	علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد ۸۵۰ھ	ادارۃ الطباعۃ المنیریہ
74	سنن الکبری البیہقی (ج4)	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۷۳ھ	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
75	ابن ماجہ (جلد دوم)	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	فرید بک سٹال، لاہور
76	گلدستہ حج در گلستان شریعۃ	مفتی غلام محمد بندیالوی	جامع مسجد حنفیہ عزیز روڈ، لاہور
77	المسلک المتقسط	ملا علی بن سلطان محمد القاری	دارالفکر بیروت